سفرۃ الواعظین

یعنی مجموعہ مواعظ وخطبات

جلد: دوم

جمع وترتیب

(مفتی) محمد عادل عثمانی

خادم التدریس دار العلوم اشرفیہ، راندیر

ناشر

مکتبہ عثمانیہ راندیر

۱۷۰/۶، مالم واڈا اسٹریٹ راندیر سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سفرۃ الواعظین

یعنی مجموعہ مواعظ وخطبات

جلد: دوم

جمع وترتیب

(مفتی) محمد عادل عثمانی

خادم التدریس دار العلوم اشرفیہ، راندیر

ناشر

مکتبہ عثمانیہ راندیر

۱۷۰/۶، مالم واڈا اسٹریٹ راندیر سورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلات

اسم کتاب: سفرۃ الواعظین جلد: دوم

جمع وترتیب: (مفتی) محمد عادل عثمانی

ناشر: مکتبہ عثمانیہ راندیر سورت

۶/۱۷۰، عالم واڈا سوسائٹی راندیر سورت

انتساب

اوّلاً: حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام، جن کے احسانات کی انتہا نہیں۔

ثانیاً: والد معظم حضرت مولانا مفتی عارف حسن عثمانی صاحب نور اللہ مرقدہ کے نام، جو احقر کے صرف مشفق باپ ہی نہیں بلکہ محسن ترین استاذ اور مربی تھے، جن کی مثالی تربیت اور کامل نگرانی اس ناکارہ کے لیے برابر حق پر استقامت اور دینی خدمات انجام دہی کے لیے معاون بنتی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ ان کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائیں اور رفع درجات کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

ثالثاً: والدہ مکرمہ حفظہا اللہ کے نام، جن کی مخلصانہ دعائے نیم شبی احقر کی زندگی کا بڑا سرمایہ ہیں۔ رب کریم انھیں صحت، طاقت، قوت وتندرستی کی نعمت سے مالا مال فرمائیں اور دعا کے اس دروازے کو احقر کے حق میں عافیت کے ساتھ تادیر کھلا رکھیں۔ (آمین)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اجمالی فہرست

نمبر	مضامین	صفحہ
❁	کلماتِ عالیہ: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈامدظلہ العالی	۵۴
❁	حوصلہ اَفزا کلمات: مفتی طاہر صاحب سورتی زیدمجدہم	۵۶
❁	دل کی باتیں	۵۸
❁	درس قرآن: آداب ومقاصد	۶۲
۱	قساوت قلبی: اسباب اور علاج	۶۶
۲	سود کی مذمت	۸۶
۳	تقویٰ: دارین کی نعمتوں کا سرچشمہ	۱۰۶
۴	پڑوسی کے متعلق نبوی تعلیمات	۱۲۷
۵	عدل وانصاف کی اہمیت	۱۴۶
۶	وزنِ اعمال	۱۶۸
۷	وسعتِ رحمتِ الٰہی	۱۹۰
۸	زکوۃ: اسلام کا اہم رکن	۲۱۱

۹	رزقِ خداوندی اور نظام الٰہی	۲۳۱
۱۰	خواب کی شرعی حیثیت	۲۵۲
۱۱	زمزم: تاریخ وفضائل	۲۷۶
۱۲	نیکیاں برباد نہ کیجیے	۲۹۴
۱۳	نماز ضائع نہ کیجیے	۳۱۳
۱۴	مالِ حرام کی نحوست	۳۳۳
۱۵	بدنظری کی قباحت	۳۵۳
۱۶	فتنہ: احوال واقسام	۳۷۴
۱۷	کامیاب ازدواجی زندگی	۳۹۶
۱۸	ختم نبوت	۴۱۷
۱۹	عظمت وحقوق قرآن کریم	۴۳۹
۲۰	تفسیر اوائل حٰمٓ	۴۶۰
۲۱	اسباب مصائب اور ان کا حل	۴۸۰
۲۲	غیبت کی قباحت	۵۰۲
۲۳	حسنِ خاتمہ کے اسباب	۵۲۵
۲۴	تربیت اولاد میں تین کردار	۵۴۵
۲۵	اعمالِ صالحہ کے فوائد	۵۶۶

۲۶	تقسیم میراث میں کوتاہی نہ کیجیے	۵۸۸
۲۷	ناشکری: اسباب وانجام	۶۰۸
❁	مصادر ومراجع	۶۲۸

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

❁ ❁ ❁

❁

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تفصیلی فہرست

نمبر	مضامین	صفحہ
❁	کلماتِ عالیہ: حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈامدظلہ العالی	۵۴
❁	حوصلہ اَفزا کلمات: مفتی طاہر صاحب سورتی زیدمجدہم	۵٦
❁	دل کی باتیں	۵۸
❁	درس قرآن: آداب ومقاصد	٦۲
[۱]	قساوت قلبی: اسباب اور علاج	٦٦
۱	تمہید	٦۷
۲	پتھروں کے فوائد	٦۷
۳	پتھر کا رونا	٦۸
۴	دل کی حیثیت	٦۹
۵	حضرت امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کا حسن انتخاب	٦۹
٦	دل درست تو سب درست	۷۰
۷	دل کی اقسام	۷۰

۸	دل پر آنے والے حالات	۷۱
۹	دل کی بیماریاں	۷۲
۱۰	دل کی سختی کے اسباب	۷۲
۱۱	[۱] بری صحبت	۷۲
۱۲	عقبہ بن ابی معیط کا انجام	۷۲
۱۳	[۲] پیٹ بھر کر کھانا	۷۳
۱۴	کھانے کے درجات	۷۴
۱۵	[۳] فضول کلام	۷۵
۱۶	انسان کا کلام چار طرح کا ہے	۷۵
۱۷	[۴] بہت زیادہ ہنسنا	۷۶
۱۸	[۵] گناہ پر گناہ کرنا	۷۶
۱۹	[۶] لمبی لمبی امیدیں رکھنا	۷۷
۲۰	دل کی سختی کیسے دور ہوگی؟	۷۷
۲۱	[۱] موت کو خوب یاد کرنا	۷۷
۲۲	[۲] قرآن کریم کی خوب تلاوت کرنا	۷۷
۲۳	ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا معمول	۷۸
۲۴	عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کا معمول	۷۸

۲۵	ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول	۷۸
۲۶	[۳] ذکر اللہ	۷۹
۲۷	[۴] استغفار	۷۹
۲۸	[۵] نیک لوگوں کی صحبت	۸۰
۲۹	چینی اور رومی لوگوں کی نقش ونگاری	۸۰
۳۰	توجہ کی چار قسمیں	۸۱
۳۱	حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۸۲
۳۲	صحبت صالحین کی ایک مثال	۸۳
۳۳	حضرت پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت	۸۳
۳۴	[۶] یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا	۸۴
۳۵	[۷] خاموش رہنا	۸۴
۳۶	اگر بولنے میں کمال ہوتا	۸۴
[۲]	سود کی مذمت	۸۶
۱	تمہید	۸۷
۲	ربوٰ کے معنیٰ	۸۷
۳	تجارتی سود	۸۸
۴	سود کے متعلق قرآن کریم کی آیات	۸۹

۵	پہلا جملہ	۹۰
۶	دوسرا جملہ	۹۰
۷	تیسرا جملہ	۹۱
۸	چوتھا جملہ	۹۱
۹	پانچواں جملہ	۹۱
۱۰	سود کے متعلق احادیث	۹۵
۱۱	سودخور کا برزخ میں انجام	۹۷
۱۲	سود کے حرام ہونے کی حکمتیں	۹۸
۱۳	سود اور اسلاف کی احتیاط	۹۸
۱۴	حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا خط	۹۹
۱۵	حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھل واپس کر دیے	۹۹
۱۶	حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۱۰۰
۱۷	سود کے نقصانات	۱۰۰
۱۸	دعاؤں کا قبول نہ ہونا	۱۰۰
۱۹	علم سے محرومی	۱۰۰
۲۰	لوگوں میں حقارت	۱۰۲
۲۱	قبر میں عذاب	۱۰۳

[۳]	تقویٰ: دارین کی نعمتوں کا سرچشمہ	۱۰۶
۱	تمہید	۱۰۷
۲	تقویٰ کے لغوی معنیٰ	۱۰۷
۳	تقویٰ کے شرعی معنیٰ	۱۰۷
۴	تقویٰ کی حقیقت	۱۰۸
۵	تقویٰ کا محل	۱۰۹
۶	تقویٰ کے درجات	۱۰۹
۷	تقویٰ کا پہلا درجہ	۱۰۹
۸	تقویٰ کا دوسرا درجہ	۱۱۰
۹	تقویٰ کا تیسرا درجہ	۱۱۰
۱۰	تقویٰ کی اہمیت	۱۱۰
۱۱	تقویٰ کے چند فوائد	۱۱۳
۱۲	حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۱۱۳
۱۳	تقویٰ کی اقسام	۱۱۵
۱۴	[۱] زبان کا تقویٰ	۱۱۵
۱۵	زبان کی حفاظت پر چند احادیث	۱۱۶
۱۶	[۲] آنکھ کا تقویٰ	۱۱۷

۱۷	خوف خدا میں آنسو بہانے کی فضیلت	۱۱۷
۱۸	بدنظری سے متعلق چند احادیث	۱۱۹
۱۹	[۳] دل کا تقویٰ	۱۱۹
۲۰	حسد سے بچو	۱۲۰
۲۱	[۴] پیٹ کا تقویٰ	۱۲۱
۲۲	حلال کی اہمیت	۱۲۱
۲۳	حرام سے بچو	۱۲۱
۲۴	[۵] ہاتھ کا تقویٰ	۱۲۲
۲۵	حضرت کرز بن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۱۲۲
۲۶	[۶] پیر کا تقویٰ	۱۲۳
۲۷	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت عبادت	۱۲۳
۲۸	حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت عبادت	۱۲۳
۲۹	[۷] عبادت کا تقویٰ	۱۲۴
۳۰	احسان کیا ہے؟	۱۲۴
۳۱	حصول تقویٰ کے دس اسباب	۱۲۵
[۴]	پڑوسی کے متعلق نبوی تعلیمات	۱۲۷
۱	تمہید	۱۲۸

۲	پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک پر قرآن پاک کی آیات	۱۲۹
۳	قریب والا اور دور والا پڑوسی	۱۲۹
۴	تین طرح کے پڑوسی	۱۳۰
۵	پڑوسی کی حد کہاں تک ہے؟	۱۳۰
۶	پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک پر احادیث	۱۳۰
۷	پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی کے متعلق احادیث	۱۳۴
۸	پڑوسی کے حقوق	۱۳۵
۹	اچھا پڑوسی بنیں	۱۳۶
۱۰	پہلا نمونہ	۱۳۶
۱۱	دوسرا نمونہ	۱۳۷
۱۲	تیسرا نمونہ	۱۳۷
۱۳	چوتھا نمونہ	۱۳۸
۱۴	پانچواں نمونہ	۱۳۹
۱۵	چھٹا نمونہ	۱۴۰
۱۶	ساتواں نمونہ	۱۴۱
۱۷	آٹھواں نمونہ	۱۴۱
۱۸	برا پڑوسی نہ بنیں	۱۴۲

۱۹	دورِ نبوت کا ایک واقعہ	۱۴۳
۲۰	پڑوسی کی اقسام	۱۴۴
[۵]	عدل وانصاف کی اہمیت	۱۴۶
۱	تمہید	۱۴۷
۲	عدل کے معنیٰ	۱۴۷
۳	عدل کی حقیقت	۱۴۷
۴	عدل کے متعلق قرآنی آیات	۱۴۸
۵	عدل کے متعلق چند احادیث	۱۴۹
۶	عدل کی اقسام	۱۵۱
۷	[۱] اللہ کے ساتھ عدل	۱۵۱
۸	[۲] انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ عدل	۱۵۳
۹	مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت مت دو	۱۵۳
۱۰	ایک مسلمان اور ایک یہودی کا واقعہ	۱۵۴
۱۱	[۳] اپنی ذات کے ساتھ عدل	۱۵۵
۱۲	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا واقعہ	۱۵۵
۱۳	حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۱۵۵
۱۴	حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۱۵۶

۱۵	[۴] اہل خانہ کے ساتھ عدل	۱۵۹
۱۶	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ	۱۵۹
۱۷	حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۱۶۰
۱۸	[۵] قانون کی نظر میں عدل	۱۶۱
۱۹	جب ایک یہودی نے زنا کیا	۱۶۱
۲۰	اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتی	۱۶۲
۲۱	ایک صحابی کو چھڑی مارنے کا واقعہ	۱۶۲
۲۲	حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۱۶۳
۲۳	قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی فیصلہ	۱۶۴
۲۴	حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عدل	۱۶۶
۲۵	حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے انصاف کا ایک عجیب واقعہ	۱۶۶
[۶]	میزان عمل	۱۶۸
۱	تمہید	۱۶۹
۲	سورج کا قریب کیا جانا	۱۶۹
۳	عرش کے سایے تلے	۱۷۰
۴	تین مرتبہ پیشی	۱۷۰
۵	ہر انسان کے تین دفتر	۱۷۱

۶	پانچ سوسال کی عبادت کام نہ آئی	۱۷۱
۷	تین وقت کوئی کسی کا نہ ہوگا	۱۷۳
۸	میدان محشر میں لوگوں کا در بہ در بھٹکنا	۱۷۳
۹	پہلی بحث: وزن کس چیز کا ہوگا اور کیسے ہوگا؟	۱۷۵
۱۰	پہلا قول اور اس کی دلیل	۱۷۵
۱۱	دوسرا قول اور اس کی دلیل	۱۷۶
۱۲	تیسرا قول اور اس کی دلیل	۱۷۷
۱۳	دوسری بحث: وزن کن لوگوں کا ہوگا؟	۱۷۷
۱۴	تیسری بحث: کیا میزان پیدا شدہ ہے؟	۱۷۸
۱۵	چوتھی بحث: میزان حساب سے پہلے قائم کی جائے گی یا بعد میں	۱۷۹
۱۶	پانچویں بحث: میزان کے پلڑوں کی وسعت	۱۷۹
۱۷	چھٹی بحث: میزان کا ذمے دار کون ہوگا؟	۱۸۰
۱۸	ساتویں بحث: میزان ایک ہوگی یا متعدد؟	۱۸۱
۱۹	آٹھویں بحث: موازین جمع کیوں لائے؟	۱۸۲
۲۰	نویں بحث: وزنی پلڑا کس طرف اٹھے گا؟	۱۸۲
۲۱	دسویں بحث: بعض وزنی اعمال کا ذکر	۱۸۳
۲۲	حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی حکیمانہ بات	۱۸۴

٢٣	حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حسن انتخاب	١٨٤
٢٤	حساب کے بارے میں اللہ سے ڈریں!	١٨٨
[٧]	وسعت رحمت الٰہی	١٩٠
١	تمہید	١٩١
٢	رحمت کے معنیٰ	١٩١
٣	قرآن کریم میں رحمت کا لفظ	١٩١
٤	رحمت الٰہی پر قرآنی آیات	١٩٢
٥	رحمٰن اور رحیم کی تفسیر	١٩٣
٦	ایک علمی اشکال	١٩٣
٧	رحمت الٰہی پر احادیث	١٩٤
٨	رحمت الٰہی کے اسباب	١٩٨
٩	رحمت الٰہی سے محرومی کے اسباب	٢٠٠
١٠	حق تعالیٰ کی وسیع رحمت کے نمونے	٢٠١
١١	آخری جنتی کا حال	٢٠٢
١٢	ایک نوجوان کی توبہ کا قصہ	٢٠٤
١٣	ایک بیوہ عورت کا قصہ	٢٠٧
١٤	رحمت الٰہی کب جوش میں آتی ہے؟	٢٠٨

[۸]	زکوۃ: اسلام کا اہم رکن	۲۱۱
۱	تمہید	۲۱۲
۲	اسلام کے پانچ ارکان اوران کے مابین ربط	۲۱۲
۳	ایک نکتہ	۲۱۳
۴	زکوۃ کے لغوی وشرعی معنیٰ	۲۱۳
۵	زکوۃ کب فرض ہوئی؟	۲۱۴
۶	زکوۃ کی حکمتیں اورفوائد	۲۱۵
۷	زکوۃ کی اہمیت	۲۱۷
۸	زکوۃ ادانہ کرنے پروعیدیں	۲۱۸
۹	تین عضوکو بیان کرنے میں حکمت	۲۲۰
۱۰	ثعلبہ کاعبرتناک واقعہ	۲۲۲
۱۱	زکوۃ نہ دینے کاانجام	۲۲۶
۱۲	زکوۃ کی برکت کاایک عجیب واقعہ	۲۲۸
۱۳	ہماری غلط فہمی	۲۲۹
[۹]	رزقِ خداوندی اورنظام الٰہی	۲۳۱
۱	تمہید	۲۳۲
۲	رزق کی تعریف	۲۳۲

۳	رزق کی خدائی ذمے داری پر ایک سوال اور جواب	۲۳۳
۴	رزق کب لکھا جاتا ہے؟	۲۳۳
۵	رزق کے خدائی نظام پر چند واقعات	۲۳۴
۶	جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے لوٹے	۲۳۴
۷	قبیلہ اشعرین کا واقعہ	۲۳۵
۸	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھوک کا حال	۲۳۶
۹	عنبر مچھلی کا قصہ	۲۳۸
۱۰	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی بھوک	۲۳۸
۱۱	رزق میں برکت کے اسباب	۲۴۱
۱۲	[۱] پہلا سبب: اللہ کی نعمتوں پر شکر	۲۴۲
۱۳	[۲] دوسرا سبب: استغفار	۲۴۲
۱۴	[۳] تیسرا سبب: اللہ سے مانگنا	۲۴۳
۱۵	[۴] چوتھا سبب: تقویٰ	۲۴۳
۱۶	حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ	۲۴۳
۱۷	[۵] پانچواں سبب: اللہ تعالیٰ پر توکل	۲۴۵
۱۸	حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۲۴۶
۱۹	[۶] چھٹا سبب: تسبیح کا اہتمام	۲۴۷

۲۰	[۷] ساتواں سبب: اللہ کی عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرنا	۲۴۷
۲۱	[۸] آٹھواں سبب: حج اور عمرہ میں متابعت	۲۴۷
۲۲	[۹] نواں سبب: صلہ رحمی	۲۴۸
۲۳	[۱۰] دسواں سبب: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا	۲۴۸
۲۴	[۱۱] گیارھواں سبب: طالبان علوم اسلامیہ پر خرچ کرنا	۲۴۸
۲۵	[۱۲] بارھواں سبب: کمزوروں کے ساتھ احسان کرنا	۲۴۹
۲۶	[۱۳] تیرھواں سبب: صبح سویرے کام شروع کرنا	۲۴۹
۲۷	[۱۴] چودھواں سبب: گرا پڑا لقمہ کھالینا	۲۵۰
۲۸	رزق کی تنگی دور کرنے کا مجرب عمل	۲۵۰
۱۰	خواب کی شرعی حیثیت	۲۵۲
۱	تمہید	۲۵۳
۲	خواب کے معنیٰ	۲۵۳
۳	رؤیا کی حقیقت	۲۵۳
۴	خواب کی اقسام	۲۵۴
۵	برا خواب دیکھیں تو کیا کریں؟	۲۵۴
۶	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خواب میں ڈر جانا	۲۵۶
۷	اچھا خواب دیکھیں تو کیا کریں؟	۲۵۶

۸	سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ	۲۵۷
۹	سچے خواب کی چند صورتیں	۲۵۷
۱۰	خواب بیان کرنے والے کے لیے آداب	۲۵۸
۱۱	پہلا ادب	۲۵۸
۱۲	دوسرا ادب	۲۵۸
۱۳	کتنا اچھا خواب تھا!	۲۵۹
۱۴	خواب کس کے سامنے بیان کرنا چاہیے؟	۲۵۹
۱۵	تیسرا ادب	۲۶۰
۱۶	جھوٹا خواب بیان کرنے کی وعیدیں	۲۶۱
۱۷	چوتھا ادب	۲۶۱
۱۸	خواب سننے اور تعبیر بتانے والے کے لیے آداب	۲۶۲
۱۹	پہلا ادب	۲۶۲
۲۰	دوسرا ادب	۲۶۲
۲۱	تیسرا ادب	۲۶۳
۲۲	میرے شیخ کے والد ماجد کا واقعہ	۲۶۳
۲۳	میرے شیخ زید مجدہم کا ایک اور واقعہ	۲۶۳
۲۴	چوتھا ادب	۲۶۴

۲۵	پانچواں ادب	۲۶۴
۲۶	چھٹا ادب	۲۶۵
۲۷	ساتواں ادب	۲۶۵
۲۸	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک خواب	۲۶۵
۲۹	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں دودھ پینا	۲۶۶
۳۰	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں کرتے دیکھنا	۲۶۶
۳۱	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں ڈول نکالتے ہوئے دیکھنا	۲۶۶
۳۲	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں سیاہ فام عورت دیکھنا	۲۶۷
۳۳	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں سونے کے کنگن دیکھنا	۲۶۷
۳۴	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں ملنا	۲۶۸
۳۵	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں مسیح صادق اور مسیح کاذب کو دیکھنا	۲۶۸
۳۶	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنت میں حضرت عمر کا محل دیکھنا	۲۶۹
۳۷	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں ورقہ بن نوفل کو دیکھنا	۲۶۹
۳۸	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں یثرب اور تلوار کو دیکھنا	۲۶۹
۳۹	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنا	۲۷۰
۴۰	نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طویل خواب	۲۷۰
۴۱	اچھے خواب کی صورتیں	۲۷۴

[۱۱]	زمزم: تاریخ وفضائل	۲۷۶
۱	تاریخ	۲۷۷
۲	عبدالمطلب کا خواب	۲۷۸
۳	قریش کا عبدالمطلب سے مطالبہ	۲۸۰
۴	زمزم کی وجہ تسمیہ	۲۸۱
۵	زمزم کی خصوصیات اور فضائل	۲۸۲
۶	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نیت	۲۸۳
۷	حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ ابوحنیفہ کی نیت	۲۸۳
۸	حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نیت	۲۸۴
۹	حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۲۸۴
۱۰	امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی نیت	۲۸۴
۱۱	حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۲۸۵
۱۲	حافظ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی نیت	۲۸۵
۱۳	امام زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۲۸۶
۱۴	احمد بن عبداللہ الشریفی رحمۃ اللہ علیہ کا شفا پانا	۲۸۷
۱۵	علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا آب زمزم پی کر شفایاب ہونا	۲۸۷
۱۶	زمزم سائنسی اعتبار سے	۲۸۸

۱۷	میگنیشیم سلفیٹ	۲۸۹
۱۸	سوڈیم سلفیٹ	۲۸۹
۱۹	سوڈیم کلورائڈ	۲۸۹
۲۰	کیلشیم کاربونیٹ	۲۸۹
۲۱	پوٹیشیم نائٹریڈ	۲۸۹
۲۲	ہائیڈروجن سلفائڈ	۲۸۹
۲۳	زمزم کا پانی پینے کے آداب	۲۹۰
۲۴	زمزم کے متعلق کچھ مسائل	۲۹۱
۲۵	زمزم کا پانی میٹھا کیوں نہیں؟	۲۹۱
۲۶	زمزم سے بہتر پانی	۲۹۲
۲۷	موجودہ زمانے میں حکومت کا نظام	۲۹۲
۱۲	نیکیاں برباد نہ کیجیے	۲۹۴
۱	تمہید	۲۹۵
۲	بیوقوف عورت کا تعارف	۲۹۵
۳	ایک سبق	۲۹۶
۴	دوسرا سبق	۲۹۶
۵	تیسرا سبق	۲۹۷

۶	چوتھا سبق	۲۹۷
۷	حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ	۲۹۷
۸	سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ	۲۹۸
۹	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۲۹۸
۱۰	پانچواں سبق	۲۹۹
۱۱	پہلا سبب: شرک	۲۹۹
۱۲	دوسرا سبب: کفر	۲۹۹
۱۳	تیسرا سبب: نفاق	۳۰۰
۱۴	چوتھا سب: ارتداد	۳۰۰
۱۵	آخری دور میں ارتداد عام ہوگا؟	۳۰۰
۱۶	عرب میں ارتداد عام ہوگا	۳۰۱
۱۷	حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی	۳۰۲
۱۸	پانچواں سب: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت	۳۰۲
۱۹	چھٹا سبب: اللہ کی آیات اور آخرت کی ملاقات کا انکار	۳۰۳
۲۰	ساتواں سبب: بدعت	۳۰۳
۲۱	آٹھواں سبب: ریاکاری	۳۰۳
۲۲	تین ریاکار کا انجام	۳۰۳

۲۳	نواں سبب: احسان جتلانا	۳۰۶
۲۴	دسواں سبب: عصر کی نماز چھوڑنا	۳۰۷
۲۵	گیارہواں سبب: کسی کے متعلق قسم کھانا کہ اللہ اسے نہیں بخشے گا	۳۰۷
۲۶	بارہواں سبب: مؤمن کو قتل کر کے خوش ہونا	۳۰۷
۲۷	تیرہواں سبب: تنہائی میں حرام کام کرنا	۳۰۸
۲۸	چودہواں سبب: کاہن و نجومی کے پاس جانا	۳۰۸
۲۹	پندرہواں سبب: حسد کرنا	۳۰۹
۳۰	سولہواں سبب: غیبت کرنا	۳۰۹
۳۱	سترہواں سبب: بلاضرورت کتا پالنا	۳۱۰
۳۲	ایک مثال	۳۱۰
۳۳	آخرت کا مفلس	۳۱۱
[۱۳]	نماز ضائع نہ کیجیے	۳۱۳
۱	تمہید	۳۱۴
۲	برے جانشین	۳۱۴
۳	دو لفظوں میں فرق	۳۱۵
۴	اضاعت صلوۃ کا پہلا مطلب	۳۱۵
۵	اُبی بن خلف کا انجام بد	۳۱۸

۶	اضاعت صلوۃ کا دوسرا مطلب	۳۱۹
۷	حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۳۲۰
۸	حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ	۳۲۱
۹	حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام	۳۲۱
۱۰	اضاعت صلوۃ کا تیسرا مطلب	۳۲۲
۱۱	ویل کی تفسیر	۳۲۳
۱۲	اضاعت صلوۃ کا چوتھا مطلب	۳۲۳
۱۳	خشوع کی تفسیر	۳۲۴
۱۴	خشوع کی اہمیت	۳۲۴
۱۵	تم فطرت محمدی کے خلاف مرے ہو	۳۲۵
۱۶	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نماز کا حال	۳۲۶
۱۷	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز کا حال	۳۲۷
۱۸	دو صحابی رضی اللہ عنہما کی نماز کا حال	۳۲۷
۱۹	حضرت خَلف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کا حال	۳۲۸
۲۰	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خشوع	۳۲۹
۲۱	گویا تمھاری آخری نماز ہو	۳۲۹
۲۲	حضرت حاتم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز	۳۳۰

۲۳	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہدایت نامہ	۳۳۱
۲۴	غیّ کی تفسیر	۳۳۱
[۱۴]	مال حرام کی نحوست	۳۳۳
۱	تمہید	۳۳۴
۲	پہلا نقصان: دعاؤں کا قبول نہ ہونا	۳۳۵
۳	حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۳۳۵
۴	میں ان کی بددعا سے محفوظ ہو گیا	۳۳۷
۵	دوسرا نقصان: صدقہ قبول نہ ہونا	۳۳۸
۶	تیسرا نقصان: اعمال قبول نہ ہونا	۳۳۸
۷	چوتھا نقصان: اعمال میں حلاوت نصیب نہ ہونا	۳۳۹
۸	حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۳۳۹
۹	پانچواں نقصان: بے برکتی ہونا	۳۳۹
۱۰	بے برکتی کی صورتیں	۳۴۰
۱۱	چھٹا نقصان: گناہوں کا داعیہ دل میں پیدا ہونا	۳۴۱
۱۲	حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۳۴۱
۱۳	ساتواں نقصان: بے شرمی پیدا ہونا	۳۴۲
۱۴	ایک نکتہ	۳۴۲

۱۵	آٹھواں نقصان: اولاد پر اثر پڑنا	۳۴۳
۱۶	بداخلاق شیخ زادہ	۳۴۳
۱۷	نواں نقصان: جہنم کا مستحق بننا	۳۴۳
۱۸	دسواں نقصان: جہاں سے آیا وہیں گیا	۳۴۴
۱۹	گیارہواں نقصان: شیطان کا بے فکر ہوجانا	۳۴۶
۲۰	بارہواں نقصان: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی	۳۴۶
۲۱	مشتبہ سے بھی بچیں	۳۴۷
۲۲	چار حدیثیں دین کی بنیاد	۳۴۷
۲۳	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احتیاط	۳۴۷
۲۴	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط	۳۴۸
۲۵	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط	۳۴۸
۲۶	حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط	۳۴۹
۲۷	حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط	۳۵۱
۲۸	حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط	۳۵۱
[۱۵]	بدنظری کی قباحت	۳۵۳
۱	تمہید	۳۵۴
۲	آنکھ عظیم نعمت	۳۵۴

۳	پانچ سوسال کی عبادت اور آنکھ کی نعمت	۳۵۵
۴	بدنظری کے متعلق آیات واحادیث	۳۵۶
۵	بدنظری کے متعلق اقوال سلف	۳۵۸
۶	بدنظری کی شکلیں	۳۵۹
۷	عورت کا فتنہ	۳۶۲
۸	بنی اسرائیل میں عورت کا فتنہ	۳۶۳
۹	ایک حکایت	۳۶۵
۱۰	بدنظری کے طبعی نقصانات	۳۶۵
۱۱	بدنظری کے روحانی نقصانات	۳۶۶
۱۲	ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا	۳۶۶
۱۳	بدنظری کا علاج	۳۶۷
۱۴	[۱] خیال بدلنا	۳۶۷
۱۵	[۲] نفس کو سزا دینا	۳۶۸
۱۶	[۳] بدنظری کے موقع سے بچیں	۳۶۹
۱۷	[۴] بیوی کو خوش رکھیں	۳۷۰
۱۸	[۵] مراقبۂ معیت	۳۷۰
۱۹	[۶] حور کی خوبیوں کا تصور	۳۷۱

۲۰	[۷] دیدار الٰہی کا تصور	۳۷۱
۲۱	[۸] ماں بیٹی کا تصور	۳۷۲
۲۲	[۹] آنکھ میں سلائی گھمانے کا تصور	۳۷۲
[۱۶]	فتنہ: احوال واحکام	۳۷۴
۱	تمہید	۳۷۵
۲	فتنے کے معنیٰ	۳۷۵
۳	اس امت میں فتنے کیوں رکھے گئے؟	۳۷۶
۴	فتنے کے متعلق چند احادیث	۳۷۶
۵	وہ فتنے ظاہر ہوجائیں جو.....	۳۷۶
۶	حدیث مذکور کی تشریح	۳۷۷
۷	چٹائی کے تنکوں کی طرح فتنے پیش کیے جائیں گے	۳۷۸
۸	حدیث مذکور کی تشریح	۳۸۰
۹	جماعتوں کی شکل میں فتنے	۳۸۱
۱۰	فتنوں کے متعلق مزید احادیث	۳۸۲
۱۱	فتنوں کو کن چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی؟	۳۸۳
۱۲	[۱] بارش کے قطروں کے ساتھ	۳۸۳
۱۳	[۲] تاریک اور اندھیری رات کے ساتھ	۳۸۳

۱۴	[۳] گرم آندھیوں کے ساتھ	۳۸۴
۱۵	[۴] دھوئیں کے ٹکڑے کے ساتھ	۳۸۴
۱۶	[۵] اندھے، بہرے اور گونگے کے ساتھ	۳۸۴
۱۷	حدیث مذکور کی تشریح	۳۸۵
۱۸	فتنے کو گونگا اور بہرہ کیوں کہا گیا؟	۳۸۵
۱۹	[۶] ٹوٹے ہوئے دھاگے کے دانوں کے ساتھ	۳۸۶
۲۰	[۷] سائبانوں کے ساتھ	۳۸۶
۲۱	[۸] گائے کے سروں کے ساتھ	۳۸۶
۲۲	[۹] سمندر کی موجوں کے ساتھ	۳۸۶
۲۳	فتنے کی اقسام	۳۸۸
۲۴	دور حاضر کے فتنے	۳۸۸
۲۵	[۱] ارتداد کا فتنہ	۳۸۸
۲۶	[۲] بدعات کا فتنہ	۳۸۹
۲۷	[۳] عورت کا فتنہ	۳۹۰
۲۸	[۴] حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۳۹۰
۲۹	[۴] مال و دولت کا فتنہ	۳۹۱
۳۰	[۵] اولاد کا فتنہ	۳۹۲

۳۱	مفکر اسلام کا گراں قدر ملفوظ	۳۹۲
۳۲	[۶] انٹرنیٹ کا فتنہ	۳۹۳
۳۳	جو فتنوں سے بچالیا جائے	۳۹۳
۳۴	فتنے کا علاج	۳۹۴
[۱۷]	کامیاب ازدواجی زندگی	۳۹۶
۱	تمہید	۳۹۷
۲	خوبیوں پر نظر	۳۹۷
۳	الٹی بہی	۳۹۸
۴	جب حضرت آدم علیہ السلام پر نیند مسلط ہوئی	۳۹۹
۵	ایک علمی اشکال اور جواب	۳۹۹
۶	ٹیڑھی پسلی سے بنانے میں حکمت	۳۹۹
۷	ایک عجیب واقعہ	۴۰۰
۸	عورتوں کے ساتھ حسن سلوک	۴۰۱
۹	عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی نمونے	۴۰۲
۱۰	پہلا نمونہ	۴۰۲
۱۱	دوسرا نمونہ	۴۰۳
۱۲	تیسرا نمونہ	۴۰۴

۱۳	چوتھا نمونہ	۴۰۴
۱۴	پانچواں نمونہ	۴۰۴
۱۵	چھٹا نمونہ	۴۰۵
۱۶	ساتواں نمونہ	۴۰۵
۱۷	عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت	۴۰۶
۱۸	غلطی درگزر کریں	۴۰۷
۱۹	بیوی کو معاف کرنے پر مغفرت	۴۰۷
۲۰	گھر کے کام میں ہاتھ بٹانا	۴۰۸
۲۱	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ	۴۰۸
۲۲	شوہر کے مقام کو پہچانیں	۴۰۹
۲۳	اگر میں غیر اللہ کو سجدے کا حکم دیتا	۴۰۹
۲۴	شوہر جب بلائے تو انکار نہ کرے	۴۱۰
۲۵	اپنی عزت کا خیال کریں	۴۱۰
۲۶	بناؤ سنگار اختیار کریں	۴۱۱
۲۷	ہمت دلائیں	۴۱۱
۲۸	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہمت دلانا	۴۱۲
۲۹	وفادار بیوی	۴۱۲

۳۰	جہنم میں بکثرت عورتیں	۴۱۲
۳۱	گھر کا کام خوشی سے کریں	۴۱۳
۳۲	زوجین لباس کیوں؟	۴۱۴
[۱۸]	ختم نبوت	۴۱۷
۱	تمہید	۴۱۸
۲	ختم نبوت پر آیات قرآن	۴۱۸
۳	سورۃ الکوثر سے ختم نبوت پر استدلال	۴۲۰
۴	ختم نبوت پر احادیث	۴۲۱
۵	ختم نبوت اور اجماع	۴۲۳
۶	ختم نبوت اور قیاس	۴۲۴
۷	حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق	۴۲۵
۸	اسود عنسی کا تعارف	۴۲۵
۹	حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسود عنسی سے مناظرہ	۴۲۵
۱۰	مسیلمہ کذاب کون تھا؟	۴۲۷
۱۱	تو وہی ہے	۴۲۷
۱۲	مسیلمہ کذاب کا فتنہ	۴۲۸
۱۳	دیگر مدعیان نبوت	۴۲۸

	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست	۴۲۹
	مسیلمہ سے مقابلہ	۴۳۰
	مسیلمہ کا خاتمہ	۴۳۰
	مقدمہ بہاولپور	۴۳۱
	بہاولپور میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر	۴۳۲
	ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا	۴۳۳
	شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جلال	۴۳۴
	مرزا قادیانی مردود ازلی ہے	۴۳۴
	اس سے بڑا فتنہ کوئی نہیں	۴۳۵
	اسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت ضرور نصیب ہوگی	۴۳۶
	تیس جھوٹے نبی	۴۳۶
	وہ بھی اس انتظار میں ہے	۴۳۷
	ہم تیار رہیں	۴۳۸
[۱۹]	عظمت وحقوق قرآن کریم	۴۳۹
۱	تمہید	۴۴۰
۲	ایک واقعہ	۴۴۰
۳	قرآن کریم کی بلاغت کا عجیب واقعہ	۴۴۲

۴	علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ	۴۴۴
۵	پہلا حق: حق ایمان	۴۴۵
۶	قرآن کریم کے تدریجی نزول کی حکمتیں	۴۴۶
۷	دوسرا حق: حق تلاوت	۴۴۷
۸	چار انسان چار مثالیں	۴۴۸
۹	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول	۴۴۸
۱۰	ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت	۴۴۹
۱۱	عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت	۴۴۹
۱۲	عبدالعزیز المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت	۴۴۹
۱۳	علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت	۴۵۰
۱۴	ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول	۴۵۰
۱۵	اچھی آواز سے تلاوت کی فضیلت	۴۵۰
۱۶	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت	۴۵۱
۱۷	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت	۴۵۲
۱۸	گویّا علامہ ہوگیا	۴۵۳
۱۹	عشق قرآن کا عجیب واقعہ	۴۵۳
۲۰	تلاوت قرآن کے ظاہری آداب	۴۵۵

۲۱	تلاوت قرآن کے باطنی آداب	۴۵۶
۲۲	تیسرا حق: حق عمل	۴۵۶
۲۳	حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ	۴۵۷
۲۴	چوتھا حق: حق تدبر وتفکر	۴۵۷
۲۵	پانچواں حق: حق تعلیم وتبلیغ	۴۵۸
[۲۰]	تفسیر اوائل حٰم	۴۶۰
۱	تمہید	۴۶۱
۲	حوامیم کی خصوصیات	۴۶۱
۳	حروف مقطعات	۴۶۲
۴	حٰم کا مطلب	۴۶۲
۵	حق تعالیٰ کی صفات	۴۶۳
۶	پہلی صفت	۴۶۳
۷	دوسری صفت	۴۶۴
۸	تیسری صفت	۴۶۴
۹	ایک شرابی کی مغفرت کا واقعہ	۴۶۴
۱۰	حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی	۴۶۶
۱۱	یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا واقعہ	۴۶۶

۱۲	کفل کی مغفرت کا عجیب واقعہ	۴۶۷
۱۳	چوتھی صفت	۴۶۸
۱۴	دونوں میں فرق	۴۶۸
۱۵	ایک جنتی عورت کی توبہ	۴۶۸
۱۶	حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ	۴۶۹
۱۷	ایک گنہگار کی توبہ	۴۷۰
۱۸	پانچویں صفت	۴۷۱
۱۹	قوم نوح کی تباہی	۴۷۲
۲۰	قوم عاد کی تباہی	۴۷۲
۲۱	قوم ثمود کی تباہی	۴۷۲
۲۲	قوم لوط کی تباہی	۴۷۲
۲۳	قوم شعیب کی تباہی	۴۷۳
۲۴	چھٹی صفت	۴۷۴
۲۵	ساتویں صفت	۴۷۵
۲۶	توحید انسان کا مزاج	۴۷۵
۲۷	آٹھویں صفت	۴۷۵
۲۸	ان تین آیتوں کے فضائل	۴۷۶

۲۹	ایک عجیب واقعہ	۴۷۶
۳۰	ایک شامی آدمی کا واقعہ	۴۷۸
۳۱	اصلاح خلق کا نسخہ	۴۷۹
[۲۱]	اسباب مصائب اوران کا حل	۴۸۰
۱	تمہید	۴۸۱
۲	اسباب زوال امت	۴۸۱
۳	پہلا سبب: قرآن اور تعلیم قرآن سے دوری	۴۸۳
۴	حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین ملفوظ	۴۸۴
۵	حضرت مولانا عبداللہ صاحب کا پودروی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ	۴۸۵
۶	حضرت مولانا اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا آنکھوں دیکھا واقعہ	۴۸۶
۷	دوسرا سبب: غیروں کی نقالی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری	۴۸۶
۸	ایک عبرتناک واقعہ	۴۸۷
۹	شریعت کا مزاج	۴۸۷
۱۰	ہم اپنی حقیقت بھلا بیٹھیں!	۴۸۸
۱۱	شکل وصورت میں اغیار کی نقالی	۴۸۹
۱۲	لباس میں اغیار کی نقالی	۴۸۹
۱۳	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور پردہ	۴۸۹

۱۴	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور پردہ	۴۹۰
۱۵	آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم پیش گوئی	۴۹۰
۱۶	تیسرا سبب: فرقہ بندی اور آپسی اختلاف	۴۹۱
۱۷	حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ	۴۹۲
۱۸	چوتھا سبب: اخلاقی گراوٹ	۴۹۳
۱۹	پانچواں سبب: گناہوں کا ارتکاب	۴۹۳
۲۰	پانچ گناہ پر پانچ سزائیں	۴۹۴
۲۱	امت پر بلا ومصیبت کے نزول کی پندرہ علامتیں	۴۹۴
۲۲	چھٹا سبب: ترکِ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	۴۹۵
۲۳	ساتواں سبب: نعمتوں کی ناقدری	۴۹۶
۲۴	آٹھواں سبب: دنیا سے حد درجہ محبت	۴۹۷
۲۵	مصائب کے وقت ہم کیا کریں؟	۴۹۸
[۲۲]	غیبت کی قباحت	۵۰۲
۱	تمہید	۵۰۳
۲	غیبت کی تعریف	۵۰۳
۳	غیبت کی برائی	۵۰۴
۴	[۱] مردار بھائی کا گوشت کھانا	۵۰۴

۵	غیبت کی خطرناکی	۵۰۴
۶	آیت مذکورہ کا شان نزول	۵۰۵
۷	دورِ نبوت کی دو عورتوں کا قصہ	۵۰۶
۸	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۰۷
۹	حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۰۷
۱۰	حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ	۵۰۹
۱۱	مردار بھائی کا گوشت کھانے کی سزا	۵۰۹
۱۲	مردار بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ	۵۰۹
۱۳	[۲] زنا سے زیادہ سخت	۵۱۰
۱۴	زنا سے زیادہ سخت ہونے کی وجوہات	۵۱۰
۱۵	[۳] عذاب قبر	۵۱۱
۱۶	حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ	۵۱۱
۱۷	شب معراج میں آنکھوں دیکھا حال	۵۱۱
۱۸	[۴] عذاب جہنم	۵۱۲
۱۹	[۵] غیبت کی بدبو	۵۱۲
۲۰	[۶] ایمان سے محرومی	۵۱۲
۲۱	[۷] نیکیوں کا مٹ جانا	۵۱۳

۲۲	حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۵۱۳
۲۳	اپنی ماں کی غیبت کروں	۵۱۴
۲۴	[۸] دعاؤں کا قبول نہ ہونا	۵۱۴
۲۵	[۹] نفاق پیدا ہونا	۵۱۵
۲۶	[۱۰] شیطان کا خوش ہونا	۵۱۵
۲۷	[۱۱] فتنہ پردازی	۵۱۵
۲۸	[۱۲] دوسروں کی پردہ دری	۵۱۶
۲۹	غیبت کی اقسام	۵۱۶
۳۰	[۱] بدن کی غیبت	۵۱۶
۳۱	[۲] لباس کی غیبت	۵۱۶
۳۲	[۳] نسب کی غیبت	۵۱۷
۳۳	عادات واوصاف کی غیبت	۵۱۷
۳۴	[۵] عبادت کی غیبت	۵۱۷
۳۵	شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۱۸
۳۶	[۶] معاصی کی غیبت	۵۱۸
۳۷	حجاج بن یوسف کی غیبت	۵۱۸
۳۸	[۷] اعضا کی غیبت	۵۱۹

۳۹	[۸] قلم کی غیبت	۵۱۹
۴۰	[۹] خواتین کی طرف سے غیبت	۵۱۹
۴۱	ایک واقعہ	۵۱۹
۴۲	[۱۰] علما کی غیبت	۵۲۰
۴۳	غیبت کی سنگینی اقوال سلف کی روشنی میں	۵۲۰
۴۴	غیبت کی جائز شکلیں	۵۲۲
۴۵	امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۲۲
۴۶	امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۲۲
۴۷	حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۵۲۳
[۲۳]	حسنِ خاتمہ کے اسباب	۵۲۵
۱	تمہید	۵۲۶
۲	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا تبصرہ	۵۲۶
۳	حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا تبصرہ	۵۲۷
۴	حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ	۵۲۷
۵	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ	۵۲۷
۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تبصرہ	۵۲۸
۷	حضرت سام بن نوح کا تبصرہ	۵۲۸

۸	پہلی علامت: موت کے وقت کلمہ پڑھنا	۵۲۹
۹	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی وفات کا واقعہ	۵۲۹
۱۰	حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ	۵۳۰
۱۱	میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی کی وفات کا واقعہ	۵۳۱
۱۲	حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ	۵۳۱
۱۳	دوسری علامت: طاعت ونیکی پر مرنا	۵۳۲
۱۴	حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ	۵۳۲
۱۵	حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ	۵۳۲
۱۶	حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی وفات کا واقعہ	۵۳۳
۱۷	حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ	۵۳۳
۱۸	حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ	۵۳۴
۱۹	حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات	۵۳۴
۲۰	حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات	۵۳۴
۲۱	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ	۵۳۵
۲۲	ہمارے حج کے ایک ساتھی کی واقعہ	۵۳۵
۲۳	تیسری علامت: پیشانی پر پسینا آنا	۵۳۶
۲۴	مؤمن کو موت کے وقت پسینا کیوں آتا ہے؟	۵۳۶

۲۵	چوتھی علامت: جمعہ کے دن موت ہونا	۵۳۷
۲۶	پانچویں علامت: رمضان المبارک میں موت ہونا	۵۳۷
۲۷	چھٹی علامت: شہادت کی موت ہونا	۵۳۸
۲۸	حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ	۵۳۸
۲۹	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شہادت کی تمنا کرنا	۵۳۹
۳۰	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بستر پر موت کیوں آئی؟	۵۴۰
۳۱	ساتویں علامت: مرنے والے کے حق میں خیر کی گواہی دینا	۵۴۱
۳۲	آٹھوی علامت: خواب میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۵۴۱
۳۳	حضرت مولانا عبداللہ صاحب بستوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ	۵۴۲
۳۴	شیطان کی آخری کوشش	۵۴۲
۳۵	امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت	۵۴۲
۳۶	امام ابوجعفر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت	۵۴۳
[۲۴]	تربیتِ اولاد میں تین کردار	۵۴۵
۱	تمہید	۵۴۶
۲	اولاد کی نعمت	۵۴۶
۳	پہلا کردار	۵۴۷
۴	ادب بہترین تحفہ	۵۴۷

۵	حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا واقعہ	۵۴۷
۶	سات مجاہدوں کی ماں	۵۴۹
۷	حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ	۵۴۹
۸	حضرت حیوۃ بن شریح رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ	۵۵۰
۹	حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دادی صاحبہ	۵۵۰
۱۰	پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۵۰
۱۱	حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ	۵۵۱
۱۲	والدین بگاڑ بھی سکتے ہیں	۵۵۳
۱۳	فطرت اسلام کھودیتا ہے	۵۵۳
۱۴	ایک جھوٹ لکھا جاتا	۵۵۴
۱۵	ایک چور کا واقعہ	۵۵۴
۱۶	تھوڑا سا بے دین ہوگیا	۵۵۵
۱۷	دوسرا کردار	۵۵۵
۱۸	حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ	۵۵۶
۱۹	حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ	۵۵۷
۲۰	امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا اثر	۵۵۷
۲۱	حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ	۵۵۸

۲۲	استاذ شاگرد کے حلقۂ ارادت میں	۵۵۸
۲۳	حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۵۹
۲۴	مشاعرے کا ذوق	۵۶۰
۲۵	تیسرا کردار	۵۶۱
۲۶	دورِ نبوی میں مکتب کا قیام	۵۶۱
۲۷	دورِ فاروقی میں مکتب کا قیام	۵۶۳
۲۸	حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اولاد کا واقعہ	۵۶۳
۲۹	حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلمی رحمۃ اللہ علیہ کا بچوں کو پڑھانا	۵۶۳
۳۰	حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ	۵۶۴
۳۱	حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ	۵۶۵
[۲۵]	اعمال صالحہ کے فوائد	۵۶۶
۱	سورۂ ملک کا تعارف	۵۶۷
۲	سورۂ ملک کی فضیلت	۵۶۷
۳	حق تعالیٰ نے موت کیوں رکھی؟	۵۶۸
۴	حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جناب باری عزشانہ میں سوال	۵۶۸
۵	عمل صالح کی تعریف	۵۶۹
۶	عمل صالح کا پہلا اثر	۵۷۰

۷	عمل صالح کا دوسرا اثر	۵۷۱
۸	حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولہ دامت برکاتہم کا واقعہ	۵۷۱
۹	عمل صالح کا تیسرا اثر	۵۷۲
۱۰	حیات طیبہ کا مصداق	۵۷۲
۱۱	حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ	۵۷۳
۱۲	عمل صالح کا چوتھا اثر	۵۷۴
۱۳	مؤمن بندے کا آخری وقت اور انجام	۵۷۵
۱۴	عمل صالح کا پانچواں اثر	۵۷۶
۱۵	حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی قبر کا حال	۵۷۷
۱۶	حضرت عبداللہ بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کا حال	۵۷۷
۱۷	عمل صالح کا چھٹا اثر	۵۷۷
۱۸	عمل صالح کا ساتواں اثر	۵۷۸
۱۹	تین غار والے	۵۷۸
۲۰	ایک پریشان حال کا واقعہ	۵۸۰
۲۱	محدث حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۵۸۰
۲۲	عمل صالح کا آٹھواں اثر	۵۸۱
۲۳	عمل صالح کا نواں اثر	۵۸۱

۲۴	صالحین کا مصداق	۵۸۲
۲۵	عمل صالح کا دسواں اثر	۵۸۲
۲۶	عمل صالح کو معمولی نہ سمجھیں	۵۸۳
۲۷	عمل صالح پر ایک فاحشہ عورت کی مغفرت	۵۸۳
۲۸	کتے کو پانی پلانے پر مغفرت	۵۸۳
۲۹	کانٹے دار ٹہنی اٹھانے پر مغفرت	۵۸۴
۳۰	ایک بزرگ کی مغفرت کا عجیب واقعہ	۵۸۴
۳۱	حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا واقعہ	۵۸۵
۳۲	بلی کو بھوکا رکھنے پر جہنم کا فیصلہ	۵۸۶
[۲۶]	تقسیم میراث میں کوتاہی نہ کیجیے	۵۸۸
۱	تمہید	۵۸۹
۲	خالی ہاتھ جانا ہے	۵۸۹
۳	اسکندر ذوالقرنین کا واقعہ	۵۹۰
۴	ایک باپ کی عجیب وصیت	۵۹۰
۵	تین چیز ساتھ جائے گی	۵۹۱
۶	میراث کس کو کہتے ہیں؟	۵۹۱
۷	تجہیز وتکفین	۵۹۱

۸	قرض	۵۹۲
۹	دوصحابی کا واقعہ	۵۹۲
۱۰	ایک بزرگ کا واقعہ	۵۹۳
۱۱	قرض کی اقسام	۵۹۵
۱۲	اللہ کا قرض	۵۹۵
۱۳	بندے کا قرض	۵۹۵
۱۴	وصیت	۵۹۵
۱۵	وصیت کیوں رکھی گئی؟	۵۹۶
۱۶	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ	۵۹۶
۱۷	کسی کو محروم کرنے کی وصیت	۵۹۷
۱۸	وصیت لکھنے کی فضیلت	۵۹۷
۱۹	وصیت کا عجیب وغریب واقعہ	۵۹۸
۲۰	حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وصیت	۵۹۹
۲۱	میراث	۶۰۰
۲۲	دیگر اقوام میں میراث	۶۰۰
۲۳	میراث اسلام کی نظر میں	۶۰۱
۲۴	علم میراث نصف العلم کیوں ہے؟	۶۰۱

۲۵	اسلام کے نظام میراث کی خوبیاں	۶۰۱
۲۶	عورت کا حصہ کم ہونے کی وجہ	۶۰۲
۲۷	آیت میراث کا شان نزول	۶۰۲
۲۸	تقسیم میراث نہ کرنے کے نقصانات	۶۰۳
۲۹	تقسیم میراث کے فوائد	۶۰۴
۳۰	تقسیم میراث میں کوتاہی نہ کیجیے	۶۰۵
۳۱	ایک بزرگ کی عیادت کا واقعہ	۶۰۵
۳۲	تقسیم میراث کا عجیب نظام	۶۰۵
۳۳	ایک سوداگر کا واقعہ	۶۰۶
[۲۷]	ناشکری: اسباب وانجام	۶۰۸
۱	تمہید	۶۰۹
۲	حق تعالیٰ کے انعامات	۶۰۹
۳	دو نعمتیں	۶۰۹
۴	پانچ چیزوں کو غنیمت جانو	۶۱۰
۵	ہر نعمت کے تین حق	۶۱۰
۶	گھوڑوں کی قسم کھانے کی وجہ	۶۱۱
۷	کنود کی تفسیر	۶۱۲

۸	ناشکری کی اقسام	۶۱۲
۹	پہلی قسم	۶۱۳
۱۰	دوسری قسم	۶۱۳
۱۱	تیسری قسم	۶۱۳
۱۲	ناشکری کے اسباب	۶۱۴
۱۳	پہلا سبب: اپنے سے برتر کو دیکھنا	۶۱۴
۱۴	حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۶۱۴
۱۵	حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ	۶۱۵
۱۶	دوسرا سبب: دنیا کو مقصد زندگی سمجھنا	۶۱۵
۱۷	تیسرا سبب: نعمتوں پر اترانا	۶۱۵
۱۸	قارون کی سرکشی	۶۱۶
۱۹	چوتھا سبب: نفس وشیطان کی پیروی کرنا	۶۱۶
۲۰	پانچواں سبب: بخیلی اور کنجوسی کرنا	۶۱۶
۲۱	چھٹا سبب نعمتوں سے غفلت برتنا	۶۱۷
۲۲	ایک تنگ دست کی شکایت کا واقعہ	۶۱۷
۲۳	حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت	۶۱۷
۲۴	ناشکری کا انجام	۶۱۸

۲۵	بنی اسرائیل کی ایک جماعت کی شکلوں کا مسخ ہوجانا	۶۱۸
۲۶	حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی نصیحت	۶۲۰
۲۷	مکہ والوں پر قحط	۶۲۱
۲۸	بستیوں کا اجڑنا	۶۲۱
۲۹	قوم سبا کی داستان	۶۲۱
۳۰	کوڑھی، اندھے اور گنجے کا واقعہ	۶۲۳
۳۱	ناشکری سب سے خطرناک بیماری	۶۲۶
۳۲	انسان کی فطرت	۶۲۶
❁	مصادر ومراجع	۶۲۸

❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁ ❁

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

❁ ❁ ❁

❁

❁❁❁ کلماتِ عالیہ ❁❁❁

مخدوم محترم ومکرم، جامع الکمالات والمحاسن خادم الحدیث النبوی الشریف

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈ ادامت برکاتہم

سابق استاذ حدیث دارالعلوم بری، یوکے

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ، اما بعد!

محبِ مکرم جناب حضرت مولانا مفتی محمد عادل عثمانی صاحب کی کتاب ''سفرۃ الواعظین'' احقر کو پہونچی۔ احقر نے چیدہ چیدہ مقامات سے دیکھا۔ ماشاءاللہ بہت مفید اور محقق کتاب ہے۔ نام بھی بڑا اچھا ہے ''سفرۃ الواعظین''۔ سفرہ دسترخوان کو کہتے ہیں۔ گویا یہ کتاب ایک دسترخوان ہے، جس پر واعظین کے لیے طرح طرح کی چیزیں موجو ہیں۔ جس نے اس کو لیا اُس کے لیے وعظ آسان ہوجائے گا۔

نیز اس کے مضامین بھی بہت عمدہ اور اچھے اچھے ہیں، جو حالات حاضرہ سے متعلق ہیں اور جن کی اشد ضرورت ہے۔ ائمہ وخطبا کو وعظ کے لیے اس سے کافی مدد مل سکتی ہے۔

موصوف نے اس کتاب میں (جلد اول میں) وعظ کے متعلق کچھ ہدایات اور اصول بھی بیان کئے ہیں کہ کس طرح تیاری کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں چھ پوائنٹس بیان کئے ہیں کہ پہلے قرآنی آیات ہو، پھر احادیث نبویہ۔ اور احادیث کے لیے موصوف نے ''ریاض الصالحین'' کو بہترین ذخیرہ بتلایا ہے کہ اُس میں ہر باب کے تحت اچھی اچھی حدیثیں موجود ہیں، پھر کچھ

واقعات بیان کئے جائیں۔تو اس طرح تیاری کر کے ترتیب دے کر وعظ کیا جائے تو ان شاء اللہ مفید ومؤثر ثابت ہوگا۔

ماشاءاللہ موصوف نے بہت سے اہم مضامین اس میں جمع کئے ہیں۔اگر کوئی اسی کو پڑھ کر یہی مضمون بیان کر دے تو بھی کام کی چیز ہوگی، بلکہ ائمہ حضرات اس میں سے تھوڑا تھوڑا پڑھ کر تعلیم میں سناتے رہیں تو بھی بڑا فائدہ ہوگا ان شاءاللہ۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بے انتہا قبول ومقبول فرمائیں، موصوف اور اُن کے والد مرحوم کے لیے ذخیرۂ آخرت وذریعۂ نجات بنائیں اور مخلوق خدا کے لیے باعث ہدایت بنائیں اور موصوف کے قلم سے اس طرح کی بہت سی تصانیف منصۂ شہود پر لائیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

والسلام

عبدالرحیم لمباڈاعفی عنہ

۲۳/۱۱/۱۴۴۴ھ

۱۳/۰۶/۲۰۲۳ء، بروز: منگل

❁❁❁ حوصلہ اَفزا کلمات ❁❁❁

خادم الحدیث النبوی الشریف، محترم المقام

حضرت مولانا مفتی طاہر صاحب سورتی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

عزیز مکرم مفتی محمد عادل عثمانی سلّمہ اللہ تعالیٰ کے ان باتوفیق بندوں میں سے ہیں جو اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے۔ تدریس اور امامت وخطابت کی سنجیدہ ترین ذمے داریوں کی انجام دہی کے درمیان قلمی ذوق کی تسکین سے بھی چٹخارہ لیتے رہتے ہیں۔ واٹس ایپ پر کئی کامیاب علمی وادبی سلسلے مکمل فرما چکے ہیں۔

جو شخص اپنی گوناگوں مصروفیات کے ساتھ دیگر علمی کاموں کے لیے وقت نکال سکتا ہو، اُسے اگر لاک ڈاؤن کا طویل عرصہ مل جائے تو اس کا کیا حال ہو؟ اس کا صرف اندازہ ہی لگایا جاسکتا ہے۔

چنانچہ تالہ بندی کے وقفے میں انھوں نے ایک سفرہ سجایا، جس پر مختلف الانواع پکوان پروسے، اس پر خطبا اور واعظین کو مدعو کیا۔ ایک ضخیم جلد تقریباً چھ سو صفحات کی کتاب ''سفرۃ الواعظین'' کے نام سے سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم سے لانچ کی۔ اس کی اشاعت کو ابھی سال بھی مکمل نہیں ہونے پایا کہ اب اُس کی دوسری جلد بھی پیش ہونے کو ہے۔

زہے نصیب! خود تو اپنی نااہلیت کی وجہ سے وقت کی قدر نہیں کر پاتا، لیکن جو اہل

سعادت اس کی قدر کرتے ہیں وہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں۔

ان ہی سعید حضرات میں عزیزم مفتی محمد عادل بھی ہیں۔ میں ان کو سفرۃ الواعظین کی جلد دوم کی اشاعت کے موقع پر دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے قبول عام نصیب فرمائیں، سب کو کما حقہ استفادہ کی توفیق بخشیں، نوجوان عادل مصنف کو دارین میں اپنے شایان شان جزائے خیر دیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

والسلام

طاہر عفی عنہ

۱۰/۱۱/۱۴۴۴ھ

۳۱/۰۵/۲۰۲۳ء، بروز: بدھ

❁❁❁ دل کی باتیں ❁❁❁

خدا تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کا مقصد صرف اور صرف اپنی عبادت قرار دیا ہے۔ اور جب بھی نیکی اور بدی دونوں سرشتوں سے سرشار حضرت انسان اپنے اس مقصدِ حقیقی سے دُور ہوا خدا تعالیٰ نے اپنے فرستادے بھیج کر اس کی راہنمائی فرمائی۔ اور ہر بار وقت اور زمانے کے موافق یہ فرستادے یا تو عقائد سابقہ کی اصلاح کر دیتے ہیں یا پھر حکم ایزدی کے تحت ایک نئی شریعت کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اور پھر اس نئی شریعت کی آبیاری کے لیے خدا تعالیٰ اس کے ماننے والوں کو کچھ راستے بھی دکھا دیتا ہے، جس سے اس مذہب کے عقائد کی بقا وابستہ ہوتی ہے اور اس سے دوسروں کی ہدایت کا سامان پیدا ہو جاتے ہے۔ اور بار بار ان کے مقصد حقیقی کو یاد کروایا جاتا ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ اسی ضمن میں ارشاد فرماتا ہے کہ:

﴿ وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ [النساء: ۱۰۴]

اور تمھارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں، نیکی کی تلقین کریں، اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

سورۂ آل عمران کی اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے من حیث القوم کامیابی کا نسخہ بتا دیا ہے کہ کسی بھی ملت یا مذہب کی بقا کے لیے یہ امر بہت ضروری ہے کہ اس میں ہمیشہ کچھ

ایسے وجود موجود رہیں جو اپنے کمزور ساتھیوں کو سیدھی راہ پر چلنے کی تحریک کرنے والے ہوں۔ اور جہاں وہ خود برائیوں سے محفوظ رہیں وہاں معاشرے میں موجود دیگر برے عناصر کی روک تھام کے لیے بھی جدوجہد کرتے رہیں۔

اپنے اردگرد کی ضرورت اور تقاضے کے پیشِ نظر اپنی صلاحیت واستطاعت کے مطابق دینی تعلیمات کی نشر واشاعت، خیر اور بھلائی کی باتوں کو پھیلانا ایک دینی فریضہ ہے، نشر واشاعت کے مختلف طریقے ہو سکتے ہیں، ان میں سے زبانی وعظ ونصیحت، مضامین و مقالے، کتابچے اور کتابیں لکھنا وغیرہ بھی ہیں۔

انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی بعثت کا بنیادی مقصد بھی یہی تھا کہ وہ لوگوں تک ایسی باتیں پہنچائیں جو ان کے دنیوی واخروی فلاح اور کامیابی کا سبب بنے، اور انھیں ایسے راستے کی طرف بلائیں، جو لوگوں کو دنیا وآخرت کی کامیابی تک لے جائے، چنانچہ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے اس مقصد کے لیے سب سے زیادہ جو طریقہ اختیار کیا، وہ زبانی یا تحریری وعظ ونصیحت کا طریقہ تھا۔

زبانی یا تحریری طور پر دینی تعلیمات کی نشر واشاعت اور وعظ ونصیحت تب ہی مؤثر ہوسکتی ہے، جب اُن امور کو ملحوظ رکھا جائے، جن کو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنی کاوشوں میں ملحوظ رکھا ہے۔

زیر مطالعہ کتاب ''سفرۃ الواعظین'' بھی اس سلسلے کی ایک کاوش ہے، جس میں رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ کی ۲۷ مجالس کو جمع کیا گیا ہے۔ سال گزشتہ جلد اول سوشل میڈیا کے پلیٹ فارم سے لانچ کی تھی، جس کو احباب نے کافی پسند کیا اور اسی وقت سے اگلی جلد

کے بھی تقاضے آنے لگے تھے۔احباب کی چاہت کوملحوظ رکھتے ہوئے اس کو تیار کیا گیا اور اب یہ قارئین کی خدمت میں پیش ہونے کے لیے تیار ہے اس امید کے ساتھ کہ یہ احقر کے لیے ذخیرۂ آخرت اور صدقۂ جاریہ بن جائے۔

بندہ نہایت ممنون ومشکور ہے مخدوم محترم ومکرم جامع الکمالات والمحاسن حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب لمباڈا دامت برکاتہم (سابق استاذ حدیث دارالعلوم بری، یوکے) کا اور مخدوم مکرم محترم المقام حضرت مفتی طاہر صاحب سورتی زید مجدہم (شیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت) کا، جنھوں نے اس کتاب پر حوصلہ افزا کلمات تحریر فرما کر نہ صرف اس عاجز پر احسان فرمایا، بلکہ اس کتاب میں چار چاند بھی لگا دیے۔حق تعالیٰ ان حضرات کو دارین کی خیر وخوبیوں سے مالا مال فرمائیں، ان کے علم، عمل، عمر اور عزت میں خوب خوب برکتیں نصیب فرمائیں اور ان کی جملہ خدمات دینیہ ودنیویہ کو قبول فرمائیں۔(آمین)

اِس کتاب کی تصحیح ونظر ثانی کے سلسلے میں عزیزم مولوی مدثر صاحب امراوتی زید علمہ وفضلہ (مدرس دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر) کا بڑا تعاون رہا، حق تعالیٰ اُن کے احسانات کا انھیں بھرپور صلہ عطا فرمائیں اور ان کی حسنات میں اضافے کا سبب بنائیں۔(آمین)

عاجز کو اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا بہت احساس ہے، اگر اس کتاب میں کوئی بات قابل اصلاح ہو تو قارئین سے عاجزانہ ومؤدبانہ التماس ہے کہ اُس پر مطلع فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

اس موقع پر حضرت قبلہ والد ماجد نور اللہ مرقدہ کو کیسے فراموش کر سکتا ہوں، جنھوں نے اِس عاجز کو وعظ وخطابت کا سلیقہ سکھایا، آپ کی حیات طیبہ میں احقر کی کردہ ایک ایک

تقریر کو سنا، حوصلہ بھی دیا اور موقع بہ موقع اصلاح بھی فرمائی۔ حق تعالیٰ شانہ اُن کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں اور اِس کتاب کو اُن کے حق میں صدقۂ جاریہ اور رفعِ درجات کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اِس کتاب میں آنے والے مضامین پر عمل کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں، اِس کے نفع کو عام وتام فرمائیں اور قبولیت کے زیور سے اِس کو آراستہ فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

فقط والسلام

محمد عادل عثمانی

خادم تدریس دارالعلوم اشرفیہ عربیہ راندیر

۰۹/۱۲/۱۴۴۴ھ مطابق ۲۸/۰۶/۲۰۲۳ء

بروز: بدھ، یوم عرفہ

❁❁❁ درس قرآن: آداب ومقاصد ❁❁❁

عوام الناس میں خدمت دین کا بہترین اور مؤثر ذریعہ ''درس قرآن کریم'' ہے۔ اس کے مؤثر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خود اللہ رب العالمین نے جب لوگوں کو دین کی طرف بلانا چاہا تو قرآن کریم کو ذریعہ بنایا۔ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو بلاترجمہ وتفسیر بھی زندگی کا رخ موڑنے کے لیے کافی ہے۔ امّتِ مسلمہ کا عروج وزوال اسی سے وابستہ ہے۔ مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن اللّٰه يرفع بهذا الكتاب أقواما و يضع به آخرين

بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ قوموں کو عزت، اقتدار اور سربلندی عطا کرتا ہے تو کچھ قوموں کو ذلت، پستی اور شکست سے ہمکنار کرتا ہے۔ (مسلم: كتاب المساجد و مواضع الصلوة / باب فضل من يقوم بالقرآن و يعلمه / رقم الحديث: ۸۱۷)

بہرحال! جب قرآن کریم بلاترجمہ وتفسیر دعوتِ دین کا مؤثر اور قوی ذریعہ ہے، تو پھر ترجمہ وتفسیر کے ساتھ یعنی درس کی شکل تو میں ہو تو اس کی افادیت کس قدر بڑھ جائے گی، آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

جن حضرات کو اللہ رب العالمین نے 'درس قرآن کریم'' جیسے مبارک شعبے سے وابستہ کیا ہے، وہ نہایت قابلِ قدر ہیں۔ لیکن یہ شعبہ جہاں مبارک اور قدر ومنزلت کا حامل ہے، وہیں اس سے وابستہ حضرات کی ذمے داریاں بھی اہم ترین ہیں۔ ذیل میں اسی عنوان سے کچھ باتیں پیش کی جاتی ہیں، جن کو درس قرآن کے وقت اختیار کرنے سے درس میں جان پڑ جائے

گی اوراس کی افادیت بڑھ جائے گی۔

درس قرآن دینے والوں کے لیے ۵ ہدایات

درس دینے والے حضرات ۵ باتوں کا خاص خیال اوراہتمام فرمائیں۔

(۱) درس نیت کی درستی کے ساتھ ہو۔

(۲) درس دل سوزی کے ساتھ ہو۔

(۳) درس تسلسل کے ساتھ ہو۔

(۴) درس دینے والے کو چاہیے کہ پہلے خود کو مخاطب سمجھے، اُسے سب سے پہلے اپنی حیثیت اور حقیقت کا احساس ہو۔

(۵) سامعین کی تعداد کو ملحوظ رکھتے ہوئے درس نہ دیں، بلکہ درس کی اہمیت پر نظر ہو۔

درس قرآن کریم کے آداب

درس قرآن کریم کے ۱۲ آداب ہیں، جن کا درس دینے والے کو اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) آیت کی تلاوت اِس انداز سے ہو کہ الفاظ کے ساتھ ساتھ معانی پر بھی غور وفکر ہو۔

(۲) آیت کا سلیس اور آسان ترجمہ کیا جائے، تاکہ سامعین دلچسپی اور مکمل توجہ کے ساتھ سنیں اور سمجھ سکیں۔

(۳) درس مرتب ہو۔ اولاً آیات، پھر احادیث نبویہ، پھر اقوال صحابہ واسلاف، اخیر میں مستند واقعات، اور درس مقصد کے دائرے میں رہ کر ہو۔ کسی آیت کا پس منظر اور شان نزول ہو تو اُسے بھی بیان کیا جائے۔

(۴) اپنی مافی الضمیر کو آسان انداز میں سامعین کے معیار کا خیال کرتے ہوئے پیش کیا

جائے۔مشکل الفاظ،عبارت آرائی،طولِ بیانی، پُرتکلف عبارت سازی سے پرہیز کیا جائے، تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

(۵) ترغیب وترہیب دونوں پہلوؤں کوملحوظ رکھتے ہوئے گفتگو کی جائے۔

(۶) غیرضروری اموراورتفصیل سے اجتناب کیا جائے۔

(۷) اپنے درس کوطنز سے پاک رکھا جائے۔کچھ مدرس قرآن توموقع کے منتظر رہتے ہیں کہ کوئی آیت آئے اورہم ضمناً کسی کوسنائیں۔یہ طنزیہ طریقہ درس کومقبولیت نہیں دے سکتا۔

(۸) قرآن کریم اورعلوم قرآنی سے شغف پیدا کیا جائے،اُسے اپنا اوڑھنا بچھونا اورحرزِ جان بنالیا جائے،حتیٰ کہ درس پرمہارت کے ساتھ مدرس کا اخلاق وکردار بھی تعلیمات قرآنی کا عملی نمونہ بن جائے۔

(۹) گفتگو کے ساتھ اپنے جسم کے حرکات وسکنات، چہرے کے تاثرات اورآواز کے اتار چڑھاؤ میں بھی مطابقت پیدا کی جائے۔

(۱۰) کثرت مطالعہ کی عادت ڈالی جائے۔بہترین اورکامیاب خطیب، واعظ اورمدرس کے لیے مطالعہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا بدن کوزندہ رکھنے کے لیے غذا اور پیاس مٹانے کے لیے پانی۔

(۱۱) اخیر میں خلاصہ پیش کیا جائے۔

(۱۲) درس دینے سے قبل اللہ تعالیٰ سے انشراح صدراورسلاستِ زبانی کی دعا کی جائے،جیسا کہ اسلاف کا معمول رہا ہے۔

درس قرآن کے مقاصد

درس قرآن کے بنیادی مقاصد ۳ ہیں۔

(۱) تعلق مع اللہ قائم کرنا، اس لیے کہ اللہ کا کلام اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑتا ہے۔

(۲) تبلیغ رسالت یعنی یہ سمجھ کر درس دینا کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو اِس کے ذریعے لوگوں تک پہونچا رہا ہوں۔

(۳) تزکیۂ نفوس اور فکر آخرت پیدا کرنا تا کہ معاشرے سے گندگی کا خاتمہ ہو اور معاشرہ نبوی و مدنی معاشرے کی جھلک بن جائے۔

حق سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو علم، عمل و اخلاص کے زیور سے آراستہ فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱)

قساوت قلبی

اسباب اور علاج

تعارف

۱/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: سنیچر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿ثُمَّ قَسَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ۝﴾

[البقرة: ٧٤]

تمہید

یہ سورۂ بقرہ کی ۷۴ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں حق تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی قساوت قلبی یعنی سخت دلی کو بیان فرمایا ہے۔ بنی اسرائیل کی شرارتیں تو بہت زیادہ تھیں، مثلاً بچھڑے کو معبود بنا کر اس کی عبادت کرنا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مختلف قسم کی فرمائشیں کرنا، انبیائے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کرنا وغیرہ۔ان سب برائیوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل پتھروں سے زیادہ سخت ہو گئے۔

پتھروں کے فوائد

حق تعالیٰ یہی بتلانا چاہتے ہیں کہ تم قدرت کی اتنی نشانیاں دیکھ چکے اور معجزات دیکھ چکے پھر بھی تمھارے اندر نرمی پیدا نہیں ہوئی۔تم سے تو پتھر اچھے کہ بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں اور مخلوق خدا سیراب ہوتی ہے۔بعض پتھر ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے، جو انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔بعض پتھر

ایسے ہوتے ہیں کہ وہ خوفِ خدا سے لڑھک کر نیچے آجاتے ہیں۔مگر یہ بنی اسرائیل ایسی بدبخت قوم ہے کہ ان میں پتھروں والی خصوصیات بھی نہیں پائی جاتی۔پتھر بلاشبہ سخت ہے،لیکن مخلوقِ خدا کو فائدہ پہونچاتے ہیں،لیکن یہ ظالم تو ایسے ہیں کہ ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

پتھر کا رونا

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لیے جارہے تھے۔ راستے میں ایک پتھر سے رونے کی آواز آئی۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں رورہا ہے؟اس پتھر نے جواب دیا کہ اس خوف سے رورہا ہوں کہ کہیں اللہ تعالی مجھے قیامت کے دن جہنم کا ایندھن نہ بنادیں۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میں اس وقت رب العالمین سے ہم کلامی کے لیے جارہا ہوں۔میں اللہ تعالیٰ سے تیری بخشش کی سفارش کروں گا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ سے ہم کلامی کے لیے پہونچے اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کی لذت میں اس پتھر کو بھول گئے۔اللہ تعالیٰ نے یاددلایا کہ اے موسیٰ! تم اس پتھر کو بھول گئے؟کیا تم نے اس سے سفارش کا وعدہ نہیں کیا تھا؟حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ پروردگار!میں واقعی بھول گیا اور آپ تو سب کچھ جاننے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ!جاؤ اس پتھر کو کہہ دو کہ ہم نے اس کی مغفرت کردی،اب ہم اسے جہنم میں داخل نہیں کریں گے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس تشریف لائے اور اس پتھر کو مغفرت کی بشارت سنادی۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام دوبارہ کوہِ طور پر تشریف لے جانے لگے تو

اسی راستے سے گئے اور اسی پتھر کو دیکھا کہ رو رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر سے کہا میں نے تجھے بشارت سنادی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تیری مغفرت کردی ہے اور تجھے جہنم میں داخل نہیں کریں گے، پھر تو کیوں رو رہا ہے؟ اس پتھر نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! اُس وقت میں اللہ کے خوف سے رو رہا تھا اور اِس وقت میں اللہ کی محبت میں رو رہا ہوں۔ اللہ نے مجھے ایسی نعمت عطا کی ہے تو پھر میں کیوں اس پر نہ روؤں۔ (واقعات پڑھئے اور عبرت لیجئے رص: ۲۴۸، ۲۴۹)

دل کی حیثیت

دل جسمِ انسانی میں قدرت الٰہی کی عظیم نشانی ہے۔ یہ بظاہر گوشت کا ایک ٹکڑا اور خون پمپ کرنے کا قدرتی آلہ ہے لیکن معنوی و روحانی اعتبار سے معرفت ربانی کا مرکز و منبع ہے۔ ظاہری و باطنی صلاح و فساد کا اسی سے گہرا ربط و تعلق ہے۔ تصدیق و یقین اور نور ایمان و ہدایت کی شعاعیں اسی سے پھوٹتی ہیں اور کفر و ضلالت، زیغ و نفاق کی گھٹائیں اسی پر چھاتی ہیں۔ قلب و دل کی اسی اہمیت کے پیش نظر اس کی اصلاح کی فکر پر زور دیا گیا اور کتاب و سنت میں اس کی پرزور تاکید کی گئی۔

حضرت امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کا حسن انتخاب

محدثین کی جماعت میں حضرت امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے۔ آپ اپنی کتاب ابوداود شریف کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ لاکھ احادیث زبانی یاد کی۔ جن میں سے چار ہزار آٹھ سو احادیث چھانٹ کر کتاب لکھی جو سنن ابی داؤد کے نام سے مشہور ہے اور مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اور ان میں سے چار روایات

ایسی ہیں کہ اگر کوئی بندہ ان پر عمل کرلے تو دین اور دنیا دونوں اعتبار سے وہ کامیاب ہوجائے۔ گویا ان چار روایات پر دین اور دنیا کا مدار ہے۔(مقدمہ ابوداود،ص:۵)

دل درست تو سب درست

ان چار روایات میں سے ایک روایت یہ ہے کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں۔ بہت سے لوگ انھیں نہیں جانتے، پس جو شخص شبہات سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا، اور جو شخص شبہات میں مبتلا ہو گیا تو وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے، تو قریب ہے کہ وہ اس (چراگاہ) میں چرائے گا، سن لو! بے شک ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، سن لو! بے شک اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں: سن لو! جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہوجاتا ہے تو سارا جسم درست ہوجاتا ہے، اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تو سارا جسم خراب ہوجاتا ہے، یاد رکھو! وہ دل ہے۔(ابوداود: کتاب البیوع والاجارات/باب فی اجتناب الشبہات/رقم الحدیث: ۳۳۲۹)

دل کی اقسام

دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اجرد: ایسا دل جو صاف وشفاف ہو۔ فرمایا اس کی مثال روشن چراغ جیسی ہے۔ جس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہ ہو۔ یہ دل مومن کا دل ہے۔ جس میں نور ایمان بالکل صاف اور واضح ہے۔ اس میں کوئی خرابی یا کسی قسم کی ملاوٹ نہیں ہوتی۔

(۲) اغلف ہے۔ جو غلاف میں بند کر دیا گیا ہو اور پھر اوپر سے دھاگے کے ساتھ باندھ دیا گیا ہو۔۔ غلاف میں بند دل کے متعلق فرمایا کہ یہ کافر کا دل ہے۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے کسی پرندے کو ایسے پنجرے میں بند کر دیا گیا ہو، جس میں کوئی سوراخ نہ ہو۔ ایسا دل کافر، مشرک یا دہریے کا ہوتا ہے۔ جس میں باہر دیکھنے کے لیے سوئی کے برابر بھی سوراخ نہ ہو۔ کہ وہ اپنے خول سے باہر حق کی بات کو دیکھ سکے۔

(۳) معکوس ہے یعنی اوندھا ہے۔ اس کا سر نیچے اور پیندا اوپر ہے۔ یہ دل منافق کا دل ہے۔ جس نے ایمان کو پہچان تو لیا ہے مگر قبول نہیں کیا۔ محض اپنے بچاؤ کی خاطر کوئی فریب کاری کی ہے۔ مگر ہے پکا منافق۔

(۴) چوتھی قسم کا دل مصفح ہے۔ یعنی دو پہلو والا دل، یہ ایسا ہے جس میں ایمان بھی ہے اور نفاق بھی یہ عملی منافق ہے۔ جسے کسی حد تک یقین بھی ہوتا ہے اور کبھی متردد بھی ہوتا ہے۔ (معالم العرفان: ۲/۹۶۔۹۷)

دل پر آنے والے حالات

شیخ ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دل پر چھ طرح کے حالات آتے ہیں۔

(۱) حیات: دل کی حیات ہدایت سے ہے۔

(۲) موت: دل کی موت گمراہی سے ہوتی ہے۔

(۳) صحت: دل کی صحت طہارت اور صفائی سے ہے۔

(۴) بیماری: دل کی بیماری گندے تعلقات سے ہے۔

(۵) بیداری: دل کی بیداری ذکر اللہ سے ہے۔

(۶) نیند: دل کی نیند ذکر اللہ سے غفلت سے ہے۔ (معالم العرفان: ۲/ ۹۷، ۹۸)

دل کی بیماریاں

علما نے لکھا ہیں کہ دل کی بنیادی بیماریاں تین ہیں۔

(۱) دنیا کی محبت: حالانکہ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت مچھر کے برابر بھی نہیں ہے۔ (ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ/ باب ما جاء فی ھوان الدنیا علی اللہ عزوجل/ رقم الحدیث: ۲۳۲۰)

(۲) آخرت سے غفلت

(۳) بغض وعداوت: اسی کی وجہ سے حسد، تعلقات کا ختم ہونا، پرانے تعلقات میں کمی وغیرہ خرابیاں وجود میں آتی ہیں۔ (اللہ سے شرم کیجیے/ ص: ۱۵۵)

دل کی سختی کے اسباب

دل کی سختی کے علما نے مختلف اسباب بیان فرمائے ہیں۔

[۱] بری صحبت

بری صحبت انسان کے دل کو سب سے پہلے زنگ آلود کرتی ہے۔

عقبہ بن ابی معیط کا انجام

عقبہ ابن ابی معیط مکہ کے مشرک سرداروں میں سے تھا اس کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے واپس آتا تو شہر کے معزز لوگوں کی دعوت کرتا تھا اور اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ملا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ حسب عادت اس نے معززین شہر کی دعوت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی

بلایا۔ جب اس نے آپ کے سامنے کھانا رکھا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمھارا کھانا اس وقت تک نہیں کھا سکتا جب تک تم اس کی گواہی نہ دو کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک عبادت میں نہیں ہے اور یہ کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ عقبہ نے یہ کلمہ پڑھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرط کے مطابق کھانا تناول فرمایا۔

عقبہ کا ایک گہرا دوست ابی بن خلف تھا جب اس کو خبر لگی کہ عقبہ مسلمان ہو گیا تو یہ بہت برہم ہوا۔ عقبہ نے عذر کیا کہ قریش کے معزز مہمان محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے گھر پر آئے ہوئے تھے، اگر وہ بغیر کھانا کھائے میرے گھر سے چلے جاتے تو میرے لیے بڑی رسوائی تھی، اس لیے میں نے ان کی خاطر سے یہ کلمہ کہہ لیا۔ ابی بن خلف نے کہا کہ میں تیری ایسی باتوں کو قبول نہیں کروں گا جب تک تو جا کر ان کے منہ پر نہ تھوکے۔ یہ کم بخت بدنصیب دوست کے کہنے سے اس گستاخی پر آمادہ ہو گیا اور کر گزرا، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھی ان دونوں کو ذلیل کیا کہ جنگ میں دونوں مارے گئے اور آخرت میں تو ذلتی ہے ہی۔ (معارف القرآن: ۶/ ۴۷۰)

[۲] پیٹ بھر کر کھانا

حدیث شریف میں ایک صحابی کا واقعہ ملتا ہے۔ ان کا نام حضرت وہب ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا اور ان کا شمار چھوٹی عمر والے ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بالغ نہیں ہوئے تھے، خود ان کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے گوشت کا ثرید کھایا، اور ڈکاریں لیتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اپنی ڈکاروں کو روکو۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں پیٹ بھر رہے ہیں وہی قیامت میں سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے۔ (مشکوۃ المصابیح / ص: ۴۴۲)

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی آدمی نے کوئی برتن اپنے پیٹ سے زیادہ برا نہیں بھرا، آدمی کے لیے چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں اور اگر زیادہ ہی کھانا ضروری ہو تو پیٹ کا ایک تہائی حصہ اپنے کھانے کے لیے، ایک تہائی پانی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس لینے کے لیے باقی رکھے۔ (ترمذی: ابواب الزہد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فی کراہیۃ کثرۃ الاکل / رقم الحدیث: ۲۳۸۰)

کھانے کے درجات

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے شکم سیری کے سات مراتب بیان کیے ہیں۔

(۱) آدمی اتنا شکم سیر ہو جس سے زندگی قائم رہ سکے۔

(۲) جس سے نماز روزہ اور عبادات وحقوق ادا ہو سکیں۔

یہ دونوں مراتب واجب ہیں۔

(۳) اس قدر شکم سیری جس سے نوافل ادا ہو سکیں۔

(۴) جس سے کمائی کی قدرت حاصل ہو سکے۔

یہ دونوں مستحب ہیں۔

(۵) جس سے پیٹ کا ایک ثلث بھر جائے۔ یہ قسم جائز ہے۔

(۶) جس سے بدن بوجھل اور ثقیل ہو جائے، اور نیند بکثرت آنے لگے۔ یہ قسم مکروہ ہے۔

(۷) اس قدر شکم سیری جو صحت کے لیے نقصان دہ ہو۔ یہ قسم حرام ہے۔ (احیاء العلوم مترجم: ۳/ ۱۴۷)

[۳] فضول کلام

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف احادیث میں زبان کو غلط استعمال کرنے پر وعیدیں سنائی ہیں۔

انسان کا کلام چار طرح کا ہے

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پتہ کی بات بیان کی ہے۔انسان جو کلام کرتا ہے وہ چار طرح کا ہوتا ہے۔

(۱) جس میں سراسر فائدہ اور نفع ہو۔

(۲) جس میں سراسر مضرت اور نقصان ہو۔

(۳) جس میں کچھ فائدہ ہو اور کچھ نقصان ہو۔

(۴) جس میں کچھ فائدہ بھی نہ ہو اور نقصان بھی نہ ہو۔

اب انسان کو چاہیے کہ ایسا کلام جس میں نقصان ہی نقصان ہو تو ایسا کلام کیوں کرے؟ پچیس فیصد کلام کم ہو جائے گا۔ایسا کلام جس میں فائدہ بھی ہو اور نقصان بھی ہو تو دیکھا جائے کہ فائدہ کم ہے اور نقصان زیادہ ہے یا نقصان کم ہے اور فائدہ زیادہ؟ اگر فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہے تو ایسا کلام بھی کیوں کیا جائے؟ پچیس فیصد کلام اور کم ہو جائے گا۔اور اگر ایسا کلام ہے کہ جس میں نہ فائدہ ہو اور نہ نقصان ہو تو ایسا کلام بھی کیوں کرے؟ پچیس فیصد کلام اور کم ہو جائے گا۔اب بچا وہ کلام جس میں فائدہ ہی فائدہ ہو تو ایسا کلام کیا جائے۔معلوم ہوا کہ انسان کے کلام میں پچھتر فیصد کلام لایعنی اور فضول ہے۔اجازت صرف پچیس فیصد کلام کی ہے۔(احیاء العلوم: ۳/۱۸۰)

[۴] بہت زیادہ ہنسنا

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کون ایسا شخص ہے جو مجھ سے ان کلمات کو سن کر ان پر عمل کرے یا ایسے شخص کو سکھلائے جو ان پر عمل کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ایسا کروں گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ہاتھ کو پکڑ کر پانچ باتوں کو گن کر بتلایا۔

(۱) تم حرام چیزوں سے بچو، سب لوگوں سے زیادہ عابد ہو جاؤں گے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے تقسیم شدہ رزق پر راضی رہو، سب لوگوں سے زیادہ مالدار بن جاؤں گے۔

(۳) اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرو، سچے پکے مؤمن رہوں گے۔

(۴) دوسروں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو سچے مسلمان ہو جاؤں گے۔

(۵) زیادہ نہ ہنسو، اس لیے کہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ (ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب من التقی المحارم فھو اعبد الناس / رقم الحدیث: ۲۳۰۵)

[۵] گناہ پر گناہ کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ کو چھوڑ دیتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کے دل کی صفائی ہو جاتی ہے (سیاہ دھبہ مٹ جاتا ہے) اور اگر وہ گناہ دوبارہ کرتا ہے تو سیاہ نکتہ مزید پھیل جاتا ہے یہاں تک کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے اور پورا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ (ترمذی: ابواب التفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب سورۃ المطففین / رقم الحدیث: ۳۳۳۴)

[۶] لمبی لمبی امیدیں رکھنا

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو چیزوں میں جوان رہتا ہے۔ایک دنیا کی محبت میں، دوسرے آرزوؤں اور امیدوں کے طویل ہونے میں۔

(بخاری: کتاب الرقاق / باب و من بلغ ستین سنۃ فقد اعذر اللہ الیہ / رقم الحدیث: ۶۴۲۰)

دل کی سختی کیسے دور ہوگی؟

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ دل کی سختی کیسے دور ہو؟ اس کا کیا علاج ہے؟ تو جس طرح دل کی سختی کے چند اسباب ہیں اسی طرح اس سختی کو دور کرنے کے اور اسے چمکانے کے بھی کچھ اسباب ہیں۔

[۱] موت کو خوب یاد کرنا

دل کی سختی دور کرنے والی سب سے مؤثر چیز ہے موت کو بکثرت یاد کرنا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ جو بندہ موت کو یاد کرتا ہے اسے تین طرح کے فائدے ہوتے ہیں۔(۱) اس کو دل کی بادشاہت نصیب ہوتی ہے۔(۲) اس کو عبادات میں لذت نصیب ہوتی ہے۔(۳) اس کو بہت جلد توبہ کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اور جو بندہ موت کو فراموش کرتا ہے اس کو تین طرح کے نقصانات ہوتے ہیں۔(۱) اس کا دل حرص و لالچ کی بیماری کا شکار ہوجاتا ہے۔(۲) اس کو عبادات میں لطف اور مزہ نہیں آتا۔(۳) اس کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات بغیر توبہ کے ہی مرجاتا ہے۔

(اللہ سے شرم کیجیے / ص: ۲۱۹، ۲۲۰)

[۲] قرآن کریم کی خوب تلاوت کرنا

دل کی سختی دور کرنے والی دوسری چیز ہے قرآن کریم کی خوب تلاوت کرنا۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ دلوں کو زنگ لگتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی کی وجہ سے۔ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اس کی صفائی کیسے ہوگی؟ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت کو خوب یاد کرنا اور قرآن پاک کی خوب تلاوت کرنا۔

(مشکوۃ المصابیح / ص: ۱۸۹)

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ان کی بہن رونے لگی۔ آپ نے ان کی جانب دیکھ کر فرمایا کیوں روتی ہو؟ دیکھو گھر کے اس حصے کو! جس میں تمھارے بھائی نے اٹھارہ ہزار دفعہ قرآن کریم کی تلاوت کی ہے۔ اسی طرح ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ تمھارے باپ کو ضائع نہیں کرے گا، جس نے چالیس سال سے ہر رات قرآن ختم کیا ہے۔ اور چالیس سال تک پشت کو زمین سے نہیں لگایا، چالیس سال تک روزانہ ایک ختم کرتے، اسی رمضان کے روزے رکھے، وفات چھیانوے سال میں ہوئی۔ (اسلاف کا ذوق تلاوت ص: ۴۸)

عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات کے موقعہ پر ان کی لڑکی رونے لگی، انھوں نے تسلی دی کہ مت رو، تمھارا والد اس گھر میں چار ہزار دفعہ قرآن مجید کی تلاوت کر چکا ہے۔ (صفۃ الصفوۃ ۲ / ۹۸)

ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تیسری صدی میں ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے ایک شخص گزرے ہیں، جن کا یومیہ معمول آٹھ قرآن کریم ختم کرنے کا تھا۔ (الدر المنضود: ۲/ ۵۷۲)

[۳] ذکر اللہ

دل کی سختی دور کرنے والی تیسری چیز ہے اللہ کا ذکر۔

ایک حدیث میں ہے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر چیز کے مانجھنے اور صاف کرنے کے لیے ایک چیز ہوتی ہے، قلب کی صفائی اللہ کے ذکر سے ہوتی ہے، اور انسان کو اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز عذاب سے بچانے والی نہیں ہے۔ (مشکوۃ المصابیح / ص: ۱۹۹)

ایک حدیث میں ہے کہ ذکر اللہ میں دلوں کی شفا ہے۔ (کنز العمال: ۱/ ۲۱۲)

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر زیادہ باتیں (یعنی بیکار باتیں) نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے علاوہ زیادہ باتیں دل کی سختی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور سخت دل والا ہے۔ (ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۲۴۱۱)

[۴] استغفار

دل کی سختی دور کرنے والی چوتھی چیز ہے استغفار۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے دلوں میں بھی تانبے کی طرح زنگ لگتا ہے جس کی صفائی کا ذریعہ استغفار ہے۔ (کتاب الدعا للطبرانی / ص: ۵۰۶)

[۵] نیک لوگوں کی صحبت

اہل اللہ جن کے قلوب ہدایت کے چراغ ہوتے ہیں اور معرفت ربانی کا مرکز ہوتے ہیں، ان کی صحبت دلوں کی صفائی کے لیے نہایت مؤثر ہے۔

چینی اور رومی لوگوں کی نقش نگاری

منقول ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے چین اور روم کے لوگوں نے اپنی نقش نگاری اور تصویر سازی کو بڑے فخریہ انداز میں بیان کیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ مقابلے کے لیے انھیں ایک مکان دیا جائے جس کی دیوار کے ایک جانب چین والے اور دوسری جانب روم والے نقش نگاری کریں اور درمیان میں پردہ ڈال دیا جائے تاکہ ایک کو دوسرے کی اطلاع نہ ہوسکے۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور رومی عجیب وغریب قسم کے بے شمار رنگ لے آئے جبکہ چینی لوگ بغیر رنگ کے ہی گھر میں داخل ہو گئے اور دیوار خوب صاف کرنا شروع کردی، جب رومی لوگ اپنے کام سے فارغ ہو گئے تو چینی لوگوں نے کہا ہم بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ بادشاہ کو تعجب ہوا کہ یہ کسی رنگ کے بغیر نقش نگاری سے کیسے فارغ ہو گئے! جب اس بارے میں ان سے پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ آپ کو اعتراض کا حق نہیں، آپ پردہ اٹھائیے۔ پردہ اٹھانے کے بعد جب دیکھا گیا تو چینی لوگوں کی جانب والا دیوار کا حصہ رومیوں کے نقش ونگار سے خوب روشن اور چمک رہا تھا کیونکہ صفائی کی کثرت کے سبب دیوار صاف ستھرے آئینے کی طرح ہوگئی تھی اور اس جانب کا حسن مزید بڑھ گیا تھا۔ (الجواہر الزواہر ص: ۱۹۸)

یہی حال اہل اللہ کا ہے کہ ان کی صحبت کی برکت سے قلوب کی صفائی ہوتی ہے اور کدورت دور ہوتی ہے۔

توجہ کی چار قسمیں

اہل اللہ کی توجہ کی چار قسمیں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہیں۔

(۱) انعکاسی: یہ وہ ہوتی ہے کہ مرشد اپنے مرید کو توجہ کرتا ہے وہ اثر محسوس کرتا ہے مگر یہ اثر مرشد کے موجود رہنے تک رہتا ہے۔ اس کے جانے سے اثر بھی جاتا ہے یہ سب سے ضعیف ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی مجلس میں آئے اور وہاں خوشبو جل رہی تھی تو جب تک وہ مجلس میں رہے گا وہ اس خوشبو سے فائدہ اٹھائے گا۔ اسی طرح جب کوئی مرید کسی شیخ سے اپنا رشتہ قائم کرتا ہے تو شیخ کی ادنیٰ توجہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب تک شیخ کی مجلس میں رہے گا اس کے دل کی کیفیت بدلی رہے گی۔

(۲) القائی: وہ ہوتی ہے کہ مرشد کے جانے سے بھی اثر نہیں جاتا، مگر گناہ کی نحوست سے جاتا ہے یہ تھوڑی سی قوی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو اپنے گھر میں چراغ روشن کرنا ہے، لیکن اس کے پاس جلانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ایک تنکا لے کر اپنے پڑوسی کے پاس جاتا ہے تاکہ اس پر آگ روشن کر کے لائے۔ چنانچہ وہ تنکے پر آگ لے کر نکلا، راستے میں بڑی احتیاط سے چلنا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ ہواؤں کے جھونکے اس کو بجھا دے۔ ٹھیک اسی طرح جب کوئی مرید کسی شیخ سے اپنا رشتہ جوڑتا ہے تو شیخ اپنے دل کے چراغ سے مرید کے دل کا چراغ روشن کر دیتا ہے، اب مرید کی ذمے داری ہے کہ گناہوں کی ہوا کے جھونکے سے اس چراغ کو بجھنے سے محفوظ رکھے۔

(۳) اصلاحی: یہ وہ ہوتی ہے کہ مرید خود بھی ذکر اذکار معمولات کا پابند ہو، اس پر مرشد کی توجہ اتنی طاقتور ہوتی ہے کہ مرید کے گناہ کرنے سے بھی توجہ کا اثر اور مزہ ختم نہیں ہوتا بلکہ مستقل جاری رہتا ہے یہ توجہ بہت قوی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کا کھیت ندی سے کافی دور ہے۔ اس نے اپنے کھیت میں پانی پہونچانے کے لیے ایک نہر کھود دی، اس نہر کے ذریعے کھیت تک پانی برابر آنے لگا۔ اب اگر اس نہر کے بیچ کوئی بڑا پتھر حائل ہو جائے تو وہ ندی کے پانی کو کھیت تک آنے سے روک دے گا۔ ٹھیک اسی طرح جب کوئی مرید شیخ سے اپنا رشتہ جوڑتا ہے تو شیخ کے دل سے مرید کے دل تک فیضان جاری ہو جاتا ہے، اب مرید کی ذمے داری ہے کہ اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کرے، اگر کوئی بڑا گناہ کر لیا تو یہ فیضان رک جائے گا۔

(۴) اتحادی: یہ وہ ہوتی ہے کہ مرشد مرید پر اتنی زوردار توجہ ڈالتا ہے کہ مرید بالکل مرشد جیسا بن جاتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت کے لیے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ پیش فرمایا ہے۔ (تفسیر عزیزی مترجم: ۴/ ۴۷۰، ۴۷۱)

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چند مہمان آئے۔ مہمان نوازی کے لیے کچھ نہیں تھا۔ باورچی کو پتہ چلا تو وہ اپنے گھر سے کھانا لایا۔ مہمانوں کا اکرام کیا۔ حضرت بہت خوش ہوئے۔ فرمایا اب کچھ مانگ لو۔ مرید نے کہا کہ میں آپ جیسا بن جاؤں۔ انھوں نے کہا اور مانگو یعنی اس کے علاوہ کوئی اور چیز مانگو۔ اس نے اس پر اصرار کیا۔ حضرت اس کو کمرے

میں لے گئے اور اس پر زور دار توجہ ڈالنی شروع کر دی یہاں تک کہ مرید اور حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی شکل وشباہت ایک جیسی ہوگئی۔ باہر نکلے، پتہ نہیں چلتا تھا کہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کون اور باورچی کون ہے؟ صرف اتنا فرق تھا کہ حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہوش میں تھے اور مرید بے ہوشی میں تھا۔ تین دن کے بعد انتقال فرمایا۔ توجہ کو برداشت نہ لا سکے اس کو توجہ اتحادی کہتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی مترجم: ۴/۴۷۱)

صحبت صالحین کی ایک مثال

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ اگر سخت سردی کے موسم میں کوئی جا رہا ہو اور اچانک بارش ہونے لگے اور وہ شخص تر بتر ہو جائے تو گھر پہونچ کر کپڑے بدل کر کیا چاہے گا؟ وہ یہی چاہے گا کہ ایک پیالی گرم گرم چائے مل جائے۔ ایک پیالی چائے نے اس کی برودت کی کیفیت کو حرارت میں تبدیل کر دیا۔ فرمایا کہ جب ایک پیالی چائے آپ کے مزاج کو ٹھیک کر سکتی ہے تو کیا اہل اللہ کی ایک لمحہ کی صحبت آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا نہیں کر سکتی؟ (معارف الابرار: ۱۷۷)

حضرت پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

لکھنؤ کے چند طلبہ کی جماعت حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاپ گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئی اور نصیحت کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھو! حدیث پاک میں فرمایا کہ نظر لگنا برحق ہے۔ کہتے ہیں کہ بچہ کو نظر لگ گئی۔ نظر انسان کو بیمار کر سکتی ہے، اگر سخت ہے تو اسپتال پہونچا سکتی ہے اور اگر اور سخت ہے تو قبر تک پہنچا سکتی ہے۔ فرمایا کہ جب بری نظر میں یہ تاثیر ہے تو کسی صاحب دل کی اچھی نظر کیا تم پر اثر نہیں کرے گی؟ (لطائف سورۂ یوسف:

(۲۴۰/۲)

[۶] یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا

دل کی سختی دور کرنے والی ایک چیز ہے یتیم کے ساتھ حسن سلوک کرنا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر قساوت قلبی کی شکایت کی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارا دل نرم ہو اور تمھاری ضرورت پوری ہو تو تم یتیموں پر رحم کیا کرو۔(مسند احمد: مسند ابی هریرة رضی الله عنه / رقم الحدیث: ۷۵۷۶)

[۷] خاموش رہنے سے

خاموشی بھی دل کے زنگ کو دور کرنے میں نہایت مؤثر ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صمت نجا

کہ جو خاموش رہا اس نے نجات پائی۔(ترمذی: ابواب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم / رقم الحدیث: ۲۵۰۱)

اور ایک روایت میں ارشاد فرمایا کہ انسان کا ایک گھڑی خاموش رہنا ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔(مشکوة المصابیح / ص: ۴۱۴)

اگر بولنے میں کمال ہوتا

حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پتے کی بات بیان کی ہے کہ اگر

واقعی بولنے میں خوبی اور کمال ہوتا تو سب سے زیادہ کلام سرکار دو عالم ﷺ فرماتے۔اس لیے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی زندگی کو قیامت تک کے تمام لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ بنایا ہے۔لہٰذا قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کی اصلاح کے اصول بیان کرنا آپ کی ذمے داری ہے۔پس آپ جتنا بھی کلام کرے وہ کم ہے،مگر اس کے باوجود بسا اوقات آپ ﷺ کی مجلسیں سکوت کی ہوا کرتی تھیں۔معلوم ہوا کہ کثرت کلام میں ہلاکت ہے اور خاموش رہنے میں نجات ہے۔اسی لیے تمام حکما کا اتفاق ہے کہ زیادہ بولنے والا بے وقوف ہے۔(معارف الحدیث:۲/۲۴۸)

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کی سختی اور اس کے زنگ کو دور فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲)

سود کی مذمت

تعارف

۲/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۳/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: اتوار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝﴾

[البقرة:۲۷۶]

تمہید

یہ سورۂ بقرہ کی ۲۷۶ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں حق تعالیٰ نے سود کی برائی کو بیان فرمایا ہے۔

حق تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ہمیں اور آپ کو صاف ستھرا معاشرہ عطا فرمایا ہے۔معاشرے کی صفائی کے زریں اصول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو بتائے۔اور جن چیزوں سے معاشرے میں بگاڑ،فساد اور خرابی پیدا ہوتی ہیں اس کی وضاحت بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی۔معاشرے میں فساد پیدا کرنے والی، بیگاڑ پیدا کرنے والی، معاشرے کو تباہی کے دہانے پر لے جانے والی ایک وبا سود کی ہے جس کو عربی زبان میں ربا کہا جاتا ہے۔ورنہ کلام عرب میں ربا کا لفظ بہت وسیع ہے۔اور سود ربا کی ایک قسم ہے۔

ربٰو کے معنیٰ

عربی لغت میں ربا زیادتی کو کہا جاتا ہے۔اور شریعت کی نظر میں ربا ایسی زیادتی کو کہتے ہیں جو بغیر عوض حاصل ہو۔اہل عرب جن برائیوں میں مبتلا تھے اور جو خرابیاں ان میں عام تھیں، ان میں سے ایک ربا بھی ہے۔اور کس قدر ان میں ربا کا رواج تھا کہ وہ اس کو برا بھی

نھیں سمجھتے تھے۔ان کے نزدیک ربا کی شکل یہ تھی کہ ایک معین مدت پر کچھ رقم قرض لیتے۔اگر مقروض نے معین مدت میں رقم واپس کردی تو ٹھیک۔اور اگر معین مدت میں رقم واپس نہ کی تو زیادتی کے ساتھ وصول کرتے تھے۔یہی چیز ربا اور سود ہے،اور اسی کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

کل قرض جر نفعا فھو رباً

یعنی ہر وہ قرض جس سے نفع کمایا جائے وہ ربا ہے۔یہی مطلب بیان کیا ہے مفسر جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ ،جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ نے۔پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے فرض منصبی کو نبھاتے ہوئے اس کی وضاحت فرمائی۔مزید چھ چیزوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں شامل فرمایا۔پھر فقہائے عظام نے کچھ قوانین اور ضوابط تیار کیے اور دوسری چیزوں کو بھی ربا میں داخل کیا۔

تجارتی سود

قرض کے علاوہ اہل عرب میں تجارتی سود کا بھی بڑا رواج تھا۔اس سلسلے میں تین واقعات خاص ہیں۔

پہلا واقعہ یہ ہے کہ بنوثقیف کے خاندان بنی عمرو اور بنی مخزوم کے خاندان بنی مغیرہ میں سودی لین دین کا رواج مدتوں سے چلا آرہا تھا۔پہلے بنی مغیرہ مسلمان ہوئے۔سن نو ہجری میں بنی عمرو کا ایک وفد بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور مسلمان ہوگیا۔بنی عمرو کی کچھ سودی رقم تھی جو بنی مغیرہ سے وصول کرنا تھی۔انھوں نے اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔بنی مغیرہ نے کہا کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں۔اور سود کا لین دین حرام ہے اس لیے ہم تمہاری یہ رقم ادا نھیں کریں گے۔اب یہ واقعہ مکہ مکرمہ میں پیش آیا تھا۔ایک روایت کے مطابق حضرت

عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ جو امیر مکہ تھے اور دوسری روایت کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اہل مکہ کی تعلیم و تربیت کے لیے وہاں روکا تھا انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ معاملہ لکھ کر بھیجا۔ جب یہ خط نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچا تو سورہ بقرہ کی آیت نازل ہوئی جس میں سودی رقم چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجا۔ تو دونوں فریق سودی رقم کے لین دین کرنے پر راضی ہو گئے۔ (مسائل سود: ۲۶، ۲۷)

دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شرکت میں کاروبار تھا۔ ان دونوں حضرات کا لین دین بنی ثقیف قبیلہ کے ساتھ تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سود کی ایک بڑی بھاری رقم بنی ثقیف کے ذمے واجب تھی۔ جس کا انھوں نے مطالبہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن کریم کے حکم کے پیشِ نظر اپنے چچا کو سود کی بڑی رقم چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ (مسائل سود: ۲۷)

تیسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ کی سود کی رقم کسی تاجر کے ذمے واجب تھی۔ ان دونوں حضرات نے اپنی رقم کا مطالبہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو سود کی رقم چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا۔ (مسائل سود: ۲۸)

سود کے متعلق قرآن کریم کی آیات

(۱) سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ

الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ [البقرة:۲۷۵]

یہ آیت پانچ جملوں پر مشتمل ہے۔

پہلا جملہ

﴿اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾

جولوگ سود کھاتے ہیں۔ یہاں کھانے سے مراد کھانا نہیں، بلکہ استعمال کرنا ہے۔ چاہے کھانے کی شکل میں ہو، پینے کی شکل میں ہو، پہننے کی شکل میں ہو، مکان بنانے کی شکل میں ہو، غرض ساری چیزیں حرام اور ناجائز ہیں۔ سود استعمال کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسیب زدہ خبطی بنا کر اٹھائیں گے۔ وجہ یہ ہے کہ جس طرح مجنون اور دیوانہ ایسا مدہوش ہو جاتا ہے کہ اسے راحت وتکلیف کا احساس نہیں ہوتا اسی طرح سود خور کو مال کی ایسی ہوس بیٹھ جاتی ہے کہ اسے بھی راحت وتکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ رات دن مال کمانے کی فکر ہوتی ہیں کہ کہیں سے بھی آئے، کیسا بھی آئے۔ اور دوسروں کی مصیبت اس کی خوشی اور فرحت کا سبب ہوا کرتی ہے۔

دوسرا جملہ

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾

خرید وفروخت سود کی طرح ہے۔ حالانکہ کہنا چاہیے تھا کہ سود خرید وفروخت کی طرح

ہے۔ یہ ترتیب بدلنے والے بنی ثقیف تھے جواب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اور اس ترتیب کے بدلنے سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ ان کے یہاں سود کا رواج کس قدر زیادہ تھا۔

تیسرا جملہ

﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾

اس جملے میں اللہ تعالیٰ نے سود اور خرید وفروخت کے درمیان کھلے فرق کو بیان کردیا ہے کہ سود حرام ہے اور خرید وفروخت حلال ہے۔

چوتھا جملہ

﴿فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ﴾

اس جملے میں ایک اعتراض کا جواب ہے۔ وہ یہ کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد یہ سوال دل میں آسکتا تھا جن لوگوں نے اب تک سود کا لین دین کیا ہے اور استعمال کیا ہے تو وہ سب واپس کرنا چاہیے۔ اس جملے میں اسی اعتراض کا جواب ہے کہ حرمت نازل ہونے سے پہلے جو کیا سو کیا۔ جو کیا اس پر حرمت اور عدم جواز کا اطلاق نہیں ہوگا، مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لیے صدق دل سے توبہ کرے۔

پانچواں جملہ

﴿وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾

اس جملے میں ڈرایا گیا ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد بھی اگر کوئی سودی لین دین کو حلال سمجھے اور اس کے استعمال کے لیے تاویلات کرتا رہے تو ایسا شخص کافر ہے اور

اس کی سزا دائمی جہنم ہے۔

(۲) سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ۝﴾ [البقرة:۲۷۶]

یہ آیت دو جملوں پر مشتمل ہے۔

پہلا جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ سود کو مٹاتے ہیں۔ لہٰذا سود خور کی ظاہری حالت کو دیکھ کر دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔ ان سب کا انجام مٹی ہے۔ اور جو کچھ انھوں نے حاصل کیا وہ انھیں کچھ فائدہ پہونچانے والا نہیں ہے۔

دوسرا جملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ ایک حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے حضور اکرم نے ارشاد فرمایا:

ما نقصت صدقة من مال

صدقہ کرنے سے آدمی کا مال کم نہیں ہوتا۔ (مسلم: كتاب البر و الصلة و الآداب / باب استحباب العفو و التواضع / رقم الحديث: ۲۵۸۸)

صدقہ کرنے سے انسان کے مال میں برکت ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو مرنے کے بعد بھی کام آتی ہے اور نامہ اعمال میں لکھی جاتی ہے۔ اور انسان کا حقیقی مال یہی ہے، اس کے بارے میں حدیث پاک میں بیان کیا گیا کہ وہ صدقہ جو انسان نے آگے بھیج دیا ہو۔ (مسلم: كتاب الزهد و الرقائق / رقم الحديث: ۲۹۵۸)

(۳) سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰٓوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۝﴾ [البقرة:۲۷۸]

اس آیت سے متعلق وہ تین واقعات ہیں جو ماقبل میں ذکر کیے گئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف حضرات کو ان کی سودی رقم وصول کرنے سے روک دیا اور اس کے چھوڑ دینے کا حکم فرمایا۔ اس آیت میں اہل ایمان کے لیے ایک ضابطہ ہے اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ اپنے سود کے بقایا چھوڑ دیں۔ اسی میں دینی و دنیوی فلاح کا راز مضمر ہے۔

(۴) سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ [البقرة:۲۷۹]

اس آیت میں سودی لین دین سے باز نہ آنے والے اور حکم الٰہی کی مخالفت کرنے والے کے لیے بڑی شدید دھمکی اور وعید بیان کی گئی ہے۔ اور ایسی شدید دھمکی کفر کے سوا کسی بڑے سے بڑے جرم اور گناہ پر قرآن اور حدیث میں بیان نہیں کی گئی۔ وہ دھمکی یہ ہے کہ اگر تم نے سودی لین دین کو ترک نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بھلا کس میں طاقت ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرے؟

(۵) سورۂ آل عمران میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ [آل عمران: ۱۳۰]

اس آیت میں جاہلیت کے ایک سودی رواج کی تردید کی گئی ہے۔ اہل عرب میں یہ رواج تھا اگر کوئی کسی سے ایک مقررہ وقت پر قرض لیتا تو سود پر دیا جاتا۔ اگر اس وقت مقررہ پر

رقم ادا نہ کر سکے تم مزید کچھ مدت اور کچھ سودی رقم بڑھا دی جاتی۔ پھر اس مدت میں بھی ادا نہ کر سکے تو اور کچھ مدت اور سودی رقم کے ساتھ بڑھا دی جاتی۔ جب تک کہ مقروض اپنی پوری رقم ادا نہ کرے یہ سلسلہ چلتا رہتا۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اسی سے روکا گیا۔

(۶) سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ○ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○﴾ [النساء: ۱۶۰، ۱۶۱]

ان آیتوں میں یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی خباثت کی وجہ سے ان پر پاکیزہ اور حلال چیزوں کو بھی حرام قرار دیا تھا۔ بہت سی پاکیزہ چیزیں جو ہماری شریعت میں حلال ہیں، مگر ان پر حرام کر دی گئیں۔ کیوں حرام کی گئیں؟ ان کی شرارتوں کی وجہ سے حرام کی گئیں۔ وہ شرارتیں کیا تھیں؟ اول: وہ خود راہِ حق سے بھٹکے ہوئے تھے۔ دوم: دوسروں کو راہِ حق سے ہٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ سوم: سود کھایا کرتے تھے۔ چہارم: سود کے علاوہ اور مال بھی ناحق طور پر کھاتے تھے۔

(۷) سورۂ روم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وما اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ○﴾ [الروم: ۳۹]

اس آیت کے دو مطلب بیان کیے گئے ہیں۔

ایک مطلب یہ ہے کہ سود کا مال بظاہر بڑھتا ہوا نظر آتا ہے مگر حقیقت میں وہ بڑھتا نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ غریبوں کی خون پسینے کی کمائی کو چوسنے والا سخی اور مالدار کیسے ہوسکتا ہے؟

دوسرا مطلب یہ ہے اگر کوئی شخص کسی کو ہدیہ دے اگر اخلاص اور نیک نیتی سے نہیں، بلکہ اس نیت سے جب ہمارے یہاں کوئی موقع ہوگا تو وہ بھی ہمیں ہدیہ اس سے زیادہ دے گا۔ اگرچہ یہ سود نہیں، مگر اس ہدیہ میں نیت اور رضائے الٰہی نہیں ہے۔ گویا سود کی بو اس میں آچکی ہے۔ (مسائل سود: ۵۷)

سود کے متعلق احادیث

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، کسی پر سحر کرنا، کسی کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانا اور مسلمان پاکدامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا۔ (بخاری: کتاب الوصایا / باب قول اللہ تعالیٰ الذین یأکلون اموال الیتامیٰ ظلما / رقم الحدیث: ۲۷۶۶)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے، کھلانے والے، سود پر گواہ بننے والے اور سود لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔ (مسلم: کتاب المساقات / باب لعن اٰکل الربا و مؤکلہ / رقم الحدیث: ۱۵۹۷)

(۳) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سود میں گناہ کے ستر درجے ہیں۔ ادنیٰ درجہ اپنی ماں سے بدکاری کرنے کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ / کتاب التجارات / باب

التغلیظ فی الربا/رقم الحدیث: ۲۲۷۴)

(۴) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سود کا ادنا درہم جو آدمی جانتے ہوئے کھاتا ہے چھتیس مرتبہ زنا کے برابر ہے۔(مشکوۃ المصابیح/ص: ۲۴۶)

(۵) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سود کا ایک درہم تینتیس مرتبہ زنا کے برابر ہے اور جو بدن مال حرام سے پرورش پائے جہنم کی آگ ہی اس کے لیے بہتر ہے۔ (المستدرک: ۲/۳۷)

(۶) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص سود سے نہیں بچے گا۔ کم از کم سور کا دھواں اور غبار تو لگ کر ہی رہے گا۔ حضرت والد صاحب قدس سرہ نے سبق کے دوران اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ایک مثال سے اس کو سمجھایا۔ کہ ایک شخص کو غسل کی ضرورت ہے۔ اس نے اپنی حلال اور محنت کی کمائی سے دس روپے نکال کر بازار سے صابون خریدا غسل کرنے کے لیے۔ اپنی حلال اور محنت کی کمائی کے اس صابون میں سود کا غبار لگ چکا ہے۔ آپ سوچیں گے کیسے؟ یہ صابون جس کارخانے میں تیار ہوا ہے اس کے مالک نے کارخانہ بینک سے لون لے کر قائم کیا ہے۔ اس طرح سود کا دھواں اس میں پیوست ہو گیا۔(ابن ماجہ/کتاب التجارات/رقم الحدیث: ۲۲۷۸)

(۷) ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لازم کر لیا ہے کہ چار طرح کے لوگوں کو جنت میں داخل نہیں فرمائیں گے۔ شراب پینے والے، سود کھانے والے، یتیم کا مال کھانے والے اور ماں باپ کی نافرمانی کرنے والے کو۔(المستدرک: ۲/۳۷)

(۸) ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس میں سود کو عام کردیتے ہیں۔ (مسند الفردوس الدیلمی: ۲/۲۱۳)

(۹) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے میری امت میں بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ رات لہو لعب فخر اور غرور میں گذاریں گے۔ صبح میں ان کی صورتیں خنزیر اور بندر میں بدل جائے گی۔ کیوں؟ انھوں نے حرام کو حلال ٹھہرایا ہوگا، گانے والیاں رکھی ہوگی، شراب پی رکھی ہوگی، سود کھایا ہوگا، ریشم کے لباس پہنے ہوں گے۔ (مسند احمد: مسند الانصار/حدیث عبادة بن الصامت رضی اللہ عنہ/رقم الحدیث: ۲۲۷۹۰)

(۱۱) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی بستی میں زنا اور سود عام ہونے لگتا ہے وہ بستی والے اپنے آپ کو اللہ کے عذاب کا مستحق بنا لیتے ہیں۔ (مجمع الزوائد: ۴/۱۱۸)

سود خور کا برزخ میں انجام

شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نہر میں تیر رہا ہے اور پتھر کا لقمہ بنا کر چبا رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ سود کھانے والا ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر/باب تعبیر الرؤیا بعد صلوة الصبح/رقم الحدیث: ۷۰۴۷)

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ بڑے بڑے کمروں کی طرح ہیں اور اس کے اندر سانپ ٹہل رہے ہیں، جو باہر

سے نظر آرہے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ سود کھانے والے ہیں۔(مشکوۃ المصابیح/ص:۲۴۶)

اب دونوں روایتوں میں تعارض ہورہا ہے۔تطبیق کی شکل یہ ہے کہ ممکن ہے کچھ کو یہ عذاب ہو کہ وہ پتھر کا لقمہ چھپائے اور کچھ کو ئی عذاب ہو کہ ان کے پیٹ بڑے کمرے کی طرح کردیئے جائے۔

سود کے حرام ہونے کی حکمتیں

اگر کسی کے ذہن میں یہ سوال ہو کہ آخر شریعت نے سود کو حرام قرار کیوں دیا؟ اس میں کیا حکمت ومصلحت ہے؟ علمائے کرام نے اس کی کچھ حکمتیں بیان کی ہیں۔

(۱) ایک بڑی حکمت یہ ہے کہ مقروض کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اس کو نقصان پہنچانا ہے۔

(۲) سود کی وجہ سے تجارت میں گھاٹا اور نقصان ہوتا ہے۔

(۳) سود کی وجہ سے خیر خواہی اور حسن سلوک کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

(۴) سود کی وجہ سے ایک دوسرے پر سے اعتماد اور بھروسہ اٹھ جاتا ہے۔

(۵) اکثر قرض لینے والا فقیر اور دینے والا مالدار ہوتا ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو فقرا پر رحم نہ کرے وہ رحمت الٰہی کا مستحق کیسے ہوسکتا ہے؟ (الجواہر الزواہر:۴۴۸،۴۴۹)

ان تمام باتوں کے پیش نظر شریعت اسلامیہ نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔

سود اور اسلاف کی احتیاط

ہمارے اکابر واسلاف نے سود سے بہت پرہیز کیا ہے،اس کے چند نمونے پیش

کیے جاتے ہیں۔

حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا خط

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل نجران کی جانب خط لکھا تھا، جس میں یہ بات تھی کہ اگر آپ لوگ سود کا استعمال کریں گے تو میرے اور آپ کے درمیان کیا ہوا صلح ختم ہوجائے گا۔(مصنف لابن ابی شیبۃ/رقم الحدیث:۲۲۰۰۶)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سود خور سے صلح نہیں کرتے تھے۔(مصنف لابن ابی شیبۃ/رقم الحدیث:۲۲۰۰۶)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھل واپس کردئے

حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی باغ کے پھل بطور ھدیہ بھیجے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ پھل واپس کردئے۔حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے بطور شکایت عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے باغ کے پھل پورے مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور لذیذ ہیں۔آپ نے کیوں واپس کردیا؟ کہا جاتا ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دس ہزار درہم بطور قرض لیے تھے۔تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ ہدیہ اس قرض کے احسان کے بدلے میں نہ ہوجائے،جس میں سود کا شائبہ پیدا ہوجائے۔اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اولاً قبول نہیں فرمایا۔جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی جانب سے یقین دہانی ہوئی تو قبول کرلیا۔(مصنف لعبد الرزاق/رقم الحدیث:۱۴۶۴۸)

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے

نوے فیصد حلال چیزوں کو اس لیے چھوڑ دیا کہ ان میں سود کا شائبہ رہتا تھا۔ (مصنف لعبد الرزاق / رقم الحدیث: ۱۴۶۸۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی نصیحت

زر ابن حبیش رحمۃ اللہ علیہ عراق جا رہے تھے تو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے انھیں نصیحت کی کہ آپ ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں سود کا رواج ہے، لہٰذا جب آپ کسی کو قرض دیں اور وہ شخص آپ کو کچھ ہدیہ دے آپ اپنا قرض وصول کر کے اسکی عطا اسے واپس کر دیجیے گا۔ (مصنف لعبد الرزاق / رقم الحدیث: ۱۴۶۵۲)

سود کے نقصانات

سود کے بڑے بڑے نقصانات ہیں، چند نقصانات درج ذیل نقل کیے جاتے ہیں۔

دعاؤں کا قبول نہ ہونا

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل رمضان میں لکھا ہیں کہ کوفہ میں مستجاب لوگوں کی جماعت تھی جب بھی کسی ظالم حاکم کا تسلط ہوتا تو وہ جماعت کے لیے بد دعا کرتی، جس کی وجہ سے وہ ہلاک ہو جاتا تھا۔ جب ملعون حجاج کا وہاں تسلط ہوا تو اس نے ان لوگوں کی دعوت کی اور انھیں مشکوک آمدنی کھلا دی۔ دعوت کے بعد کہنے لگا کہ جاؤ میں تمھاری بد دعا سے محفوظ ہو گیا اس لیے کہ مشکوک مال تمھارے پیٹ میں جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ لگائے کہ مال حرام کتنا سنگین ہے، جس کی وجہ سے انسان کی دعا قبول نہیں ہوتی اور مستجاب بھی اپنے مقام کو کھو دیتا ہے۔ (فضائل اعمال: ۵۹۱)

علم سے محرومی

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل میں جب کبار علما ہوا کرتے تھے تو درجہ عربی سوم میں پالن پور کا محمد یوسف نامی ایک طالب علم تھا۔ عربی سوم کی ایک کتاب کا درس حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تھا۔ یہ طالب علم بالکل سامنے کی تپائی پر بیٹھتا تھا۔ ایک روز حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کلاس میں تشریف لائے اور فرمایا بچّو! آج پڑھانا نہیں، آج کچھ نصیحت کرنا ہے۔ اب حضرت نے نصیحت کرنا شروع کی کہ چودہ سو سال پہلے صحابہ کرام جو گزرے ہیں اگر ان کی زندگی کی معمولی جھلک دیکھنا ہو تو پالن پور کی ریل کی پٹری سے مشرقی حصے میں جو قوم آباد ہے انھیں دیکھ لو۔ پھر حضرت نے ایک عجیب بات بتائی کہ وہاں کوئی اچھا عالم نہیں ہوا۔ یہ سن کر یوسف کو بڑا تعجب ہوا کہ ایک طرف حضرت اس قوم کی تعریف کر رہے ہیں اور دوسری جانب برائی کہ وہاں کوئی اچھا عالم نہیں ہوا۔

وجہ یہ تھی کہ وہ قوم اس وقت بنیوں سے سود لے کر کاروبار میں مشغول تھی۔ خود یوسف کے والد اس میں مبتلا تھے۔ حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یوسف! اگر تم چاہتے ہو کہ تمھاری اولاد میں اچھے عالم بنے تو یہ چیز چھوڑ دو، حرام لقمہ سے باز آجاؤ۔ یوسف کے دل میں یہ بات اتر گئی اور اس نے اسی وقت تعلیم چھوڑ دینے کا قصد کیا۔ دل میں ایک بات ہی ٹھان لی کہ میں عالم نہ ہوا تو چلے گا مگر میری اولاد میں اچھے عالم ہونے چاہئے۔ یہ نیت کر کے یوسف اپنے گھر پہنچا۔ اپنے والد کو سمجھایا مگر والد محترم نے سمجھنے سے اور باز آنے سے انکار کر دیا۔ یوسف نے تو ٹھان لی تھی کچھ بھی ہو جائے میری اولاد میں اچھے عالم ہونے چاہئے۔ اپنا ذاتی حلال کاروبار شروع کیا ایک ہی نیت اور ایک ہی ارادے اور مقصد سے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ انھیں یوسف کے بڑے فرزند آگے چل کر دار العلوم دیوبند کی مسندِ مشیخیت

پر فائز ہوئے، جن سے میری مراد ہیں محدث کبیر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ۔ (حیات سعید: ۸۴)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اگر یوسف سودی مشغلے کو نہ چھوڑتے تو آج حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے کون فائدہ اٹھا سکتا تھا؟

لوگوں میں حقارت اور رسوائی

خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ مگر آپ پہلے بڑے سود خور تھے۔ لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے۔ اسی پر ان کا گزران تھا۔ ایک مرتبہ ان کی اہلیہ نے کہا گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، کچھ انتظام کیجیے۔ ایک مقروض کے پاس پہونچے۔ اتفاقاً وہ گھر میں نہیں تھا۔ اس کی بیوی سے قرض کا مطالبہ کیا۔ بیوی نے جواب دیا کہ کچھ نہیں ہے، البتہ ایک بکری ذبح کی تھی جس کی گردن موجود ہے، اور اسی کو آج ہم پکانے والے ہیں۔ تو آپ اس کے پاس سے وہ گردن ہی اٹھالائے۔ اور گھر آکر اپنی بیوی سے کہا کہ لو! یہ سود میں ملی ہے اسے پکاؤ۔ پھر آپ کی بیوی نے کہا کہ لکڑی نہیں ہے اس کا بھی انتظام کیجیے۔ تو دوسرے قرض داروں کے یہاں پہنچے اور جبراً کی چیزیں بھی اٹھالائے۔ جب کھانا تیار ہوا تو دیکھا برتن میں کھانے کے بجائے خون ہی خون ہے۔ میں نے کہا یہ آپ کے عمل کی سزا ہے۔

اس منظر نے آپ کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔ باہر نکلے راستے میں کھیلتے ہوئے بچوں نے آپ کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے دور ہو جاؤ حبیب سود خور آرہا ہے۔ اس سے اور حیرت اور ذلتی ہوئی۔ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچ کر توبہ کی اور سارے قرض داروں کے قرض کو معاف کر دیا۔ اپنا سارا مال صدقہ کر کے عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

عرصے کے بعد انھیں کھیلتے ہوئے بچوں نے دیکھا تو بچے کہنے لگے خاموش ہوجاؤ حبیب اللہ کے ولی آرہے ہیں۔اپنے دل ہی دل میں کہنے لگے یا اللہ یہ سب کچھ تیری طرف سے ہے۔

اس طرح عبادت کرتے ہوئے ایک مدت گزر گئی۔بیوی نے کہا گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے،انتظام کیجیے۔تو فرمایا اچھا میں کام پر جاتا ہوں،کہیں مزدوری کرتا ہوں۔صبح کے وقت گھر سے باہر نکلے اور شام تک ایک مسجد میں عبادت میں مصروف رہے۔جب شام کو خالی ہاتھ گھر لوٹے تو بیوی نے کہا یہ کیا معاملہ ہے؟ آپ نے فرمایا میں کام کررہا ہوں،اور جس کا کام کررہا ہوں وہ بڑا سخی اور مہربان ہے۔اس نے کہا ہے کہ مجھے ہر دسویں روز مزدوری دے دیا کرے گا۔خیر! کسی طرح دس دن گزر گئے۔جب دسویں روز شام کے وقت خالی ہاتھ لوٹ رہے تھے تو دل میں سوچا میں بیوی کو کیا جواب دوں گا؟ اگر گھر پہنچے تو دیکھا طرح طرح کے کھانے پکے ہیں۔حیران رہ گئے۔کچھ پوچھے اس سے پہلے ہی بیوی نے کہا آپ کس شخص کے یہاں مزدوری کرتے ہو؟ اس نے دس روز کی اجرت میں تین ہزار درہم بھیجے۔آپ سمجھ گئے کہ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا وہ بڑا سخی اور مہربان ہے۔اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر تم مزدوری زیادہ کروگے تو وہ زیادہ عطا کرے گا۔

اس سے پتہ چلا کہ سود کھانا زندگی میں ذلت اور رسوائی پیدا کرتا ہے۔اور اسے چھوڑ دینا اور اس سے پرہیز کرنا اللہ اور اس کے بندوں سے یہاں عزت کا مقام دلواتا ہے۔بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی برکت سے آپ مستجاب الدعوات بن گئے۔(جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال: ۳۷۳، ۳۷۴)

قبر میں عذاب

حضرت علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب کا انتقال ہو گیا اور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے حافظ قرآن تھا۔ میرا یہ معمول تھا کہ میں روزانہ والد کی قبر پر جاتا اور تلاوت قرآن کریم کر کے ایصالِ ثواب کرتا۔ ایک مرتبہ رمضان شریف کا زمانہ تھا۔ ستائیسویں شب تھی، سحری کھا کر فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد حسبِ معمول والد صاحب کی قبر پر جا کر تلاوت کرنے لگا تو اچانک برابر والی قبر سے مجھے ہائے ہائے کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ جب پہلی مرتبہ یہ آواز آئی تو میں خوف زدہ ہو گیا۔ میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تو اندھیرے کی وجہ سے مجھے کوئی نظر نہیں آیا۔ جب میں نے آواز کی طرف کان لگائے اور غور کیا تو پتہ چلا کہ یہ آواز کسی قریب والی قبر سے آ رہی ہے اور ایسا لگا کہ میت کو قبر میں بہت خوفناک عذاب ہو رہا ہے اور اس عذاب کی تکلیف سے میت ہائے ہائے کر رہی ہے۔

فرماتے ہیں میں پڑھنا پڑھانا تو بھول گیا اور خوف کی وجہ سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور میں اس قبر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر جوں جوں دن کی روشنی پھیلنے لگی تو آواز بھی مدہم ہونے لگی۔ پھر اچھی طرح دن نکلنے کے بعد آواز بالکل مدہم ہو گئی۔ جب لوگوں نے آنا جانا شروع کیا تو ایک آدمی سے میں نے پوچھا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ اس نے ایک ایسے شخص کا نام لیا جس کو میں بھی جانتا تھا، کیوں کہ وہ شخص ہمارے محلے کا آدمی تھا اور بہت پکا نمازی تھا اور انتہائی کم گو اور شریف آدمی تھا، کسی کے معاملے میں دخل نہیں دیتا تھا۔ جب بھی کسی سے ملتا تو اچھے اخلاق سے ملتا تھا۔ زیادہ تر ذکر و تسبیح میں مشغول رہتا تھا۔ جب میں اس کو پہچان گیا تو یہ بات مجھ پر بڑی بھاری گزری کہ اتنا نیک آدمی اور اس کو ایسا عذاب۔

میں نے سوچا کہ اس کی تحقیق کرنی چاہیے کہ اس نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی

وجہ سے اس کو یہ عذاب ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں محلے میں گیا اور اس کی عمر کے لوگوں کو اس کا حال بتایا اور اس عذاب کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ وہ ویسے تو بڑا عابد، زاہد تھا، مگر اس کی کوئی اولاد نہیں تھی اور اس کا کاروبار بہت وسیع تھا۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا اور اس کے اندر کاروبار کرنے کی طاقت نہ رہی اور کوئی دوسرا اس کے کاروبار کو چلانے والا نہیں تھا تو اس کے خبیث نفس نے ذریعہ معاش کے لیے اس کو یہ تدبیر سمجھائی کہ اپنا سارا کاروبار ختم کر دے اور جو پیسے آئیں اس کو سود پر دے دے۔ چنانچہ اس نے سارا حلال کاروبار ختم کیا اور جو رقم آئی اس کو سود پر لگا دیا۔ اور پھر سارا وقت مسجد میں رہتا، تہجد، اشراق، چاشت وغیرہ کا خوب اہتمام کرتا اور تمام نمازیں باجماعت صفِ اول میں امام کے پیچھے پڑھتا اور ہر مہینے سود کی ایک معقول رقم مل جاتی، اس سے گزارا کرتا۔ فرماتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ اس کو جو شدید عذاب ہو رہا ہے وہ اسی سود خوری کے گناہ کا وبال تھا۔ (جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال: ۳۶۹، ۳۷۰)

آج ہمارا پورا معاشرہ سود کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ اور حکومت کی جانب سے بھی سود کو رواج دینے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ حلال و حرام کی تمیز کو چھوڑ کر مال کی ناجائز اور اندھی محبت میں ہم گرفتار ہو چکے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے معاشرے کو سود کی وبا سے مکمل پاک وصاف فرمائیں۔ اور مدنی معاشرے کی جھلک بنائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۳)

تقویٰ

دارین کی نعمتوں کا سرچشمہ

تعارف

۳؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۴؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: پیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد!

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوۡتُنَّ اِلَّا وَاَنۡتُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ○

[اٰل عمران: ۱۰۱]

تمہید

یہ سورۂ آل عمران کی ۱۰۱ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بندوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔

تقویٰ کے لغوی معنیٰ

تقویٰ عربی زبان کا مختصر اور جامع لفظ ہے، جس کے معنیٰ ڈرنے اور بچنے دونوں آتے ہیں۔میرے والد ماجد نور اللہ مرقدہ نے جلالین شریف ثانی کے درس میں ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ دونوں ہی اپنی جگہ بالکل صحیح ہے کہ بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اس قدر ہو کہ اس کے ڈر کی وجہ سے بندہ تمام معصیات سے بچ جائے۔

تقویٰ کے شرعی معنیٰ

تقویٰ کی بہت ساری شرعی تعریف ہیں جن میں کوئی تضاد نہیں ہے، بلکہ سب ایک دوسرے کو مکمل کرنے والی ہیں۔اور ایک دوسرے کی وضاحت کرنے والی ہیں۔

سب سے مختصر اور جامع تعریف یہ ہے کہ بندہ تمام احکامِ خداوندی کو بجالائے اور تمام برائیوں سے محفوظ رہے۔

تقویٰ کی حقیقت

ایک مرتبہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ تقویٰ کیا ہے؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیجیے، پھر بتلاؤں گا کہ تقویٰ کیا ہے؟ میرا سوال یہ ہے کہ کیا کبھی آپ کا گزر ایسے راستے سے ہوا جس کے دونوں طرف خاردار، کانٹے دار جھاڑیاں ہوں؟ درمیان میں بہت تنگ راستہ ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں ایسے راستے سے گزرا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیسے گزرے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت دھیان سے، اپنے کپڑوں کو سمیٹتے ہوئے کہ کہیں میرا دامن ان جھاڑیوں میں نہ لگ جائے، ان کانٹوں میں نہ پھنس جائے، ایسے بچتے بچاتے ہوئے میں نکلا ہوں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس اسی کا نام تقویٰ ہے۔ کہ اپنے بالغ ہونے سے لے کر موت تک ایسی زندگی گزارنا کہ ہم سے کوئی فرض، کوئی واجب، کوئی سنت، کوئی مستحب کام نہ رہ جائے۔ ہر ایک پر اس کے درجہ میں رکھتے ہوئے عمل ہو۔ اور کوئی حرام کام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی، خلاف اولیٰ وہ ہم سے نہ ہو۔ ایسے بچتے بچاتے ہوئے زندگی گزارنے کا نام تقویٰ ہے۔ کسی نے تقویٰ کی تعریف عربی اشعار میں کی ہے ؎

خل الذنوب صغيرها	و كبيرها ذاک التقی
واصنع كماش فوق ارض	الشوک يحذر ما يری
لا تحقرن صغيرةً	ان الجبال من الحصی

تمام گناہوں کو چھوڑ دو، خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ یہی تقویٰ ہے۔

اور تم ایسے کرو جیسے خاردار جنگل میں چلنے والا بچتے بچاتے سنبھل کر چلتا ہے۔

کسی صغیرہ گناہ کو حقیر مت سمجھو، اس لیے کہ پہاڑ کنکریوں سے مل کر ہی بنتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر مع بیان القرآن: ۱/ ۵۸)

تقویٰ کا محل

تقویٰ کا محل انسان کا دل ہے۔ اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر دل کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

التقویٰ ھٰھنا

کہ تقویٰ تو یہاں ہوتا ہے یعنی دل میں۔ (مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب/ باب تحریم ظلم المسلم/ رقم الحدیث: ۲۵۶۴)

ایک اور حدیث میں ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمھاری صورتوں، شکلوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے، بلکہ وہ تمھارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب/ باب تحریم ظلم المسلم/ رقم الحدیث: ۲۵۶۴)

تقویٰ کے درجات

علما نے تقویٰ کے تین درجے بیان فرمائے ہیں۔

تقویٰ کا پہلا درجہ

تقوی کا پہلا اور ادنیٰ درجہ تو یہ ہے کہ بندہ کفر اور شرک سے بچ جائے، جو الحمدللہ! ہر مسلمان کو حاصل ہے، اور اگر زیادہ نہیں تو بندہ کم از کم اتنا کر لے کہ کفر و شرک سے بچے، تب بھی وہ آخرت کے دائمی عذاب سے محفوظ رہے گا، اسی لیے تقویٰ کا یہ درجہ فرض و لازم قرار دیا گیا ہے۔

تقویٰ کا دوسرا درجہ

تقویٰ کا دوسرا درجہ جو درمیانی درجہ کا تقویٰ ہے وہ یہ ہے کہ ایک انسان جیسے کفر و شرک سے بچتا ہے، تمام صغیرہ وکبیرہ گناہوں سے بھی بچ جائے، جو ہر مسلمان پر واجب ہے۔

تقویٰ کا تیسرا درجہ

تقویٰ کا تیسرا سب سے اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ ایک انسان اپنے اللہ اور انجام کے خوف سے جملہ معاصی اور محرمات سے تو بچتا ہی ہو، اسی کے ساتھ مکروہات اور مشتبہات سے بھی بچ جائے، اور اپنے باطن کو غیر اللہ میں مشغول نہ کرے۔ یہی حق تقویٰ اور حقیقی تقویٰ ہے، اور جس کا حکم رب العالمین نے اس طرح فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾ [اٰل عمران: ۱۰۲] (حدیث کے اصلاحی مضامین: ۲/ ۱۳۸)

تقویٰ کی اہمیت

دین اسلام میں تقویٰ کی بہت زیادہ اہمیت وفضیلت ہے اور اس کا مقام بہت ہی ارفع واعلیٰ ہے۔ اس کی شان بہت ہی عظیم ہے اور اس کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ اور ہر مسلمان کو اس کی شدید حاجت وضرورت ہے۔ اس کے مقام ومرتبہ اور اہمیت وفضیلت کا اندازہ چند باتوں سے لگایا جاسکتا ہے۔

(۱) تقویٰ کا حکم خود اللہ رب العالمین نے اگلوں اور پچھلوں کو دیا ہے اور اس کی نصیحت ووصیت اس نے بذات خود تمام قوموں کو کی ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِیَّاكُمْ اَنِ

اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ [النساء: ۱۳۱]

(۲) تقویٰ کا لفظ اپنی مختلف شکلوں میں قرآن مجید میں ۲۵۸ بار آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ تقوی اللہ کی نظر میں ایک بہت ہی اہم چیز ہے۔ اسی وجہ سے اس کا تذکرہ بار بار کیا گیا ہے۔

(۳) برتری کا صرف ایک معیار ہے اور وہ صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝﴾ [الحجرات: ۱۳]

یعنی اے لوگو بلاشبہ ہم نے تم کو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور پھر ہم نے تم کو مختلف قبیلوں و قوموں میں تقسیم کر دیا ہے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ تم سب کا رب ایک ہے، اور تمھارا باپ ایک ہے اور تمھارا نبی ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں ہے، مگر صرف تقویٰ سے۔ (مسند احمد: مسند الانصار / حدیث رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۲۳۴۸۹)

معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک فضیلت, بزرگی اور برتری کا صرف ایک ہی معیار اور پیمانہ ہے اور وہ صرف تقوی ہے۔

(۴) تقویٰ ایک اتنی اہم چیز ہے جس کی وصیت ونصیحت تمام انبیا ورسولوں -حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے آخری نبی محمد مصطفی ﷺ تک ہر ایک نے اپنی امت کو کی ہے۔

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ○﴾ [الشعراء:۱۰۶]

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ○﴾ [الشعراء:۱۲۴]

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ○﴾ [الشعراء:۱۴۲]

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا اَلَا تَتَّقُوْنَ ○﴾[الشعراء:۱۶۱]

﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ○﴾ [الشعراء:۱۷۷]

(۵) خود ہمارے نبی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کی اہمیت وفضیلت کے پیش نظر اس کی وصیت اپنی امت کو کی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبیٔ کریم ﷺ سے نصیحت فرمانے کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا:

أوصيک بتقوى الله فانه راس كل شئ

یعنی میں تمھیں اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہی ہر چیز کا اصل ہے۔(مسند احمد: مسند ابی سعید الخدری / رقم الحدیث: ۱۱۷۷۴)

(۶) اسلام میں اس کے بلند مقام ومرتبہ کا پتہ اس سے بھی چلتا ہے کہ ہمارے ﷺ نبی ہمیشہ حمد وصلاۃ کے بعد آغاز خطبے میں چند ان آیتوں کی تلاوت فرماتے تھے جن میں تقویٰ کا ذکر ہوا ہے۔

(۷) تقویٰ کی اہمیت وعظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اس کے بہت زیادہ فوائد قرآن و حدیث میں بیان کیے گئے ہیں۔

تقویٰ کے چند فوائد

تقویٰ کے بے شمار فوائد ہیں۔جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ تقویٰ کی وجہ سے نجات کا راستہ پیدا فرماتے ہیں۔

(۲) اللہ تعالیٰ تقویٰ کی وجہ سے بے گمان جگہ سے روزی عطا فرماتے ہیں۔

سورۂ طلاق میں ارشاد خداوندی ہیں:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ○ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

[الطلاق: ۲، ۳]

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میرے لڑکے کو کافر پکڑ کر لے گئے ہیں اور اس کے ساتھ کچھ اونٹ اور بھیڑ بکریاں تھیں وہ بھی لے گئے ہیں اور ہم میاں بیوی اس کی طرف سے سخت پریشان ہیں۔آپ نے فرمایا کہ صبر کرو۔اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کرو، خدا تعالیٰ اس مشکل سے نکلنے کے لیے کوئی نہ کوئی راستہ بنادے گا۔ اس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کا کثرت سے ورد کرتے رہو۔انھوں نے آپ کے حکم کے مطابق عمل شروع کر دیا۔تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ان کے دروازے پر دستک ہوئی، دیکھا تو لڑکا واپس آچکا تھا۔وہ نہ صرف کافروں کی قید سے آزاد ہو چکا تھا بلکہ اپنے مال سے زیادہ مال بھی ہمراہ لے آیا تھا۔یہ خوف خدا، اس پر بھروسے

اور مذکورہ ورد کی برکت کا نتیجہ تھا۔ (معارف القرآن: ۸/۴۸۶، ۴۸۷)

(۳) اللہ تعالیٰ تقویٰ کی برکت سے کاموں میں آسانی پیدا فرماتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝﴾ [الطلاق: ۴]

(۴) اللہ تعالیٰ تقویٰ کی برکت سے سیئات کو معاف فرماتے ہیں۔

(۵) اللہ تعالیٰ تقویٰ کی برکت سے اجر عظیم عطا فرماتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝﴾ [الطلاق: ۵]

(۶) اللہ تعالیٰ تقویٰ کی برکت سے حق و باطل میں فرق کرنے کی صلاحیت عطا فرماتے ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ تقویٰ کی برکت سے مغفرت فرماتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾ [الانفال: ۲۹]

(۸) اللہ تعالیٰ متقی کو اپنا ولی اور دوست بنا لیتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنْ اَوْلِيَاۗؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ [الانفال: ۳۴]

(۹) اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ سے محبت فرماتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ [التوبہ: ۷]

(۱۰) تقویٰ اہم ترین کاموں میں سے ہے: ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝﴾ [آل عمران

[۱۸۶:

(۱۱) تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ دشمنوں کے شر سے حفاظت فرماتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝﴾ [اٰل عمران:۱۲۰]

(۱۲) تقویٰ کی برکت سے اللہ تعالیٰ انجام بخیر فرماتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ [ھود:۴۹]

تقویٰ کی اقسام

فقیہ ابو اللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تنبیہ الغافلین'' میں تقویٰ کی سات قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

[۱] زبان کا تقویٰ

تقویٰ کی پہلی قسم ہے زبان کا تقویٰ۔

زبان کے تقویٰ میں ایک بات یہ ہے کہ بندہ اپنی زبان کو حق وصداقت پر مبنی الفاظ میں جاری رکھیں۔ جیسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

قل الحق و ان کان مرا

حق بات کہو اگرچہ تلخ ہو۔ (مشکوۃ المصابیح / ص:۴۱۵)

دوسری بات یہ ہے کہ بندہ اپنی زبان کو اس کے ذریعے ہونے والے گناہوں سے

محفوظ رکھیں۔مثلاً جھوٹ سے،غیبت سے،فحش کلامی سے،طعنہ زنی سے،گالی سے وغیرہ۔اسی لیے سرورِعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کی حفاظت پر بڑا زور دیا ہے۔بہ طور نمونہ چند حدیث پیش کی جاتی ہے۔

زبان کی حفاظت پر چند احادیث

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے ضمانت دے اس چیز کی حفاظت کی جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے یعنی زبان کی حفاظت کی اور اس چیز کی حفاظت کی جو اس کی دونوں رانوں کے درمیان ہے یعنی شرمگاہ کی حفاظت کی میں اس کے لیے جنت کی ضمانت اور ذمے داری لیتا ہوں۔(بخاری : کتاب الرقاق / باب حفظ اللسان / رقم الحدیث: ۶۴۷۴)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ نجات کا کیا راستہ؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور چاہئے کہ تمھارا گھر تمھیں کافی ہو جائے (یعنی زیادہ اوقات اپنے گھر میں رہا کرو) اور اپنی خطاؤں پر آنسو بہایا کرو۔(ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فی حفظ اللسان / رقم الحدیث: ۲۴۰۶)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان جب صبح کرتا ہے تو انسان کے بدن کے جمیع اعضا زبان سے کہتے ہیں کہ تو سیدھی رہنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تجھ میں کجی اور ٹیڑھا پن پیدا ہو گیا تو ہم ٹیڑھے ہو جائیں گے۔(ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فی حفظ

اللسان / رقم الحدیث: ۲۴۰۷)

حضرت سفیان ابن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھ پر سب سے زیادہ خوف کس چیز کا کرتے ہیں؟ آپ نے زبان پکڑ کر فرمایا کہ اس کا۔(ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فی حفظ اللسان / رقم الحدیث: ۲۴۱۰)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔ اور جو اپنے غصے کو قابو میں رکھے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنا غصہ دور فرمائیں گے۔ اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں معذرت پیش کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی معذرت قبول فرمائیں گے۔(مشکوۃ المصابیح / ص: ۴۳۴)

[۲] آنکھ کا تقویٰ

دوسری قسم ہے آنکھ کا تقویٰ۔ آنکھ کے تقویٰ میں ایک بات یہ ہے کہ اس کو اللہ کے خوف میں جاری رکھنے والی بنائیں۔

خوف خدا میں آنسو بہانے کی فضیلت

متعدد روایات میں خوفِ خدا و خشیت الٰہی میں رونے کی فضیلت وارد ہوئی ہیں، بہ طور نمونہ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تین افراد کی آنکھیں دوزخ نہیں دیکھیں گی۔ ایک آنکھ وہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں پہرہ دیا، دوسری وہ آنکھ جو اللہ

کی خشیت سے روئی اور تیسری وہ جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے باز رہی۔ (الطبرانی / رقم الحدیث: ۱۰۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے رونے والا انسان دوزخ میں داخل نہیں ہوگا جب تک کہ دودھ تھن میں واپس نہ چلا جائے اور اللہ کی راہ میں پہنچنے والی گرد وغبار اور جہنم کا دھواں جمع نہیں ہو سکتے۔ (ترمذی: ابواب فضائل الجهاد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب فضل الغبار فی سبیل اللہ / رقم الحدیث: ۱۶۳۳)

بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔ جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا اُس دن جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد اللہ کے لیے محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (بخاری: کتاب الزکوۃ / باب الصدقة بالیمین / رقم الحدیث: ۱۴۲۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا خطبہ دیا کہ میں نے ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تمھیں بھی

معلوم ہوتا تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ۔(بخاری: کتاب الرقاق / باب قول النبی ﷺ لو تعلمون ما اعلم / رقم الحدیث: ۶۴۸۶)

دوسری بات آنکھوں کے تقویٰ میں یہ ہے کہ بندہ اپنی آنکھ کو اجنبی اور غیر محرم پر اٹھنے سے بچائیں۔

بدنظری سے متعلق چند احادیث

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العینان تزنیان و زناهما النظر

یعنی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا کرنا دیکھنا ہے۔(مسند احمد: مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۳۹۱۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بدنظری شیطان کا زہر آلودہ تیر ہے۔ جو اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرماتے ہیں جس کی حلاوت اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔(مشکوۃ المصابیح / ص: ۲۶۸)

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فوراً اپنی نگاہ ہٹالو۔(مشکوۃ المصابیح / ص: ۲۶۸)

[۳] دل کا تقویٰ

تقویٰ کی تیسری قسم ہے دل کا تقویٰ۔ دل کا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ اپنے دل کو تکبر، بغض وعداوت، کینہ حسد وغیرہ برائیوں سے محفوظ رکھے۔

حسد سے بچو

دل کی برائیوں میں حسد سب سے خطرناک ہے، یہی پہلا گناہ ہے جو آسمان میں ہوا اور یہی پہلا گناہ ہے جو زمین میں ہوا۔

ابوداود شریف میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم حسد سے بچو اس لیے کہ حسد انسان کی نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑیوں کو، اور بعض روایات میں ہے جیسا کہ آگ خشک گھاس کو۔ (ابوداود: کتاب الادب / باب فی الحسد / رقم الحدیث: ۴۹۰۳)

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پچھلی امتوں کی بیماری تمھارے اندر سرایت کر جائے گی حسد اور بغض۔ اور وہ ایسی بیماری ہے کہ جو مونڈنے والی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ وہ دین کا صفایا کر دیتی ہے۔ (ترمذی: ابواب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث: ۲۵۱۰)

ایک روایت میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تقاطعوا ولا تدابروا ولا تحاسدوا ولا تباغضوا و کونوا عباد اللّٰہ اخوانا

کہ تم آپس میں قطع تعلق نہ کرو، تم ایک دوسرے سے پشت نہ پھیرو، تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور تم ایک دوسرے سے بغض وعداوت نہ رکھو، اے اللہ کے بندو! تم بھائی بھائی ہو جاؤ۔ (مسلم: اب البر والصلة والآداب / باب تحریم الظن والتجسس والتنافس والتناجش و نحوها / رقم الحدیث: ۲۵۶۳)

[۴] پیٹ کا تقویٰ

تقویٰ کی چوتھی قسم ہے پیٹ کا تقویٰ۔ پیٹ کے تقویٰ میں ایک بات یہ ہے کہ اپنے پیٹ میں حلال مال پہونچانے کی فکر کریں۔

حلال کی اہمیت

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے حلال کھایا، میری سنتوں پر عمل کیا اور لوگ اس کی شرارتوں سے محفوظ رہے تو جنت میں داخل ہوگا۔ (یہ سن کر) ایک شخص نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ایسے لوگ تو آج بہت ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد بھی ہوں گے۔ (ترمذی: ابواب صفة یوم القیامة والرقائق والورع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۲۵۲۰)

کتنا آسان نسخہ ہے کہ صرف تین کام کرنے پر سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی بشارت سنادی۔

حلال روزی طلب کرنا نہ صرف عبادت ہے بلکہ حدیث شریف میں اس کو عبادات میں فرائض کے بعد کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ حضرت مقدام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ سے کمائی ہوئی روزی سے بہتر کوئی روزی نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داود علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کھایا کرتے تھے۔ (بخاری: کتاب البیوع / باب کسب الرجل وعمله بیده / رقم الحدیث: ۲۰۷۲)

حرام سے بچو

پیٹ کے تقویٰ میں دوسری بات یہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو حرام روزی سے بچائے۔

ایک حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو جسم حرام مال سے پلا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا، اس کے لیے تو جہنم کی آگ ہی اولیٰ ہے۔ (مشکوۃ المصابیح / ص: ۲۴۶)

حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطورِ مثال ایک شخص کا حال ذکر کیا کہ وہ طویل سفر اختیار کرتا ہے پراگندہ بال اور غبار آلودہ ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اور کہتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! یعنی وہ اپنے مقاصد کے لیے دعا مانگتا ہے حالانکہ کھانا اس کا حرام لباس اس کا حرام شروع سے اب تک پرورش اس کی حرام ہی غذاؤں سے ہوئی پھر کیونکر اس کی دعا قبول کی جائے۔ (مسلم: کتاب الزکوۃ / باب قبول الصدقۃ من کسب الطیب و تربیتہا / رقم الحدیث: ۱۰۱۵)

[۵] ہاتھ کا تقویٰ

پانچویں قسم ہے ہاتھ کا تقویٰ۔ ہاتھ کے تقویٰ میں ایک بات یہ ہے کہ اپنی قوت و طاقت کا صحیح استعمال کیا جائیں۔ اپنی طاقت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں استعمال کریں۔

حضرت کرز بن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل حج'' میں حضرت کرز بن وبرہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ ان کا روزانہ کا معمول ستر طواف دن میں اور ستر طواف رات میں کرنے کا تھا، جس کی مسافت تیس میل روزانہ کی ہوتی ہے اور ہر طواف کے بعد دوگانہ واجب، جس کی تعداد ۲۸۰ رکعات ہوئی، ان کے علاوہ دو قرآن روزانہ ختم کرنے کا تھا۔ (فضائل حج / ص: ۲۲۵)

ہاتھ کے تقویٰ میں دوسری بات یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو ظلم سے روکیں۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم قیامت کے اندھریوں کی شکل میں ہوگا۔ (بخاری : کتاب المظالم / الظلم ظلمات یوم القیامة / رقم الحدیث: ۲۴۴۷)

[۶] پیر کا تقویٰ

پیر کے تقویٰ میں ایک بات یہ ہے کہ ہمارا اٹھنے والا ہر قدم اللہ کی بندگی کی طرف ہو، اس کا استعمال صحیح ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کثرت عبادت

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی دیر تک کھڑے ہوکر نماز پڑھتے رہتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آجاتا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ (بخاری: باب تهجد اللیل / قیام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ / رقم الحدیث: ۱۱۳۰)

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی کثرت عبادت

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ سارا دن تعلیم وتدریس کی محنت اُٹھانے کے باوجود رات کو دو بجے بیدار ہوجاتے اور فجر تک نوافل وذکر میں مشغول رہتے تھے اور رمضان المبارک میں تو تمام رات جاگنے کا معمول تھا، حضرت کے یہاں تراویح سحری سے ذرا پہلے تک جاری رہتی تھی اور مختلف حفاظ کئی کئی پارے سناتے تھے، یہاں تک کہ حضرت کے پاؤں پر ورم آجاتا اور حتّٰی تورمت قدماہ کی سنت نبویہ نصیب ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ خوراک اور نیند کی کمی اور طویل قیام کے اثر سے حضرت کا ضعف بہت زیادہ ہوگیا، اس کے باوجود رات بھر کی تراویح کا یہ معمول ترک نہیں فرمایا۔ آخر مجبور ہوکر گھر کی خواتین نے تراویح کے امام مولوی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہلایا کہ آج کسی بہانے سے تھوڑا سا پڑھ کر اپنی طبیعت کے کسل اور گرانی کا عذر کر دیجیے حضرت کو دوسروں کی راحت کا بہت خیال رہتا تھا اس لیے خوشی سے منظور کرلیا۔ تراویح ختم ہوگئی اور اندر حافظ صاحب لیٹ گئے اور باہر حضرت شیخ الہند، لیکن تھوڑی دیر بعد حافظ صاحب نے محسوس کیا کہ کوئی شخص آہستہ آہستہ پاؤں دبا رہا ہے، انھوں نے ہوشیار ہوکر دیکھا تو خود حضرت شیخ الہند تھے۔ ان کی حیرت وندامت کا کچھ ٹھکانہ نہ رہا، وہ اُٹھ کر کھڑے ہوگئے، لیکن مولانا فرمانے لگے کہ نہیں بھائی، کیا حرج ہے؟ تمھاری طبیعت اچھی نہیں، ذرا راحت آجائے گی۔ (حضرت شیخ الہند: شخصیت، خدمات وامتیازات، ص: ۳۱)

[۷] عبادت کا تقویٰ

تقویٰ کی ساتویں قسم ہے عبادت کا تقویٰ۔ عبادت کا تقویٰ یہ ہے کہ بندہ عبادت کو خالص اللہ کے لیے کرے، اس کے ساتھ کسی اور کی نیت نہ کرے۔

احسان کیا ہے؟

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخیر زندگی کے زمانے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں حاضر ہوئے تھے اور چند سوالات کیے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جوابات مرحمت فرمائے تھے۔ اس حدیث کو حدیث جبرئیل کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان سوالات میں ایک سوال یہ تھا کہ احسان کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے

فرمایا تھا:

ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک

کہ تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، یا یہ خیال کرو کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ یہ ہے عبادت کا تقویٰ۔ (بخاری: کتاب الایمان / باب سوال جبریل النبی ﷺ عن الایمان / رقم الحدیث: ۵۰)

حصول تقویٰ کے دس اسباب

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں حصول تقویٰ کے لیے دس چیزوں کو لازمی قرار دیا ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب تک انسان ان دس چیزوں کو اپنے اوپر فرض نہ کر لے تب تک کامل ورع وتقویٰ حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۱) زبان کو غیبت سے بچانا۔

(۲) بدگمانی سے بچنا۔

(۳) مسخرہ یعنی ہنسی ٹھٹھے سے پرہیز کرنا۔

(۴) حرام سے آنکھ بند رکھنا۔

(۵) سچ بولنا۔

(۶) ہر حال میں اللہ تعالیٰ ہی کا احسان جاننا، تاکہ نفس مغرور نہ ہو۔

(۷) اپنا مال راہِ حق میں خرچ کرنا اور راہِ باطل میں خرچ کرنے سے بچنا۔

(۸) اپنے نفس کے لیے بلندی اور بڑائی طلب نہ کرنا۔

(۹) نمازوں کی محافظت کرنا۔

(۱۰)اہل سنت والجماعت کے عقائد پر استقامت اختیار کرنا۔ (رحمٰن کے خاص بندے،ص: ۴۶۶)

بہرحال! تقویٰ بہت بڑی دولت ونعمت ہے،سرپا خیر اور مجسمۂ برکت ہے،لیکن اس کے باوجود لوگوں کی اکثریت اس کے متعلق کوتاہی کا شکار ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تقویٰ کے زیور سے آراستہ فرمائیں اور اس کے ثمرات سے مالا مال فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۴)

پڑوسی کے متعلق نبوی تعلیمات

تعارف

۴؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۵؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: منگل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوا بِهٖ شَيۡـًٔا وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ وَالۡجَارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ﴾ [النساء:۳۶]

تمہید

یہ سورۂ نساء کی ۳۶ نمبر کی آیت ہے جس میں حق تعالیٰ نے مختلف بندوں کے حقوق بیان فرمائے ہیں اور اُن کے ساتھ حسن سلوک کی تاکیدی تعلیم دی ہے۔ دراصل یہ آیت اصلاح معاشرہ کے زریں اصولوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اِن حقوق میں سے ایک تعلیم پڑوسیوں کے متعلق بھی ہے۔

اللہ رب العزت نے انسان کی طبیعت کو اور مزاج کو مدنی پسند بنایا۔ مدنی پسند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اکیلے زندگی گزارنا نہیں چاہتا۔ وہ سب کے ساتھ مل جل کر گھل مل کر زندگی بسر کرنا چاہتا ہے۔ ظاہری بات ہے کہ ایسی زندگی بسر کرنے میں انسان کو پڑوسیوں سے بھی اور ساتھ رہنے والوں سے بھی واسطہ پڑے گا۔ شریعت اسلامیہ کی خوبی یہ ہے کہ اس نے ہمیں ہر موڑ پر رہبری فرمائی ہے۔ گھل مل کر جب زندگی بسر کرنے میں پڑوسیوں کے ساتھ واسطہ ہوتا ہے۔ تو شریعت اسلامیہ نے ہمیں رہبری فرمائی کہ پڑوسیوں کے ساتھ کیسے رہنا

چاہئے۔ان کے ساتھ حسن سلوک کی ہمیں تعلیم دی اور بدسلوکی سے ہمیں روکا ہے۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک پر قرآن پاک کی آیت

سورۂ نساء میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ﴾ [النساء:۳۶]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولا دا پنے عبادت کا حکم دیا اور اس کے ساتھ شرک سے روکا۔اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم حسن سلوک کرو اپنے والدین کے ساتھ، اور اپنے قرابت داروں کے ساتھ، اور یتیموں کے ساتھ، اور مسکینوں کے ساتھ، اور قریب والے اور دور والے پڑوسی کے ساتھ، اور پہلو کے ساتھی کے ساتھ، اور مسافر کے ساتھ، اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ۔

قریب والا اور دور والا پڑوسی

مذکورہ آیت میں چونکہ قریب والے اور دور والے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی گئی ہے اب سوال ہوتا ہے کہ قریب والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی سے مراد کیا ہے؟

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ ہے کہ قریب کا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو اور رشتے دار بھی ہو اور دور کا پڑوسی وہ ہے جو صرف پڑوسی ہو۔

بعض علما کی رائے یہ ہے کہ قریب کا پڑوسیوں ہے جو مسلمان پڑوسی ہو۔اور دور کا پڑوسی وہ ہے

جوغیر مسلم پڑوسی ہو۔فضائل صدقات رص:۱۲۷)

تین طرح کے پڑوسی

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مکاشفۃ القلوب میں اور ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں یہ بات لکھی ہے اور بیہقی کی ایک روایت سے تائید بھی ہوتی ہیں کہ پڑوسی تین طرح کے ہیں۔

(۱) ایک وہ پڑوسی جس کے تین حق ہے۔کہ وہ پڑوسی بھی ہے، مسلمان بھی ہے اور رشتے دار بھی ہے۔

(۲) دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہے۔کہ وہ پڑوسی ہے اور مسلمان ہے، رشتے دار نہیں ہے۔

(۳) تیسرا وہ پڑوسی جس کا فقط ایک حق ہے۔کہ وہ فقط پڑوسی، ہے نہ مسلمان ہیں اور نہ رشتے دار۔(انوار ہدایت رص:۹۹)

پڑوسی کی حد کہاں تک ہے؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا پڑوس کہاں تک ہے تو آپ نے فرمایا چالیس مکان آگے کی جانب چالیس پیچھے کی جانب، دائیں طرف اور چالیس بائیں طرف۔ ان میں ابتدا قریب والے پڑوسی سے کرنی چاہیے۔(فضائل صدقات رص:۱۲۷)

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ میرے دو پڑوسی ہیں، میں کس سے ابتدا کروں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کا دروازہ تیرے دروازہ سے قریب ہو۔(فضائل صدقات رص:۱۲۷)

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک پر احادیث

حضور اکرم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق بے شمار ہیں، جن میں سے چند نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ بھلی بات کہے یا خاموش رہے۔ (بخاری: کتاب الادب / بما من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذی جارہ / رقم الحدیث: ۶۰۱۸، مسلم: کتاب الایمان / باب اکرام الجار والضیف / رقم الحدیث: ۴۷)

(۲) ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات سیکھ لے پھر اس پر عمل کرے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میں حاضر ہوں آپ مجھے سکھا دیجئے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ان کو پانچ نصیحتیں فرمائی۔ فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچ جاؤ، سب سے بڑے عابد بن جاؤں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں جو لکھا ہے اس پر راضی رہو، سب سے بڑے مالدار بن جاؤ گے۔ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو تم کامل مؤمن ہو جاؤ گے۔ اپنے لیے جو چیز پسند کرتے ہو اپنے بھائی کے لیے بھی پسند کرو تو کامل مسلمان بن جاؤ گے۔ اور اے ابو ہریرہ! زیادہ مت ہنسا، اس لیے کہ زیادہ ہنسنے سے دل مردہ ہو جاتا ہے۔

(ترمذی : ابواب الزھد عن رسول اللہ ﷺ / من التقی المحارم فھو اعبد الناس / رقم الحدیث : ۲۳۰۵)

اس روایت میں اللہ کے رسول ﷺ نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کو کامل مؤمن ہونے کی علامت بتلایا ہے۔

(۳) بخاری شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے حقوق کی تاکید فرماتے رہے یہاں تک کہ میں گمان کرنے لگا شاید اب وہ پڑوسی کو میراث میں بھی حق دے کر رہیں گے۔ (بخاری / کتاب الادب / باب الوصاۃ بالجار / رقم الحدیث : ۶۰۱۴)

(۴) حضرت عبدالرحمن بن ابی قراد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ وضو فرما رہے تھے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے وضو کے باقی ماندہ پانی پر ٹوٹ پڑے۔ یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمھیں اس بات پر کس نے آمادہ کیا؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ کے رسول (ﷺ)! آپ کی محبت نے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کو یہ بات خوش کریں کہ وہ اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرے اس کو چاہئے کہ جب بات کہے تو سچ کہے۔ جب کوئی چیز اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس کو صاحب امانت لوٹا دے۔ اور اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ (مشکوۃ المصابیح / ص : ۴۲۴)

(۵) حضرت عبداللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ساتھیوں میں سب سے اچھا ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کی نظر میں اچھا

ہو۔اور پڑوسیوں میں سب سے بہتر پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی کی میں اچھا ہو۔(ترمذی: ابواب البر والصلة عن رسول اللہ ﷺ/رقم الحدیث: ۱۹۴۴)

(۶) مسلم شریف میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو میرے خلیل سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ جب تم شوربہ بناؤ تو اس میں پانی زیادہ کر دیا کرو، پھر اپنے اطراف میں پڑسیوں کو بھیج دیا کرو۔(مسلم: کتاب البر والصلة والآداب/الوصیة بالجار والاحسان الیه/رقم الحدیث: ۲۶۲۵)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے جس کی وجہ سے میں جنتیوں میں لکھ دیا جاؤں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم محسن بن جاؤ۔انھوں نے عرض کیا یہ کیسے پتہ چلے گا میں محسن ہوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے پڑوسیوں سے پوچھو، اگر وہ تمھارے محسن ہونے کی گواہی دیں تو تم محسن ہو اور اگر وہ تمھیں برائی کرنے والا کہیں تو تم برے ہو۔(شعب الایمان للبیهقی: ۲/۲۰۱)

(۸) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، صلہ رحمی کرنا اور اچھے اخلاق سے پیش آنا ایسے افعال ہیں جن سے دنیا آباد رہتی ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔(مکارم الاخلاق/ص: ۲۲۲)

(۹) ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ مکارم اخلاق دس چیزیں ہیں۔بسا اوقات یہ چیزیں بیٹے میں ہو جاتی ہے باپ میں نہیں ہوتی۔غلام میں ہو جاتی ہیں آقا میں نہیں ہوتی۔حق تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔سچ بولنا، لوگوں کے ساتھ سچائی کا معاملہ کرنا (یعنی

دھوکا نہ دینا) سائل کو عطا کرنا، احسان کا بدلہ دینا، صلہ رحمی کرنا، امانت کی حفاظت کرنا، پڑوسی کا حق ادا کرنا، ساتھی کا حق ادا کرنا، مہمان کا حق ادا کرنا اور ان سب کی جڑ اور اصل حیا یعنی شرم کرنا ہے۔ (فضائل صدقات رص: ۱۲۸)

پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی کے متعلق احادیث

جس طرح قرآن پاک کی آیات اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث سے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم ملتی ہے وہیں پر پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی پر احادیث پاک میں وعید بیان کی گئی ہیں۔ نمونے کے طور پر ذیل میں چند احادیث نقل کی جاتی ہیں۔

(۱) ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ قسم کھا کر ارشاد فرمایا کیا خدا کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں، خدا کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں، خدا کی قسم! وہ شخص مؤمن نہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور! کون؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جس کی تکالیف سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔ (بخاری / کتاب الادب / باب اثم من لا یأمن جارہ بوائقہ / رقم الحدیث: ۶۰۱۶)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص مؤمن نہیں جو پیٹ بھر کر کھائے اور پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (مشکوۃ المصابیح / ص: ۴۲۴)

(۳) امام منذری رحمۃ اللہ علیہ نے الترغیب والترہیب میں ایک روایت نقل کی ہے کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے اپنے پڑوسی کو اذیت دی اس نے مجھ کو تکلیف پہونچائی۔ اور جس نے مجھ کو تکلیف پہونچائی اس نے اللہ تعالیٰ کا دل دکھایا۔ اور اس نے اپنے پڑوسی سے جنگ کی اس نے مجھ سے جنگ کی۔ اور جس نے مجھ سے جنگ کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے

جنگ کی۔(الترغیب والترھیب: ۲۸۶/۳)

(۴) ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا ایک عورت بہت نماز پڑھتی ہے، روزے رکھتی ہے، صدقہ بھی دیتی ہے، لیکن وہ اپنی زبان سے پڑوسیوں کو بہت ستاتی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جہنمی ہے۔ پھر دوسری عورت کا ذکر ہوا کہ وہ زیادہ نماز، روزہ اور صدقہ تو نہیں کرتی، لیکن اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔(مشکوۃ المصابیح/ص: ۴۲۴)

(۵) ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔(مسلم: کتاب الایمان/بیان تحریم ایذاء الجار/رقم الحدیث: ۴۶)

پڑوسی کے حقوق

(۱) ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے محفوظ رکھنا۔

(۲) پڑوسی عورت کے ساتھ شرم وحیا کا معاملہ کرنا۔

(۳) پڑوسی کے لیے وہ پسند کرنا جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

(۴) پڑوسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرنا۔

(۵) پڑوسی کی خوشی وغمی میں شریک ہونا۔

(۶) پڑوسی کی تکالیف پر صبر کرنا۔

(۷) پڑوسی کو کھانے میں سے ہدیہ دینا۔

(۸) خود بھی اچھا پڑوسی بننا اور اللہ تعالیٰ سے اچھے پڑوسی کا سوال کرنا۔

(۹) پڑوسی کے عیبوں کو ذکر نہ کرنا۔

(۱۰) محتاج پڑوسی کے کھانے پینے کی فکر کرنا۔ (مستفاد از حقوق العباد کی اہمیت ص:۱۵۵)

اچھا پڑوسی بنیں

پڑوسی کے کے ساتھ حسن سلوک پر آنے والی آیات پر احادیث اور بدسلوکی پر وارد ہونے والی وعیدیں نیز پڑوسی کے حقوق کو سامنے رکھ کر یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہم خود بھی اچھا پڑوسی بنے اور اس کی کوشش کرے۔ اچھے پڑوسی کے چند نمونے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلا نمونہ

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کے پڑوس میں ایک مجوسی رہتا تھا وہ بوڑھا ہو گیا، لیکن اسے اسلام کے توفیق نھیں ملی تھی۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپ نے اس مجوسی پڑوسی کو بلوایا۔ جب وہ مجوسی پڑوس یہ حاضر ہوا تو حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا جاؤ اس کمرے میں جا کر دیکھو کیا ہے؟ وہ پڑوسی جب اس کمرے میں گیا تو دیکھا کہ ایک ٹب رکھا ہے اور مجوسی کے دیوار سے اس ٹب میں ناپاک پانی ٹپک رہا ہے۔ مجوسی کہنے لگا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ پچھلے ایک سال سے تمھارے گھر کے بیت الخلا کا ناپاک پانی گر رہا ہے۔ ہم نے ٹب رکھ دیا ہے تا کہ ناپاک پانی اس میں گرے اور جب بھر جاتا ہے تو رات میں اس کو پھینک دیا جاتا ہے۔ مجوسی کہنے لگا آپ نے مجھ کو پہلے سے کیوں نھیں بتلایا؟ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ ہمیں یہ بات پسند نھیں آئی کہ ہم بتلائے اور تمھیں تکلیف ہو، مگر اب میری وفات

کا وقت قریب ہے تو میں نے سوچا آپ کو اطلاع کر دوں کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد والے اس عمل کو برقرار نہ رکھ سکے۔ حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ کے اس جواب کا اس مجوسی پڑوسی پر اتنا اثر ہوا کہ وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ (ایک جامع قرآنی وعظ ص: ۱۳۸)

دوسرا نمونہ

نفحۃ العرب میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ بغداد میں ابودلف کا ایک پڑوسی تھا۔ اس پر بڑا بھاری قرض ہو گیا تو اس نے اپنا مکان بیچنے کا ارادہ کیا۔ لوگ اس کے مکان کی قیمت کا بھاؤ تاؤ کرنے لگے تو اس نے قیمت بتائی دو ہزار دینار لوگوں نے کہا تیرا مکان تو پانچ سو دینار کی قیمت کا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ جی ہاں میرا مکان ویسے تو پانچ سو دینار کی قیمت کا ہے، مگر ابودلف جیسے آدمی کے پڑوس میں ہونے کی قیمت پندرہ سو دینار ہے۔ جب ابودلف کو اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے اپنی جانب سے قرض ادا کر دیا اور کہا کہ مکان کو مت بیچو اور ہمارے پڑوس سے منتقل نہ ہو۔ (نفحۃ العرب ص: ۲۳۱)

تیسرا نمونہ

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مفتی تھے۔ حضرت کا یہ معمول یہ تھا کہ دارالعلوم جانے سے پہلے اپنے گھر سے نکلتے اور اپنے محلہ میں اپنے آس پڑوس میں بسنے والی بیوہ عورتوں کے مکان پر جاتے اور پوچھتے تمھیں بازار سے کچھ منگوانا ہے؟ کوئی خاتون کہتی کہ مجھے فلاں چیز اتنی چاہیے، کوئی کہتی کہ مجھے فلاں چیز اتنی چاہئے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بازار تشریف لے جاتے اور ان بیوہ عورتوں

کا سودا خرید کر لاتے اور ان کے مکان میں پہونچاتے پھر دار العلوم تشریف لے جاتے۔ بسا اوقات یہ بھی ہوتا کہ کوئی خاتون کہتی کہ مولوی جی! تم غلط سودا لے آئے میں نے تو فلاں چیز منگوائی تھی اور آپ فلاں چیز لے آئے۔ اور کوئی کہتی کہ میں نے اتنی مقدار منگوائی تھے اور آپ تو اتنی مقدار لے آئے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کوئی بات نہیں، میں بازار جاتا ہوں اور ابھی بدلوا کر لے آتا ہوں۔ چنانچہ آپ دوبارہ بازار تشریف لے جاتے وہ چیز بدلواتے اور بیوہ عورتوں کو پہونچاتے پھر دار العلوم تشریف لے جاتے۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۴/ ۲۴۲)

چوتھا نمونہ

حضرت مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے استاد محترم حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم دیوبند کے استاد حدیث تھے اور ساتھ میں کتابوں کی تجارت بھی کرتے تھے۔ مالی اعتبار سے خوش حال تھے، لیکن مکان کچا تھا۔ جب بارش ہوتی تو ہر بارش کے موقعہ پر یہ ہوتا کہ مکان کی چھت ٹوٹ جاتی اور پانی ٹپکنے لگتا تو آپ اس کی مرمت کرواتے۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ ایک دن میں نے عرض کیا حضرت! ہر سال برسات کے موسم میں مکان میں چھت ٹوٹ پھوٹ جاتی ہیں اور آپ مشقت اٹھاتے ہیں پھر دوبارہ مرمت کرواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مالی وسعت دے رکھی ہے، تو ایک مرتبہ آپ اپنا مکان کو پکا کروالیں تا کہ بار بار کی تکلیف سے نجات مل جائے۔ یہ سن کر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ واہ مولوی شفیع صاحب! آپ نے کیا بہترین مشورہ دیا۔ ہم تو بڈھے ہو گئے ساری عمر گزر گئی اور اتنی بات ہماری عقل میں نہیں آئی۔ کئی بار یہ جملے

دہراتے رہیں یہاں تک کہ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شرم کی وجہ سے پانی پانی ہوگیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت! میرے سوال کرنے کا مقصد آپ سے یہ پوچھنا تھا کہ آپ کے اپنے مکان کو پختہ نہ بنانے میں کیا حکمت ہے؟ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اصرار کے بعد جواب دیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر کے دروازے پر لے گئے اور پوچھا کہ گلی جو تمھیں نظر آرہی ہے اس میں تمھیں کوئی پختہ مکان نظر آرہا ہے؟ اب ساری گلی کے تمام پڑوسیوں کے مکان تو کچے ہوں اور میرا مکان پختہ ہو تو پڑوسیوں پر کیا اثر ہوگا؟ لہٰذا جیسے میرے پڑوسی ہیں میں بھی ویسا ہی سہی۔ پوری زندگی کچے مکان میں گزار دی اور پڑوسیوں کو تکلیف نہ ہو اس خیال سے مکان کو پختہ نہیں کروایا۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۴/ ۲۴۳)

پانچواں نمونہ

شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی جناب ذکی کیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کے لیے گئے۔ گرمیوں کا موسم تھا اس لیے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آم پیش کئے اور فرمایا کہ آم کھاؤ۔ جب آم کے چھلکے اور گھٹلیاں جمع ہوگئیں تو میں نے پوچھا کہ حضرت ان کو باہر پھینک دوں؟ میں اٹھا کر دروازہ کی طرف چلا تو حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کہاں چلے؟ میں نے کہا کہ باہر پھینکنے جارہا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں، اس کو باہر مت پھینکو۔ میں نے پوچھا کیوں؟ انھوں نے فرمایا کہ باہر دروازہ پر اتنے سارے چھلکے اور گھٹلیاں تم ڈالوں گے اور محلہ میں کھیلنے والے بچوں کو یہ نظر آئے گی تو ان کو صدمہ ہوگا، ان کے دل میں حسرت ہوگی کہ ہم غریب ہیں اس لیے ہم آم کھانے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

اس لیے میں ان کو باہر نہیں پھینکتا بلکہ بکریوں کو کھلا دیتا ہوں۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۴/ ۲۴۳)

اندازہ لگائیں کہ پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں ان لوگوں کا عمل کیا تھا۔

چھٹا نمونہ

محدثین میں ایک شخص گزرے ہیں حضرت ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ جن کو سکری یا شکری کہتے ہیں۔ سکری اس وجہ سے کہ سکر کے معنی نشہ کے آتے ہیں۔ کیونکہ آپ کی باتوں میں ایسی لذت ہوتی کہ سننے والے کو نشہ آجاتا۔ اور شکری اس وجہ سے کہ شکر کے معنی میٹھی چیز کے ہیں، چونکہ آپ کی بات میں مٹھاس ہوا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ آپ کو پیسوں کی ضرورت ہوئی اور آپ کے پاس کوئی چیز نہیں تھی، علاوہ اپنے ایک بڑے مکان کے۔ تو انھوں نے اپنے مکان کو فروخت کرنا چاہا کہ اس مکان کو فروخت کر کے چھوٹا مکان لے لیا جائے اور باقی ماندہ رقم سے اپنی ضرورت میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنے مکان کو بیچ دیا اور دوسری جگہ چھوٹا مکان خرید لیا اور دو دن میں اپنے بڑے مکان کو خالی کر کے خریدنے والے کو سپرد کرنے کا وعدہ کیا۔ پڑوسیوں کو جب پتہ چلا کہ ابوحمزہ اپنا مکان فروخت کر کے اس محلے سے جا رہے ہیں۔ سارے پڑوسی جمع ہو کر حضرت ابوحمزہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت! ہم نے سنا ہے کہ آپ نے اپنا مکان فروخت دیا ہے اور آپ دوسری جگہ جا رہے ہیں۔ پڑوسیوں نے کہا کہ آپ اس محلے کو چھوڑ کر نہ جائے اور جتنی رقم خریدار آپ کو اس مکان کے بدلہ دے رہا ہے وہ ہم آپ کو دے دیتے ہیں۔ بس آپ مکان کو چھوڑ کر نہ جائے ہمیں آپ جیسا پڑوسی کہاں ملے گا؟ چنانچہ ابوحمزہ نے پڑوسیوں کے اصرار پر اپنا سودا رد کر دیا۔ (دلچسپ اور حیرت انگیز واقعات/ص:

(۱۹۶)

ساتواں نمونہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم کے اندر ایک عجیب وغریب واقعہ ذکر کیا ہے کہ کسی کے گھر میں چوہوں کی کثرت ہوگئی تو کسی نے بلی پالنے کا مشورہ دیا کہ اس طرح چوہے تمھارے گھر سے فرار ہوجائیں گے تو گھر والے نے کہا کہ" مجھے اس بات کا خطرہ ہے کہ بلی کی آواز سن کر چوہے میرے گھر سے نکل کر میرے پڑوس کے گھر میں چلے جائیں گے اور میں جو چیز اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہی چیز اپنے پڑوسی کے لیے پسند کرنے لگوں؟ یہ مومن کی شان کے خلاف ہے۔(احیاء العلوم مترجم: ۲/ ۳۴۳)

آٹھواں نمونہ

حضرت احمد بن اسکاف دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے حج بیت اللہ کے ارادے سے کئی سال میں ایک خطیر رقم جمع کی۔ حج سے چند دن پہلے انھوں نے ہمسایہ کے گھر میں اپنے بیٹے کو کسی کام سے بھیجا۔ تھوڑی دیر بعد وہ منہ بسورتا ہوا واپس آیا۔

احمد بن اسکاف رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا، بیٹے خیر تو ہے، تم روتے کیوں ہو؟ اس نے کہا، ہمارے پڑوسی گوشت روٹی کھا رہے تھے، میں منہ دیکھتا رہا اور انھوں نے مجھے پوچھا تک نہیں۔ احمد بن اسکاف رحمۃ اللہ علیہ رنجیدہ ہوکر ہمسائے کے گھر گئے اور کہا سبحان اللہ، ہمسایوں کا یہی حق ہوتا ہے جو تم نے ادا کیا۔ میرا کمسن بچہ منہ تکتا رہا اور تم گوشت روٹی کھاتے رہے، اس معصوم کو ایک لقمہ ہی دے دیا ہوتا۔ یہ سن کر پڑوسی زار زار رونے لگا اور کہنے لگا، ہائے افسوس اب ہمارا راز فاش ہوگیا۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل۔ خدا کی قسم، پانچ دن تک میرے گھر

والوں کے منہ میں ایک دانہ تک نہیں گیا،لیکن میری غیرت کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے روکتی تھی، جب نوبت ہلاکت تک پہنچی تو ناچار جنگل گیا، ایک جگہ مردہ بکری پڑی تھی، اس کا تھوڑا سا گوشت لے لیا اور اسی کو ابال کر ہم کھا رہے تھے، یہی سبب تھا کہ ہم نے آپ کے بچّے کو کچھ نہ دیا، ورنہ یہ کب ہوسکتا تھا کہ ہم گوشت روٹی کھائیں اور آپ کا بچّہ منہ تکتا رہے۔

یہ سن کر احمد بن اسکاف رحمۃ اللہ علیہ پر رقّت طاری ہوگئی۔ بار بار کہتے کہ اے احمد! تجھ پر افسوس ہے کہ تیرے گھر میں تو ہزاروں درہم و دینار پڑے ہوں اور تیرے ہمسایوں پر فاقے گزر رہے ہوں۔ قیامت کے دن تو اللہ کو کیا منہ دکھائے گا اور تیرا حج کیسے قبول ہوگا؟ پھر وہ گھر گئے اور سب درہم و دینار جو حج کی نیت سے جمع کیے تھے، چپکے سے لاکر باصرار ہمسائے کو دے دیے اور خود اپنے گھر میں بیٹھ کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

حج کا زمانہ آیا تو حجاج میں مشہور صوفی بزرگ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ انھوں نے جبلِ عرفات پر ایک غیبی آواز سنی کہ اس سال احمد بن اسکاف دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے حج کی نیت کی، لیکن وہ نہ آسکا، ہم نے اسے حج اکبر کا ثواب عطا کیا ہے اور دوسرے بہت سے حجاج کا حج بھی اس کے سبب قبول فرمایا ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بہت حیران ہوئے کہ نہ معلوم احمد بن اسکاف رحمۃ اللہ علیہ کی کون سی ادا اللہ تعالیٰ کو بھا گئی ہے، جو اس پر اس قدر فضل و کرم کیا گیا ہے۔ (حکایات صوفیہ رص: ۱۲۳، ۱۲۴)

برا پڑوسی نہ بنیں

برا پڑوسی ایک بوجھ ہے جس کی وجہ سے انسان کی زندگی دشوار کن ہوجاتی ہے۔

(۱) ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے برے

پڑوسی کے ساتھ رہنے سے پناہ مانگا کرو۔ایسا برا پڑوسی جو خیر کو دیکھے تو پی جائے اور برائی کو دیکھے تو لوگوں کے سامنے اس کو بیان کرنا شروع کردے۔(شعب الایمان للبیھقی :۷/۸۲)

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کے چار باتیں بدبختی کی علامت ہے۔ بداخلاق بیوی، برا پڑوسی، بری سواری اور تنگ مکان۔(شعب الایمان للبیھقی :۷/۸۲)

(۳) حضرت لقمان حکیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹے! میں نے بڑی سے بڑی بھاری چیزیں اٹھائی، لیکن برے پڑوسی سے زیادہ بوجھل کرنے والی کوئی چیز نہیں پائی۔(ایک جامع قرآنی وعظ ص:۱۳۷)

(۴) اسی لیے کہاوت مشہور ہے:

اطلبوا الجار قبل الدار

کہ مکان سے پہلے پڑوس تلاش کرو۔(ایک جامع قرآنی وعظ ص:۱۳۷)

دور نبوت کا ایک واقعہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص آپ کی خدمت میں آکر اپنے پڑوسی کی تکالیف کی شکایت کرنے لگا۔آپ نے اولاً اسے صبر کی تلقین کی۔لیکن جب وہ بار بار آنے لگا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر کا سامان راستے میں لاکر ڈال دو اور جو لوگ گزرے تو ان کو پوری صورت حال بتادو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔اب جو شخص بھی آتا اور پوچھتا تو وہ پڑوسی پر لعنت کرتا۔وہ پڑوسی دوڑا ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کے لوگ مجھے ایسا ایسا کہہ رہے ہیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لوگوں کی لعنت سے پہلے تم نے میں

آپ کو اللہ کی لعنت کا مستحق بنالیا ہے۔ پڑوسی نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ پڑوسی کو نہیں پریشان کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور کہا تم اپنا سامان اٹھا کر گھر میں رکھ دو، اب تمھیں نہیں ستایا جائے گا۔ (ابوداود: کتاب الادب/باب فی حق الجوار/رقم الحدیث: ۵۱۵۳)

پڑوسی کی اقسام

پڑوسی کی چند قسمیں علما نے بیان کی ہے۔

(۱) رہائش کا پڑوسی: جس کی تفصیلات ہو پر آ چکیں۔

(۲) مسجد کا پڑوسی: مسجد کے پڑوسی کی ذمے داری ہے کہ وہ نماز مسجد میں ادا کرے اور اپنے آنگن کو صاف رکھیں تا کہ کچرہ وغیرہ اٹھا کر مسجد کے پاس نہ جائے۔

(۳) امیر بستی کا پڑوسی: امیر بستی والوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے پڑوس میں بسنے والی اور یہ بستی کا خیال رکھیں۔

(۴) عمل کا پڑوسی: یا را پنے ساتھ کام کرنے والے بھی پڑوسی کے مرتبے میں ہیں ان کے ساتھ بھی حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

(۵) سفر کا پڑوسی: یعنی جو ہمارے ساتھ سفر کر رہے ہیں وہ بھی عارضی طور پر ہمارے پڑوسی ہیں۔ چنانچہ اپنے رفیق کے سفر کے ساتھ بھی حسن سلوک معاملہ کیا جائے۔

بہر حال! ہوش منداور باشعور مسلمان جو اپنے دین کے احکام کو اچھی طرح سمجھتا ہے، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بہترین معاملہ کرتا ہے۔ اُن کے ساتھ نیک برتاؤ اور اچھا سلوک کرتا ہے۔ مہربانی اور رحم وکرم کے ساتھ پیش آتا ہے۔ پڑوسی کت ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں وہ

اسلامی تعلیمات کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اسلام کی بیش قیمت اور بے بہا وصیتوں کو اپنے ذہن میں ملحوظ رکھتا ہے۔ سچا مسلمان معاشرے میں بہترین پڑوسی کی حیثیت سے زندگی گزارتا ہے۔ راسخ الایمان مسلمان اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان اور خیر کا معاملہ کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ پڑوسیوں کے متعلق نبوی تعلیمات پر ہمیں عمل کی توفیق اور سعادت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۵)

عدل وانصاف کی اہمیت

تعارف

۵/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۶/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز:بدھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿اِعۡدِلُوۡا ۟ ہُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی﴾[المائدة:۸]

تمہید

یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸ کا ایک جزو ہے، جس میں باری تعالیٰ نے ہمیں عدل وانصاف کا حکم دیا ہے اور اسے تقویٰ سے قریب بتلایا ہے۔

عدل کے معنیٰ

عربی لغت کے اعتبار سے عدل کے معنیٰ کسی چیز کو دو برابر حصوں میں تقسیم کرنے کے ہیں اور اس کی ضد کو ظلم کہا جاتا ہے۔ عدل کو دوسرے الفاظ میں انصاف بھی کہا جاتا ہے۔ انصاف کے معنیٰ ہے کسی چیز کے دو ٹکڑے کرنا یعنی اس کو نصف نصف کر کے دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا۔

شریعت کی نظر میں عدل کہتے ہیں حقدار کو اس کا حق دلانا اور انفرادی واجتماعی معاملات میں افراط وتفریط سے بچنا۔

عدل کی حقیقت

محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ ''عدل کی حقیقت'' بیان کرو۔ میں نے کہا بہت خوب! آپ نے بڑا اہم سوال کیا ہے، تو سنیں! عدل کا تقاضا یہ ہے کہ:

(۱) آپ اپنے چھوٹوں کے لیے باپ کی طرح بن جائیں۔

(۲) اپنے بڑوں کے لیے بیٹے کی طرح بن جائیں۔

(۳) اپنے ہم عمروں کے ساتھ بے تکلف بھائی جیسا برتاؤ کریں۔

(۴) اپنی عورتوں کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کریں۔

(۵) مجرموں کو ان کے جرموں کے بقدر اور بدنی طاقت کے بقدر ہی سزائیں دیں اور صرف اپنے غصے کے تقاضے پر ایک کوڑا بھی نہ لگائیں، ورنہ آپ حد سے تجاوز کرنے والے ہو جائیں گے۔ (ایک جامع قرآنی وعظ ص:۴۸)

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ تنہائی اور لوگوں کے سامنے یکساں عمل کرنے کا نام عدل ہے۔ (ایک جامع قرآنی وعظ ص:۴۹)

عدل کے متعلق قرآنی آیات

قرآن کریم میں متعدد آیات میں عدل کا حکم دیا گیا ہے۔ بہ طور نمونہ چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سورۂ نساء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ [النساء:۵۸]

اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔

(۲) سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ [المائدۃ:۸]

(۳) سورۂ نحل میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی﴾ [النحل:۹۰]

بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمھیں حکم دیتا ہے عدل کا، احسان کا اور قرابت داروں کے ساتھ حسن سلوک کا۔

عدل کے متعلق چند احادیث

قرآن کریم کی آیات کی طرح احادیث کا ذخیرہ بھی عدل کی اہمیت کے متعلق بھرا پڑا ہے۔ بہ طور نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عدل وانصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے یہاں نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ کے داہنی جانب یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل وعیال اور متعلقین کے ساتھ معاملات میں اور اپنی ذمے داریوں کو پورا کرنے میں عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔ (مسلم: کتاب الامارۃ / باب فضیلۃ الامام العادل / رقم الحدیث: ۱۸۲۷)

(۲) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے والا حاکم قیامت کے دن اللہ کو دوسرے سب بندوں سے زیادہ محبوب اور پیارا ہوگا، اس کو اللہ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور قیامت کے دن اللہ کا سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور سب سے زیادہ عذاب میں مبتلا ظلم کرنے والا حاکم ہوگا۔

(ترمذی: کتاب الاحکام عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فی امام عادل / رقم الحدیث: ۱۳۲۹)

(۳) حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جنتی تین

لوگ ہیں۔ایک وہ بادشاہ جوعدل وانصاف اورصدقہ وخیرات کرنے والا ہے، دوسرا ایسا شخص جو ہر رشتے دار اور اللہ کی اطاعت کرنے والے پر رحم کرنے والا نرم دل ہو، تیسرا صاحبِ اولاد جو پاک دامن اور پاک دامنی کی کوشش کرنے والا ہو۔(مسلم/کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا و اھلھا/باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ و اھل النار/رقم الحدیث:۲۸۶۵)

(۴) حضرت ابوفراس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک خطبے میں عام رعایا کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حکام اور عمال کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ تم پر سختی کریں، ماریں اور تمھارے مال چھین لیں (بلکہ وہ صرف ضابطے کے مطابق اسلامی تعلیمات کو پیش کرنے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے ہیں) اگر کوئی ایسی زیادتی کرے تو لوگوں کو چاہئے کہ وہ معاملہ میرے روبرو پیش کریں، تاکہ میں ان سے بدلہ لوں۔اس پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر کوئی حاکم تنبیہ وتادیب کے لیے رعیت کے کسی آدمی پر ہاتھ اٹھائے تو کیا آپ اس سے بھی قصاص لیں گے؟ فرمایا کہ بے شک میں اس سے بھی قصاص لوں گا۔پھر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے نفس تک کے بارے میں دوسروں کو بدلہ لینے کی پیشکش فرمائی۔(ابوداود: کتاب الدیات/باب القود من الضربۃ و قص الامیر من نفسہ/رقم الحدیث:۴۵۳۷)

(۵) بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے۔جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا اُس دن جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا

ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد اللہ کے لیے محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (بخاری: کتاب الزکوۃ/باب الصدقة بالیمین/رقم الحدیث: ۱۴۲۳)

اس حدیث میں تو پہلے ہی نمبر پر عرش الٰہی کا سایہ پانے والوں میں عدل کا اہتمام کرنے والے بادشاہ کو ذکر فرمایا۔

عدل کی اقسام

عدل کئی طرح کا ہوتا ہے۔ ذیل میں اس کی چند اقسام مع امثال پیش کی جاتی ہیں۔

[۱] اللہ کے ساتھ عدل

اللہ کے ساتھ عدل یہ ہے کہ بندہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائے۔ شرک تو ظلمِ عظیم ہے۔ ایک ظلم وہ ہے جو ایک انسان دوسرے انسان سے کرتا ہے لیکن ایک ظلم وہ ہے جو انسان اپنے خالق سے کرے۔ کسی انسان کا حق مارنا تو ظلم ہے ہی، اللہ تعالیٰ کا حق مارنا اس سے بھی بڑا ظلم ہے۔

سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ [الانعام: ۸۲]

جولوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ شرک کو شامل نہ ہونے دیا تو ان کا ایمان قبول ہوگا اور وہ ہدایت پر ہوں گے۔ متقدمین کی پرانی اصطلاح میں توحید کو عدل کہا جاتا ہے۔ معتزلہ خود کو اہل العدل والتوحید کہتے تھے۔

اس آیت کریمہ کے متعلق صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہو گئے کہ یہ تو بہت سخت شرط ہے، ان کے ذہنوں میں ظلم کا عام مفہوم تھا۔ وہ یہ سمجھے کہ اس آیت سے گھر کے افراد سے، رشتے داروں سے، دوست احباب سے اور زندگی کے عام معاملات میں زیادتی اور کمی بیشی مراد ہے۔ چھوٹی موٹی زیادتی تو انسان سے ہوتی ہی رہتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطرہ لاحق ہو گیا کہ اگر آپس کے حقوق میں کمی بیشی نجات کی شرط قرار پائی ہے تو پھر کسی کا بھی ایمان قبول نہیں ہوگا۔ چنانچہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم آپس میں اکٹھے ہوئے اور چہ میگوئیاں ہوئیں، پھر چند صحابہ مل کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم تو مارے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا ہوا؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے متعلق بتایا کہ ایمان کی قبولیت کی بہت سخت شرط لگ گئی ہے۔ پھر کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم میں سے کون ہے جس سے تھوڑی بہت زیادتی نہیں ہو جاتی۔ انبیائے کرام علیہم السلام تو معصوم ہوتے ہیں، لیکن عام انسانوں سے معاملات میں کہیں نہ کہیں کمی بیشی ہو ہی جاتی ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں کی پریشانی بجا ہے، لیکن تم اس آیت کا معنیٰ غلط سمجھے ہو، اس آیت میں ظلم سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھے ہو۔ اس آیت میں ظلم سے مراد وہ ہے جو حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا تھا:

﴿ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۖ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ ﴾ [لقمان: ۱۳]

اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔(ترمذی: ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ ﷺ / رقم الحدیث: ۳۰۶۷)

[۲] انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ عدل

دوسری قسم ہے انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ عدل۔ ہمارا عقیدہ ہے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بلاشبہ انسانوں میں سب سے افضل ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان میں درجات رکھیں ہیں، بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی ہے، لیکن یہ درجہ بندی ترازو پر تولنے کے لیے نہیں کہ یہ دیکھنا شروع کر دیا جائے کہ کون انیس ہیں اور کون بیس ہیں؟ اس طرح کا موازنہ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے، یہی انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ عدل ہے۔

مجھے یونس بن متیٰ پر فضیلت مت دو

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ دو ساتھیوں میں انبیائے کرام کے متعلق کچھ اس طرح گفتگو ہو رہی تھی کہ فلاں موقع پر حضرت یونس علیہ السلام تھے اس لیے ایسا ہوا، اگر ہمارے پیغمبر ہوتے تو معاملہ یوں نہ ہوتا بلکہ مختلف ہوتا۔ حضور اقدس ﷺ کو یہ بات پتہ چلی تو آپ ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا:

ما ینبغی لعبد ان یقول انی خیر من یونس بن متی

کہ کسی بندے کے لیے مناسب نہیں کہ وہ یہ کہے کہ بیشک میں یونس بن متیٰ سے بہتر ہوں۔ یعنی آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے انبیا پر اس طرح تقابل کر کے فضیلت مت دو کہ یہ بات فلاں نبی میں نہیں تھی، لیکن رسول اللہ ﷺ میں ہے۔(بخاری: کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم / باب قول اللہ تعالیٰ وھل اتاک حدیث موسیٰ / رقم الحدیث:

(۳۳۹۵

ایک ہے ترجیح کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا درجہ سب انبیا سے افضل ہے، لیکن ایک ہے تقابل کہ آمنے سامنے رکھ کر موازنہ کیا جائے کہ یہ بات فلاں نبی میں نہیں تھی جبکہ فلاں نبی میں تھی۔ کیونکہ جس نبی کے بارے میں یہ بات کہیں گے کہ اس میں فلاں صفت نہیں تھی، اس سے اہانت کا پہلو سامنے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کے بارے میں اہانت کا کوئی پہلو بھی ہو اس سے ایمان ضائع ہو جاتا ہے۔

ایک مسلمان اور ایک یہودی کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ایک واقعہ بخاری شریف میں ہے۔ ایک زمانے میں مدینہ منورہ میں یہودی بھی رہتے تھے اور مسلمان بھی۔ ایک یہودی اور مسلمان بازار میں آپس میں جھگڑ پڑے، دونوں آپس میں کوئی سودا کر رہے تھے کہ یہودی نے یہ کہہ کر قسم اٹھائی:

لا والذی اصطفیٰ موسیٰ علی البشر

کہ اس پروردگار کی قسم جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سارے انسانوں پر فضیلت دی۔ مسلمان کو اس بات پر غصہ آیا کہ اس یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہمارے پیغمبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کہا ہے، اس نے یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ مسلمان نے کہا کہ انبیا پر فضیلت تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہے۔ اس پر یہودی استغاثہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا یا محمد! آپ کے ساتھی نے مجھے تھپڑ مارا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیوں تھپڑ مارا ہے؟ اس نے معاملہ بتایا تو اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھی سے ناراض

ہوئے اور فرمایا کہ تقابل کی فضا قائم کر کے ہم انبیا کا موازنہ مت کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بھی عدل کا تقاضا قرار دیا۔ (بخاری: کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم / باب قول اللہ تعالیٰ وان یونس لمن المرسلین / رقم الحدیث: ۳۴۱۴)

[۳] اپنی ذات کے ساتھ عدل

تیسری قسم ہے اپنی ذات کے ساتھ عدل کرنا، یعنی بلا وجہ اپنے آپ کو مشقت اور ہلاکت میں نہ ڈالنا۔ متعدد روایات میں ہے کہ جب بعض صحابہ نے اپنے اوپر سختی اور مشقت کا ارادہ ظاہر کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں روک دیا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے ارادہ کرلیا کہ ساری زندگی رات کو جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کروں گا اور ساری زندگی روزانہ ایک قرآن کریم پڑھوں گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ یہ اپنے اوپر ظلم ہے۔ تمھارے بدن کا تجھ پر حق ہے کہ اسے خوراک اور آرام دو، اور تمھاری آنکھوں کا تجھ پر حق ہے کہ اسے نیند دو۔ چنانچہ اپنے ساتھ بھی انصاف کا حکم دیا گیا۔ (بخاری: کتاب الصوم / باب حق الجسم فی الصوم / رقم الحدیث: ۱۹۷۵)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان ٹھہرے تو دیکھا کہ ان کے میزبان رات کو حسب ضرورت آرام کرنے اور اپنے گھر والوں کو وقت دینے کے بجائے ساری رات نماز میں کھڑے ہو کر عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اس پر حضرت سلمان

فارسی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

ان لربک علیک حقًا، ولنفسک علیک حقًا، ولأهلک علیک حقًا، (وفی روایة: ولزورک علیک حقًا)، فأعط کل ذی حق حقه

کہ تیرے رب کے بھی تجھ پر حق ہیں، تمھارے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے، تمھاری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے، آنے جانے والے مہمانوں کا بھی تجھ پر حق ہے، پس ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ بات کہی۔ (بخاری: کتاب الصوم / باب من اقسم علی اخیه لیفطر فی التطوع / رقم الحدیث: ۱۹۶۸)

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

جب جنگ خندق ختم ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس مدینہ تشریف لائے، ظہر کے وقت جبرائیل امین نازل ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنی قریظہ سے جنگ کرنے کا حکم پہنچایا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً ہتھیار سجائے اور اعلان کیا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ کی بستی میں پڑھیں گے، مسلمانوں نے ہتھیار اٹھائے اور بنی قریظہ کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرے نے اتنا طول کھینچا کہ یہودی تنگ آ گئے، آخر انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے پاس بھیجیں ہم ان سے صلاح مشورہ کریں گے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے حلیف رہ چکے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنے حلیفوں کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بنی قریظہ کے قلعے میں آئے، بنی قریظہ کی عورتوں اور بچوں کی نظر جب اپنے ایک سابقہ حلیف پر پڑی تو وہ شدت غم سے رونے لگے، یہ رقت انگیز منظر دیکھ کر ابولبابہ کا دل پسیج گیا۔ بنی قریظہ نے کہا کہ ابولبابہ! تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ کیا ہم غیر مشروط طور پر خود کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحم وکرم پر چھوڑ دیں کہ وہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ چاہیں کریں یا ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا چاہیے؟ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا مشورہ یہی ہے کہ تم مزاحمت ختم کر کے اپنے آپ کو غیر مشروط طور پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دو۔ یہ الفاظ کہتے وقت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنی گردن کی طرف اشارہ کیا، اشارے سے انھیں یہ سمجھانا مقصود تھا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تم قتل ہو جاؤ گے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اشارہ تو کر بیٹھے لیکن وہ اپنے اس طرز عمل پر سخت پشیمان ہوئے، انھوں نے اپنے آپ سے کہا کہ میں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کی ہے، پھر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ قلعے سے باہر نکلے، لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جاتے ہوئے انھیں شرم آئی اور سیدھے مسجد میں چلے گئے، انھوں نے اپنی گردن میں رسی ڈال کر خود کو مسجد کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ سے یہ عہد کر لیا کہ میں خود کو اس رسی سے اس وقت تک آزاد نہیں کروں گا جب تک اللہ میری توبہ قبول نہیں کرے گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا شدت سے انتظار تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ ابولبابہ ابھی تک کیوں واپس نہیں لوٹے؟ ایک صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! انھوں نے تو اپنے آپ کو ستون توبہ کے ساتھ باندھا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابولبابہ ہمارے پاس چلا آتا اور مغفرت کی درخواست کرتا تو ہم خدا سے اس کا گناہ

معاف کرادیتے،لیکن اس نے براہ راست خدا سے رابطہ کیا ہے اب خدا اس کے لیے مناسب فیصلہ فرمائے گا۔حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کئی روز تک اپنے آپ کو رسی سے باندھے رکھا، وہ دن کو روزہ رکھتے اور افطار کے وقت انتہائی کم غذا کھاتے ،قضائے حاجت کے علاوہ مسجد سے باہر نہ جاتے۔

ایک شب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے تو خدا نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول فرمائی اور جبرئیل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

﴿ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ [التوبة:۱۰۲]

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کیا،انھوں نے نیک اور بد عمل مخلوط کر دیئے امید ہے کہ خدا ان کی توبہ قبول فرمائے گا، بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ خدا نے ابولبابہ کی توبہ قبول کرلی ہے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت ہو تو میں انھیں یہ خوشخبری سنادوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی،حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کھڑکی کھولی اور انھیں خوشخبری سنائی۔حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے خدا کی حمد وثنا کی، چند مسلمان آگے بڑھے تا کہ انھیں رسی سے آزاد کریں،حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو سختی سے منع کیا اور کہا کہ جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے ہاتھوں سے آزاد نہیں کریں گے اس وقت تک میں یونہی بندھا رہوں گا۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور انھیں اپنے ہاتھوں سے آزاد کیا اور

فرمایا کہ اللہ نے تمھاری توبہ قبول کرلی اور آج تم گناہوں سے اسی طرح پاک ہو جیسے پیدائش کے دن پاک تھے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پیارے آقا! میں اس نعمت کے شکر میں اپنا تمام مال صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے آدھی جائداد صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت نہ دی، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے تہائی جائیداد صدقہ کرنے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دے دی۔ (تفسیر بغوی مترجم: ۲/ ۳۵۵، ۳۵۶)

[۴] اہل خانہ کے ساتھ عدل

عدل کی چوتھی قسم ہے اہل خانہ کے ساتھ عدل۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اگر کسی کی ایک سے زیادہ بیوی ہو تو ان کے مابین عدل کا خیال رکھا جائے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں تھیں، جن کے حقوق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برابری کی۔ طبعی انس انسان کے اختیار میں نہیں ہے، جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ یہ معاملہ میرے اختیار میں نہیں ہے تو وہاں فرمادیا:

اللّٰھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک و لا أملک

کہ اے اللہ! اپنی استطاعت کی حد تک میں برابر تقسیم کرتا ہوں، اس لیے جو بات میرے بس میں نہیں ہے اس میں میرملامت نہ کرنا۔ (ابوداود: کتاب النکاح/ باب فی القسم بین النساء/ رقم الحدیث: ۲۱۳۴)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طبعی تعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ تھا، لیکن ظاہری معاملات کی تقسیم تمام ازواج کے ساتھ برابر کی تھی، حتیٰ کہ جہاں ضرورت محسوس ہوتی وہاں اجازت لیتے تھے۔ عام ایام میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کے گھروں میں رات گزارنے کی باریاں مقرر کی ہوئی تھیں، لیکن زندگی کے آخری ایام میں جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو یہ معمول قابل عمل نہ رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات نے محسوس کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی جگہ اپنی بیماری کا وقت گزارنا چاہتے ہیں۔ انتظامی طور پر تو مشکل تھا ہی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت کا بھی تقاضا تھا کہ ایک ہی جگہ بیماری کے ایام گزاروں جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ تھا۔ چنانچہ تمام ازواج اکٹھی ہوئیں آپس میں مشورہ کیا اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کی اجازت دی کہ یارسول اللہ! ہم اپنی باریوں کے دنوں سے دست بردار ہوتی ہیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی گھر میں اطمینان سے یہ وقت گزار سکیں۔ پھر نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری ایام بیماری کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گزارے۔ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ! جو میرے اختیار میں ہے ان میں تو میں برابر تقسیم کرتا ہوں، لیکن جو چیز میرے اختیار میں نہیں ہے، جیسے طبعی میلان، یا اللہ! مجھ سے اس کے بارے میں مواخذہ نہ کرنا۔ (سیرت مصطفیٰ: ۱۵۶/۳)

اہل خانہ کے ساتھ عدل کی دوسری صورت ہے اولاد کے ساتھ عدل کا معاملہ کرنا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھ کو میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام بطور بخشش

دیا ہے۔آپ ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا ایسا ہی غلام اپنے دوسرے لڑکوں کو بھی دیا ہے؟ انھوں نے کہا نھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر (ان سے بھی) واپس لے لیں۔ (بخاری: کتاب الہبۃ و فضلہا و التحریض علیہا/ باب الہبۃ للولد/ رقم الحدیث: ۲۵۸۶)

[۵] قانون کی نظر میں عدل

عدل کی پانچویں قسم ہے قانون کی نظر میں عدل یعنی سب کے حقوق برابر ہونے چاہئے اور سب کو ایک نظر سے دیکھنا چاہئے۔

جب ایک یہودی نے زنا کیا

ایک مرتبہ یہودیوں کا ایک جوڑا بدکاری میں پکڑا گیا، یہودی مقدمہ لے کر حضور اقدس ﷺ کی عدالت میں آئے، جوڑا گرفتار تھا اور ان پر بدکاری کا جرم ثابت ہو گیا۔آپ ﷺ نے یہودیوں سے پوچھا، یہ بتاؤ کہ تمھارے یہاں اِس جرم کی سزا کیا ہے؟ تم یہودی ہو اور ایک شریعت کو مانتے ہو تمھارے یہاں بھی ایک قانون اور ضابطہ ہے۔ انھوں نے بتایا کہ ہمارے ہاں اس جرم کی سزا یہ ہے کہ دونوں کے منہ کالے کیے جائیں اور گدھے پر بٹھا کر پورے شہر کا چکر لگایا جائے اور ساتھ مار پٹائی بھی کی جائے۔حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو پہلے یہودی علما میں سے تھے اور اب مسلمان ہو چکے تھے، حضور اقدس ﷺ نے ان سے پوچھا کہ کیا تورات میں اس جرم کی سزا یہی ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یا رسول اللہ! یہ لوگ غلط بیانی کر رہے ہیں کیونکہ تورات میں یہ سزا نھیں ہے، بلکہ یہ سزا انھوں نے خود گھڑ لی ہے، تورات میں رجم یعنی سنگسار کی سزا ہے، لیکن جب ان لوگوں نے اصرار کیا کہ تورات میں یہی لکھا ہوا ہے جو ہم نے بتایا ہے تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تورات لے

کرآؤ۔ چنانچہ مجلس میں تورات لائی گئی اور یہودی عالم سے کہا گیا کہ اس جرم کی سزا پڑھ کر سناؤ، اس نے اس سزا کے متعلق آیتیں اس طرح پڑھیں کہ درمیان کی آیت چھوڑ دی۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے اس کی خیانت پکڑ لی اور کہا کہ اللہ کے دشمن یہ بھی تو پڑھ یہ کیا لکھا ہوا ہے۔ یہاں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یارسول اللہ! تورات میں اس جرم کی اصل سزا تو رجم ہی تھی، لیکن جوں جوں زمانہ بدلا یہودی علما نے اس سزا کے اطلاق میں خیانت کرنا شروع کردی کہ جب کوئی غریب آدمی اس جرم میں پکڑا جاتا تو اسے سنگسار کردیتے لیکن کوئی امیر اور صاحب ثروت آدمی پکڑا جاتا تو اس کو نرم سی سزا دے کر خانہ پری کردیتے۔ (ابوداود: کتاب الحدود/باب فی رجم الیھودیین/رقم الحدیث: ۴۴۴۶)

اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہوتی

فاطمہ بنت اسد نامی خاتون جو قریش سے قبیلہ بنومخزوم سے تعلق رکھنے والی تھی۔ اس نے چوری کی۔ خاندان والوں کو اس کے ہاتھ کاٹے جانے پر بے عزتی کا احساس ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ذریعے سفارش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ یہ سفارش سن کر متغیر ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ کی حدود کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟ یہ تو فاطمہ بنت اسد ہے۔ خدا کی قسم اگر میری لڑکی فاطمہ بنت محمد چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کٹوادیتا۔ (مسلم: کتاب الحدود/باب قطع السارق الشریف وغیرہ/رقم الحدیث: ۱۶۸۸)

ایک صحابی کو چھڑی مارنے کا واقعہ

حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ کچھ لوگوں سے باتیں کررہے تھے

اور وہ مسخرے والے آدمی تھے لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ اسی دوران نبیٔ اکرم ﷺ نے ان کی کوکھ میں لکڑی سے ایک کونچہ دیا، تو وہ بولے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اس کا بدلہ دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدلہ لے لو۔ انھوں نے کہا کہ آپ تو قمیص پہنے ہوئے ہیں میں تو بغیر قمیص کے تھا۔ اس پر نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنی قمیص اٹھادی، تو وہ آپ سے چمٹ گئے، اور آپ کے پہلو کے بوسے لینے لگے، اور کہنے لگے اے اللہ کے رسول ﷺ! میرا منشا یہی تھا۔ (ابوداود: کتاب الادب / باب فی قبلة الجسد / رقم الحدیث: ۵۲۲۴)

یہاں استدلال اس طور پر ہے کہ اُن صحابی کے بدلے کے مطالبے پر حضور اقدس ﷺ نے کوئی عذر پیش نہیں کیا، بلکہ اپنی ذات کو پیش کر دیا۔ ورنہ آج کے دور میں کسی سربراہ مملکت کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آتا تو کیا وہ انصاف دلانے کے لیے اپنی ذات کو پیش کرتا؟ کیا اُسے عدالت میں طلب کیا جاتا؟ لیکن سید المرسلین ﷺ نے یہاں عدل کے تقاضے کو پورا کیا اور یہ درس دیا کہ قانون کی نظر میں انصاف سے کوئی مستثنیٰ نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ میں کچھ نزاع ہوئی، حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ آج بھی امرا اور رؤسا کو کرسی دینے کا دستور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اپنی جگہ خالی کر دی، لیکن مساوات کا جو اصول اسلام نے قائم کیا تھا، صحابہ اس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو نہایت عام کر دیا تھا، اس بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ آپ کی پہلی ناانصافی ہے مجھ کو اپنے

فریق کے ساتھ بیٹھنا ہے۔ چنانچہ دونوں بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے، مقدمہ پیش ہوا، حضرت ابی رضی اللہ عنہ مدعی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انکار تھا، شرعاً منکر پر قسم واجب ہوتی ہے؛ لیکن حضرت زید رضی اللہ عنہ نے خلافت کے ادب واحترام کی بنا پر مدعی سے درخواست کی کہ اگرچہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ امیر المومنین کو قسم سے معاف کر دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس رعایت کی ضرورت نہیں، فیصلہ میں عمر اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہیے۔ (ایک جامع قرآنی وعظ ص: ۵۸، ۵۹)

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کا تاریخی فیصلہ

ایک دفعہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہوگئی اور کچھ دنوں بعد آپ نے وہی اپنی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ آپ نے اس یہودی سے فرمایا کہ یہ زرہ تو میری ہے، فلاں دن فلاں جگہ پر گم ہوگئی تھی۔ یہودی نے جواب دیا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں، یہ زرہ میری ہے اور اس وقت میرے قبضے میں ہے۔ اگر آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہمارے درمیان آپ کا مسلمان قاضی فیصلہ سنائے گا۔ اس وقت کے خلیفہ، امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور یہودی قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے، قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین کو دیکھ کر اپنی نشست یا محفل سے اٹھ کھڑے ہوئے، مگر امیر المؤمنین نے فرمایا کہ آپ بیٹھے رہیں۔

امیر المؤمنین نے اپنا مقدمہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ میری زرہ گم ہوگئی تھی اور آج میں نے یہی زرہ اس (یہودی) کے پاس دیکھی ہے۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے یہودی سے پوچھا کہ تمھیں کچھ کہنا ہے؟ یہودی نے کہا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضے میں ہے۔ قاضی شریح نے زرہ دیکھی اور فرمانے لگے کہ واللہ! اے امیر المؤمنین! یہ زرہ واقعی ہی آپ کی ہے اور آپ

سچے ہیں، مگر قانون کے مطابق آپ کو گواہ پیش کرنے ہوں گے۔ امیر المؤمنین نے گواہ کے طور پر اپنے غلام قنبر کو پیش کیا، غلام نے آپ امیر المؤمنین کے حق میں گواہی دی۔ پھر آپ نے اپنے صاحبزادوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو پیش کیا، ان دونوں نے بھی امیر المؤمنین کے حق میں گواہی دی۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین! آپ کے غلام کی گواہی قبول کرتا ہوں مگر آپ مزید ایک گواہ کا بندوبست کریں۔ آپ کے دونوں صاحبزادوں کی گواہی قبول نہیں کرسکتا کیوں کہ یہ آپ کے بیٹے ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ حسن اور حسین نوجوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ واللہ! یہ سچ ہے، مگر قانون کے مطابق آپ کے بیٹوں کی گواہی قبول نہیں کی جاسکتی۔ یہ کہتے ہوئے قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ نے یہودی کے حق میں فیصلہ سنا دیا اور زرہ یہودی کے حوالے کردی۔ مسلمانوں کے قاضی کا مسلمانوں کے خلیفہ کے خلاف فیصلہ سن کر اور خلیفہ کا اپنے خلاف فیصلہ سن کر فیصلے کو بغیر کسی چوں و چراں کے تسلیم کرنا دیکھتے ہوئے یہودی حیران رہ گیا۔

یہودی نے امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اپنی نظر اٹھائی اور کہا امیر المؤمنین آپ کا دعویٰ سچا ہے، یہ زرہ یقیناً آپ ہی کی ہے۔ فلاں دن یہ زرہ آپ سے گر گئی تھی اور میں نے اٹھالی تھی۔ اپنی ملکیت واپس لیں۔ یہودی نے کلمہ شہادت پڑھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اب میری زرہ بھی تمھاری ہے اور یہ میرا گھوڑا بھی تمھارا

ہے۔(نایاب موتی:۲/۳۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا عدل

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے اور ان کے زمانہ خلافت کو خلافت راشدہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خلافت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرح قرار دیتے تھے۔

آپ کا عدل وانصاف ایسا تھا کہ آپ کے زمانے میں شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پر پانی پیتے تھے۔محمد ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم اپنی بکریوں کو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت میں جہاں چرواتے تھے وہاں بھیڑیے اور درندے بھی چرتے تھے،حتی کہ ایک دن ایک وحشی جانور نے ایک بکری پر حملہ کر دیا تو ہم نے کہا کہ ایسا لگتا ہے کہ اس نیک آدمی کا آج انتقال ہو گیا۔ چنانچہ اسی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کی خبر موصول ہوئی۔

(انوار ہدایت،ص:۲۳۰)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے انصاف کا ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیت المال کے سیب آئے۔ سیب مسلمانوں میں تقسیم کیے جارہے تھے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا چھوٹا بیٹا آیا اور سیبوں کے ڈھیر میں سے ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا۔حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے منہ سے یہ سیب چھین لیا۔وہ روتا ہوا ماں کے پاس پہنچا۔ماں نے بازار سے سیب منگوا دیئے۔

جب حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ گھر واپس پہنچے تو سیبوں کی خوشبو آئی تو بیوی سے

پوچھا کہ کیا تمھیں بیت المال میں سے کچھ سیب ملے؟ بیوی نے کہا نے کہ نہیں، میں نے بازار سے منگوائے ہیں اور بیٹے کو دیئے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم! جب میں نے اپنے بیٹے سے سیب چھینا تو مجھے ایسا لگا کہ میں نے اپنا دل چیر دیا ہے لیکن مجھے یہ بُرا معلوم ہوا کہ میں مسلمانوں کے مال میں سے ایک معمولی سیب کے لیے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے رسوا کروں۔ (نایاب موتی: ۳۱/۲)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی عدل وانصاف کے جمیع تقاضوں پر عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۶)

میزانِ عمل

تعارف

۶؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۷؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: جمعرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ﴾ [الاعراف:۸]

تمہید

یہ سورۂ اعراف کی آیت نمبر ۸ کا ایک ٹکڑا ہے۔اس حصے میں حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن کا جانا برحق ہے۔

حق تعالیٰ نے اس عالم فانی میں انسان کو مخصوص وقت کے لیے بھیجا ہے۔جب بندہ اس عالم فانی میں وہ مخصوص وقت پورا کرتا ہے ایک نئی زندگی کی شروعات ہوتی ہے جس کو برزخ کی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ایک عرصہ تک برزخ کی زندگی گزارنے کے بعد ایک دائمی اور ابدی زندگی کی شروعات ہوتی ہے جس کو آخرت کی زندگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔جنت وجہنم کی زندگی لامحدود زندگی ہے۔مگر اس زندگی کے آنے سے پہلے ایک نازک ترین دور سے گزرنا ہے جس کو میدان محشر اور اس کے ہولناک مناظر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

سورج کا قریب کیا جانا

ترمذی شریف میں حضرت مقداد بن عمرو کندی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دین سورج کو بندوں سے بالکل قریب کر دیا جائے گا یہاں تک کہ ایک میل یا دو میل کے فاصلے پر ہوگا۔سورج کی حرارت کی وجہ سے لوگ بھونے جارہے ہوں گے اور اپنے اپنے اعمال کے بقدر پسینے میں ڈوبے ہوں گے۔کچھ حضرات

ایڑیوں تک، کچھ حضرات گھٹنوں تک، کچھ کمر تک اور کچھ تھوڑی تک پسینے میں ڈوبا رہا ہوگا۔(ترمذی: ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق الورع عن رسول اللہ ﷺ رقم الحدیث: ۲۴۲۱)

عرش کے سایہ تلے

(۵) بخاری شریف میں روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ اس دن اپنے سایے میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اول انصاف کرنے والا بادشاہ، دوسرے وہ نوجوان جو اپنے رب کی عبادت میں جوانی کی امنگ سے مصروف رہا، تیسرا ایسا شخص جس کا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، چوتھے دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد اللہ کے لیے محبت ہے، پانچواں وہ شخص جسے کسی باعزت اور حسین عورت نے (برے ارادہ سے) بلایا، لیکن اس نے کہہ دیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، چھٹا وہ شخص جس نے صدقہ کیا، مگر اتنے پوشیدہ طور پر کہ بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہیں ہوئی کہ داہنے ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ ساتواں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔(بخاری: کتاب الزکوۃ/باب الصدقۃ بالیمین/رقم الحدیث: ۱۴۲۳)

تین مرتبہ پیشی

ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر انسان کو رب کے حضور پیش کیا جائے گا۔

(۱) پہلی مرتبہ پیشی کے وقت بہت سے انسان اپنے گناہوں کا انکار کریں گے۔

(۲) دوسری مرتبہ پیشی کے وقت اپنے گناہوں کا اقرار کرلیں گے۔

(۳) تیسری مرتبہ پیشی کے وقت نامہ اعمال اڑ اڑ کر لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ جائیں گے۔(ترمذی: ابواب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ / رقم الحدیث: ۲۴۲۵)

ہر انسان کے تین دفتر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر انسان کے لیے تین تین دفتر ہوں گے۔

(۱) ایک دفتر وہ ہوگا جس میں بندے کے نیک اعمال کو درج کیا گیا ہوگا۔

(۲) دوسرا دفتر وہ ہوگا جس میں بندے کے گناہوں کو درج کیا گیا ہوگا۔

(۳) تیسرا دفتر وہ ہوگا جس میں بندے کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی نعمتوں کو درج کیا گیا ہوگا۔(مشکوۃ المصابیح / ص: ۴۳۵)

پانچ سو سال کی عبادت کام نہ آئی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ابھی ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں سے اللہ کا ایک بندہ جس نے اپنے گھر بار عزیز و اقارب مال و دولت سب کچھ قربان کر کے سمندر کے بیچ ایک جزیرہ پر ایک پڑاؤ ڈالا اور وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت کرنا شروع کیا۔ چاروں طرف میلوں تک پانی پھیلا ہوا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے وہاں انار کا ایک درخت اگا دیا اور میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔ یہ عبادت گزار بندہ دن رات ہمیشہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتا،

بھوک لگتی تو انار کھالیتا اور پیاس لگتی تو میٹھے پانی کے چشمہ سے پانی پی لیتا اور پھر عبادت میں مصروف ہوجاتا اس طرح سے اس نے پانچ سو سال گزار دئے۔

جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس عابد نے دعا کی پروردگار! میری موت سجدہ کی حالت میں آئے اور میرے لاش کو مٹی وغیرہ کھا نہ سکے، تاکہ میں سجدہ کی حالت ہی میں تیرے دربار پر حاضر ہوجاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کی اور سجدہ کی حالت میں ہی اس کی موت آگئی۔ اور حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے بھی انتظام کیا گیا کہ وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہو۔

قیامت کے دن اس عابد کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے فضل سے اس بندے کو جنت میں داخل کرو۔ وہ بندہ کہے گا آپ کے فضل سے کیوں؟ بلکہ میرے عمل کے بدلے مجھے جنت میں داخل کردیجیے، اس لیے کہ میں نے پانچ سو سال تک آپ کی ایسی عبادت کی ہے جس میں ریا کا شبہ بھی نہیں تھا۔ اس کی یہ بات سن کر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کی اچھا! اس کے عمل کا اور میری دی ہوئی نعمتوں کا مقابلہ کرو۔ چنانچہ آنکھ کی جو نعمت اللہ رب العزت کی جانب سے دی گئی اس کی تلافی میں پانچ سو سال کی مقبول عبادتیں ختم ہوجائے گی۔ ابھی تو دوسری نعمتیں باقی رہے گی۔ اللہ رب العزت فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اسے گھسیٹ کر جہنم میں داخل کرو۔

یہ سن کر وہ عابد تھر تھر کانپنے لگے گا۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ کہاں گئی تیری پانچ سو سال کی عبادت؟ تجھے تو اپنے عبادت پر بڑا ناز وغرور تھا۔ ہم نے بھی تو پانچ سال تک تجھے میٹھا پانی پلایا اور انار کھلائے ہیں۔ وہ کہے گا پروردگار! تیرے فضل سے مجھے جنت میں

داخل کردے۔ جب اس کی ساری حجتیں اور دلیلیں پوری ہوجائیں گی تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ اچھا! لے جاؤ اور میرے فضل وکرم سے اسے جنت میں داخل کردو۔

(المستدرک / رقم الحدیث: ۷۷۱۲)

تین وقت کوئی کسی کا نہ ہوگا

حدیث پاک میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن تین وقت ایسے ہوں گے کہ کوئی کسی کا نہ ہوگا۔

(۱) پہلا وقت جب اعمال کا وزن ہورہا ہوگا۔

(۲) دوسرا وقت جب نامہ اعمال تقسیم ہوں گے۔

(۳) تیسرا وقت جب پل صراط سے گزرنا ہوگا۔ (ابوداود: اول کتاب السنة / باب فی ذکر المیزان / رقم الحدیث: ۴۷۵۵)

میدان محشر میں لوگوں کا در بہ در بھٹکنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو لوگ گھبرا کر ایک دوسرے کے پاس جائیں گے پھر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ آپ اپنی اولاد کے لیے شفاعت فرمائیں وہ کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں، تم حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ وہ اللہ کے خلیل ہیں۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی کہیں گے کہ میں اس کا اہل نہیں ہوں، لیکن تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ کلیم اللہ ہیں، سب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ بھی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں، مگر تم حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ وہ روح اللہ

اور کلمۃ اللہ ہیں چنانچہ سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی کہیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں، لیکن تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ۔

وہ سب میرے پاس آئیں گے، میں اُن سے کہوں گا کہ ہاں میں اس کا اہل ہوں اور میں ان کے ساتھ چل پڑوں گا اور اللہ سے اجازت مانگوں گا۔ مجھے اجازت ملے گی اور میں اُس کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی ایسی حمد وثنا بیان کروں گا کہ وہ کلمات بھی اللہ اسی وقت القا فرمائیں گے۔ اُس کے بعد میں سجدہ میں گر جاؤں گا، مجھ سے کہا جائے گا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور سوال کیجیے، آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجیے شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا اے پروردگار! میری امت میری امت۔ پھر اللہ فرمائیں گے جاؤ جس کے دل میں گندم یا جو کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو اُسے دوزخ سے نکال لو۔ میں ایسے سب لوگوں کو دوزخ سے نکال لوں گا۔ پھر اپنے پروردگار کے سامنے آ کر اسی طرح حمد بیان کروں گا اور سجدہ میں پڑ جاؤں گا۔ پھر مجھ سے کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور سوال کیجیے، آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کیجیے شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار! میری امت میری امت۔ پھر اللہ پاک مجھے فرمائیں گے کہ جاؤ، جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو اُسے دوزخ سے نکال لو۔ میں ایسا ہی کروں گا اور پھر لوٹ کر اپنے رب کے پاس آؤں گا اور اسی طرح حمد بیان کروں گا پھر سجدہ میں گر پڑوں گا مجھ سے کہا جائے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اپنا سر اٹھایئے اور سوال کیجیے، آپ کو دیا جائے گا اور شفاعت کریں شفاعت قبول کی جائے گی۔ میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار! میری امت میری امت۔ مجھ سے اللہ پاک فرمائیں گے کہ جاؤ اور جس کے

دل میں رائی کے دانے سے بھی کم بہت کم اور بہت ہی کم ہواُسے بھی دوزخ سے نکال لو میں ایسا ہی کروں گا۔ (بخاری: کتاب التفسیر / سورۃ بنی اسرائیل / باب ذریۃ من حملنا مع نوح انہ کان عبدا شکورا / رقم الحدیث: ۴۷۱۲)

الغرض! بروز قیامت جن نازک ترین دور سے گزرنا ہوگا ان میں سے ایک موقع میزان عمل کا ہوگا۔ میزان عمل کے متعلق چند بحثیں یہاں ذکر کی جاتی ہے۔

پہلی بحث: وزن کس چیز کا ہوگا اور کیسے ہوگا؟

وزن کس چیز کا اور کیسے ہوگا؟ یہاں ایک سوال ہوتا ہے کہ انسان کے اعمال چاہے اس کا تعلق اقوال سے ہو یا افعال سے ہو وہ تو ختم ہو جانے والی چیز ہے تو پھر وزن کیسے ہوگا؟ اسی بنا پر بہت سے فرق باطلہ نے اعمال کے وزن کا انکار کر دیا ہے۔ لیکن جمہور اہل سنت والجماعت اعمال کے وزن کے قائل ہیں۔ تو اب سوال پیدا ہوگا کہ اعمال کا وزن کیسے ہوگا؟

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلہ میں تین قول بیان کیے ہیں۔

پہلا قول اور اس کی دلیل

اصحاب اعمال کا وزن ہوگا۔ ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ قیامت کے دن ایک بہت بڑا موٹا انسان آئے گا اور اللہ تعالیٰ کے یہاں مچھر کے پر کے برابر بھی اس کا وزن نہیں ہوگا۔ (بخاری: کتاب التفسیر / سورۃ الکھف / اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ / رقم الحدیث: ۴۲۷۹)

دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت نقل کی گئی ہے

کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پیلو کے درخت پر چڑھ کر مسواک توڑنے کے لیے فرمایا۔ان کی پنڈلیاں باریک اور پتلی تھیں۔ ہوا ان کو ادھر ادھر جھکانے لگی جس کو دیکھ کر بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہنس پڑے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہنسنے کا سبب پوچھا عرض کیا کہ یا نبی اللہ! ان کی پنڈلیوں کے پتلے ہونے کی وجہ سے ہم ہنس رہے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، یہ دونوں پنڈلیاں میزان میں یا عبداللہ کا پاؤں قیامت کے دن میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوگا۔(مسند احمد/مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ/رقم الحدیث:۹۲۰)

دوسرا قول اور اس کی دلیل

دوسرا قول یہ ہے کہ نامہ اعمال کا وزن ہوگا۔اس قول کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی شریف میں روایت ہے ایک آدمی کے سامنے ننانوے دفتر پھیلا دیے جائیں گے۔ ہر دفتر تا حد نظر پھیلا ہوگا۔اللہ تعالیٰ کے دریافت کرنے پر وہ کہے گا کہ اس کو نہ ان میں سے کسی بات کا انکار ہے اور نہ ان میں اعمال لکھنے والے فرشتوں نے کوئی ظلم کیا ہے، اور نہ ہی ان گناہوں کے ارتکاب میں اس کی کوئی عذر داری ہے۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہمارے پاس تیری ایک نیکی ہے اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، پھر ایک پرچہ نکالا جائے گا، اس پر کلمہ طیبہ لکھا ہوگا۔اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ جہاں وزن ہو رہا ہے، وہاں جا۔وہ کہے گا کہ اے پروردگار! اس پرچہ کی ان دفاتر کے سامنے حیثیت ہی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ آج تجھ پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ گناہوں سے لبریز ننانوے دفتر ایک پلڑے میں اور پرچہ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا۔ سارے دفاتر ہلکے اور پرچہ وزن دار ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز وزنی

نہیں ہوسکتی۔(ترمذی: ابواب الایمان عن رسول اللہ ﷺ/باب من یموت وھو یشھد ان لا الہ الا اللہ/رقم الحدیث: ۲۶۳۹)

تیسرا قول اور اس کی دلیل

تیسرا قول ہے کہ خود عمل کا وزن ہوگا۔اس قول کی دلیل یہ ہے کہ بخاری شریف کی آخری روایت میں دو ہلکے مگر وزنی کلمہ کا ذکر ہے۔(بخاری: کتاب التوحید/باب قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط/رقم الحدیث: ۷۵۶۳)

اگر سوال ہو کہ وزن کیسے ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ قادر مطلق ہے ممکن ہے کہ وہاں اعمال کو شکلیں دی جائیں اور پھر اس کا وزن ہو۔ جیسے ایک روایت میں سورۂ بقرہ اور آل عمران کے متعلق ہے کہ وہ سائبان کی شکل میں لائی جائیں گی۔(مسلم: کتاب المساجد ومواقع الصلوۃ/باب فضل قراءۃ القرآن وسورۃ البقرۃ/رقم الحدیث: ۸۰۵)

جب بندہ اس دور میں فضا کی حرارت و برودت کا وزن کر لیتا ہے تو رب العالمین غیر ذی جسم اعمال کا وزن کرے تو کیا اشکال ہے؟

دوسری بحث: وزن کن لوگوں کا ہوگا؟

اب قابل غور بات یہ ہے کہ وزن کن لوگوں کا ہوگا؟ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ محققین علما کے نزدیک قیامت کے دن تمام لوگ اعمال کے اعتبار سے تین قسم پر ہوں گے۔

(۱) وہ لوگ جن کے نامۂ اعمال میں نیکیاں ہی نیکیاں ہوں گی، ذرہ برابر برائی نہ ہوگی۔ جیسے انبیائے کرام علیہم السلام تو ان کو بلا حساب و کتاب جنت میں داخل کیا جائے گا۔اور امت محمدیہ

کے بھی بہت سے افراد ہوں گے جن کو بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے گا۔

جیسے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ستر ہزار بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے تو ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ میرے لیے دعا کیجیے کہ میں ان میں سے ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے لیے دعا فرمادی کہ تم ان میں سے ہو۔ یہ سن کر دوسرے صاحب نے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عکاشہ سبقت لے گئے۔ (بخاری : کتاب الرقاق / باب یدخل الجنة سبعون الفا بغیر حساب / رقم الحدیث : ۶۵۴۱)

(۲) وہ کفار جن کے نامۂ اعمال میں برائیاں ہی برائیاں ہوگی، ذرہ برابر نیکی نہیں ہوگی۔ اُن کو بلا حساب و کتاب جہنم رسید کیا جائے گا۔

(۳) وہ مسلمان اور کفار جن کے اعمال مخلوط ہوں گے یعنی ان کے پاس نیکیاں اور برائیاں دونوں ہوگی تو ان لوگوں کے اعمال کا وزن ہوگا اگر نیکی کا پلڑہ وزنی ہوا تو دخول جنت اور اگر برائی کا پلڑہ وزنی ہوا تو جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص: ۳۵۴)

تیسری بحث: کیا میزان پیدا شدہ ہے؟

بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ میزان پیدا ہو چکی ہے۔ تفسیر بغوی میں ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے درخواست کی کہ مجھے میزان عمل بتائی جائے۔ ان کی درخواست پر اللہ رب العزت نے ان کو جزائے عمل بتائی جس کا پلڑا مشرق و مغرب کا احاطہ کئے ہوئے تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام تو اس منظر کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو عرض کیا کہ پروردگار! اس کو کون پر کر سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا کہ جب

میں کسی بندے سے راضی ہوجاؤں گا تو ایک کھجور کے ذریعے ہی اس کو پر کردوں گا۔ (تفسیر بغوی مترجم: ۴/ ۱۰۴)

بہرحال! میزان عمل کے پیدا ہونے نہ ہونے کے متعلق قرآن اور احادیث میں صراحتاً کوئی بات نہیں ہے۔

چوتھی بحث: میزان حساب سے پہلے قائم کی جائے گی یا حساب کے بعد؟

میزان حساب سے پہلے قائم کی جائے گی یا حساب کے بعد؟ بالفاظ دیگر حساب پہلے ہوگا، یا وزن پہلے ہوگا؟ اس سلسلے میں دو رائیں ہیں۔

(۱) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ جمہور علما کی رائے یہ ہے، کہ پہلے حساب ہوگا، پھر وزن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ بندوں کو اپنے سامنے کھڑا کر کے ان کے اعمال پر تفصیلاً واقف کریں گے، پھر اعمال کی مقادیر کے اظہار کے لیے میزان قائم کی جائے گی کہ حسنات اتنی مقدار کی ہے اور سیئات اتنی مقدار کی ہے۔

(۲) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیتِ قرآنی ونضع الموازین القسط میں پہلے وضع موازین کا ذکر ہے اس کے بعد اختتام آیت پر آرہا ہے وکفی بنا حسبین اس میں اشارہ اس جانب ہے کہ پہلے وزن ہوگا، پھر حساب ہوگا۔ (صحیح بخاری شریف کا آخری درس رص: ۶۲، ۶۳)

پانچویں بحث: میزان کے پلڑوں کی وسعت

میزان کے پلڑوں کی وسعت کے متعلق چند روایات ملتی ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میزان کے دونوں پلڑے دنیا کے تمام

طبق کے مانند یعنی مشرق ومغرب اور شمال وجنوب کو محیط دنیا کی ساری فضا کے برابر ہوں گے۔

(۲) ایک روایت میں ہے کہ اگر ان میں سے ایک پلڑے میں آسمان وزمین اور ان میں جو مخلوقات ہیں ان سب کو رکھ دیا جائے تو وہ ان کو اپنے اندر سمالے۔

(۳) ایک روایت میں ہے کہ میزان اتنی بڑی ہے کہ اس میں آسمان وزمین کا وزن کرنا چاہیں تو ہوسکتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف کا آخری درس رص: ۷۰، ۷۱)

چھٹی بحث: میزان کا ذمے دار کون ہوگا؟

قیامت کے دن میزان کس کے ہاتھ میں ہوگی؟ میزان کا ذمے دار کون ہوگا؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) بعض کہتے ہیں کہ میزان اللہ تبارک وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہی وزن کریں گے اور تولیں گے۔ انھوں نے اس کے لیے اس روایت سے استدلال کیا ہے جو بخاری شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، دن ورات مسلسل خرچ کرنا اس کو کم نہیں کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو پیدا فرمایا اس وقت سے اب تک کس قدر خرچ کیا، لیکن پھر بھی اس نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں جو کچھ ہے، اسے کم نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا، یعنی تخلیق ارض وسما کے وقت اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا۔ یا اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے یعنی فی الحال بھی اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہے۔ اور اس کے ہاتھ میں یا اس کے دوسرے ہاتھ میں میزان ہے وہ اس کو کسی کے لئے پست اور کسی کے لیے بلند کریں گے۔ (بخاری: کتاب التفسیر / سورۃ ھود / باب قولہ و کان عرشہ علی الماء / رقم الحدیث: ۴۶۸۴)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں میزان عمل نہیں، بلکہ میزان رزق مراد ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ میزان عمل کے نگران ملک الموت ہوں گے۔ بیہقی کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ میزان کے ذمے دار حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں گے۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میزان کو پکڑے ہوں گے اور حضرت میکائیل علیہ السلام اس پر نظر رکھیں گے۔ (صحیح بخاری شریف کا آخری درس ص: ۶۴، ۶۵)

ساتویں بحث: میزان ایک ہوگی یا متعدد؟

سوال یہ ہے کہ قیامت کے دن وزن اعمال کے لیے ایک میزان ہوگی یا متعدد؟ اس کا جواب یہ ہے، کہ اس میں دونوں ہی قول ہیں۔

قول اول: میزان متعدد ہوں گی۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اظہر قرار دیا ہے۔

میزان کا تعدّد کس اعتبار سے ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں۔

(۱) افراد یعنی عاملین کے تعدّد کے اعتبار سے میزان متعدد ہوں گی۔ ہر صاحب عمل کی میزان الگ ہوگی۔ اس کو حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے۔

(۲) اعمال کے اعتبار سے میزان متعدد ہوں گی۔ ہر عمل کے لیے الگ الگ میزان ہوگی۔ نماز کے لیے ایک میزان، روزہ کے لیے ایک میزان، زکوۃ کے لیے ایک میزان۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے قلوب کے افعال کے لیے ایک میزان ہو اعضا کے افعال کے لیے ایک میزان ہو اور قول سے متعلق امور کے لیے مستقل ایک میزان ہو۔

قول ثانی: میزان ایک ہی ہوگی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہی راجح ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر علما اس بات پر ہیں کہ میزان ایک ہی ہے۔ شیخ ابوحیّان اندلسی

رحمۃ اللہ علیہ نے میزان ایک ہونے کے قول کو جمہور کا قول قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری شریف کا آخری درس رص:۶۸، ۶۹)

آٹھویں بحث: موازین جمع کیوں لائے؟

جب میزان ایک ہوگی تو پھر جمع کا صیغہ کیوں لایا گیا؟

(۱) میزان کے پلڑے، کانٹا اور ڈنڈی وغیرہ اجزا کے اعتبار سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

(۲) عاملین چونکہ کئی ہیں تو ان کی طرف نظر کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔

(۳) موزونات یعنی صلوۃ وصوم وغیرہ یا قلب وقالب اور زبان کے اعمال کی طرف نظر کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لایا گیا۔

(۴) شیخ صفی الدین ابن ابی المنصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام مکلفین کے صحائف کو ایک ہی وقت میں میزان میں رکھ کر وزن کیا جائے گا۔ اور ہر آدمی اپنے اپنے وزن کے نتیجہ کو معلوم کر لے گا۔ اس طرح میزان کلی کی طرف نظر کرتے ہوئے ایک ہے، اور اس کی تفاصیل کی طرف نظر کرتے ہوئے جمع ہے۔ گویا تفاصیل کا لحاظ کرتے ہوئے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

(۵) تفخیم شان اور عظمت شان کے لیے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے کہ یہ کوئی معمولی میزان وترازو نہیں ہوگی بلکہ بہت بڑی میزان ہوگی۔ (صحیح بخاری شریف کا آخری درس رص:۶۹، ۷۰)

نویں بحث: وزنی پلڑا کس طرف اٹھے گا؟

قیامت کے دن وزنی پلڑا نیچے کی طرف جھکے گا یا اوپر کی طرف اٹھے گا؟ قرآن وسنت میں کہیں اس کی صراحت نہیں ہے کہ قیامت کے دن نیکیوں والے پلڑے کا وزنی ہونا یا ہلکا ہونا کیسے ظاہر ہوگا؟ البتہ علما کے اس میں تین اقوال ہیں۔

(۱) بعض علما فرماتے ہیں کہ نیکیوں والے پلڑے کا وزنی ہونا ایک نور کے ظاہر ہونے سے ہوگا اور نیکیوں والے پلڑے کا ہلکا ہونا ظلمت کے ظاہر ہونے سے ہوگا۔ دوسرے علماء فرماتے ہیں، کہ ایسا نہیں ہوگا، بلکہ پلڑے کے نیچے جھکنے یا اوپر اٹھنے سے وزنی ہونا اور ہلکا ہونا ظاہر ہوگا۔

(۲) شیخ شہاب رملی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح دنیا میں وزنی پلڑا نیچے کی طرف جھکتا ہے اور ہلکا پلڑا اوپر کی طرف اٹھا رہتا ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن وزنی پلڑا نیچے کی طرف جھکے گا اور ہلکا پلڑا اوپر کی طرف اٹھا رہے گا۔

(۳) علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ آخرت میں دنیا کے برعکس وزنی پلڑا یعنی نیکیوں کی وجہ سے وزنی پلڑا اوپر کی طرف اٹھے گا۔ اور جو پلڑا نیکیاں نہ ہونے کی وجہ سے ہلکا ہوگا وہ نیچے کی طرف رہے گا۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے پاکیزہ کلمات اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں، اور عمل صالح ان کو اٹھاتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف کا آخری درس رص: ۶۵، ۶۶)

دسویں بحث: بعض وزنی اعمال کا ذکر

اب کچھ ایسے اعمال بتلائے جاتے ہیں جو کرنے میں آسان ہیں مگر میزان عمل میں بہت وزنی ہیں۔

(۱) اللہ کا ذکر: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے رحمن کو بہت پسند ہیں اور زبان پر بہت ہلکے (کہ ہر کوئی آسانی سے پڑھ لے اور یاد کر لے) وہ کلمے میزان میں بہت وزنی ہیں۔ وہ کلمے ہیں:

سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم (بخاری: کتاب التوحید/باب

قول اللہ تعالیٰ ونضع الموازین القسط / رقم الحدیث: ۷۵۶۳)

حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کی حکیمانہ بات

میرے والد مرحوم فرماتے تھے کہ ہمارے استاذ محترم حضرت حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ان دو کلموں کی مثال پاپڑ کی طرح ہے کہ جو کھانے میں تو خفیف و ہلکا ہے مگر پیٹ میں جا کر وزنی ہو جاتا ہے۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حسن انتخاب

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بخاری شریف کی ابتدا میں نیت والی روایت پیش کی اور اختتام پر وزن والی روایت پیش کی ہے۔ یہ دراصل حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حسن انتخاب ہے کہ اس میں یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اگر تم نیت کو درست کرلوں گے تو تمھارے اعمال میں خود بخود وزن پیدا ہو جائے گا۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ صفائی نصف ایمان ہے الحمد للہ پڑھنا میزان کو بھر دیتا ہے دوسری حدیث میں ہے کہ سبحان اللہ آدھے میزان کو بھرتا ہے اور الحمد للہ پورے میزان کو بھر دیتا ہے۔ (مسلم: کتاب الطھارۃ / باب فضل الوضو / رقم الحدیث: ۲۲۳)

(۲) اچھے اخلاق: حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کے میزان میں تولے جانے والے تمام اعمال میں سے سب سے زیادہ وزنی اخلاق حسنہ یعنی اس کے اچھے اخلاق ہوں گے اور اچھے اخلاق کا حامل شخص اپنے اس عمل کی بدولت دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو قیام کرنے والے کے درجے کو پہنچ جائے

گا۔اور بے شک اللہ تعالیٰ بے حیا بدزبان یعنی بداخلاق آدمی سے نفرت کرتا ہے۔(ترمذی : ابواب البر والصلۃ عن رسول اللہ ﷺ / باب ما جاء فی حسن الخلق / رقم الحدیث: ۲۰۰۲)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمھیں ایسی دو چیز نہ بتاؤں جو پشت پر ہلکی یعنی اس کا کرنا آسان ہے اور میزان میں بہت وزنی ہے۔انھوں نے عرض کیا کہ ضرور بتائیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دیر تک خاموش رہنا اور اچھے اخلاق۔پھر فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے مخلوق نے اس سے بہتر کوئی عمل نہیں کیا۔(مشکوۃ المصابیح / رقم الحدیث: ۴۱۵)

(۳) خاموشی: خاموش رہنا اور زبان کو بند رکھنا بھی مبارک عمل ہے جو میزان عمل کو وزنی کر دے گا۔دلیل میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے جو اوپر ذکر کی گئی۔

(۴) اخلاص: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مد غلے کے برابر نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔اس لیے کہ اُن کے یہاں اخلاص کامل کے ساتھ عمل پیوستہ ہے۔(بخاری : کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ / رقم الحدیث: ۳۶۷۳)

(۵) کسی مسلمان کے جنازے میں شرکت: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی ایمان کی حالت میں اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلے (یعنی نماز جنازے میں شریک ہو) اور تدفین تک ساتھ رہے تو اسے دو قیراط ثواب ملتا ہے۔اور جو صرف نماز جنازے میں شرکت کرے اور تدفین سے پہلے

لوٹ آئے تو اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے۔ ہر ایک قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے ایک قیراط کا وزن قیامت کے دن (جنازہ پڑھنے والے) کے میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوگا۔ (بخاری: کتاب الجنائز / باب من انتظر حتی تدفن / رقم الحدیث: ۱۳۲۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو جب کافی عرصے بعد یہ حدیث معلوم ہوئی تو بہت زیادہ افسوس کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ ہم نے بڑی کوتاہی کی اور بہت سارے قیراط ثواب کے ضایع کر دئے۔ (مسلم: کتاب الجنائز / باب فضل الصلوۃ علی الجنازۃ واتباعھا / رقم الحدیث: ۹۴۵)

(۶) اہل وعیال پر خرچ کرنا: طبرانی میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کی میزان عمل میں سب سے پہلے جو عمل رکھا جائے گا وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات پورا کرنے کا نیک عمل ہوگا۔ (معارف القرآن: ۳/ ۵۲۳)

(۷) تعلیم دین میں مصروف رہنا: ایک روایت میں ہے کہ میدان محشر میں ایک شخص کو لایا جائے گا۔ اس کا نامہ اعمال اس کے سامنے کیا جائے گا تو اپنے نیک اعمال کو بہت کم پا کر گھبرائے گا۔ اچانک ایک چیز بادل کی طرح اٹھ کر آئے گی اور اس کے نیک اعمال کے پلڑے میں گر جائے گی، جس کی وجہ سے نیکیوں کا پلڑا وزنی ہو جائے گا۔ یہ بندہ پوچھے گا کہ پروردگار! یہ کیا چیز ہے؟ اسے جواب دیا جائے گا کہ یہ تیرے اس عمل کا ثمرہ ہے جو تو دنیا میں لوگوں کو دین

کے احکام ومسائل بتلاتا تھا اور سکھاتا تھا۔ تیری تعلیم کا سلسلہ آگے چل پڑا تو جس شخص نے اس پر عمل کیا اس سب کا عمل بھی تیرے حصے میں لگا دیا گیا۔ (معارف القرآن: ۳/ ۵۲۳)

(۸) فتاویٰ کے کام میں مشغول ہونا: امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن علما کی روشنائی جس سے انھوں نے علم دین اور احکام دین لکھے ہیں اور شہیدوں کے خون کو تولہ جائے گا تو علما کی روشنائی کا وزن شہیدوں کے خون کے وزن سے بڑھ جائے گا۔ (معارف القرآن: ۳/ ۵۲۳)

ہمارے حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا عبدالاحد صاحب قادری لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ جو ایک اچھے شاعر بھی تھے اور کوثر تخلص رکھتے تھے ان کا شعر ہے ؎

جو روشنائی کام آتی ہے فتوے کے کام میں	خون شہید سے بھی ہے اونچے مقام میں

(۹) درود شریف کی کثرت: ایک روایت میں ہے کہ ایک مؤمن کے اعمال تولے جانے کے وقت نیکیوں کی کچھ کسر رہ جائے گی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیکیوں کے پلڑے میں ایک پرچی نکال کر رکھ دیں گے جس میں اس بندہ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اخلاص کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا ذکر ہوگا۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص: ۳۵۵)

(۱۰) بہتان سے پاک ہونا: کنز العمال کی روایت ہے کہ ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا۔ اس کے میزان کے ایک پلڑے میں نیکیاں اور دوسرے میں برائیاں رکھ دی جائے گی۔ برائیوں کا پلڑا وزنی ہوگا۔ پھر ایک پرچی نیکوں کے پلڑے میں رکھ دی جائے گی جس سے نیکیوں کا پلڑا وزنی ہو جائے گا؟ وہ کہے گا یہ کیا ہے؟ میں نے تو اپنی زندگی کے سارے

اعمال دیکھ لیے ہیں۔ جواب ملے گا یہ تجھ پر لگا ہوا بہتان ہے جب کہ تو اس سے بری تھا۔ (اللہ سے شرم کیجیے/ص:۳۵۸)

(۱۱) اللہ کی راہ میں گھوڑا پالنا یا وقف کرنا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے بحالت ایمان اور اللہ تعالیٰ کے ثواب کے وعدہ کو برحق جانتے ہوئے اللہ کے راستے میں یعنی جہاد کے لیے گھوڑا پالا (یا وقف کیا) تو اس گھوڑے کا کھانا، پینا، سیراب ہونا اس کا پیشاب اور لید بھی قیامت کے دن اس شخص کے میزان میں تول کر اسے ثواب دیا جائے گا۔ (بخاری: کتاب الجهاد و السیر/باب من احتبس فرسا/رقم الحدیث: ۲۸۵۳)

حساب کے بارے میں اللہ سے ڈریں!

ترمذی شریف میں ایک روایت ہے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آ کر بیٹھا، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! میرے دو غلام ہیں، جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، میرے مال میں خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں، میں انھیں گالیاں دیتا ہوں مارتا ہوں، میرا ان کا نپٹارا کیسے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انھوں نے تمھارے ساتھ خیانت کی ہے، اور تمھاری نافرمانی کی ہے، تم سے جو جھوٹ بولے ہیں ان سب کا شمار و حساب ہوگا تم نے انھیں جو سزائیں دی ہیں ان کا بھی شمار و حساب ہوگا، اب اگر تمھاری سزائیں ان کے گناہوں کے بقدر ہوئیں تو تم اور وہ برابر سرابر چھوٹ جاؤ گے، نہ تمھارا حق ان پر رہے گا اور نہ ان کا حق تم پر، اور اگر تمھاری سزا ان کے قصور سے کم ہوئی تو تمھارا فضل و احسان ہوگا، اور اگر تمھاری سزا ان کے

گناہوں سے زیادہ ہوئی تو تجھ سے ان کے ساتھ زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔ یہ سن کر وہ شخص روتا پیٹتا ہوا واپس ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم کتاب اللہ نہیں پڑھتے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ۝﴾ [الانبیاء: ۴۷]

اور ہم قیامت کے دن انصاف کا ترازو لگائیں گے پھر کسی نفس پر کسی طرح سے ظلم نہ ہوگا، اور اگر ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔

اس شخص نے کہا کہ قسم اللہ کی! میں اپنے اور ان کے لیے اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں پاتا کہ ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ سب آزاد ہیں۔ (ترمذی: ابواب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب من سورۃ الانبیاء / رقم الحدیث: ۳۱۶۵)

اللہ رب العزت اپنے فضل وکرم سے ہمارے نکمے اعمال میں وزن پیدا فرمائیں اور وزنی بنانے والے اسباب اختیار کرنے کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۷)

وسعتِ رحمتِ الٰہی

تعارف

۷؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۸؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: جمعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد!

﴿وَرَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ﴾ [الاعراف:۱۵۶]

تمہید

یہ سورۂ اعراف کی ۱۵۶ نمبر کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اس ٹکڑے میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنی وسیع رحمت کو بیان فرمایا ہے۔

بندگان خدا کو راہ راست پر لانے کے لیے جہاں رجال اللہ اور کتاب اللہ کے نورانی و پاکیزہ سلسلہ کو رکھا گیا تو وہیں پر نوع انسانی کو گمراہ کرنے کے لیے دو دشمن نفس و شیطان بھی رکھے گئے ہیں۔ نفس و شیطان اپنا کام برابر جاری رکھتے ہیں یہاں تک کہ کبھی کبھار ان کی محنت رنگ لاتی ہے اور بندہ غلطی کر بیٹھتا ہے۔ پھر بندے کو اپنی غلطی پر ندامت ہوتی ہے اور بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتا ہے۔ اس وقت بندے کی حالت دیکھ کر اپنے پروردگار کی طرف سے جو معاملہ پیش آتا ہے اس کو رحمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

رحمت کے معنیٰ

رحمت یعنی وہ عطیہ جو کسی ظاہری و باطنی کمی کو پورا کرے اور اس کی ایسی پرورش کرے جیسے رحم مادر میں جنین کی پرورش ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں رحمت کا لفظ

قرآن کریم میں رحمت کا لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) رزق: جیسے سورۂ بنی اسرائیل میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ﴾ [بنی اسرائیل:۱۰۰]

(۲) بارش: جیسے سورۂ شوریٰ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ﴾ [شوریٰ:۲۸]

(۳) ابتلا سے عافیت: جیسے سورۂ زمر میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ﴾ [الزمر:۳۸]

(۴) عذاب سے نجات: جیسے سورۂ نور میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ۝﴾ [النور:۱۰]

(۵) اہل وعیال کے درمیان محبت: جیسے سورۂ حدید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً﴾ [الحدید:۲۷]

(۶) جنت: جیسے سورۂ اعراف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ۝﴾ [الاعراف:۵۶]

رحمت الٰہی پر قرآنی آیات

قرآن کریم کی متعدد آیات حق تعالیٰ کی وسعت رحمت کے مضمون کو بیان کرتی ہیں۔ بطور نمونہ چند آیات پیش کی جاتی ہے۔

(۱) سورۂ فاتحہ میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ﴾ [الفاتحة: ۲]

وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

رحمٰن اور رحیم کی تفسیر

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں کہ رحمٰن میں رحمت کے معنیٰ زیادہ ہیں اس لیے کہ رحمٰن کے حروف زیادہ ہے، اور حروف کی زیادتی معنیٰ کی زیادتی پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) رحمٰن وہ ہے جس کی رحمت عام ہو اور رحیم ہے جس کی رحمت تام ہو۔ اللہ تعالیٰ دنیا کے اعتبار سے رحمٰن ہے کہ دنیا میں اس کی رحمت عام ہے مومنین پر بھی اور مشرکین پر بھی۔ اور آخرت کے اعتبار رحیم ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آخرت میں مؤمنین پر تام ہوگی اور مکمل ہوگی۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمٰن اُس ذات کو کہتے جو مانگنے پر عطا کرے اور رحیم اُس ذات کو کہتے جو نہ مانگنے پر خفا ہو جائے۔ (مراۃ الانوار: ۱/۲۷)

ایک علمی اشکال

رحمت کا لفظ رقت قلب اور میلان نفس کے معنیٰ میں ہے اور اللہ تعالیٰ کا نہ قلب ہے نہ نفس تو پھر رقت قلب اور میلان نفس کے معنیٰ کیسے ہوں گے؟

قاضی بیضاوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے جواب میں ایک اصول بتلاتے ہیں کہ جن اسما کا اطلاق باری تعالیٰ پر ابتدائی معنیٰ کے اعتبار سے کرنا درست نہ ہو تو اُس کا اطلاق باری تعالیٰ پر نتیجے کے اعتبار سے ہوگا، ابتدائی معنیٰ کے اعتبار سے نہیں ہوگا۔ یہاں بھی رحمت کا لفظ اللہ

تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے تو نتیجے کے اعتبار سے معنیٰ لیے جائیں گے فضل و احسان کے۔(درس بیضاوی رص:۱۴۱، ۱۴۲)

(۲) سورۂ اعراف میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ﴾ [الاعراف:۱۵۶]

اور میری رحمت کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔

سورۂ زمر میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ﴾ [الزمر:۵۳]

کہ تم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

(۴) سورۂ غافر میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾ [الغافر:۷]

عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! تو اپنی رحمت اور اپنے علم کے ساتھ ہر چیز پر چھایا ہوا ہے۔

رحمت الٰہی پر احادیث

قرآن کریم کی آیات کی طرح ذخیرۂ احادیث میں بھی حق تعالیٰ کی وسیع رحمت کو بیان کیا گیا ہے۔بطور نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہے۔

(۱) صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حق تعالیٰ نے لکھا:

ان رحمتی سبقت غضبی (بخاری: کتاب التوحید/باب ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین/رقم الحدیث: ۷۴۵۳)

اورایک روایت میں ہے:

ان رحمتی غلبت غضبی (بخاری: کتاب بدء الخلق / باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ وھو الذی یبداء الخلق ثم یعیدہ، رقم الحدیث: ۳۱۹۴)

کہ میری رحمت میرے غصّے پر سابق رہے گی، غالب رہے گی۔ یہ لکھ کر اللہ نے اپنے عرش کے پاس رکھا ہے۔ کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی رحمت اس کے غصّے پر غالب اور سابق رہنے والی ہے۔

(۲) مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رحمت کے سو حصے فرمائے ہیں ان میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ نے تمام جناتوں انسان اور چوپائے اور حشرات الارض میں تقسیم کیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے پر شفقت کرتے ہیں اور ترس کھاتے ہیں، اور اسی کی وجہ سے وقت سی درندے اور پرندے بھی اپنے بچوں پر جھکتے ہیں۔ رحمت کے ننانوے حصے اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھے ہیں اور قیامت کے دن اس اس ایک حصے کو بھی شامل فرمالیں گے تو رحمت کے پورے سو حصے اللہ تعالیٰ کے پاس ہوں گے۔ (مسلم: کتاب التوبۃ / باب سعۃ رحمۃ اللہ / رقم الحدیث: ۲۷۵۲)

(۳) مسلم شریف میں روایت ہے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ قیدی لائے گئے۔ ان قیدیوں میں ایک عورت بھی تھی جس کی چھاتی سے دودھ ٹپک رہا تھا۔ وہ عورت دوڑتی تھی اور جب کسی بچہ کو قیدیوں میں پاتی تو اس کو دودھ پلانے کی کوشش کرتی تھی۔ یہ منظر دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے رشاد فرمایا کہ کیا تمھارا کیا خیال

ہے کہ عورت اپنے بچہ کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ ہم نے کہا ہرگز نہیں، بشرطیکہ اس کو قدرت ہو کہ نہ ڈالے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحیم ہے جتنی یہ عورت اپنے بچے پر ہے۔ (مسلم: کتاب التوبۃ / باب سعۃ رحمۃ اللہ / رقم الحدیث: ۲۷۵۴)

(۴) ابن ماجہ شریف میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ ہم ایک غزوے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ایک قوم پر گزر ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا ہم مسلمان ہیں۔ وہاں ایک عورت اپنی ہانڈی کے نیچے آگ جلا رہی تھی اور اس کا بچہ قریب میں تھا پس جب آگ کا شعلہ اونچا ہوتا اور بھڑکتا تو وہ عورت بچہ کو ایک طرف کر لیتی تھی۔ پھر وہ عورت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا کے آپ اللہ کے رسول ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ ہاں۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان نہیں جتنی ماں اپنے بچے پر ہوتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا بیشک۔ عورت نے کہا کہ ماں تو اپنے بچے کو کبھی آگ میں نہیں ڈالتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کی گفتگو سن کر سر جھکا لیا اور رونے لگے اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دے گا سوائے اس کی ضد اور سرکشی کے جو اللہ کے مقابلہ میں کرے اور لا الہ الا اللہ کا انکار کر دے۔ (ابن ماجۃ / کتاب الزھد / باب ما یرجیٰ من رحمۃ اللہ یوم القیامۃ / رقم الحدیث: ۴۲۹۷)

(۵) ابوداؤد شریف کی روایت ہے کہ ایک صحابیٔ رسول سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے جا رہے تھے۔ ایک درخت کے نیچے سے گزر رہے تھے کہ انھوں نے

آواز سنی اس درخت کے اوپر پرندے کے بچے بول رہے ہیں۔اوپر دیکھا تو واقعۃً ایک گھونسلا ہے، کسی پرندے نے انڈے دئے تھے بچے نکل آئے تھے، وہ بول رہے تھے۔تو اب انھوں نے وہ بچے اس گھونسلے سے نکالے اور اپنے ہاتھ پر بٹھا لیے۔اتنے میں بچوں کی ماں آ گئی اس نے دیکھا میرے بچے گرفتار۔بچوں کو چھڑا نھیں سکتی، لیکن اتنا تو کرسکتی ہے کہ وہ خود گرفتار ہو جائے۔بچوں کے پاس آ کر ہاتھ پر بیٹھ گئی۔یہ صحابی چادر اوڑھے ہوئے ہیں سب پر چادر ڈھانپ دی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصّہ نقل کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو یہاں رکھو۔انھوں نے چادر ہٹائی، بچوں کو رکھ دیا۔بچے ابھی چھوٹے ہیں پَر نکلے نھیں تھے کہ اڑ سکیں، لیکن بچوں کی ماں چڑیا ایک جنگلی وحشی پرندہ اگر انسانوں کی ذرا سی آہٹ کو محسوس کرے تو اڑ جائے لیکن بچوں کی اس قدر محبت کہ وہ وہیں بیٹھی رہی صحابہ کے مجمع میں۔انسانوں کے مجمع میں وہ بیٹھی ہے ذرہ بھی خوف نھیں ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کہ تم کو تعجب ہوتا ہے کہ اس چڑیا کو دیکھ کر، اس ماں کو اپنے بچوں سے کتنی محبت ہے کہ ہم انسانوں سے ذرا بھی نھیں گھبراتی، اور اپنی جان سے بے فکر یہاں بیٹھی ہے۔تو صحابہ نے عرض کیا واقعۃً ہم کو تعجب ہو رہا ہے۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ اس چڑیا کو اپنے بچوں سے جس قدر محبت ہے اللہ کو اپنے بندوں سے اس سے زیادہ محبت ہے۔کہ حق تعالیٰ اپنے بندے کو اس سے زیادہ چاہتے ہیں۔(ابوداود: کتاب الجنائز/باب الامراض المکفرۃ للذنوب/رقم الحدیث: ۳۰۸۹)

(۶) بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے کسی کو بھی اس کا عمل جنت میں نھیں لے جائے گا اور نہ جہنم سے بچا سکے گا اور نہ

مجھ کو بھی سوائے اللہ کی رحمت کے۔(بخاری: کتاب الرقاق/باب القصد والمداومة علیه العمل/ رقم الحدیث: ۶۴۶۳)

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کے رحم کرنے والوں پر رحمٰن بھی رحم کرتا ہے۔تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔یہ حدیث مسلسل بالاولیت کہلاتی ہے۔(ترمذی: ابواب البر والصلة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/باب ماجاء فی رحمة المسلمین/رقم الحدیث: ۱۹۲۴)

رحمت الٰہی کے اسباب

اب وہ اسباب اور اعمال بیان کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے بندہ اپنے رب کی رحمت کا مستحق بن جاتا ہے۔

(۱) تقویٰ اختیار کرنا۔

(۲) زکوۃ دینا۔

(۳) اللہ کی آیات پر ایمان لانا۔

ان تینوں پر دلیل سورۂ اعراف کی آیت ہے:

﴿ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ [الاعراف:۱۵۶]

اور میری رحمت کائنات کی ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔عنقریب میں اپنی رحمت لکھوں گا اُن لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے ہیں، اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان لاتے ہیں۔

(۴) صبر کرنا۔

سورۂ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ﴾ [البقرة:۱۵۷]

یہی وہ لوگ ہیں (یعنی صبر کرنے والے) جن پر اپنے رب کی طرف سے رحمت عامہ اور رحمت خاصہ ہے۔

(۵) قرآن کریم کی اتباع کرنا۔

سورۂ انعام میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَهَٰذَا كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ مُبَٰرَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○﴾ [الانعام:۱۵۵]

اور یہ کتاب جو ہم نے نازل فرمائی ہے بڑی بابرکت ہے، سو تم اس کی پیروی کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۶) آپس میں اصلاح قائم کرنا۔

سورۂ حجرات میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○﴾ [الحجرات:۱۰]

بلاشبہ تمام مؤمنین آپس میں بھائی بھائی ہیں، سو تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرواور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

(۷) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرنا۔

سورۂ آل عمران میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۝﴾ [آل عمران: ۱۳۲]

اور تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

رحمت الٰہی سے محرومی کے اسباب

(۱) بوڑھا ہو کر زنا کرنا۔

(۲) جھوٹا بادشاہ۔

(۳) فقیر ہو کر تکبر کرنا۔

ان تینوں پر دلیل مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین بد بخت ایسے ہوں گے جن سے حق تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ گناہوں سے پاک وصاف کریں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ وہ تین یہی ہیں۔ بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور تنگدست متکبر۔ (مسلم: کتاب الایمان / باب تحریم اسبال الازار / رقم الحدیث: ۱۰۷)

(۴) اپنی ازار کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانا۔

(۵) احسان جتلانا۔

(۶) اپنے سامان کو جھوٹی قسم کھا کر بیچنا۔

ان تینوں پر دلیل مسلم شریف میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین بد بخت ایسے ہوں گے جن سے حق تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام فرمائیں گے اور نہ ان کی طرف نظر رحمت فرمائیں گے اور نہ گناہوں سے پاک وصاف

کریں گے بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ وہ تین یہی ہیں۔ اپنی ازار کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے والا، احسان جتلانے والا، اپنے سامان کو جھوٹی قسم کھا کر فروخت کرنے والا۔ (مسلم: کتاب الایمان / باب تحریم اسبال الازار / رقم الحدیث: ۱۰۶)

(۷) قتل کرنا۔

قرآن کریم میں سورۂ نساء میں قتل ناحق پر یہی سزا بیان کی گئی ہے۔

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝﴾ [النساء: ۹۳]

(۸) رشتہ ناطہ توڑنا۔

دلیل یہ ہے کہ مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ (حدیث قدسی ہے) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں ہی اللہ ہوں، میں ہی رحمٰن ہوں، رحم کو رشتے داری کو میں نے پیدا کیا اور میں نے اسے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے۔ (یہ جو صلہ رحمی کہا جاتا ہے رحم، ر، ح، م، رحمٰن میں بھی یہ حرف ہیں، ر، ح، م، ن) تو میں نے پیدا کیا اور اپنے نام کے ساتھ میں نے اسے ملایا۔ لہٰذا جو رشتے داری کو ملائے گا میں اسے اپنے ساتھ ملاؤں گا اور جو رشتہ داری کو توڑ دے گا میں بھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔ (ابوداود: کتاب الزکوۃ / باب فی صلۃ الرحم / رقم الحدیث: ۱۶۹۴)

حق تعالیٰ کی وسیع رحمت کے نمونے

حق تعالیٰ کی وسیع رحمت کے انگنت نمونے ہیں۔ اس کی رحمت فقط بہانہ چاہتی ہے۔

ذیل میں اسی کے کچھ واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

آخری جنتی کا حال

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو آدمی سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا وہ گرتا پڑتا اور گھسٹتا ہوا دوزخ سے اس حال میں نکلے گا کہ دوزخ کی آگ اسے جلا رہی ہوگی پھر جب دوزخ سے نکل جائے گا تو پھر دوزخ کی طرف پلٹ کر دیکھے گا اور دوزخ سے مخاطب ہو کر کہے گا کہ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے مجھے تجھ سے نجات دی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی وہ نعمت عطا نہیں فرمائی۔

پھر اُس کے لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ آدمی کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب کر دیجیے تا کہ میں اس کے سایہ کو حاصل کر سکوں اور اس کے پھلوں سے پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے ابن آدم اگر میں تجھے یہ دے دوں تو پھر اس کے علاوہ اور کچھ تو نہیں مانگے گا۔ وہ عرض کرے گا کہ نہیں اے میرے پروردگار! اللہ تعالیٰ اس سے اس کے علاوہ اور نہ مانگنے کا معاہدہ فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول فرمائیں گے، کیونکہ وہ جنت کی ایسی ایسی نعمتیں دیکھ چکا ہوگا کہ جس پر اسے صبر نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے اس درخت کے قریب کر دیں گے وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے پانی سے پیاس بجھائے گا۔

پھر اس کے لیے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا۔ وہ آدمی عرض کرے گا اے میرے پروردگار! مجھے اس درخت کے قریب فرما

دیجئے تا کہ میں اس کا سایہ حاصل کرسکوں اور اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اللہ فرمائیں گے اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے اور کوئی سوال نہیں کرے گا؟ اور اب اگر تجھے اس درخت کے قریب پہنچا دیا تو پھر تو اور سوال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات کا وعدہ لیں گے کہ وہ اور کوئی سوال نہیں کرے گا، تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ معذور ہوگا، کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا کہ جس پر وہ صبر نہ کر سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو درخت کے قریب کر دیں گے وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیئے گا۔ پھر اسے جنت کے دروزاے پر ایک درخت دکھایا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ خوبصورت ہوگا۔ وہ آدمی کہے گا اے میرے رب! مجھے اس درخت کے قریب فرما دیجیے، تا کہ میں اس کے سایہ میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیؤں اور اس کے علاوہ کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس آدمی سے فرمائیں گے اے ابن آدم! کیا تو نے مجھ سے یہ وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد اور کوئی سوال نہیں کرے گا؟ وہ عرض کرے گا ہاں اے میرے پروردگار! اب میں اس کے بعد اس کے علاوہ اور کوئی سوال نہیں کروں گا، اللہ اسے معذور سمجھیں گے، کیونکہ وہ جنت کی ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا کہ جس پر وہ صبر نہیں کر سکے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ اُسے اس درخت کے قریب کر دیں گے جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا تو جنت والوں کی آوازیں سنے گا، تو وہ پھر عرض کرے گا اے میرے رب! مجھے اس میں داخل کر دے، تو اللہ فرمائیں گے اے ابن آدم! تیرے سوال کو کون سی چیز روک سکتی ہے؟ کیا تو اس پر راضی ہے کہ تجھے دنیا اور دنیا کے برابر دے دیا جائے؟ وہ کہے گا اے رب! اے

رب العالمین تو مجھ سے مذاق کرتا ہے۔

یہ حدیث بیان کر کے راوی ہنس پڑے اور لوگوں سے فرمایا کہ تم مجھ سے کیوں نہیں پوچھتے کہ میں کیوں ہنسا؟ لوگوں نے کہا کہ آپ کس وجہ سے ہنسے؟ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح ہنسے تھے اور فرمایا اللہ رب العالمین کے ہنسنے کی وجہ سے میں ہنسا۔ جب وہ آدمی کہے گا کہ آپ رب العالمین ہونے کے باوجود مجھ سے مذاق فرما رہے ہیں تو اللہ فرمائیں گے کہ میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا مگر جو چاہوں کرنے پر قادر ہوں۔

یہ آخری جنتی کا حال ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا یہ عالم ہے تو مقربین کا حال کیا ہوگا؟ (مسلم: کتاب الایمان / باب ادنیٰ اھل الجنۃ منزلھا فیھا / رقم الحدیث: ۱۸۸)

ایک نوجوان کی توبہ کا قصہ

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا ایک نوجوان اپنے باپ کی چھوڑی ہوئی بہت بڑی دولت میں نازاں ہو کر شراب و کباب کی مستی میں مبتلا اپنے وقت کا بہت بڑا زانی اور چور تھا۔ اس کی عیاشی، مستی، ظلم و بربریت، شہوت پرستی، چوری اور ڈاکہ کے قصّے زبان زدِ عام تھے۔ مگر اس کی ماں ایک بہت ہی نیک اللہ والی خاتون تھیں، وہ ہر وقت اپنے اس بیٹے کو سمجھاتی تھیں کہ بیٹا! ان گناہوں کی لت میں مت پڑو، بیٹا! زنا چھوڑ دو، بیٹا! شراب نہ پیو، بیٹا! توبہ کر لو، نیکی کی طرف آجاؤ اور میرے ساتھ چلو، ہم حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر تمھاری توبہ کروالیں۔

وہ نیک بوڑھی اماں بہت منتیں سماجتیں کرتی رہیں، مگر وہ بیٹا باز نہ آیا۔ زمانہ گزرتا رہا، آخر کار بیٹا ایک انوکھے مرض میں مبتلا ہو گیا اور موت و حیات کی کشمکش میں آ گیا، جب اُسے

اپنی موت سامنے نظر آنے لگی اور جانے کا وقت یقینی طور پر قریب آ گیا، اب اُسے احساس ہوا اور ندامت ہوئی، اب چار پائی پر لیٹا ہوا ہے، چل پھر نہیں سکتا، زندگی کی آخری ساعتوں میں پکارتا ہے کہ اے ماں! تو ساری زندگی حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیتی تھی، میں اب چل نہیں سکتا، خدارا! آپ چلی جائیں اور حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو ادب کے ساتھ عرض کر دیں کہ میں اب چل نہیں سکتا، میں آخری وقت میں ہوں، تھوڑا سا وقت نکال کر ہمارے گھر تشریف لے آئیں اور میری توبہ کروا دیں، مجھے تو توبہ کا طریقہ بھی نہیں آتا۔

یہ بوڑھی ماں کانپتے جسم کے ساتھ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں پہنچی اور یہ درخواست پیش کی۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نہایت شفیق، محبت اور درد دل رکھنے والے بزرگ تھے، مگر اس وقت انھوں نے اپنا درس پڑھانے کے عذر کی وجہ سے اس نوجوان کے پاس آنے سے انکار کر دیا۔ ماں روتی دھوتی واپس آ گئی اور کہا: اے بیٹے! تو بہت بدنصیب اور بدبخت ہے، حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسا بزرگ اور ولی بھی اب تیرے پاس آنے کو تیار نہیں۔

نوجوان یہ سن کر بے انتہا رو پڑا اور پھر اپنی بوڑھی ماں کو مخاطب ہو کر کہا کہ قبل اس کے کہ میری روح قبض ہو جائے، میری دو وصیتیں سن لو اور قسم دیتا ہوں کہ اس وصیت پر عمل کروں گی۔ پہلی وصیت یہ ہے کہ جب میری روح پرواز کر جائے تو اپنے دوپٹہ سے میری گردن پر پھندا لگا دینا اور پھر اس پھندے سے میری لاش کو محلہ کی گلی کوچوں میں گھسیٹنا، تاکہ میرے ساتھ چوری، زنا اور ڈاکہ میں شریک دوستوں کو میرے انجام کا پتہ چل جائے اور میری ذلت کا یہ منظر ان کے سامنے آ جائے، شاید میری لاش کے ساتھ ایسے عبرت ناک سلوک کو دیکھ کر کسی کو توبہ کی توفیق ہو جائے۔ دوسری وصیت یہ ہے کہ میرے انتقال کے بعد میری قبر مسلمانوں کے

قبرستان میں نہ بنانا، میں اللہ کی نظر میں بہت بدترین آدمی ہوں اور اللہ کا غضب مجھ پر شدید ہو گا۔ میں چاہتا ہوں اس غضب کی وجہ سے میرے اوپر اترنے والا عذاب میرے اوپر ہی رہے، کہیں ایسا نہ ہو میری وجہ سے میرے پڑوسی قبر والوں کو بھی تکلیف پہونچے۔

ان دو وصیتوں کے بعد اس نوجوان نے دھاڑیں مارتے ہوئے نظریں آسمان کی طرف کیں اور ہاتھ اُٹھائے معافیاں مانگتا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل کر اُس کی گال پر ٹپک رہے تھے، ابھی ہاتھ اُٹھائے ہی ہوئے تھے کہ اس کی روح پرواز کر گئی۔ یوں یہ نوجوان اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کی موت کے بعد اس کی ماں دوبارہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں گئی اور عرض کیا کہ حضرت! جس بیٹے کے لیے میں آپ کے پاس آئی تھی، اب وہ جا چکا ہے، اس کا انتقال ہو گیا ہے، اب تو آپ آجایئے، میرے بیٹے کا جنازہ پڑھا دیجئے، شاید آپ کے جنازے پڑھانے کی وجہ سے اللہ کو رحم آجائے اور میرے اس بدنصیب بیٹے کی بخشش ہو جائے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ اُس وقت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت پر جلالی کیفیت طاری تھی۔ یہ بوڑھی ماں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی منتیں کر رہی تھی، مگر پھر بھی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آنے کو تیار نہیں۔ چنانچہ بوڑھی امّاں دوبارہ واپس آ گئی اور بیٹے کی لاش پر کفن ڈالے رو رہی تھی کہ اچانک دروازہ پر دستک ہوئی، دروازہ کھلتا ہے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ گھر میں داخل ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کہاں ہے تمھارا بیٹا؟ کہاں ہے وہ ولی؟ کہاں ہے وہ بزرگ؟ اور پھر فرمایا کہ جب تم ابھی ملنے آئی تھیں، میں نے آنے سے انکار کیا، اسی وقت میں کچھ دیر کے لیے لیٹا اور خواب دیکھا کہ اللہ کی طرف سے پکار آ رہی ہے کہ اے حسن! تم

میرے کیسے دوست ہو؟تم نے میرے ولی کا جنازہ پڑھانے سے انکار کیا ہے؟ وہ تو میرا دوست ہے، سن اے حسن! اس کو میں نے بخش دیا، اس کی مغفرت ہو چکی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے، خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا، اپنے ہاتھ سے کفن دیا اور اپنے ہاتھوں سے تدفین کی۔ (اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات: ۱/ ۲۵۷)

ایک بیوہ عورت کا قصہ

حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک عورت بیوہ ہو گئی۔ اس پر مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ شوہر نے جو ترکہ چھوڑا تھا وہ صرف تین درہم تھے۔ ان تین درہم کا اون خرید کر لائی اور کچھ چیزیں بنا کر فروخت کی تو پانچ درہم وصول ہوئے۔ ان پانچ درہم میں سے دو درہم کا گھر کے لیے سامان خریدا اور تین دن ہم کا پھر سے اون لے آئی۔ اس طرح سے کچھ دن گزر بسر کیا۔ ایک دن بازار سے کھانا پینا اور اون لے کر گھر آئی اور اون رکھ کر بچوں کو کھانا پینا دینے لگی کہ اچانک ایک پرندہ کہیں سے اڑتا ہوا آیا اور اون اٹھا کر لے گیا۔ گویا عورت کے لیے تو ساری کائنات کا لوٹ جانا تھا۔ مستقبل کی ہولناکیوں سے خوفزدہ اور غم و غصے سے پاگل سی ہو کر رہ گئی۔

دوسرے دن حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ ہمارا رب رحم دل ہے یا ظالم ہے؟ پھر اپنی درد بھری داستان سنائی۔ حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ اس کو کچھ جواب دینا چاہتے ہیں کہ اچانک دروازہ پر کسی نے دستک دی جا کر دیکھا تو دس اجنبی لوگوں کو موجود پایا۔ ان سے آنے کا سبب پوچھا تو انھوں نے کہا حضرت! ہم سمندر میں سفر کر رہے تھے اچانک ہماری کشتی میں ایک چھید ہو گیا اور پانی تیزی سے بھرنے لگا اور موت ہمیں اپنی

آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگی۔ مصیبت کی اس گھڑی میں ہم میں سے ہر شخص نے عہد کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہماری جان بچادی تو ہم میں سے ہر آدمی ایک ایک ہزار درہم صدقہ دے گا۔

ابھی ہم دعا کر رہے ہیں کہ اچانک ایک پرندہ نے آکر ہماری کشتی میں اون کا ایک گولا لا کر پھینک دیا جس سے ہم نے فوراً اس چھید کو بند کیا اور کشتی کو پانی سے خالی کیا۔ اس کے بعد ہم نزدیک ترین ساحل پر پہونچے چونکہ ہم یہاں اجنبی تھے اس لیے لوگوں سے کسی معتبر آدمی کا نام پوچھا۔ انھوں نے ہمیں سیدھا آپ کے پاس بھیج دیا۔ یہ لیجیے دس ہزار دراہم ہماری طرف سے مستحقین کو دے دیجیے۔ حضرت داود طائی رحمۃ اللہ علیہ نے دس ہزار درہم لیے اور سیدھے اس عورت کے پاس آئے اس کو داستان سنائی اور یہ درہم حوالے کرتے ہوئے کہا اب بتا تیرا رب رحم دل ہے یا ظالم؟ (تذکرۃ الاولیا، ص: ۱۴۹)

رحمت الٰہی کب جوش میں آتی ہے؟

کتابوں میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ بزرگ پر بہت سارا قرض ہو گیا۔ ان کے قرض کی ادائیگی کا کوئی انتظام نہیں ہو رہا تھا اور ان کا آخری وقت آپہونچا۔ قرض خواہوں کو جب پتہ چلا تو ان کے گھر جا پہونچے اور قرض کی ادائیگی کا مطالبہ کیا۔ بزرگ نے جواب دیا کہ میرے پاس قرض کی ادائیگی کے لیے فی الحال کوئی انتظام نہیں ہے۔ تم یہیں بیٹھ جاؤ اللہ تعالیٰ کوئی انتظام کر دے۔ چنانچہ سب بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر میں ایک حلوہ بیچنے والے بچے کی آواز سنائی دی تو بزرگ نے اپنے خادم سے کہا اس حلوہ بیچنے والے بچے کو بلاؤ۔ جب بچہ آیا تو بزرگ نے اس بچہ سے کہا کہ سب کو حلوہ کھلاؤ۔ جب بچے نے سب کو حلوہ دے دیا تو اپنے پیسے کا مطالبہ کیا۔ بزرگ نے کہا تو بھی بیٹھ

جائے سارے بھی بیٹھے ہی ہیں۔ چنانچہ بچہ وہیں بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد بزرگ نے اپنے چہرے پر چادر اوڑھ لی۔ سب نے یہ گمان کیا کہ شاید بزرگ انتقال ہو گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بچہ رونے لگا۔ حالانکہ بزرگ کا انتقال نہیں ہوا تھا۔

کچھ دیر بعد دروازے پر کسی نے دستک دی، تو کوئی صاحب آئے اور بزرگ کو تھیلی پیش کی۔ بزرگ نے اپنے خادم سے کہا کہ تھیلی میں سے رقم نکال کر سارے قرض خواہوں کو اپنا قرض ادا کرو۔ خادم نے ان قرض خواہوں سے پوچھا تمھارا کتنا قرضہ ہے؟ اتنی رقم نکال کر تھیلی میں سے پیش کر دی۔ اخیر میں حلوہ بیچنے والے والے بچہ کو پوچھا تیری کتنی رقم ہے؟ اس نے جواب دیا اور تھیلی میں سے رقم نکال کر پیش کی اور تھیلی خالی ہو گئی۔

خادم نے کہا حضرت دو بات ہے۔ ایک بات سمجھ میں آئی اور ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جو بات سمجھ میں آئی وہ یہ کہ تھیلی میں اتنی ہی رقم تھی جتنا کا قرضہ تھا۔ یہ تو آپ کی کرامت ہوئی، مگر جو بات سمجھ میں نہیں آئی وہ یہ کہ آپ نے اس حلوہ بیچنے والے معصوم بچہ کو کیوں رلایا؟ بزرگ نے جواب دیا جتنے یہاں بیٹھے تھے سب پتھر دل تھے، کوئی نہیں رو رہا تھا۔ اگر کوئی روتا تو اس کا رونا اللہ کو پسند آتا اور میرے قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو جاتا۔ اس لیے میں نے یہ ترکیب بنائی کہ حلوہ بیچنے والے بچے کو بلایا اس سے حلوہ خریدا اور اس کے رقم کو باقی رکھا وہ رونے لگا تو اللہ کو اس کا رونا پسند آیا اور میرے قرض کی ادائیگی کا انتظام ہو گیا۔ اس پر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ؎

تا نہ گرید کودک حلوہ فروش	بحر بخشائش نمی آید بجوش
تا نہ گرید طفل کے جوشد لبن	تا نہ گرید ابر کے خند چمن

جب تک حلوہ بیچنے والا بچہ نہیں رویا اللہ کی رحمت کا سمندر بھی جوش میں نہیں آیا۔ جب تک بچہ نہیں روتا ماں کی چھاتی میں دودھ جوش نہیں مارتا اور جب تک آسمان نہیں روتا دھرتی بھی لہلہاتی نہیں ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ:۳/ ۲۰۴)

بہرحال! حق تعالیٰ کی رحمت بے انتہا وسیع ہے، ہمیں اس سے مایوس ہوئے بغیر اس کی رحمت سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی س کی رحمت کا کچھ حصہ نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۸)

زکوۃ

اسلام کا اہم رکن

تعارف

۸/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۹/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: سنیچر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ۭ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝﴾ [التوبه: ۳۴، ۳۵]

تمہید

یہ سورۂ توبہ کی ۳۴ اور ۳۵ نمبر کی دو آیتیں ہیں۔ ان آیتوں میں زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر جو وعید مرتب ہوئی ہے اسے بیان فرمایا گیا ہے۔

اسلام کے پانچ ارکان اور ان کے مابین ربط

حدیث شریف میں دین اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں کو قرار دیا گیا ہے۔ ان میں اہم ترین رکن زکوۃ بھی ہے۔

ان پانچوں کے درمیان ترتیب بڑی نرالی ہے۔ عبادت کا تعلق یا تو قول سے ہوگا یعنی زبان سے یا فعل سے ہوگا یعنی انسان کے عمل سے ہوگا۔ اگر قول سے ہے تو وہ کلمۂ شہادت ہے۔ فعل یعنی انسان کے عمل سے ہے تو وہ تین طرح کے ہیں۔ اگر انسان کے بدن سے ہے تو وہ نماز اور روزہ ہے۔ اگر انسان کے مال سے تعلق ہے تو وہ زکوۃ ہے۔ اگر انسان کے بدن اور مال دونوں سے تعلق ہے تو وہ حج ہے۔

ایک نکتہ

ان پانچوں میں نماز اور روزہ دونوں بدنی عبادت ہے، مگر قرآن کریم میں کہیں بھی نماز اور روزہ کو ساتھ میں بیان نہیں کیا گیا، بلکہ نماز کے ساتھ زکوۃ کو بیان کیا گیا ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۳۲ مقامات ایسے ہیں جہاں نماز اور زکوۃ دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نماز اور زکوۃ دونوں اللہ تعالیٰ کی صفت جلال کی نشانی ہیں اور روزہ و حج اللہ تعالیٰ کی صفت جمال کی نشانی ہیں۔ (کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟ ص: ۱۰۵)

زکوۃ کے لغوی و شرعی معنیٰ

علما نے زکوۃ کے لغوی اعتبار سے تین مطلب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) زیادتی: جیسے کہا جاتا ہے:

زکا الزرع

کھیتی بڑھ گئی یعنی زیادہ ہوگئی۔ اس صورت میں زکوۃ کو زکوۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں بڑھا ہوا مال دیا جاتا ہے۔

(۲) پاکی: جیسے قرآن کریم میں ہے:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝﴾ [الشمس: ۹]

اس صورت میں زکوۃ کو زکوۃ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس کے ذریعے بقیہ مال پاک ہو جاتا ہے۔

(۳) بعض علما نے زکوۃ کے معنیٰ تعریف کرنے کے بھی بتلائے ہیں۔

شریعت کی اصطلاح میں زکوۃ کہتے ہیں اپنے مال کا مخصوص حصہ یعنی چالیسواں حصہ

مخصوص لوگوں کو یعنی مستحقین کو دے کر مالک بنانا۔(الدرالمضود:۳/ ۲)

زکوۃ کب فرض ہوئی؟

اس سلسلے میں حضرات محدثین نے تین قول بیان فرمائے ہیں۔

(۱) سن ۹ میں۔ یہ قول علامہ ابن الاثیر جزری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، مگر یہ بات درست نہیں۔

(۲) مشہور محدث علامہ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زکوۃ کی مشروعیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ کہ ہجرت سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔

ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں جو تقریر کی تھی اس میں یہ فرمایا تھا کہ وہ نبی ہمیں نماز اور زکوۃ کا حکم دیتے ہیں۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ سورۂ مزمل کی آخری آیت میں ہے:

﴿ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ﴾

المزمل:۲۰]

سورۂ مزمل ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔

(۳) اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ زکوۃ کا حکم ہجرت مدینہ کے بعد سن ۲ میں نازل ہوا ہے۔

دوسرے قول میں اور تیسرے قول میں تطبیق بھی دی جا سکتی ہے اس طور پر کہ زکوۃ کی فرضیت تو مدینہ منورہ کی ہجرت سے پہلے ہو گئی ہو اور تفصیلی احکام ہجرت کے بعد سن ۲ میں آئے ہو۔(الدرالمضود:۳/ ۴)

سن ۲ تاریخ اسلام میں احکام کے اعتبار سے بڑا اہم سال ہے۔ اسی سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روزہ اور زکوۃ دونوں میں سے

کس کا حکم پہلے آیا؟

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان یہ ہے کہ زکوۃ کا حکم پہلے آیا ہے، لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کو پسند نہیں فرمایا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ روزہ کا حکم پہلے آیا شعبان المعظم کے اواخر میں اور شوال المکرم میں زکوۃ کے تفصیلی احکام آئے ہیں۔ (الدر المضود: ۳/۴)

زکوۃ کی حکمتیں اور فوائد

(۱) زکوہ کے ذریعے بندے کی اسلام کی تکمیل ہوتی ہے، اسی لیے اس کو اسلام کی بنیاد اور اساس قرار دیا گیا ہے۔

(۲) زکوۃ انسان کا کامل مؤمن بناتی ہے۔

(۳) زکوۃ دینا انسان کے صدق وایمان کی دلیل ہے، اس لیے کہ مال انسان کا محبوب ہے، جب کوئی بندہ حق تعالیٰ کی محبت میں مال دیتا ہے تو یہ اس کے ایمان کے صدق کی دلیل ہے۔

(۴) زکوۃ انسان کے اخلاق سنوارتی ہے، انسان کو بخیلوں کے زمرے سے نکال کر سخیوں کے زمرے میں داخل کرتی ہے۔

(۵) حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے کہ خرچ وسخاوت انشراح صدر اور اطمینان قلب کا سبب ہے۔

(۶) زکوۃ انسان کو جنت میں لے جانے کا ذریعہ ہے۔

(۷) زکوۃ انسان کو قیامت کے دن کی گرمی اور شدت سے بچاتی ہے۔ مسند احمد کی روایت ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ہر بندہ اپنے صدقہ کے سایے میں

ہوگا۔(مسند احمد: مسند الشامیین/حدیث عقبة بن عامر الجهنی رضی اللہ عنہ/رقم الحدیث: ۱۷۳۳۳)

(۸) زکوۃ انسان کو عرش الٰہی کا سایہ دلائے گی۔

(۹) زکوۃ دینے سے مال بڑھتا ہے۔سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما نقصت صدقة من مال

صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا۔(مسلم:/کتاب البر والصلة والآداب/باب استحباب العفو والتواضع/رقم الحدیث: ۲۵۸۸)

(۱۰) زکوۃ انسان کو بری موت سے بچاتی ہے۔

(۱۱) زکوۃ خیر و برکات کے نازل ہونے کا سبب ہے۔مستدرک حاکم کی روایت ہے کہ جو لوگ اپنے اموال کی زکوٰۃ نہیں دیتے ہیں وہ بارش سے محروم کر دیے جاتے ہیں۔(المستدرک: ۴/ ۵۴۰)

(۱۲) زکوۃ حق تعالیٰ کے غصے اور ناراضگی کو دور کرنے والی ہے۔

(۱۳) زکوۃ آسمان سے اترنے والی بلاؤں سے ٹکراتی ہے اور انھیں زمین پر پہونچنے نہیں دیتی۔

(۱۴) زکوۃ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے۔ترمذی شریف کی روایت ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔(ترمذی: ابواب الزکوة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/باب ماجاء فی فضل الصدقة/رقم الحدیث: ۶۶۴)

(۱۵)زکوۃ کے ذریعے انسان کے مال کی صفائی ہوتی ہے۔

(۱۶)زکوۃ کے ذریعے امتحان لیا جاتا ہے بندہ کا اپنے رب کی جانب سے،حق تعالیٰ آزماتے ہیں کہ کون ہمارے حکم کو پورا کرتا ہے اور کون نہیں؟

(۱۷)زکوۃ کا بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب فقرا کو مال پہونچتا رہے گا تو ہمارا بقیہ مال محفوظ رہے گا۔ جب زکوۃ کی ادئیگی میں کوتاہیاں ہونے لگیں گی تو خیانت، چوری، بغاوت، رشوت، فساد کی طرف لوگوں کے قدم اٹھنے لگیں گے۔

زکوۃ کی اہمیت

قرآن اور حدیث میں زکوۃ کی بڑی اہمیت بتلائی گئی ہے، جیسا کہ ابھی گزرا علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے قرآن کریم میں ۳۲ مقامات پر نماز اور زکوۃ دونوں کا ایک ساتھ ذکر ہے۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بڑی اہمیت بتلائی ہیں۔ بہ طور نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱)بخاری شریف کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کی بیاد پانچ چیزوں پر ہیں۔کلمۂ شہادت، نماز زکوۃ، حج بیت اللہ اور صیام رمضان۔(بخاری : کتاب الایمان/باب دعاؤکم ایمانکم/رقم الحدیث:۸)

(۲)حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعے محفوظ بناؤ، اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو، اور بلا اور مصیبت کی موجوں کا دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے استقبال کرو۔(شعب الایمان للبیھقی ۳/۲۸۲)

(۳)حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا (بہت بڑا مضبوط) پُل ہے۔(المعجم

الکبیر للطبرانی / رقم الحدیث: ۱۷۹۵)

پل کہنے میں ایک لطیف حکمت ہے۔ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پانچ چیزوں کو تلاش کیا تو پانچ چیزوں میں پایا۔ روزی کی برکت کو چاشت کی نماز میں، قبر کی روشنی کو تہجد کی نماز میں، منکر نکیر کے سوال وجواب کو تلاوت کلام میں، پل صراط سے گزرنے کو روزہ اور زکوۃ میں، عرش کے سایہ کو خلوت میں۔ (فضائل صدقات رص: ۲۶۰)

(۴) ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمھارے اسلام کی تکمیل زکوۃ کی ادائیگی میں ہے۔ (ابن القانع فی معجم الصحابۃ: ۲/ ۲۸۵)

(۵) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے اموال کی زکوۃ ادا کی تو مال کا شر اس سے جاتا رہا۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: ۴۳۳۴)

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا، اور جو شخص زکوۃ ادا نہ کرے اس کی نماز قبول نہیں۔ (مجمع الزوائد: رقم الحدیث: ۴۳۲۹)

زکوۃ ادا نہ کرنے پر وعیدیں

جس طرح قرآن وحدیث میں زکوۃ کی ادائیگی کی اہمیت بیان کی گئی ہیں اسی طرح نہ دینے پر وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا

جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ۝﴾ [التوبہ: ۳۴، ۳۵]

کہ جولوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کر کے رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، پس ان کو دردناک عذاب کی بشارت سنا دیجیے۔ جس دن اسے تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں اور داغ دیا جائے گا اس کے ذریعے ان کی پیشانیوں کو، ان کے پہلوؤں کو اور ان کی پشتوں کو اور کہا جائے گا یہ تمھارا خزانہ ہے، پس چکھو اسے جو تم جمع کرتے تھے۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پریشانی ہوئی۔ وجہ یہ تھی کہ ضرورتیں بسا اوقات انسان کو مال جمع کرنے پر مجبور کرتی تھیں، اور اس آیت میں مال جمع کرنے کی برائی بیان کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تسلی دی اور دو دلیلیں پیش فرمائی، جن سے مال کا جمع کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔

ایک دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ تعالیٰ نے زکوۃ اسی لیے فرض فرمائی ہے تاکہ بقیہ مال پاک ہو جائے۔ اور دوسری دلیل یہ ارشاد فرمائی کہ حق تعالیٰ نے میراث اسی لیے جاری فرمائی کہ مال رکھنا جائز ہے، اگر مال رکھنا جائز نہ ہوتا تو میراث کا حکم کیوں نازل ہوتا؟ (ابوداود: کتاب الزکوۃ / باب فی حقوق المال / رقم الحدیث: ۱۶۶۴)

بہرحال! آیت کریمہ میں زکوۃ ادا نہ کرنے پر وعید بیان ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص سونے کا مالک ہو یا چاندی کا، اور اس کا حق (یعنی زکوۃ) ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس سونے

چاندی کے پتّرے بنائے جائیں گے اوران کوجہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پتّرے ہیں، پھران سے اس شخص کا پہلواور پیشانی اور کمر داغ دی جائے گی، اور بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دیے جاتے رہیں گے قیامت کے پورے دن میں جس کی مقدار دنیا کے حساب سے پچاس ہزار برس ہوگی، اس کے بعد اس کو جہاں جانا ہوگا جنت میں یا جہنم میں چلا جائے گا۔(مسلم: کتاب الزکوۃ/باب اثم مانع الزکوۃ/رقم الحدیث:۹۸۷)

تین عضو کو بیان کرنے میں حکمت

اس آیت میں اور روایت میں زکوۃ ادا نہ کرنے پر انسان کے تین عضو (پیشانی، پہلو اور پشت) کو داغ دیے جانے کا ذکر ہے۔سوال یہ ہے کہ تین عضو کی خصوصیت کیا ہے؟

حضرات مفسرین نے لکھا ہے کہ جب کوئی سائل کسی کے پاس اپنی حاجت کو لے کر آتا ہے تو مالدار کی پیشانی پر سب سے پہلے بل اور ناراضگی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں، اس لیے پیشانی کو ذکر کیا۔ پھر بندہ پہلو پھیر لیتا ہے، اس لیے اس کو ذکر کیا۔ پھر پشت پھیر کر چل دیتا ہے، اس لیے پشت کا ذکر فرمایا۔(معارف القرآن: ۴/۳۶۸)

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوۃ ادا نہ کرتا ہو تو وہ مال قیامت کے دن ایک ایسا سانپ بنا دیا جائے گا جو گنجا ہو اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں، پھر وہ سانپ اس کی گردن میں طوق کی طرح ڈال دیا جائے گا، جو اس کے دونوں جبڑوں کو پکڑ لے گا اور کہے گا: میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں۔(بخاری: کتاب الزکوۃ/باب اثم مانع الزکوۃ/رقم الحدیث: ۱۴۰۳)

اس حدیث میں اس سانپ کی تین صفتیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک صفت تو یہ بیان کی کہ وہ شجاع ہو، جس سے بعض علما نے نر سانپ مراد لیا ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ شجاع وہ سانپ کہلاتا ہے جو دم کے اوپر سیدھا کھڑا ہو کر مقابلہ کرے۔

دوسری صفت اس سانپ کی یہ فرمائی کہ وہ گنجا ہوگا۔ اور گنجا اس واسطے کہا کہ سانپ جب بہت زیادہ زہریلا ہوتا ہے تو اس کے زہر کی شدت سے اس کے سر پر سے بال اُڑ جایا کرتے ہیں۔

تیسری صفت اس سانپ کی یہ بیان فرمائی کہ اس پر دو نقطے سیاہ ہوں گے۔ اس پر دو نقطے سیاہ ہونا بھی سانپ کے زیادہ زہریلے ہونے کی علامت ہے، ایسے سانپ کی عمر بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض علما نے دو نقطوں کی بجائے سانپ کے منہ پر زہر کی کثرت سے دونوں جانب زہر کا جھاگ ترجمہ کیا ہے۔ اور بعض نے دو دانت جو اس کے منہ سے باہر دونوں جانب نکلے ہوں۔ اور بعض حضرات نے دو زہر کی تھیلیاں جو دونوں جانب لٹکی ہوئی ہوں، ترجمہ کیا ہے۔ (فضائل صدقات رص:۲۷۶)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ جو قوم بھی زکوٰۃ کو روک لیتی ہے حق تعالیٰ شانہ اس کو قحط میں مبتلا فرماتے ہیں۔ (ابن ماجۃ / کتاب الفتن / باب العقوبات / رقم الحدیث: ۴۰۱۹)

(۴) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں حطیم کے سایہ میں تشریف فرما تھے، کسی نے آ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! فلاں گھرانے کا سامان سمندر کے کنارہ پر پڑا ہوا تھا وہ ہلاک ہوگیا (سمندر کی موج سے بظاہر ضائع ہوا)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مال بر و بحر میں (یعنی خشکی میں ہو یا سمندر میں، مطلب یہ ہے

کہ ساری دنیا میں) اس کے بغیر ضائع نہیں ہوتا کہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی ہو۔ اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کے ذریعے حفاظت کیا کرو، اور اپنے بیماروں کا صدقہ کے ذریعے سے علاج کیا کرو، اور ناگہانی مصیبتوں کو دعا کے ذریعے سے ہٹایا کرو کہ دعا اس مصیبت کو زائل کر دیتی ہے جو آن پڑی ہو اور اس کو روک دیتی ہے جو ابھی تک نہ آئی ہو۔ (فضائل صدقات، ص: ۲۹۰)

(۵) ترمذی شریف کی ایک طویل روایت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر بلا اور مصیبت نازل ہونے کی پندرہ علامتیں بیان فرمائی ہیں کہ جب یہ علامتیں ہونے لگیں تو تم انتظار کرو زلزلوں کی کثرت کا، سرخ آندھیوں کے چلنے کا، زمین میں دھنسائے جانے کا، شکلوں اور صورتوں کے بگڑنے کا، بلائیں تم پر ایسی آئیں گی جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹتا ہے اور دانے ایک ایک کر کے نکلنے لگتے ہیں۔ (ترمذی: ابواب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب علامة حلول المسخ والخسف / رقم الحدیث:)

تو ان پندرہ علامتوں میں سے ایک علامت یہ ہے کہ جب زکوٰۃ کو تاوان اور ٹیکس سمجھا جائے۔

ثعلبہ کا عبرتناک واقعہ

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست کی آپ یہ دعا کریں کہ میں مالدار ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم کو میرا طریقہ پسند نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں چاہتا تو مدینہ کے پہاڑ سونا بن کر میرے ساتھ پھرا کرتے، مگر مجھے ایسی مالداری پسند نہیں۔ یہ شخص چلا گیا مگر پھر دوبارہ آیا اور یہی

درخواست اس معاہدے کے ساتھ کی کہ اگر مجھے مال مل گیا تو میں ہر حق والے کو اس کا حق پہونچاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کر دی جس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ اس کی بکریوں میں بے پناہ زیادتی شروع ہوئی یہاں تک کہ مدینہ کی جگہ اس پر تنگ ہوئی۔ وہ باہر چلا گیا اور ظہر وعصر کی دو نماز مدینہ میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھتا تھا باقی نمازیں جنگل میں جہاں اس کا یہ مال تھا وہی ادا کرتا۔

پھر انہی بکریوں میں اور زیادتی اتنی ہوگئی کہ یہ جگہ بھی تنگ ہوگئی اور شہر مدینہ سے دور جا کر کوئی جگہ لی۔ وہاں سے صرف جمعہ کی نماز کے لیے مدینہ میں آتا اور پنجگانہ نمازیں وہی پڑھنے لگا۔ پھر اس مال کی فراوانی اور بڑھی تو یہ جگہ بھی چھوڑنا پڑی اور مدینہ سے بہت دور چلا گیا اور جہاں جمعہ اور جماعت سب سے محروم ہوگیا۔

کچھ عرصے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے بتلایا کہ اس کا مال اتنا زیادہ ہوگیا کہ شہر کے قریب میں اس کی گنجائش نہیں ہے، اس لیے کسی دور جگہ اس نے قیام کیا ہے اور یہاں نظر نہیں پڑتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر تین مرتبہ فرمایا:

یا ویح ثعلبة

یعنی ثعلبہ پر افسوس ہے ثعلبہ پر افسوس ہے ثعلبہ پر افسوس ہے۔

اتفاق سے اسی زمانے میں آیت صدقات نازل ہوگئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمانوں کے صدقات وصول کرنے کا حکم دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مویشی کے صدقات کا مکمل قانون لکھ کر دو شخصوں کو عامل صدقہ کی حیثیت سے مسلمانوں کے مویشی کی صدقات

وصول کرنے کے لئے بھیج دیا۔اوران کوحکم دیا کہ ثعلبہ بن حاطب کے پاس بھی پہونچیں اور بنی سلیم کے ایک اورشخص کے پاس جانے کا حکم دیا۔

یہ دونوں جب ثعلبہ کے پاس پہونچیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان دکھایا تو ثعلبہ کہنے لگا یہ تو جزیہ ہوگیا جو غیر مسلموں سے لیا جاتا ہے۔اور پھر کہا اچھا! ابھی تو آپ جائیں جب واپس ہوتب یہاں آجائیں۔یہ دونوں چلے گئے۔

اور دوسرے شخص سلیمی نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان سنا تو اپنے مویشی اونٹ اور بکریوں میں سے جوسب سے بہترین جانور تھے نصاب صدقہ کے مطابق وہ جانور لے کر خود ان دونوں قاصدان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہونچ گئے۔انھوں نے کہا ہمیں تو یہ حکم ہے کہ جانوروں میں اعلی چھانٹ کر نہ لیں بلکہ متوسط وصول کریں اس لیے ہم یہ نھیں لے سکتے۔سلیمی نے اصرار کیا کہ میں اپنی خوشی سے یہی پیش کرنا چاہتا ہوں یہی جانور قبول کر لیجیے۔

پھر یہ دونوں حضرات دوسرے مسلمانوں سے صدقات وصول کرتے ہوئے واپس آئے تو پھر ثعلبہ کے پاس پہونچے۔اس نے کہا لاؤ وہ قانون صدقات دکھلاؤ مجھے۔پھر اس کو دیکھ کر یہی کہنے لگا یہ تو ایک قسم کا جزیہ ہوگیا جو مسلمانوں سے نھیں لینا چاہئے۔اچھا اب تو آپ جائیں میں غور کروں گا پھر کوئی فیصلہ کروں گا۔

جب یہ دونوں حضرات واپس مدینہ طیبہ پہونچے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے حالات پوچھنے سے پہلے ہی پھر وہ کلمہ دہرایا جو پہلے فرمایا تھا:

یا ویح ثعلبة

یعنی ثعلبہ پر افسوس ہے ثعلبہ پر افسوس ہے ثعلبہ پر افسوس ہے۔ پھر سلیمی کے معاملے سے خوش ہو کر اس کے لیے دعا فرمائی۔ اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۷۶، ۷۷ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ○﴾ [التوبہ:۷۵، ۷۶]

منافقین میں کچھ ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں عطا کیا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے اور صالحین میں سے ہو جائیں گے۔ پھر جب اللہ نے اپنے فضل سے انھیں عطا کیا تو وہ بخل کرنے لگے اور اپنے وعدے سے اعراض کرنے لگے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی تفصیلی روایت جو ابھی ذکر کی گئی اس کے آخر میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثعلبہ کے لیے یا ویح ثعلبة تین مرتبہ فرمایا تو اس مجلس میں ثعلبہ کے کچھ عزیز و اقارب بھی موجود تھے۔ یہ سن کر ایک آدمی فوراً سفر کر کے ثعلبہ کے پاس پہونچا اور اس کو ملامت کی اور بتلایا کہ تمھارے بارے میں قرآن کی آیت نازل ہو گئی ہے۔ یہ سن کر ثعلبہ گھبرایا اور مدینہ حاضر ہو کر درخواست کی کہ میرا صدقہ قبول کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے حق تعالیٰ نے تمھارا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سن کر ثعلبہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو تمھارا اپنا عمل ہے، میں نے تمھیں حکم دیا تم نے

اطاعت نہ کی اب تمھارا صدقہ قبول نہیں ہوسکتا۔ثعلبہ ناکام واپس ہوگیا۔اس کے کچھ دن بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے ثعلبہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوااور کہا میرا صدقہ قبول کر لیجیے۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہیں کیا تو میں کیسے کرسکتا ہوں۔

پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوااور وہی درخواست کی اور وہی جواب ملا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ان سے درخواست کی انھوں نے بھی انکار کر دیا۔اور خلافت عثمان رضی اللہ عنہ میں مرگیا۔(نعوذ باللہ من سیآت الاعمال)

یہاں ایک اشکال یہ ہوسکتا ہے کہ جب ثعلبہ تائب ہوکر حاضر ہوگیا تو اس کی توبہ کیوں قبول نہ کی گئی؟ وجہ ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بذریعۂ وحی معلوم ہوگیا کہ اب یہ اخلاص کے ساتھ توبہ نہیں کررہا ہے،اس کے دل میں نفاق ہے،محض وقتی مصلحت سے مسلمانوں کو دھوکہ دے کر راضی کرنا چاہتا ہے،اس لیے قبول نہیں۔جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافق قرار دے دیا تو بعد کے خلفا کو اس کا صدقہ قبول کرنے کا حق نہیں رہا۔کیونکہ زکوۃ کے لیے مسلمان ہونا شرط ہے،البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد چونکہ کسی شخص کے دل کا نفاق قطعی طور پر کسی کو معلوم نہیں ہوسکتا،اس لیے آئندہ کا حکم یہی ہے کہ جو شخص توبہ کرلے اور اسلام و ایمان کا اعتراف کرلے اس کے ساتھ مسلمان کا سا معاملہ کیا جائے خواہ اس کے دل میں کچھ بھی ہو۔(معارف القرآن:۴/۴۲۶،تا۴۲۹)

زکوۃ نہ دینے کا انجام

محمد بن یوسف فریابی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ حضرت ابوسنان رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے گیا۔ جب ان لوگوں کو وہاں بیٹھے کچھ دیر ہوگئی تو جناب ابوسنان رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارا ایک ہمسایہ فوت ہوگیا ہے چلو تعزیت کے لیے اس کے بھائی کے پاس چلیں۔ محمد بن یوسف فریابی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوگئے اور اس کے بھائی کے پاس پہنچے تو دیکھا وہ بہت آہ و بکا کر رہا تھا۔ ہم نے اسے کافی تسلیاں دی، صبر کی تلقین کی، مگر اس کی گریہ وزاری برابر جاری رہی۔ ہم نے کہا کہ تمھیں معلوم نہیں کہ ہر شخص کو آخر مرنا ہے۔ وہ کہنے لگا صحیح ہے، مگر میں اپنے بھائی کے عذاب پر رو رہا ہوں۔ ہم نے پوچھا کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں غیب سے تمھارے بھائی کے عذاب کی خبر دی ہے؟ کہنے لگا نہیں، بلکہ ہوا یوں کہ جب سب لوگ میرے بھائی کو دفن کر کے چلے گئے تو میں وہیں بیٹھا رہا۔ میں نے اس کی قبر سے آواز سُنی وہ کہہ رہا تھا آہ! وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے اور میں عذاب میں مبتلا ہوں۔ میری نمازیں اور روزے کہاں گئے؟ مجھ سے برداشت نہ ہوسکا۔ میں نے اس کی قبر کھودنا شروع کردی تاکہ دیکھوں میرا بھائی کس حال میں ہے۔ جونہی قبر کھلی، میں نے دیکھا اس کی قبر میں آگ دہک رہی ہے اور اس کی گردن میں آگ کا طوق پڑا ہوا ہے۔ مگر میں محبت میں دیوانہ وار آگے بڑھا اور اس طوق کو اُتارنا چاہا جس کو ہاتھ لگاتے ہی میرا ہاتھ انگلیوں سمیت جل گیا ہے۔ ہم نے دیکھا واقعی اس کا ہاتھ بالکل سیاہ ہو چکا تھا۔ اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا میں نے اس کی قبر پر مٹی ڈالی اور واپس لوٹ آیا۔ اگر اب میں نہ روؤں تو کون روئے گا؟ ہم نے پوچھا تیرے بھائی کا کوئی عمل ایسا بھی تھا جس کے باعث اسے یہ سزا ملی۔ اس نے کہا وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا۔ ہم بے ساختہ پکار اُٹھے یہ فرمانِ الٰہی کی تصدیق ہے کہ

جولوگ ہمارے فضل سے عطا کردہ مال میں بخل کرتے ہیں وہ اسے اپنے لیے بہتر نہ سمجھیں بلکہ یہ ان کے لیے مصیبت ہے۔عن قریب قیامت کے دن انھیں طوق پہنایا جائے گا۔تیرے بھائی کو قیامت سے پہلے ہی عذاب دے دیا گیا۔(جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال رص: ۳۴۰)

زکوۃ کی برکت کا ایک عجیب واقعہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''آپ بیتی'' میں اپنے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بعض لوگوں کے حوالے سے یہ واقعہ لکھا ہے، جو نہایت ہی حیرت انگیز اور قابل عبرت ہے۔وہ یہ کہ ضلع ''سہارنپور'' میں ''بہٹ'' سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، اس کے قرب وجوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں، جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے پاس مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی، کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے، کبھی کبھی معائنے کے طور پر آکر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں۔

ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جا کر واقعہ سنایا کہ حضور! سب کی کوٹھیاں جل گئیں اور آپ کی بھی جل گئی۔وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات بھی نہیں کیا۔ملازم نے دوبارہ زور سے کہا کہ حضور! سب جل گیا ہے۔اس نے دوسری دفعہ بھی لاپرواہی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکر لکھتا رہا۔ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا، تو انگریز نے کہا کہ میں مسلمانوں کے طریقے پر

زکوۃ ادا کرتا ہوں، اس لیے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی، وہ انگریز کے اس لاپرواہی سے جواب کو سن کر واپس آ گیا، آ کر دیکھا تو واقع میں سب کوٹھیاں جل چکی تھیں، مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔ (آپ بیتی: ۲/۷۹، ۸۰)

ہماری غلط فہمی

آج ہمارے معاشرے کا حال انتہائی گر چکا ہے۔ ایک کوتاہی زکوۃ کے سلسلے میں ہماری یہ ہے کہ ہم اپنے اموال کی زکوۃ ادا نہیں کرتے اور جرأت تو یہ ہے کہ مستحق نہ ہونے کے باوجود زکوۃ کا مطالبہ کرتے ہیں، واٹس ایپ پر میسج لکھ کر روانہ کرتے ہیں کہ ہم مستحق ہیں، ہماری مدد کیجیے، یہ بالکل غلط ہے۔ دینے والے کو چاہیے کہ خوب سوچ سمجھ کر اپنی زکوۃ ادا کرے۔

دوسری کوتاہی یہ ہے کہ ہم انتظار کرتے ہیں زکوۃ کا مستحق ہمارے پاس آئے، منت و سماجت کرے، اپنی حاجت پیش کرے، تب جا کر ہم اسے معمولی رقم دیتے ہیں وہ بھی احسان جتا کر۔ یاد رکھیں! یہ طریقہ بھی غلط ہے۔ حق تعالیٰ نے زکوۃ لینے والے پر یہ ضروری قرار نہیں دیا کہ وہ جا کر زکوۃ کا مطالبہ کرے، بلکہ زکوۃ دینے والے پر ضروری ہے کہ اپنے اموال کی زکوۃ اس کے مستحق تک پہونچانے کی فکر کرے۔

خلاصہ یہ ہے کہ زکوۃ دین اسلام کا اہم ترین رکن ہے، اس پر تکمیل ایمان کا دارومدار ہے۔ اسلام کے اقتصادی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ زکوۃ کا عمل اخوت اسلامی کی بہترین تعبیر ہے۔ ایک غنی مسلمان زکوۃ کے ذریعے اپنے غریب و مفلس اسلامی بھائی

کو سماج میں سر اٹھا کر جینے کا حوصلہ دیات ہے۔لہٰذا ہم تمام کو خوش دلی کے ساتھ یہ فریضہ ادا کرنا چاہیے۔

حق تعالیٰ ہمیں اس فریضے کی کامل ادائیگی کا اہتمام نصیب فرمائیں اور اس میں ہونے والی کوتاہیوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۹)

رزق خداوندی اور نظام الٰہی

تعارف

۹/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۰/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: اتوار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ فِی الۡاَرۡضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزۡقُهَا وَیَعۡلَمُ مُسۡتَقَرَّهَا وَمُسۡتَوۡدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ○ [هود:٦]

تمہید

یہ سورۂ ہود کی ٦ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر جتنے بھی جاندار ہیں سب کا رزق اسی کے ذمے ہیں۔

رزق کی تعریف

رزق لغت میں اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے جاندار اپنی غذا حاصل کرے اور جس کے ذریعے اس کی روح کی بقا اور جسم میں نما یعنی فربہی اور بڑھوتری ہوتی ہے۔(معارف القرآن: ۴/۵۹۰)

رزق کے لیے یہ ضروری نہیں کہ جس کا رزق ہے وہ اس کا مالک بھی ہو، کیونکہ تمام جانوروں کو رزق دیا جاتا ہے، مگر وہ اس کے مالک نہیں ہوتے، اُن میں مالکیت کی صلاحیت ہی نہیں، اسی طرح چھوٹے بچے اپنے رزق کے مالک نہیں ہوتے مگر رزق ان کو ملتا ہے۔ (معارف القرآن: ۴/۵۹۰)

رزق کے اس عام معنی کے اعتبار سے علما نے فرمایا کہ رزق حلال بھی ہوسکتا ہے حرام بھی، کیونکہ جو شخص کسی دوسرے کا مال ناجائز طور پر لے کر کھالے تو یہ مال غذا تو اس شخص کی بن

گیا مگر حرام طور پر بنا، اگر یہ اپنی حرص میں اندھا ہو کر ناجائز طریقے استعمال نہ کرتا تو جو رزق اس کے لیے مقرر تھا وہ جائز طور پر اس کو ملتا۔ (معارف القرآن: ۵۹۰/۴)

رزق کی خدائی ذمے داری پر ایک سوال اور جواب

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لے لیا ہے تو پھر ایسے واقعات کیوں پیش آتے ہیں کہ بہت سے جانور اور انسان غذا نہ ملنے کے سبب بھوکے پیاسے مر جاتے ہیں؟

اس کے جواب علما نے متعدد لکھے ہیں۔ ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رزق کی ذمے داری اسی وقت تک ہے جب تک اس کی اجل مقدر یعنی عمر پوری نہیں ہو جاتی، جب یہ عمر پوری ہو گئی تو اس کو بہر حال مرنا ہے اور اس جہان سے گزرنا ہے جس کا عام سبب امراض ہوتے ہیں کبھی جلنا یا غرق ہونا یا چوٹ اور زخم بھی سبب ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا رزق بند کر دیا گیا، اس سے موت واقع ہوئی۔ (معارف القرآن: ۵۹۱/۴)

رزق کب لکھا جاتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے انسان اپنی پیدائش سے پہلے مختلف دور سے گزرتا ہے، جب اس کے اعضا کی تکمیل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم کرتے ہیں جو اس کے متعلق چار چیزیں لکھ لیتا ہے۔

(۱) پہلی چیز اس کا عمل جو کچھ وہ کرے گا۔

(۲) دوسری چیز اس کی عمر کے سال، مہینہ، دن اور منٹ اور سانس تک لکھ لیے جاتے ہیں۔

(۳) تیسری چیز اس کو کہاں مرنا اور کہاں دفن ہونا ہے۔

(۴) چوتھے اس کا رزق کتنا اور کس کس طریقے سے پہونچنا ہے۔(بخاری: کتاب بدء الخلق / باب ذکر الملائکة / رقم الحدیث: ۳۲۰۸)

رزق کے خدائی نظام پر چند واقعات

حق تعالیٰ کے بندوں کو رزق پہونچانے کا نظام بڑا عجیب ونرالا ہے۔ ہم اس کو چند واقعات کی روشنی میں سمجھتے ہیں۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین سے لوٹے

بعض روایات میں ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ کی تلاش میں کوہ طور پر پہنچے اور وہاں آگ کے بجائے تجلیات الٰہی سامنے آئیں اور ان کو نبوت ورسالت عطا ہو کر فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لیے مصر جانے کا حکم ملا تو خیال آیا کہ میں اپنی زوجہ کو جنگل میں تنہا چھوڑ کر آیا ہوں اس کا کون متکفل ہوگا، اس خیال کی اصلاح کے لیے حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ سامنے پڑی ہوئی پتھر کی چٹان پر لکڑی ماریں، انھوں نے تعمیل حکم کی تو یہ چٹان پھٹ کر اس کے اندر سے ایک دوسرا پتھر برآمد ہوا، حکم ہوا اس پر بھی لکڑی ماریں، ایسا کیا تو وہ پتھر پھٹا اور اندر سے تیسرا پتھر برآمد ہوا، اس پر بھی لکڑی مارنے کا حکم ہوا تو یہ شق ہوا اور اندر سے ایک جانور برآمد ہوا جس کے منہ میں ہرا پتہ تھا۔ حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا یقین تو موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بھی تھا مگر مشاہدہ کا اثر کچھ اور ہی ہوتا ہے، یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام وہیں سے سیدھے مصر کو روانہ ہو گئے، زوجہ محترمہ کو یہ بتلانے بھی نہ

گئے کہ مجھے مصر جانے کا حکم ہوا ہے، وہاں جا رہا ہوں۔ (معارف القرآن: ۵۹۱/۴)

قبیلہ اَشعریین کا واقعہ

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے تحت حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ قبیلہ اشعریین کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ یہ لوگ ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو جو کچھ توشہ اور کھانے پینے کا سامان ان کے پاس تھا وہ ختم ہو گیا، انھوں نے اپنا ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس غرض کے لیے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرما دیں، یہ شخص جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر پہنچا تو اندر سے آواز آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے ہیں:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ [هود:٦]

اس شخص کو یہ آیت سن کر خیال آیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمے لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں ہیں، وہ ضرور ہمیں بھی رزق دیں گے، یہ خیال کر کے وہیں سے واپس ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا کچھ حال نہیں بتلایا، واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد آ رہی ہے۔

اس کے اشعری ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے قاصد نے حسب قرارداد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے، اور ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک پیالہ گوشت اور

روٹیوں سے بھرا ہوا اٹھائے لا رہے ہیں۔ لانے والوں نے یہ کھانا اشعریین کو دے دیا، انھوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیں تا کہ اس کو آپ اپنی ضرورت میں صرف فرما دیں، اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔

اس کے بعد یہ سب حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔ تب انھوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کے پاس بھیجا تھا، اس نے یہ جواب دیا، جس سے ہم نے سمجھا کہ آپ نے کھانا بھیجا ہے، یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں، بلکہ اس ذات قدوس نے بھیجا ہے جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمے لیا ہے۔ (تفسیر قرطبی مترجم: ۵/ ۲۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بھوک کا حال

ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھوک سے نڈھال ہو کر راستے میں بیٹھ گئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سامنے سے گزرے تو ان سے انھوں نے قرآن کی ایک آیت کو دریافت کیا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ مجھے اپنے گھر لے جا کر کچھ کھلائیں گے، مگر انھوں نے راستہ چلتے ہوئے آیت بتا دی اور چلے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس راستے سے نکلے، ان سے بھی انھوں نے ایک آیت کا مطلب پوچھا غرض وہی تھی کہ وہ کچھ کھلا دیں گے، مگر وہ بھی آیت کا مطلب بتا کر چل دیے۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ کو دیکھ کر اپنی خداداد بصیرت سے جان لیا کہ یہ بھوکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں پکارا، انھوں نے جواب دیا اور ساتھ ہو لیے۔

جب آپ کا شانۂ نبوت میں پہنچے تو گھر میں دودھ سے بھرا ہوا ایک پیالہ دیکھا گھر والوں نے آپ کو اس شخص کا نام بتلایا جس نے دودھ کا یہ ہدیہ بھیجا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور تمام اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے دل میں سوچنے لگے کہ ایک ہی پیالہ تو دودھ ہے اس دودھ کا سب سے زیادہ حق دار تو میں تھا اگر مجھے مل جاتا تو مجھ کو بھوک کی تکلیف سے کچھ راحت مل جاتی اب دیکھئے اصحاب صفہ کے آجانے کے بعد بھلا اس میں سے کچھ مجھے ملتا ہے یا نہیں؟ اُن کے دل میں یہی خیالات چکر لگا رہے تھے مگر اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت سے کوئی چارہ نہ تھا۔ لہٰذا وہ اصحاب صفہ کو بلا کر لے گئے یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ ایک قطار میں بیٹھ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم خود ہی ان سب لوگوں کو یہ دودھ پلاؤ۔ چنانچہ انھوں نے سب کو پلانا شروع کر دیا۔

جب سب کے سب شکم سیر پی کر سیراب ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست رحمت میں یہ پیالہ لے لیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا کہ اب صرف ہم اور تم باقی رہ گئے ہیں آؤ بیٹھو اور تم پینا شروع کر دو۔ انھوں نے پیٹ بھر دودھ پی کر پیالہ رکھنا چاہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اور پیو۔ انھوں نے پھر پیا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار فرماتے رہے کہ اور پیو اور پیو۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اب میرے پیٹ میں بالکل ہی گنجائش نہیں رہی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور جتنا دودھ بچ گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر نوش فرما لیا۔ (بخاری: کتاب الرقاق /

باب کیف کاعیش النبی ﷺ واصحابہ / رقم الحدیث: ۶۴۵۲)

عنبر مچھلی کا واقعہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور ہمارا امیر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ تاکہ ہم قریش کے قافلہ تجارت کی تلاش میں رہیں۔ ساحل سمندر پر ہم پندرہ دن تک پڑاؤ ڈالے رہے۔ ہمیں (اس سفر میں) بڑی سخت بھوک اور فاقے کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم نے ببول کے پتے کھا کر وقت گذارا۔ اسی لیے اس فوج کا لقب پتوں کی فوج ہوگیا۔ پھر اتفاق سے سمندر نے ہمارے لیے ایک مچھلی جیسا جانور ساحل پر پھینک دیا، اس کا نام عنبر تھا، ہم نے اس کو پندرہ دن تک کھایا اور اس کی چربی کو تیل کے طور پر (اپنے جسموں پر) ملا۔ اس سے ہمارے بدن کی طاقت وقوت پھر لوٹ آئی۔ بعد میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک پسلی نکال کر کھڑی کروائی اور جو لشکر میں سب سے لمبے آدمی تھے، انھیں اس کے نیچے سے گزارا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا کہ ایک پسلی نکال کر کھڑی کردی اور ایک شخص کو اونٹ پر سوار کرایا وہ اس کے نیچے سے نکل گیا۔ (بخاری: کتاب المغازی / باب غزوۃ سیف البحر / رقم الحدیث: ۴۳۶۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی بھوک

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دوپہر کے وقت سخت گرمی میں گھر سے مسجد کی طرف چلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہا کہ اے ابوبکر! اس وقت آپ گھر سے باہر کیوں آئے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ صرف اس وجہ سے آیا ہوں

کہ سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ اللہ کی قسم! میں بھی صرف اسی وجہ سے آیا ہوں۔ ابھی یہ دونوں آپس میں بات کر ہی رہے تھے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکل کر ان دونوں حضرات کے پاس تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا کہ اس وقت تم دونوں گھر سے باہر کیوں آئے؟ دونوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہم صرف اس وجہ سے آئے ہیں کہ ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کی قبضے میں میری جان ہے! میں بھی صرف اسی وجہ سے گھر سے باہر آیا ہوں، چلو تم دونوں کھڑے ہو جاؤ۔

چنانچہ یہ تینوں حضرات تشریف لے گئے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے کھانا یا دودھ بچا کر رکھا کرتے تھے۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کے یہاں آنے میں دیر ہوگئی اور جس وقت روزانہ آیا کرتے تھے اس وقت نہ آسکے، تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ وہ کھانا اپنے گھر والوں کو کھلا کر اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کرنے چلے گئے تھے۔

جب یہ حضرات ان کے دروازے پر پہنچے تو ان کی بیوی نے باہر نکل کر ان حضرات کا استقبال کیا اور کہا کہ خوش آمدید ہو اللہ کے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ان کے ساتھ آنے والوں کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ابوایوب کہاں ہیں؟ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے وہاں سے انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کو سنا تو دوڑتے ہوئے آئے اور کہا کہ خوش آمدید ہو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اُن کے ساتھ آنے والوں کو۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہ وہ وقت نہیں ہے جس میں آپ آیا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم ٹھیک کہتے ہو۔ چناں چہ وہ گئے اور کھجور کا ایک خوشہ توڑ کر لائے جس میں خشک اور تر اور گدّر

(نیم پختہ) تینوں قسم کی کھجوریں تھیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ ہمارے لیے چن کر صرف خشک کھجور لاتے۔انھوں نے کہا کہ یارسول اللہ! میرا دل یہ چاہا کہ آپ خشک اور تر اور گدّر تینوں قسم کی کھجوریں کھائیں اور ابھی آپ کے لیے میں کوئی جانور بھی ذبح کروں گا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ والا جانور ذبح نہ کرنا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے سال یا سال سے کم عمر کا بکری کا بچہ ذبح کیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ تم ہمارے لیے آٹا گوندھ کر روٹی پکاؤ، کیوں کہ تم روٹی پکانا اچھی طرح جانتی ہو۔اور حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بکری کے اس بچے میں سے آدھے گوشت کا سالن بنایا اور آدھے کو بھون لیا۔جب کھانا تیار ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رکھا گیا تو آپ نے تھوڑا سا گوشت روٹی پر رکھ کر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا دو، کیوں کہ بہت دنوں سے انھیں ایسا کھانا نہیں ملا۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ وہ لے کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔جب یہ حضرات کھا چکے اور سیر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ روٹی اور گوشت اور خشک کھجور اور تر کھجور اور گدّر کھجور۔اور یہ کہہ کر آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور پھر یہ فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہی وہ نعمتیں ہیں جن کے بارے میں تم سے قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔

یہ بات آپ کے صحابہ کو بڑی بھاری معلوم ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، لیکن جب تمھیں ایسا کھانا ملے اور تم اس کی طرف ہاتھ بڑھانے لگو تو بسم اللہ پڑھا کرو، اور جب تم سیر ہو جاؤ تو یہ دعا پڑھو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هُوَ أَشْبَعَنَا وَأَنْعَمَ عَلَيْنَا فَأَفْضَلَ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں سیر کیا اور ہم پر اِنعام فرمایا اور ہمیں خوب دیا۔ تو یہ دعا اس کھانے کا بدلہ ہو جائے گی (اور اب اس کھانے کے بارے میں قیامت کے دن سوال نہیں کیا جائے گا)۔ جب آپ وہاں سے اُٹھے تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ کل ہمارے پاس آنا۔

آپ کی عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جو بھی آپ کے ساتھ بھلائی کرتا آپ اسے اس کا بدلہ دینا پسند فرماتے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات نہ سنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھیں کل اپنے پاس آنے کا حکم دے رہے ہیں۔ چناں چہ وہ اگلے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو اپنی باندی دے دی اور فرمایا کہ اے ابوایوب! اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، کیوں کہ یہ جب تک ہمارے پاس رہی ہے ہم نے اس میں خیر ہی دیکھی ہے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ جب اس باندی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سے لے آئے تو فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس وصیت کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ میں اسے آزاد کردوں۔ چنانچہ اسے آزاد کر دیا۔ (فضائل صدقات رص: ۳۳۵، ۳۳۶)

رزق میں برکت کے اسباب

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں عموماً سب ہی رزق کی تنگی و بے برکتی کا شکار ہیں، تو اس کے لیے کیا تجویز اختیار کی جائے جس سے رزق کی بے برکتی دور ہو۔ علما نے اس کے لیے قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ اسباب بیان فرمائی ہیں، جنھیں اپنا کر رزق کی تنگی سے خلاصی پائی جاسکتی ہے۔

[۱] پہلا سبب: اللہ کی نعمتوں پر شکر۔

رزق کی تنگی دور ہونے اور رزق میں بڑھوتری کا پہلا اصول ہے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر شکر گزاری۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۝﴾

[ابراھیم:۷]

اگر تم شکر ادا کروں گے تو ہم تمھیں مزید عطا کریں گے اور اگر تم ناشکری کروں گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

[۲] دوسرا سبب: استغفار

رزق کی تنگی دور کرنے کا دوسرا مؤثر سبب ہے استغفار کی کثرت۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا ۝﴾ [نوح:۱۰، ۱۱، ۱۲]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مروی ہے کہ ان سے آکر کسی نے قحط سالی کی شکایت کی تو انھوں نے استغفار کی تلقین کی۔ دوسرے شخص نے آکر فقر و فاقے کی شکایت کی تو آپ نے اس کو بھی استغفار کی تلقین کی۔ تیسرے شخص نے آکر اپنے باغ کو خوش ہونے کا شکوہ کیا تو آپ نے اس کو بھی استغفار کی تلقین کی۔ چوتھے شخص نے آکر آپ کے سامنے اولاد نہ ہونے کا شکوہ کیا تو آپ نے اس کو استغفار کی تلقین کی کسی نے پوچھا کہ آپ نے سب کو استغفار

ہی کی کیوں تلقین کی؟ تو آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (تفسیر قرطبی مترجم: ۹/ ۶۱۰، ۶۱۱)

[۳] تیسرا سبب: اللہ سے مانگنا

رزق میں برکت کا تیسرا سبب ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنا۔ قرآن کریم میں خود حق تعالیٰ نے ہمیں ایک دعا سکھلائی ہیں:

﴿وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝﴾ [المائدہ: ۱۱۴]

پروردگار! آپ ہمیں رزق عطا فرمائیں، آپ ہی بہترین رزق دینے والے ہیں۔

[۴] چوتھا سبب: تقویٰ

رزق کی بڑھوتری کا چوتھا سبب ہے تقویٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانیوں سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ﴾ [الاعراف: ۹۶]

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور (برے کاموں کفر اور شرک سے) بچے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب واقعہ

حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضر ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت دنوں تک رہا، مجھ سے دریافت کیا گیا کہ ان کا سب سے عجیب واقعہ جس کا تم نے مشاہدہ کیا ہو بیان کرو۔

حضرت حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ مکہ شریف کے سفر میں تھے، کئی

دنوں سے کھانے کی کوئی چیز دستیاب نہیں ہوئی تھی کہ اس اثنا میں ہم کوفہ پہنچے اور وہاں ایک ویران مسجد میں قیام کیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے میری جانب دیکھا اور فرمایا کہ حذیفہ! تم پر بھوک کا اثر دیکھ رہا ہوں؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت نے بجا ارشاد فرمایا، انھوں نے فرمایا کہ اچھا ذرا قلم دوات اور کاغذ تو لے آؤ میں نے لا کر پیش کیا تو اس پر تحریر فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم انت المقصود اليه بكل حال والمشار اليه بكل معنى

یعنی ہر حال میں آپ ہی مقصود ہیں اور ہر معنی سے آپ ہی مراد ہیں اس کے بعد یہ شعر لکھے۔

انا حامد انا شاكر انا ذاكر	انا جائع انا ضائع انا عارى
هى ستة و انا الضمين لنصفها	فكن الضمين لنصفها يا بارى
مدحى غيرک لهب نار خضتها	اجر عبيدک من دخول النار
والنار عندى كالسوال فهل ترى	ان لا تكلفنى دخول النار

(۱) میں آپ کی حمد کرنے والا ہوں اور آپ کا شکر کرنے والا ہوں اور آپ کی یاد کرنے والا ہوں، میں بھوکا ہوں میں پیاسا ہوں اور میرے بدن پر کپڑا نہیں ہے۔

(۲) یہ کل چھ چیزیں ہیں، تو میں ان میں اول تین کا ضامن ہوتا ہوں، پس اے باری عزوجل! بقیہ نصف کا آپ ضامن ہو جائیں۔

(۳) اور آپ سے یہ درخواست اس لیے کرتا ہوں کہ میرا آپ کے علاوہ کسی اور کی تعریف کرنا گویا آگ کی لپٹ میں داخل ہونا ہے، لہٰذا اپنے اس مسکین بندے کو دخول نار سے بچا لیجیے۔

(۴)اور یہ میں نے دخول نار اس لیے کہا کہ اسی سے سوال کرنا میرے نزدیک بمنزلۂ دخول نار ہی کے ہے تو کیا آپ اپنے کرم سے مجھے دخول نار سے بچالیں گے۔

یہ لکھ کر مجھے رقعہ دیا اور فرمایا کہ جاؤ اور فرمایا خبردار! اپنے قلب کو غیر اللہ سے متعلق کرنا اور سب سے پہلے جس شخص سے تمھاری ملاقات ہو سے یہ رقعہ دے دینا۔ حضرت حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں یہ رقعہ لے کر چلا تو میری ملاقات سب سے پہلے ایک خچر سوار سے ہوئی اس کو یہ پرچہ دیدیا اس نے پڑھا اور رونے لگا اور مجھ سے پوچھا کہ جن بزرگ نے یہ پرچہ لکھا ہے وہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ فلاں مسجد میں مقیم ہیں۔ یہ سن کر اس نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے اور دے کر چلدیا۔ پھر میری ملاقات ایک اور شخص سے ہوئی میں نے ان سے دریافت کیا کہ یہ خچر پر سوار جو شخص جارہا ہے آپ بتاسکتے ہیں کہ وہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں یہ تو ایک نصرانی ہے، اس کے بعد میں حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا قصہ سنایا، انھوں نے فرمایا کہ اچھا اس تھیلی کو اسی طرح رہنے دو وہ ابھی آتا ہی ہوگا۔ تھوڑی دیر ہی گزری ہوگی کہ وہ نصرانی آیا اور منہ کے بل حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے گرا اور شرف بااسلام ہوا۔ (احیاء العلوم مترجم: ۴/ ۴۰۸)

[۵] پانچواں سبب: اللہ تعالیٰ پر توکل

رزق مین برکت کا پانچواں سبب ہے اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر اسی طرح بھروسہ کرو جیسا کہ اس پر بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمھیں اس طرح رزق دیا جائے جس طرح پرندوں کو رزق دیا جاتا ہے۔ صبح خالی پیٹ نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر واپس پلٹتے ہیں۔ (مسند احمد: مسند عمر بن الخطاب

رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۲۰۵)

حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ گھر پر موجود نہ تھے کہ آپ کے مرشد تشریف لائے۔ اتفاق سے اس روز گھر میں فاقہ تھا۔ اہل خانہ نے دیکھا کہ حضرت تشریف لائے ہیں آپ کے لیے کوئی انتظام ہونا چاہیے۔ آخر خادمہ کو محلے میں بھیجا کہ اگر قرض مل جائے تو کچھ لے آئے۔ خادمہ دو، تین جگہ جا کر واپس چلی آئی اور کچھ نہ ملا۔ متعدد مرتبہ کی آمد و رفت سے حضرت کو شبہ ہوا اور آپ نے حالت دریافت فرمائی معلوم ہوا کہ آج فاقہ ہے۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ نے ایک روپیہ نکال کر دیا کہ اس کا اناج لاؤ چنانچہ اناج آیا آپ نے ایک تعویذ لکھ کر اس میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس اناج کو مع تعویذ کے کسی برتن میں رکھ دو۔ اور اسی میں سے خرچ کیا کرو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس اناج میں خوب برکت ہوئی۔

چند روز کے بعد جو شاہ ابوالمعالی صاحب رحمۃ اللہ علیہ آئے تو کئی وقت تک کھانے کو برابر ملا۔ آپ نے ایک روز تعجب سے پوچھا کہ کئی روز سے فاقہ نہیں ہوا۔ معلوم ہوا کہ اس طرح سے حضرت ایک تعویذ دے گئے تھے اب اس موقع پر ملاحظہ فرمائیں حضرت شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب کا اور آپ کی خداداد سمجھ کا، کہ توکل کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور ادب پیر کو بھی ملحوظ رکھا۔ فرمایا کہ اس اناج کو ہمارے پاس لاؤ۔ چنانچہ لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے تعویذ کو نکال کر تو اپنے سر پر باندھا اور فرمایا کہ حضرت کا تعویذ تو میرے سر پر رہنا چاہیے اور اناج کی بابت حکم دیا کہ سب فقرا میں تقسیم کر دیا جائے۔ چنانچہ سب تقسیم کر دیا گیا اور اسی وقت سے پھر

فاقہ شروع ہوگیا۔(حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے پسندیدہ واقعات،ص:۲۰۴)

[۶] چھٹا سبب: تسبیح کا اہتمام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے سے فرمایا:

سبحان اللّٰہ وبحمدہ

کا ورد کرتے رہنا کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اس کے ذریعے مخلوق کو رزق ملتا ہے۔(مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ/رقم الحدیث ۷۱۰۱)

[۷] ساتواں سبب: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کرنا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے! میری عبادت کے لیے اپنے آپ کو فارغ کر، میں تیرے سینے کو تونگری سے بھر دوں گا، اور لوگوں سے تجھے بے نیاز کردوں گا۔(ترمذی: ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/رقم الحدیث: ۲۴۶۶)

[۸] آٹھواں سبب: حج اور عمرہ میں متابعت

رزق میں برکت کا آٹھواں سبب ہے حج اور عمرہ میں متابعت یعنی بار بار حج اور عمرہ ادا کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پے در پے حج اور عمرے کیا کرو۔ بے شک یہ دونوں (حج اور عمرہ) فقر یعنی غریبی اور گناہوں کو اس طرح دور کردیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔(ترمذی: ابواب الحج عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرۃ/رقم الحدیث: ۸۱۰)

[۹] نواں سبب: صلہ رحمی

رزق میں برکت کا نواں سبب ہے صلہ رحمی یعنی رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کیا کرے۔ (بخاری: کتاب الادب / باب من بسط لہ فی الرزق بصلۃ الرحم / رقم الحدیث: ۵۹۸۵)

[۱۰] دسواں سبب: اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا

رزق میں برکت کا دسواں سبب ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے افلاس کا خوف نہ کرو۔ (مشکوۃ المصابیح / ص: ۱۶۷)

ایک حدیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں جس میں لوگ صبح کریں مگر دو فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ اے اللہ! اپنی راہ میں مال خرچ کرنے والے کو اس مال کا نعم البدل عطا فرما۔ دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! مال کو روک کر رکھنے والے یعنی بخیل کو مال کی بربادی عطا فرما۔ (بخاری: کتاب الزکوۃ / باب قول اللہ تعالیٰ فأما من اعطی والتقیٰ وصدق بالحسنیٰ / رقم الحدیث: ۱۴۴۲)

[۱۱] گیارھواں سبب: طالبانِ علوم اسلامیہ پر خرچ کرنا

رزق میں برکت کا گیارھواں سبب ہے علم طلب کرنے والوں پر خرچ کرنا۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں دو بھائی تھے، ایک بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں علم ومعرفت حاصل کرنے آیا کرتا تھا اور دوسرا بھائی کسبِ معاش میں لگا ہوا تھا۔ بڑے بھائی نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ میرا بھائی کسبِ معاش میں میرا تعاون نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تمھیں اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔ (ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب فی التوکل علی اللہ / رقم الحدیث: ۲۳۴۵)

[۱۲] بارھواں سبب: کمزوروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا

رزق میں برکت کا بارھواں سبب ہے کمزروں کے ساتھ احسان کرنا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندوں کو ان کے کمزوروں کی وجہ سے رزق ملتا ہے اور ان کی مدد کی جاتی ہے۔ (ابوداود / کتاب الجھاد / باب الانتصار بر ذل الخیل / و الضعفة / رقم الحدیث: ۲۵۹۴)

[۱۳] تیرھواں سبب: صبح سویرے کام شروع کرنا

رزق میں برکت کا تیرھواں سبب ہے صبح سویرے کام شروع کرنا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رزق کی تلاش اور حلال کمائی کے لیے صبح سویرے ہی چلے جایا کرو، کیونکہ کاموں میں برکت اور کشادگی ہوتی ہے۔ یعنی صبح سویرے حلال کمائی کرنے سے رزق میں برکت پڑتی ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا بھی کی ہے اے اللہ میری امت کی صبح میں برکت عطا فرما۔ (ابوداود: کتاب الجھاد / باب فی الابتکار فی السفر / رقم الحدیث: ۲۶۰۶)

آج ہمارے معاشرے کا حال بالکل برعکس ہے، رات رات بھر دکانیں شروع رہتی ہیں، نمازوں سے بالکل غافل اور جو برکت کا وقت حدیث پاک میں بتلایا گیا یعنی صبح کا وہ نیند

کی نذر ہوجاتا ہے۔

[۱۴] چودھواں سبب: گرا پڑا لقمہ کھالینا

رزق میں برکت کا چودھواں سبب ہے گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھالینا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جس وقت گر پڑے تمھارا کوئی لقمہ تو اٹھالو اور اس کو پونچھ ڈالو جو کچھ اس میں لگا ہو اور پھر اس کو کھاؤ اور نہ چھوڑو اس کو شیطان کے واسطے۔ فرمایا جو کھانا کھاتے وقت دسترخوان سے گری ہوئی چیز کو کھالے ہمیشہ رزق کی فراخی میں رہتا ہے۔ (طب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رص: ۱۰)

رزق کی تنگی دور کرنے کا مجرب عمل

معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص صبح کو ستر مرتبہ پابندی سے یہ آیت:

﴿ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ۝ ﴾

[الشوریٰ: ۱۹]

پڑھا کرے وہ رزق کی تنگی سے محفوظ رہے گا۔ اور فرمایا کہ بہت مجرب عمل ہے۔ (معارف القرآن: ۷/ ۶۸۷)

بہرحال! رزق میں تنگی اِس دور کا ایک بڑا بین الاقوامی مسئلہ بن چکا ہے۔ گھمبیر معاشی ومعاشرتی مسائل نے لوگوں کو بے حال کردیا ہے۔ شاید کوئی گھر ایسا ہو کہ جہاں حالات کا رونا نہ رویا جاتا ہو۔ آج ہم اپنے مسائل کے حل کے لیے مشکل ترین دنیوی ذرائع استعمال

کرنے کو تو تیار ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا فرمودہ رزق میں برکت کے آسان ذرائع کی طرف توجہ نہیں کرتے، جو نہایت افسوس کا مقام ہے۔ کاش! ان اسباب پر ہماری نظر ہوتی اور اصلاح کی کوشش کی جاتی تو بہت اچھا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے رزق کی تنگی کو دور فرمائیں اور ہم سب کے رزق میں وسعت و برکت مقدر فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۰)

خواب کی شرعی حیثیت

تعارف

۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۱؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: پیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد!

﴿قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقۡصُصۡ رُءۡیَاكَ عَلٰۤی اِخۡوَتِكَ فَیَكِیۡدُوۡا لَكَ كَیۡدًا ؕ اِنَّ الشَّیۡطٰنَ لِلۡاِنۡسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیۡنٌ ۝﴾ [یوسف:۵]

تمہید

یہ سورۂ یوسف کی ۵ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں اس خواب کا ذکر ہے جو سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں دیکھا تھا اور اس کی تعبیر اپنے والد محترم سیدنا حضرت یعقوب علیہ السلام سے دریافت کی تھی، انھوں نے جواب میں فرمایا تھا اے میرے بیٹے! اپنے اس خواب کا اپنے بھائیوں کے سامنے ذکر مت کرنا، ورنہ وہ تیرے خلاف چال چلیں گے۔

اس سے ہمیں ایک ادب معلوم ہوا کہ خواب ہر کس و ناکس کو بیان نہیں کرنا چاہیے۔

خواب کے معنیٰ

عربی زبان میں خواب کو ''رؤیا'' کہا جاتا ہے۔انسان جو کچھ نیند کی حالت میں دیکھے اُس کو رؤیا کہتے ہیں۔(مرقاۃ المفاتیح: ۸/۴۲۱)

رؤیا کی حقیقت

علامہ مازری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب دراصل اُن خیالات کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ بحالتِ نوم انسان کے قلب پر پیدا کرتے ہیں اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک جاگتا ہوا انسان

کچھ سوچتا اور خیال کرتا ہے۔(مرقاۃ المفاتیح: ۸/۴۲۱)

خواب کی اقسام

خواب اپنی حقیقت کے اعتبار سے تین قسموں کا ہوتا ہے۔

(۱) بشاراتِ الٰہیہ: وہ خواب جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بشارت ہوتے ہیں۔

(۲) تسویلاتِ شیطانیہ: جو شیطان کی جانب سے ڈرانے اور غمگین کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

(۳) خیالاتِ نفسانیہ: دل میں آنے والے وہ خیالات وافکار جو خواب کی شکل اِختیار کرلیتے ہیں۔

مذکورہ تینوں قسمیں احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں پس ایک تو اچھے خواب جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتے ہیں دوسرے وہ جو شیطان کی طرف سے غم میں مبتلا کرنے کے لیے ہوتے ہیں اور تیسرے وہ خواب جو انسان اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے (سوچتا ہے) وہی نیند میں متصور ہو جاتے ہیں۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب رؤیا المؤمن جزء من ستة و اربعین جزءا من النبوة / رقم الحدیث: ۲۲۷۰)

برا خواب دیکھیں تو کیا کریں؟

جب کوئی بُرا اور پریشان کن خواب نظر آئے تو مندرجہ ذیل آٹھ کام کرنے چاہیے۔

(۱) بائیں طرف تین مرتبہ تھتکار دینا۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب رؤیا المؤمن جزء من ستة و اربعین جزءا من النبوة / رقم الحدیث: ۲۲۷۰)

(۲) تین مرتبہ شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا۔(ابوداود: کتاب الادب/باب ماجاء فی الرؤیا/رقم الحدیث: ۵۰۲۲)

(۳) خواب کے شر سے اللہ تعالیٰ پناہ مانگنا۔(الصحیح لابن حبان/رقم الحدیث: ۶۰۵۹)

(۴) اللہ تعالیٰ سے خواب کی خیر و بھلائی کا سوال کرنا۔(ابن ماجة: کتاب تعبیر الرؤیا/باب من رأی رؤیا یکرھا/رقم الحدیث: ۳۹۱۰)

(۵) پہلو یعنی کروٹ بدل لینا۔

ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اُسے چاہیے کہ کروٹ بدل لے، اپنے دائیں جانب تین مرتبہ تھتکار دے اور اللہ تعالیٰ سے اُس خواب کی بھلائی کا سوال کرے اور شر سے پناہ مانگے۔(ابوداود: کتاب الادب/باب ماجاء فی الرؤیا/رقم الحدیث: ۵۰۲۲)

(۶) نماز پڑھنا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ناپسندیدہ خواب دیکھے اُسے چاہیے کہ اٹھے اور نماز پڑھے۔(ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/فی تأویل الرؤیا ما یستحب منھا ومایکرہ/رقم الحدیث: ۲۲۸۰)

(۷) کسی سے ذکر نہ کرنا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم میں سے کوئی خواب میں ایسی چیز دیکھے جسے وہ پسند نہ کرتا ہو تو کھڑا ہو کر تھوک دے اور لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے۔(مسلم: کتاب الرؤیا/باب لا یخبر بتلعب الشیطان بہ فی المنام/رقم الحدیث: ۲۲۶۸)

(۸) تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھنا۔

آیت الکرسی کے پڑھنے کے بارے میں کوئی روایت تو نہیں ہے، البتہ علم تعبیر کے ماہرین نے ذکر کیا ہے کہ برا خواب دیکھنے پر تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلینا چاہیے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں بھی آیت الکرسی کے بارے میں یہی ذکر کیا گیا ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ اس کو اُس نماز میں پڑھ لیا جائے جو برے خواب میں پڑھنا ذکر کیا گیا ہے۔ (فتح الباری: ۱۲/ ۳۷۱)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خواب میں ڈر جانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خواب میں ڈر جایا کرتے تھے، انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں یہ عمل بتلایا کہ جب تم بستر پر لیٹنے کے لیے جایا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو:

بِاسْمِ اللهِ، أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّةِ، مِنْ غَضَبِهِ وَعِقَابِهِ، وَشَرِّ عِبَادِهِ، وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ، وَأَنْ يَحْضُرُونِ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ دعا پڑھی تو اُن کی یہ پریشانی رفع ہوگئی۔ (الموطا لامام مالک / کتاب الجامع / باب ما یؤمر بہ من التعوذ / رقم الحدیث: ۲۷۳۷)

اچھا خواب دیکھیں تو کیا کریں؟

کوئی اچھا خواب نظر آئے تو تین کام کرنے چاہیے۔

(۱) خوش ہونا۔ (مسلم: کتاب الرؤیا / رقم الحدیث: ۲۲۶۱)

(۲) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔ (دارمی / ومن کتاب الرؤیا / باب فیمن یری رؤیا یکرھھا / رقم

الحدیث: ۲۱۸۸)

(۳) کسی سمجھدار اور خیر خواہ سے بیان کرنا۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی اچھا خواب دیکھے تو اُسے چاہیے کہ خوش ہو اور کسی محبت کرنے والے سے بیان کرے۔ (شعب الایمان للبیھقی / رقم الحدیث: ۴۴۲۸)

سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ

ایک روایت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ (بخاری: کتاب التفسیر / باب رؤیا الصالحین / رقم الحدیث: ۶۹۸۳)

اب سوال ہوگا کہ سچے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کیوں کہا گیا؟ مفسرین اس کی تشریح یوں بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ (۶۳) سال کی عمر میں اس دنیا سے پردہ فرمایا۔ وحی کے نزول کا زمانہ ۲۲ سال ہے۔ ابتدائی چھ ماہ کا عرصہ خوابوں پر مشتمل تھا۔ ۶ ماہ کو ۲۳ سال سے وہی نسبت ہے جو ایک کو چھیالیس سے ہے۔ (کشف الباری: ۱/ ۳۲۹)

سچے خواب کی چند صورتیں

(۱) سچے لوگوں کا خواب بھی اکثر سچا ہوتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سچا خواب اس کا ہوتا ہے جو سب سے زیادہ سچا ہو۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب رؤیا المؤمن جزء من ستة واربعین جزء امن النبوة / رقم الحدیث: ۲۲۷۰)

یہی وجہ ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ سچے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام

ہیں، اس لیے ان کے خواب سچے ہوتے ہیں کہ ان کو وحی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔

(۲) صبح صادق کے وقت کا خواب سچا ہوتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے کہ سب سے زیادہ سچا خواب سحری (صبح صادق) کے وقت کا ہوتا ہے۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ / باب قولہ لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا / رقم الحدیث: ۲۲۷۴)

(۳) قیامت کے قریب خواب سچے ہوں گے۔ ترمذی شریف کی روایت ہے نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب زمانہ قریب ہوجائے گا تو مؤمن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ / باب رؤیا المؤمن جزء من ستۃ واربعین جزء امن النبوۃ / رقم الحدیث: ۲۲۷۰)

خواب بیان کرنے والے کے لیے آداب

خواب جو بندہ دیکھتا ہے اور اسے دوسرے کے سامنے بیان کرتا ہے تو اسے کچھ آداب کی رعایت کرنی ہوگی۔

پہلا ادب

ہر خواب بیان نہ کرنا۔ عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ہر طرح کے خواب کو بیان کردیتے ہیں، حالانکہ احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر خواب بیان کرنے کا نہیں ہوتا۔ نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کسی کے ساتھ شیطان خواب میں کھیلے (یعنی اُسے ڈرائے اور پریشان کرے) تو اُسے لوگوں کو بیان نہیں کرنا چاہیے۔ (مسلم: کتاب الرؤیا / باب لا یخبر بتلعب الشیطان بہ فی المنام / رقم الحدیث: ۲۲۶۸)

دوسرا ادب

ہر شخص سے بیان نہ کرنا۔ یہ دوسری کوتاہی بھی اکثر دیکھنے میں آتی ہے جو پہلی کوتاہی سے بھی بڑی اور سنگین ہے کہ ہر شخص کے سامنے خواب بیان کر دیا جاتا ہے، بعض اوقات مجلس میں دوست احباب کے سامنے سنایا جاتا ہے اور پھر ہر شخص اُس خواب پر جملے کستا ہے، اپنی جانب سے مطلب اور تعبیر بیان کرنے لگ جاتا ہے اور اُس کے نتیجے میں وہ خواب ایک لطیفہ اور مذاق بن کر رہ جاتا ہے۔

ہر شخص کے سامنے خواب بیان کرنے سے یہ نقصان ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات کوئی شخص ناسمجھی یا دشمنی میں خواب کا مذاق اُڑا دیتا ہے یا اُس کی غلط تعبیر اپنی طرف سے بیان کرنے لگ جاتا ہے جس سے خواب دیکھنے والے کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ خواب معلّق رہتا ہے جب تک کسی کے سامنے بیان نہ کیا جائے، جب بیان کر دیا گیا اور سننے والے نے کوئی تعبیر دیدی تو وہ خواب تعبیر کے مطابق واقع ہوجاتا ہے۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ / باب ماجاء فی تعبیر الرؤیا: رقم الحدیث: ۲۲۷۸)

کتنا اچھا خواب تھا!

حضرت اقدس والد ماجد نور اللہ مرقدہ سے بارہا سنا کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ اس کا ایک پیر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ کسی اناڑی کے سامنے بیان کر دیا تو اس جاہل نے کہا ارے! تیرا پیٹ چیر نہیں گیا؟ کچھ ہی روز میں وہ انتقال کر گیا۔ امام تعبیر ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کو پتہ چلا تو فرمایا افسوس! کتنا اچھا خواب تھا، اسے ضائع کر دیا۔ اس میں تو اشارہ تھا کہ اس کی حکومت مشرق و مغرب تک جائے گی۔

خواب کس کے سامنے بیان کرنا چاہیے؟

احادیث طیبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل لوگوں کے سامنے خواب بیان کرنا چاہیے۔

(۱) عالم یعنی علمِ تعبیر جاننے والے سے۔

(۲) صاحبِ رائے اور سمجھ دار شخص سے۔

(۳) دوست اور خیر خواہ شخص سے۔

حدیث شریف سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خواب کسی سے بیان مت کرو مگر صرف محبت کرنے والے اور صاحب رائے یعنی سمجھ بوجھ رکھنے والے سے۔ (ابوداود: کتاب الادب / باب ماجاء فی الرؤیا / رقم الحدیث: ۵۰۲۰)

تیسرا ادب

خواب کو بیان کرنے میں جھوٹ سے بچنا۔ جھوٹ ایک گناہ کبیرہ ہے، اس کی جتنی بھی مذمّت کی جائے کم ہے، اور یہ جھوٹ اس وقت اور بھی برا ہو جاتا ہے جب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بولا جائے۔ چونکہ اچھے خواب بھی نبوت کا جزو ہوتے ہیں اِس لیے خواب کے بیان کرنے میں بھی جھوٹ بولنے کو سخت گناہ بلکہ عام جھوٹ سے بھی زیادہ سخت گناہ بتلایا گیا ہے۔ جھوٹے خواب کی دو صورتیں ہیں:

(۱) من گھڑت یعنی خود ساختہ خواب بیان کرنا۔

(۲) خواب میں ترمیم اور اضافہ کرنا۔

ترمیم اور اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ کبھی خواب کو دلچسپ بنانے اور واقعات کو ایک دوسرے سے ملانے کے لیے اپنی جانب سے ایسی باتیں خواب میں داخل اور شامل کر دی جاتی

ہیں جو انسان نے دیکھی نہیں ہوتی، یاد رکھیں! یہ بھی جھوٹ ہے، جس سے احتراز کرنا بہت ضروری ہے۔

جھوٹا خواب بیان کرنے کی وعیدیں

جھوٹا خواب بیان کرنا گناہ کبیرہ ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر سخت وعیدیں ذکر فرمائی ہیں۔ ارشادِ نبوی ہے کہ بے شک سب سے زیادہ سخت جھوٹ یہ ہے کہ انسان اپنی آنکھ سے وہ (خواب) دیکھنا بیان کرے جو اُس نے نہیں دیکھا۔ (بخاری: کتاب التعبیر / باب من کذب فی حلمہ / رقم الحدیث: ۷۰۴۳)

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص جھوٹا خواب بیان کرے گا اسے قیامت کے دن دو جَو کے دانوں میں گرہ لگانے کا حکم دیا جائے گا اور وہ ہرگز ان میں گرہ نہیں لگا سکے گا۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب فی الذی یکذب فی حلمہ / رقم الحدیث: ۲۲۸۳)

چوتھا ادب

خواب بیان کرنے میں ریاکاری سے بچنا۔ انسان جب اچھا خواب دیکھتا ہے، مثلاً خواب میں کوئی بشارت دیکھ لی یا نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیدار نصیب ہو گیا یا اور کوئی بزرگ اور مبارک ہستی کی زیارت نصیب ہو گئی تو شیطان انسان کو تکبّر اور غرور میں مبتلا کر کے اُس کے سارے اجر اور خواب کی تمام برکتوں کو ضائع اور برباد کرنے کی کوشش میں لگ جاتا ہے، اور پھر انسان اُس کے دھوکہ میں آ کر فخریہ اور ریاکاری کے طور پر لوگوں کے سامنے بیان کرنے لگ جاتا ہے اور اُس خواب کی ساری برکتوں سے محروم اور تہی دست ہو جاتا ہے۔ حدیث میں

آتا ہے کہ بے شک تھوڑی سی ریا کاری بھی شرک ہے۔اس لیے اِخلاصِ نیت کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہے۔(ابن ماجة: کتاب الفتن / باب من ترجی له السلامة من الفتن / رقم الحدیث: ۳۹۸۹)

خواب سننے اور تعبیر بتانے والے کے لیے آداب

جس طرح خواب دیکھنے والے کے لیے کچھ آداب ہیں اسی طرح خواب سننے والے اور اس کی تعبیر دینے والے کے لیے بھی کچھ آداب ہیں۔

پہلا ادب

خواب سنانے والے کو دعا دینا۔نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو ارشاد فرماتے کیا تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ایک دفعہ پوچھنے پر میں نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا دی کہ اللہ کرے کہ تم بھلائی حاصل کرو،شر سے بچو، یہ خواب ہمارے لیے بہتر اور ہمارے دشمنوں کے اوپر بُرا ثابت ہو اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔اُس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو۔(المعجم الکبیر للطبرانی / رقم الحدیث: ۸۱۴۶)

دوسرا ادب

اگر تعبیر نہ جانتا ہو تو خاموش رہنا۔اگر خواب سننے والے کو اُس کی تعبیر آتی ہے تو بیان کرے، ورنہ اپنی طرف سے دل میں آنے والے خیالات کو تعبیر کے طور پر پیش نہ کرے۔ امام المعبرین حضرت محمد ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ جب اُن سے کوئی خواب پوچھتا اور آپ کو اُس کی تعبیر نہ آتی تو اُس کی تعبیر ہرگز نہیں بتاتے تھے۔(مقدمہ کامل التعبیر

مترجم رص:۳۸)

تیسرا ادب

تعبیر دینے میں جلدی نہ کرنا۔تعبیر دینے سے پہلے خواب کو مکمل اور اچھی طرح سے سننا چاہیے۔ چنانچہ علمِ تعبیر کے ماہرین فرماتے ہیں کہ جواب دینے میں جلد بازی سے کام نہ لے، بلکہ پہلے سوال یعنی خواب کو اچھی طرح مکمل سن لے اور پھر کافی دیر تک غور وفکر اور تدبّر کرتا رہے۔

میرے شیخ کے والد ماجد کا واقعہ

بندے نے خود حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سے سنا تھا کہ میرے والد ماجد نے بچپن میں ایک خواب دیکھا کہ کہیں راستے سے گزر رہے ہیں کہ اچانک ایک کوا آیا اور ان کے سر سے ٹوپی لے کر اڑ گیا۔صبح میں اس خواب کا ذکر کیا تو ان کے والد قاری نظام الدین صاحب ان کو بنارس شہر میں ایک منشی جی کے پاس لے گئے جو خوابوں کی تعبیر میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔انھوں نے خواب سن کر فرمایا کہ پندرہ دن بعد اس کی تعبیر بتلاؤں گا۔اس دوران حضرت اقدس کی دادی صاحبہ کا یعنی خواب دیکھنے والے کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔جب پندرہ دن بعد منشی جی کے پاس پہونچے تو فرمایا کہ تعبیر تو سامنے آ گئی۔خواب میں بتلایا گیا کہ اس بچہ کے سر سے سایہ اٹھنے والا ہے مگر یہ ظاہر نہیں تھا کہ باپ کی شکل میں یا ماں کی شکل میں،اب چونکہ ماں کا انتقال ہو گیا تو ظاہر ہو گیا۔(مختصر حالات حضرت مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی رص:۳)

میرے شیخ زید مجدہم کا ایک اور واقعہ

حضرت اقدس کے والد ماجد مرحوم ومغفور نے یہ خواب دیکھا جس وقت حضرت اقدس بچے تھے کہ والد صاحب آپ کو گود میں لیے بیٹھے تھے کہ اچانک دیکھتے ہیں کہ بچہ کی زبان جڑ سے کٹ کر تڑپتی ہوئی ایک سوراخ میں گھس گئی۔ والد صاحب کو وحشت ہوئی۔ مدنپورہ میں ایک بزرگ معبر منشی عبدالغنی صاحب تھے ان سے خواب بیان کیا۔ مسکرا کر فرمایا کہ کچھ صدقہ کر کے آؤ تو تعبیر بتاؤں۔ وہ صدقہ کر کے حاضر ہوئے تو فرمایا کہ تمھارا بیٹا واعظ ہوگا اور اس کا وعظ دلوں میں اثر کرے گا۔ (حاشیہ اسباق حدیث اول، ص:۱۱)

چوتھا ادب

خواب دیکھنے والے کے بارے میں معلومات لینا۔ کبھی خواب دیکھنے والا خود آ کر خواب بیان کرتا ہے اور کبھی کسی دوسرے کے واسطے سے خواب بیان کرواتا ہے، کبھی خط کے ذریعے لکھ کر تعبیر دریافت کرتا ہے، اس لیے بعض اوقات خواب دیکھنے والے کی ذات اور اُس کی شخصیت واضح نہیں ہوتی، اِس لیے تعبیر بتانے والے کو چاہیے کہ وہ تعبیر سے قبل خواب دیکھنے والے کے بارے میں سوالات کرے۔ مثلاً خواب دیکھنے والا کون ہے؟ اُس کا نام کیا ہے؟ وہ مرد ہے یا عورت؟ بچہ ہے یا بالغ؟ معزز اور شریف آدمی ہے یا عامی؟ اسی طرح اس کا پیشہ کیا ہے، کیا کام کرتا ہے؟ (مقدمہ کامل التعبیر مترجم ص:۳۸، ۳۹)

پانچواں ادب

پردہ پوشی سے کام لینا۔ اگر خواب ایسا ہو جس کو سن کو کر خواب دیکھنے والے کا کوئی عیب یا گناہ معلوم ہو تو اُس کو چھپانا چاہیے، لوگوں کے سامنے اُس کو بیان نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جو کسی مسلمان کے عیوب کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت

میں اُس کی پردہ پوشی فرمائیں گے۔(ابن ماجة / کتاب الحدود / باب الستر علی المؤمن / رقم الحدیث: ۲۵۴۴)

پردہ پوشی میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر مُعبّر کوخواب میں کوئی مصیبت اورغم نازل ہوتا ہوا معلوم ہوتو اسے بھی خواب دیکھنے والے سے چھپائے، کیونکہ اُس کے سامنے ذکر کردینے کی صورت میں وہ پریشان ہوجائے گا، پس بہتر یہ ہے کہ اُس کوصدقہ کی تلقین کرے،صدقہ بلاؤں کوٹالتا ہے۔(مقدمہ کامل التعبیر مترجم رص:۳۸)

چھٹا ادب

اچھی تعبیر دینا۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم کسی مسلمان کوخواب کی تعبیر بتایا کروتو خیروبھلائی کی تعبیر بتایا کرو، اِس لیے کہ خواب اُسی طرح واقع ہوجاتے ہیں جس طرح ان کی تعبیر دی جاتی ہے۔(شعب الایمان للبیھقی / رقم الحدیث: ۴۲۲۸)

ساتواں ادب

تعبیر کے درست ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔تعبیر اگر درست ہوجائے تو معبّر کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے، اپنا ذاتی کمال نہیں سمجھنا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل کے اندر دوقیدیوں کواُن کے خواب کی تعبیر بتلائی تھی اوراس موقع پر یہی کہا تھا کہ یہ میرا کمال نہیں، اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے:

﴿ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ﴾ [یوسف:۳۷] (جامع تفاسیر الاحلام:۱/ ۱۳)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک خواب

ذخیرۂ احادیث میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے مبارک خوابوں کا ذکر ہیں، ہم ان میں سے کچھ خوابوں کا ذکر کرتے ہیں۔

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں دودھ پینا

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا، میں نے اس میں سے پیا اور اتنا پیا کہ سیراب ہو گیا، ایسا لگ رہا تھا کہ سیرابی میرے ہاتھ پاؤں سے نکل رہی ہے اور جو باقی بچا وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ حضرات صحابۂ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "علم"۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب فی رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللبن و القمیص / رقم الحدیث: ۲۲۸۴)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں کُرتے دیکھنا

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے جا رہے ہیں، انھوں نے کرتے پہن رکھے ہیں، کسی کا کرتہ چھاتیوں تک اور کسی کا اس سے نیچے تک ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے سامنے پیش کیے گئے تو میں نے دیکھا کہ ان پر ایک قمیص ہے جسے وہ گھسیٹ رہے ہیں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اس کی کیا تعبیر فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "دین"۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکمل دین کے لباس میں ملبوس ہیں۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب فی رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللبن و القمیص / رقم الحدیث: ۲۲۸۴)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں ڈول نکالتے ہوئے دیکھنا

ایک دفعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے بہت سے لوگوں کو ایک کنوئیں پر جمع ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک دو ڈول پانی کھینچا اور ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی جس پر اللہ تعالیٰ انھیں معاف کریں گے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو وہ ڈول بہت بڑا ہو گیا، میں نے کسی پہلوان کو ان کی طرح حیرت انگیز کام کرتے ہوئے نہیں دیکھا یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو کر اپنی آرام گاہوں میں چلے گئے۔

(ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المیزان والدلو / رقم الحدیث: ۲۲۸۹)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں سیاہ فام عورت دیکھنا

ایک دفعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک سیاہ فام عورت کو دیکھا جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ مدینہ سے نکلی اور ''جحفہ'' کے مقام پر جا کر ٹھہر گئی۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ ایک وبا مدینہ طیبہ میں آئے گی اور ''جحفہ'' منتقل ہو جائے گی۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المیزان والدلو / رقم الحدیث: ۲۲۹۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں سونے کے کنگن دیکھنا

ایک خواب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے دونوں ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن دیکھے، مجھے انھوں نے فکر میں ڈال دیا، پھر مجھ پر وحی کی گئی کہ ان دونوں کو پھونک ماروں پس میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے ان کی تعبیر یہ کی ہے کہ میرے بعد دو جھوٹے (نبوت کے دعوے دار) نکلیں گے ایک کا نام مسیلمہ ہوگا جو یمامہ

سے نکلے گا اور دوسرا عنسی جو صنعاء سے نکلے گا۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ ﷺ / باب رؤیا النبی ﷺ المیزان والدلو / رقم الحدیث: ۲۲۹۲)

نبیٔ کریم ﷺ کو خواب میں زمین کے خزانوں کی چابیاں ملنا

ایک موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں جامع باتیں دے کر بھیجا گیا ہوں اور رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔ پس ایک دن اس حال میں کہ میں سو رہا تھا میرے پاس زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو بیان کر کے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تو دنیا سے تشریف لے گئے اور اب تم ان خزانوں کو نکال رہے ہو۔ (بخاری: کتاب التعبیر / باب رؤیا اللیل رواہ سمرۃ / رقم الحدیث: ۶۹۹۸)

نبیٔ کریم ﷺ کا خواب میں حضرت مسیح صادق اور مسیح کاذب کو دیکھنا

نبیٔ کریم ﷺ نے ایک دفعہ خواب میں حضرت عیسیٰ کو اور دجال کذاب کو دیکھا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ میں نے رات خواب میں خود کو کعبہ کے پاس دیکھا اور دیکھا کہ ایک شخص بہت اچھا گندمی رنگ والا جس کے بال کندھوں تک کنگھی کی وجہ سے صاف سیدھے تھے، اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، وہ اپنے دونوں ہاتھ دو شخصوں کے کندھوں پر رکھے ہوئے کعبے کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام ہیں۔

پھر ان کے پیچھے میں نے ایک اور شخص کو دیکھا جو سخت گھنگھریالے بال اور داہنی آنکھ سے کانا تھا، اور ایک آنکھ انگور کے دانے کی طرح اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ جن لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ ان سب میں وہ عبدالعزیٰ بن قطن کے بہت مشابہ ہے، (جو جاہلیت کے دور میں

مرگیا تھا)۔تو میں نے کہا کہ یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ مسیح دجال ہے۔(بخاری: کتاب التعبیر/باب رؤیا اللیل رواہ سمرۃ/رقم الحدیث: ۶۹۹۹)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنت میں حضرت عمر کا محل دیکھنا

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں ہوں، ایک عورت کسی محل کے کنارے وضو کر رہی تھی، میں نے پوچھا کہ یہ کس کا محل ہے؟ اُس نے کہا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا، پس میں نے چاہا کہ اندر داخل ہو جاؤں، لیکن مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی، پس میں وہاں سے چلا گیا۔حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے، پھر فرمایا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، کیا میں آپ پر بھی غیرت کروں گا؟ (بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ/رقم الحدیث: ۳۶۷۹)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں ورقہ بن نوفل کو دیکھنا

ایک دفعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ورقہ بن نوفل کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کس حال میں ہیں، جنت میں یا دوزخ میں؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی تھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان سے پہلے وہ انتقال کر گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وہ خواب میں دکھائے گئے تو ان کے بدن پر سفید رنگ کے کپڑے تھے اگر وہ دوزخی ہوتے تو کسی اور رنگ کے کپڑے ہوتے۔(ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/باب رؤیا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المیزان والدلو/رقم الحدیث: ۲۲۸۸)

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں یثرب اور تلوار کو دیکھنا

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں مکہ سے ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور کے باغات ہیں۔ اس پر میرا ذہن ادھر گیا کہ یہ مقام یمامہ یا ہجر ہوگا۔ لیکن وہ یثرب مدینہ منورہ ہے اور اسی خواب میں میں نے دیکھا کہ میں نے تلوار ہلائی تو وہ بیچ میں سے ٹوٹ گئی۔ یہ اس مصیبت کی طرف اشارہ تھا جو احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اٹھانی پڑی تھی۔ پھر میں نے دوسری مرتبہ اسے ہلایا تو وہ پہلے سے بھی اچھی صورت میں ہوگئی۔ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح دی اور مسلمان سب اکٹھے ہو گئے۔ میں نے اسی خواب میں گائیں دیکھی اور اللہ تعالیٰ کا جو کام ہے وہ بہتر ہے۔ ان گایوں سے ان مسلمانوں کی طرف اشارہ تھا جو احد کی لڑائی میں شہید کیے گئے اور خیر و بھلائی وہ تھی جو ہمیں اللہ تعالیٰ نے خیر و سچائی کا بدلہ بدر کی لڑائی کے بعد عطا فرمایا تھا۔ (بخاری: کتاب المناقب / باب علامات النبوۃ فی الاسلام / رقم الحدیث: ۳۶۲۲)

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھنا

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم مجھے دو مرتبہ خواب میں دکھائی گئی ہو۔ میں نے دیکھا کہ تم ایک ریشمی کپڑے میں لپٹی ہوئی ہو اور کہا جا رہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی ہیں ان کا چہرہ کھولیے۔ میں نے چہرہ کھول کر دیکھا تو تم تھیں۔ میں نے سوچا کہ اگر یہ خواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے تو وہ خود اس کو پورا فرمائے گا۔ (بخاری: کتاب مناقب الانصار / باب تزویج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عائشۃ رضی اللہ عنہا / رقم الحدیث: ۳۸۹۵)

نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طویل خواب

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکثرت صحابہ

کرام سے فرمایا کرتے تھے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ جس نے خواب دیکھا ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ کو بیان کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صبح فرمایا کہ آج رات میرے پاس دو آنے والے آئے، انھوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو۔ میں ان کے ساتھ چل دیا۔

چنانچہ ہم ایک آدمی کے پاس آئے جو لیٹا ہوا تھا اور دوسرا آدمی اس کے پاس ایک پتھر لیے کھڑا تھا۔ اچانک وہ اس کے سر پر پتھر مارتا تو اس کا سر توڑ دیتا اور پتھر لڑھک کر دور چلا جاتا۔ وہ پتھر کے پیچھے جاتا اور اسے اٹھالاتا۔ اس کے واپس آنے سے پہلے پہلے دوسرے کا سر صحیح ہو جاتا جیسا کہ پہلے تھا۔ کھڑا ہوا شخص پھر اسی طرح مارتا اور وہی صورت پیش آتی جو پہلے آئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان دونوں سے کہا کہ سبحان اللہ! کیا ماجرا ہے؟ یہ دونوں شخص کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آگے چلو۔ آگے چلو۔

ہم چل دیے تو ایک آدمی کے پاس پہنچے جو پیٹھ کے بل چت لیٹا ہوا تھا۔ اور دوسرا شخص اس کے پاس لوہے کا آنکڑا لیے کھڑا تھا۔ وہ اس کے چہرے کے ایک طرف آتا اور اس کے جبڑے کو گدی تک، اس کے نتھنے کو گدی تک چیر دیتا۔ پھر چہرے کے دوسری طرف جاتا تو ادھر بھی اسی طرح چیرتا جس طرح اس نے پہلی جانب کیا تھا۔ وہ ابھی دوسری جانب سے فارغ نہ ہوتا تھا کہ پہلی جانب اپنی صحیح حالت میں آجاتی۔ پھر دوبارہ وہ اسی طرح کرتا جس طرح اس نے پہلی مرتبہ کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان سے کہا کہ سبحان اللہ! یہ دونوں کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آگے چلو، آگے چلو۔

چنانچہ ہم آگے چلے۔ پھر ہم ایک تنور جیسی چیز پر آئے۔ اس میں شور وغل کی آواز تھی۔

ہم نے جھانک کر دیکھا تو اس میں ننگے مرد اور ننگی عورتیں تھیں۔ جب ان کے پاس نیچے سے آگ کا شعلہ آتا تو وہ چلانے لگتے۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ آگے چلو آگے چلو، چنانچہ ہم آگے بڑھے اور ایک نہر پر آئے۔ وہ نہر خون کی طرح سرخ تھی۔ اس میں ایک تیرنے والا آدمی تیر رہا تھا۔ نہر کے کنارے اور آدمی تھا جس کے پاس بہت سے پتھر جمع تھے۔ جب تیرنے والا آدمی اس شخص کے پاس پہنچتا جس نے پتھر جمع کر رکھے تھے وہ اس کا منہ کھول دیتا اور زور سے پتھر مار کر اسے پیچھے دھکیل دیتا اور وہ پھر تیرنے لگتا۔ پھر اس کے پاس لوٹ کر آتا جیسے پہلے آیا تھا تو وہ اس کے منہ کھول دیتا اور منہ پر زور سے پتھر مار کر اسے پیچھے دھکیل دیتا۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا کہ آگے چلو، آگے چلو۔

چنانچہ ہم آگے بڑھے تو ایک انتہائی بدصورت آدمی کے پاس پہونچے، جتنے بد صورت تم نے دیکھے ہوں گے وہ ان سب سے زیادہ بدصورت تھا۔ اس کے پاس آگ جل رہی تھی اور وہ اسے خوب تیز کر رہا تھا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا۔ میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ انھوں نے مجھ کہا کہ آگے چلو، آگے چلو۔

ہم آگے بڑھے تو ایک ایسے باغ میں پہنچے جو سرسبز شاداب تھا اور اس موسم بہار کے سب پھول تھے۔ اس باغ کے درمیان ایک لمبے قد والا آدمی تھا، اتنا لمبا کہ میرے لیے اس کا سر دیکھنا مشکل ہو گیا گویا وہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا اس کے اردگرد بہت سے بچے تھے۔ میں نے اتنے بچے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اور بچوں کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ آگے چلیں۔

ہم آگے بڑھے تو ہم ایک عظیم الشان باغ پہونچے۔ میں نے اتنا بڑا اور اتنا

خوبصورت باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ان دونوں نے کہا کہ اس پر چڑھیے۔جب ہم اس پر چڑھیے تو وہاں ایک ایسا شہر دکھائی دیا جس کی ایک اینٹ چاندی کی تھی۔ہم اس شہر کے دروازے پر آئے اور ہم اسے کھلوایا تو وہ ہمارے لیے کھول دیا گیا۔ہم اس میں داخل ہوئے تو ہمارا استقبال ایسے لوگوں نے کیا جن کے جسم کا نصف حصہ انتہائی خوبصورت اور دوسرا حصہ انتہائی بدصورت تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں ساتھیوں نے لوگوں سے کہا کہ اس نہر میں کود جاؤ۔وہاں ایک نہر بہہ رہی تھی جس کا پانی انتہائی سفید اور صاف شفاف تھا۔وہ لوگ گئے اور اس میں کود پڑے، پھر جب وہ ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی جاتی رہی اور اب وہ نہایت خوبصورت ہو گئے تھے۔ان دونوں نے مجھے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہ آپ کی منزل ہے، جب میری نظر اوپر اٹھی تو سفید بادل کی طرح وہاں مجھے ایک محل نظر آیا۔انھوں نے مجھے کہا کہ اس جگہ آپ کا مقام ہے۔

میں نے ان سے کہا کہ اللہ تمھیں برکت عطا فرمائیں! مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اس محل کے اندر داخل ہو جاؤں۔انھوں نے کہا کہ اس وقت تو آپ نہیں جا سکتے، لیکن آئندہ آپ اس میں ضرور جائیں گے۔

میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں نے بہت عجیب وغریب چیزیں دیکھی ہیں۔ بہر حال! جو کچھ میں نے دیکھا ہے ان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے مجھ سے کہا کہ ہم ابھی آپ سے بیان کرتے ہیں۔جس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا تھا یہ وہ شخص ہے جو قرآن سیکھتا، پھر اسے چھوڑ دیتا اور فرض نماز پڑھے بغیر سو جاتا تھا۔اور وہ شخص جس کے پاس آپ گئے تھے اور اس کا جبڑا گدی تک، اس کے نتھنے گدی تک اور اس کی آنکھیں گدی تک چیری جا رہی تھیں وہ ایسا

شخص ہے جو صبح اپنے گھر سے نکلتا اور سارا دن جھوٹ بولتا رہتا حتیٰ کہ دور دراز تک اس کا جھوٹ پہنچ جاتا۔ اور وہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں جو تنور میں آپ نے دیکھے وہ زنا کار مرد اور زنا کار عورتیں تھیں۔ اور آپ جس آدمی کے پاس آئے اور خونی نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر مارے جا رہے تھے وہ وہ سود خود تھا۔ اور وہ بدصورت شخص جو آگ بھڑکا رہا تھا اور اس کے اردگرد دوڑ رہا تھا وہ جہنم کا داروغہ مالک نامی فرشتہ ہے۔ اور باغ میں لمبے قد والے آدمی حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور ان کے اردگرد وہ بچے تھے جو پیدا ہو کر فطرت اسلام پر فوت ہو گئے۔ اس پر کچھ صحابہ کرام نے پوچھا کہ اللہ کے رسول! کیا مشرکین کے بچے بھی ان میں شامل ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! مشرکین کے بچے بھی ان میں داخل ہیں۔

اب رہے وہ لوگ جن کا نصف بدن، خوبصورت اور نصف بدصورت تھا! تو یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اچھے اور برے دونوں قسم کے عمل کیے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے درگزر فرمایا اور انھیں معاف کر دیا۔ (بخاری: کتاب التفسیر / باب تعبیر الرؤیا بعد صلوۃ الصبح / رقم الحدیث: ۷۰۴۷)

اچھے خواب کی صورتیں

برصغیر کے مایۂ ناز محدث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اچھے اور بہتر خواب کی درج ذیل ۹ صورتیں بیان کی ہیں۔

(۱) نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھنا۔

(۲) جنت یا جہنم کو خواب میں دیکھنا۔

(۳) نیک بندوں اور انبیائے کرام علیہم السلام کو خواب میں دیکھنا۔

(۴) مقاماتِ متبرکہ جیسے بیت اللہ کو خواب میں دیکھنا۔

(۵) آئندہ پیش آنے والے واقعات کو خواب میں دیکھنا، پھر وہ واقعہ ویسا ہی رونما ہو جیسا اس نے دیکھا ہے مثلاً دیکھا کہ ایک حاملہ کو لڑکا پیدا ہوا پھر واقعی لڑکا پیدا ہو۔

(۶) گذشتہ واقعات کو واقعی طور پر خواب میں دیکھنا مثلاً دیکھا کہ کسی کا انتقال ہو گیا پھر انتقال کی خبر آئی۔

(۷) کوئی ایسا خواب دیکھنا جو کوتاہی پر آگاہ کرے مثلاً خواب دیکھا کہ کتا اس کو کاٹ رہا ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ غصیلا ہے، اپنا غصہ کم کرے۔

(۸) انوار اور ستھرے کھانوں کو خواب میں دیکھنا مثلاً دودھ، شہد اور گھی کا پینا۔

(۹) ملائکہ کو خواب میں دیکھنا۔ (حجۃ اللہ البالغۃ: ۲/ ۲۵۳)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۱)

زمزم
تاریخ وفضائل

تعارف

۱۱/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۲/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز:منگل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿رَبَّنَاۤ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ عِنۡدَ بَیۡتِکَ الۡمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجۡعَلۡ اَفۡئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَہۡوِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ وَ ارۡزُقۡہُمۡ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّہُمۡ یَشۡکُرُوۡنَ﴾ [ابراهيم:۳۷]

تاریخ

یہ سورۂ ابراہیم کی ۳۷ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت کریمہ میں خلیل اللہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس دعا کا ذکر ہے جو انھوں نے اپنے اہل وعیال کو وادیٔ غیر ذی زرع میں اکیلے چھوڑنے پر فرمائی تھی۔

جس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام بحکم الٰہی اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا اور شیر خوار بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وادیٔ غیر ذی زرع میں چھوڑ آئے اور وہاں توشہ ختم ہوا۔ پھر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں زمزم کا چشمہ جاری فرما دیا۔اس دوران یمن کا ایک قبیلہ جرہم جو معاش کی تلاش میں نکلا تھا وہاں آباد ہو گیا۔اور اسی خاندان میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی۔اور پھر تقریباً ایک سو تیس سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات ہوئی اور حطیم میں اپنی والدہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد بنو اسماعیل خانۂ کعبہ کے متولی ہوئے اور اس طرح سے خانۂ کعبہ کی تولیت بنو اسماعیل میں جاری رہی۔رفتہ رفتہ بنو اسماعیل اور بنو جرہم میں باہم اختلاف شروع ہوا۔بالآخر

بنو جرہم بنو اسماعیل پر غالب آ گئے۔ اور مکہ میں جرہم کی حکومت قائم ہوگئی۔ چند روز کے بعد جرہم کے حکام نے بنو اسماعیل پر ظلم وستم کرنا شروع کیا جس کی وجہ سے اولاد اسماعیل مکہ کے اطراف میں آباد ہوگئی۔ دوسری جانب قبیلۂ جرہم نے بیت اللہ شریف کے احترام کو پامال کرنا شروع کیا۔ یہ بات قائل عرب پر بڑی شاق گزری اور وہ سب متفق ہو گئے اور سب نے مل کر جرہم پر چڑھائی کی۔ مجبوراً جرہم کو وہاں سے نکلنا پڑا۔ مگر مکہ سے جاتے جاتے وہ ایک شرارت کر کے گئے کہ خانۂ کعبہ کی چیزوں کو چاہ زمزم میں دفن کر کے بن کر دیا۔ اور زمزم کے کنویں کو ایسا بند کیا کہ زمین کی سطح کے برابر کر دیا۔ جرہم کے چلے جانے کے بعد عرب وہاں آباد ہو گئے، مگر کسی نے زمزم کے کنویں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ زمانے کے گزرنے پر اس کا نام نشان بھی باقی نہ رہا۔

عبدالمطلب کا خواب

اب زمانہ آیا کہ مکہ مکرمہ کی سرداری عبدالمطلب کے ہاتھ میں ہے۔ اسی دوران عبدالمطلب ایک مرتبہ حطیم میں آرام فرما رہے تھے کہ خواب دیکھا کہ کوئی آنے والا آ کر کہتا ہے:

احفر برّہ

کہ برّہ کو کھودو۔ پوچھا:

وما برّہ؟

کہ برّہ کیا چیز ہے؟ وہ چلا گیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ اگلے روز پھر اسی جگہ سو رہے تھے کہ خواب دیکھا کسی آنے والے نے کہا:

احفر المضنونة

کہ مضنونہ کوکھودو۔ پوچھا:

وما المضنونة؟

کہ مضنونہ کیا چیز ہے؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ تیسرے روز پھر اسی جگہ سورہ تھے کہ خواب دیکھا کہ کوئی آنے والا کہتا ہے:

احفر طيبه

کہ طیبہ کوکھودو۔ پوچھا:

وما طيبه؟

کہ طیبہ کیا چیز ہے؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور چلا گیا۔ چوتھے روز پھر اس جگہ سورہے تھے کہ خواب دیکھا:

احفر زمزم

کہ زمزم کوکھودو۔ پوچھا:

وما زمزم؟

کہ زمزم کیا چیز ہے؟ تو اس نے بتلایا کہ زمزم ایک کنواں ہے جس کا پانی نہ کبھی ٹوٹتا ہے اور نہ کبھی کم ہوتا ہے؟ بے شمار حجاج کو سیراب کرتا ہے۔ پھر اس جگہ کچھ نشانات اور علامات بتلائی کہ اس جگہ کھودو۔ عبدالمطلب کو یقین ہو گیا کہ یہ سچا خواب ہے۔

اگلے روز عبدالمطلب نے قریش کے سامنے اس خواب کا تذکرہ کیا اور اس جگہ کو کھودنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو قریش نے مخالفت کی۔ مگر عبدالمطلب مسلسل خواب دیکھنے کی وجہ

سے اپنے ارادہ پر جمے ہوئے تھے۔آپ نے مخالفت کی کوئی پروانھیں کی اور کدال پھاوڑا لے کر اپنے فرزند حارث کو لے کر نکلے۔اور اس جگہ پہونچے جہاں نشانات بتلائے تھے اور کھودنا شروع کیا۔عبدالمطلب کھودتے اور حارث مٹی اٹھا کر پھینکتے تھے۔تین روز کے بعد پانی کی من ظاہر ہوئی تو عبدالمطلب نے فرط مسرت سے نعرہ لگایا اور یہ کہا یہی اسماعیل علیہ السلام کا کنواں ہے۔پھر عبدالمطلب نے اس کے قریب کچھ حوض تیار کیے جن میں آب زمزم پھر حجاج کرام کو پلاتے تھے۔حاسدوں نے یہ شرارت کی کہ ان حوضوں کو رات میں خراب کرنا شروع کیا۔صبح میں عبدالمطلب اس کو صاف کرتے،مگر پھر رات میں خراب۔جب پریشانی بڑھی تو عبدالمطلب نے دعا کی۔حق تعالیٰ کی جانب سے ان کو خواب میں بتلایا گیا کہ یہ دعا مانگو کہ اے اللہ! میں اس سے لوگوں کو غسل کی اجازت نھیں دیتا،صرف پینے کے لیے حلال کرتا ہوں۔صبح اٹھتے ہی عبدالمطلب نے یہ اعلان کر دیا۔اس کے بعد جب کوئی اس حوض کے ساتھ برا ارادہ کرتا تو وہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا۔(سیرت مصطفیٰ:۱/۔۳۴،۳۵،۳۶)

قریش کا عبدالمطلب سے مطالبہ

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے کچھ حضرات عبدالمطلب کے پاس آئے اور کہا کہ یہ کنواں ہمارے سب کے جدامجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ہے اس لیے ہم بھی اس میں شرکت کا حق رکھتے ہیں،آپ اکیلے اس کے مالک نھیں ہے۔عبدالمطلب نے جواب دیا کہ یہ سعادت خاص کر اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے،اس میں کسی دوسرے کو شریک نھیں کر سکتا۔قریش اس بات سے مطمئن نھیں ہوئے اور لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔عبدالمطلب نے پیش کش کی کہ کسی کو فیصل مان لو اور اس کے فیصلے پر عمل کرو۔قریش نے ملک شام کی ایک کاہنہ کا

نام لیا کہ اس کے سامنے مقدمہ رکھا جائے اور وہ جو فیصلہ کرے اس پر عمل کیا جائے۔ سب نے اتفاق کرلیا اور سفر کے لیے نکل پڑے۔ اتفاق یہ ہوا کہ راستے میں عبدالمطلب کے ساتھیوں کا پانی ختم ہوگیا اور پیاس کی شدت سے ہلاکت کی نوبت آئی تو انھوں نے قریش کے دیگر خاندانوں کے نمائندوں سے پانی مانگا، مگر انھوں نے بھی اپنا عذر بتا کر منع کر دیا۔ عبدالمطلب نے یہ صورت حال دیکھ کر مشورہ دیا کہ ہر آدمی ایک ایک قبر تیار کرے تاکہ پیاس کی شدت کی وجہ سے جس کا انتقال ہوجائے اسے دفن کیا جاتا رہے۔ ساتھیوں نے اس پر عمل کیا اور قبریں تیار کی اور بیٹھ کر اپنی ہلاکت کا انتظار کرنے لگے۔ لیکن بعد میں عبدالمطلب کا خیال آیا کہ اس طرح بیٹھ رہنے سے کیا فائدہ؟ آگے سفر شروع کرنا چاہئے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پانی عطا فرمائے۔ جب لوگوں نے آگے کے سفر کی تیاری شروع کی اور جیسے ہی عبدالمطلب اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اچانک ان کی اونٹنی کے کھر کے نیچے سے پانی ابلنے لگا جس کو دیکھ کر سب نے بے اختیار نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ وہ پانی خود بھی پیا، ساتھیوں کو بھی پلایا اور دیگر قبائل کے نمائندوں کو بھی یہ کہہ کر مدعو کیا کہ حق تعالیٰ نے ہمیں یہ پانی عطا فرمایا ہے۔ یہ دیکھ کر قافلے والوں نے کہا اب ہم آپ سے زمزم کے بارے میں کوئی جھگڑا نہیں کریں گے، کیوں کہ جس اللہ نے اس جنگل میں آپ کو پانی عطا فرمایا اسی اللہ نے آپ کو زمزم بھی دیا ہے۔ لوگ وہیں سے واپس مکہ آگئے اور کاہنہ کے پاس نہیں گئے۔ (کتاب المسائل ۳/۲۵۱، ۲۵۲)

زمزم کی وجہ تسمیہ

اس سلسلے میں علما نے تین قول بیان فرمائے ہیں۔

(۱) زمزم کے معنی کثیر کے ہے۔ چونکہ اس کا پانی کثیر ہے اس لیے اس کو زمزم کہا گیا۔

(۲) زمزم کے ایک معنیٰ باندھنے کے ہے چونکہ حضرت ہاجرہ نے مٹی ڈال کر باندھ دیا تھا اس لیے اس کو زمزم کہا گیا۔

(۳) زمزم کے ایک معنیٰ دور سے آنے والی آواز۔ چونکہ اس پانی کے نکلنے کے وقت آواز پیدا ہوئی تھی اس لیے اس کو زمزم کہا گیا۔ (قاموس الفقہ: ۱۰۱/۴)

زمزم کی خصوصیات اور فضائل

زمزم کے بے شمار و متعدد فضائل ہیں۔ ذیل میں چند خصوصیات اور فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) یہ پانی کتنا ہی خرچ کیا جائے کبھی کم نہیں ہوتا۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک حبشی اس کنویں میں گر کر مر گیا جس کی وجہ سے اس کا پورا پانی نکالا گیا، تب دیکھا گیا کہ حجر اسود کی جانب سے تیز پانی کا بہاؤ جو روکنے کے باوجود رک نہیں پایا۔ اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ برسہا برس سے یہ پانی استعمال ہو رہا ہے مگر اس میں کوئی کمی نہیں آئی۔ (دار قطنی: ۲۸/۱)

(۲) اس پانی میں پیاس مٹانے کے ساتھ ساتھ بھوک مٹانے کی بھی تاثیر ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مہینہ تک اس پانی پر گزارہ کیا جس کی وجہ سے ان کے جسم پر چربی چڑھ گئی تھی۔ (مسلم: کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہم / باب من فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۲۴۷۳)

مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ زمزم کو ہم شباعہ کہتے تھے یعنی پیٹ بھرنے والا۔ اس پانی سے پیٹ بھر جاتا ہے اور بال بچوں کے لیے

بے حد مفید چیزیں موجود ہیں۔(المصنف لابن ابی شیبة: ۳۸۸/۸)

(۳) زمزم کا پانی جس مقصد سے پیا جاتا ہے اس میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ دنیا کے کسی پانی میں یہ تاثیر نہیں ہے۔(ابن ماجه: کتاب المناسک/باب الشرب من زمزم/رقم الحدیث: ۳۰۶۴)

ایک حدیث میں ہے کہ اگر تو زمزم کے پانی کو پیاس بجھانے کے لیے پیے تو اس کا کام دے اور اگر کھانے کی جگہ پیٹ بھرنے کے لیے پیے تو اس کا کام دے اور اگر کسی مریض کو صحت کی نیت سے پلائے تو اس کا کام دے۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی خدمت (یعنی ان کی محنت سے جاری شدہ چشمہ ہے) اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سبیل ہے۔(التفسیر المنیر للزحیلی: ۲۶۷/۱۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نیت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمزم کا پانی پیتے ہوئے دعا کی اللہ تعالی قیامت کے دن کی پیاس بجھانے کے لیے پیتا ہوں۔(فضل ماء زمزم/ص: ۱۳۴)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نیت

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے اس نیت سے پیا کہ یا اللہ مجھے اعلم العلما (یعنی اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عالم بنا دیجیے) امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ دعا قبول ہوئی اور وہ اپنے زمانہ کے اعلم العلما بنے اور فقہ میں جو ان کا مقام ہے وہ اہل حق پر عیاں ہے، اُن کی فقاہت کا اہل حق میں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

الناس فی الفقة عیال علی ابی حنیفة

یعنی لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہیں۔(فضل ماء زمزم/ص:۱۳۵)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نیت

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے زمزم پیتے وقت دو دعائیں کی تھی۔ایک علم میں برکت کی اور دوسرا تیر اندازی مہارت کی۔اللہ رب العزت نے آپ کے دونوں دعائیں قبول کی۔ آپ کو ایسا علم عطا کیا آج ایک بڑی تعداد آپ کی تقلید کر رہی ہیں۔اور تیر اندازی میں مہارت کا عالم یہ تھا کہ ننانوے فیصد آپ کا تیر صحیح نشانے پر لگتا تھا۔(فضل ماء زمزم/ص:۱۳۷)

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور محدث ہے ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے عرض کیا کہ آپ یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمزم کا پانی جس کام کے لیے پیا جائے اس کام کے لیے ہے، کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ حضرت سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کے جی ہاں۔انھوں نے عرض کیا میں نے اس لیے پیا تھا کہ آپ دو سو حدیث سے مجھے سنائیں گے۔حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، فوراً انھیں دو سو حدیث سنا دی۔(فضل ماء زمزم/ص:۲۷۱)

امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی نیت

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ صاحب المستدرک علی الصحیحین نے اس نیت سے زمزم پیا کہ انھیں حسن تصنیف حاصل ہو جائے چنانچہ وہ اپنے زمانے کے سب سے اچھے مصنف بن گئے۔(فضل ماء زمزم/ص:۲۷۱)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

اہل ہرات کے ایک عبداللہ نامی شخص کا بیان ہے کہ میں سحری کے وقت بئرِ زمزم کے پاس آیا پس کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شیخ نے حجرِ اسود کی طرف سے بئر زمزم میں ڈول ڈالا اور زمزم نوش کیا اور اس ڈول کو انھوں نے جب چھوڑ دیا تو اس ڈول میں بچا ہوا زمزم میں نے پینے کے لیے لے لیا تو وہ بادام کا ستو نکلا، اتنا مزیدار ستو میں نے کبھی نہیں پیا تھا، پھر اگلی رات میں نے تہجد کے وقت ان کا انتظار کیا، پس دیکھا کہ ایک شیخ آئے انھوں نے اپنے ایک کپڑے سے اپنا چہرا ڈھانکا ہوا تھا، پس انھوں نے حجرِ اسود کی طرف سے ڈول ڈال کر زمزم پیا، پھر ڈول کو چھوڑ دیا پس میں نے اس ڈول کا بچا ہوا زمزم جب پیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں تو شہد ملا ہوا ہے، اس سے پہلے میں نے اتنا عمدہ شربت نہیں پیا تھا، پس پھر تیسری رات آبِ زمزم پر ان کا انتظار کیا پھر وہ تہجد کے وقت نمودار ہوئے اور انھوں نے اپنے چہرے کو چھپایا ہوا تھا، سو میں نے ان کے کپڑے کو پکڑ لیا پس جب انھوں نے زمزم شریف پی کر ڈول چھوڑ دیا، پھر جب میں نے اس بچے ہوئے کو پیا تو وہ بہت ہی میٹھا دودھ تھا ایسا دودھ میں نے کبھی نہیں پیا تھا، پس میں نے ان کا کپڑا پکڑ کے کہا کہ ربِ کعبہ کی قسم آپ بتا دیجئے کہ آپ کون ہیں تو انھوں نے کہا کہ اس شرط پہ بتاؤں گا کہ تم اس بات کو میری زندگی میں چھپا کے رکھنا، تو میں نے کہا ٹھیک ہے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا، تو پھر انھوں نے بتایا کہ میں سفیان ابن سعد ثوری ہوں۔ (فضل ماء زمزم / ص: ۱۴۸)

حافظ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی نیت

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حافظ ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کہاں

سے (اتنا زیادہ) علم حاصل ہوا؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ زمزم کا پانی جس نیت سے پیا جائے وہ پورا ہو جاتا ہے، سو میں نے اس نیت سے زمزم پیا کہ یا اللہ مجھے علم نافع عطا فرما دیجیے۔ (فضل ماء زمزم / ص: ۱۳۸)

(۴) زمزم کا پانی میں شفا کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روئے زمین پر سب سے بہترین پانی زمزم ہے۔ اس میں کھانے کے لیے خوراک بھی ہے اور بیماری سے شفا بھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر زمزم کا پانی شفا حاصل کرنے کی نیت سے پیو گے تو شفا نصیب ہو گی اور اگر بھوک مٹانے کی غرض سے پیو گے تو بھوک ختم ہو گی اور اگر اللہ کی پناہ حاصل کرنے کے لیے پیو گے تو پناہ نصیب ہو گی۔ (المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ۱/ ۱۴۶)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک اور روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخار جہنم کی تپش سے ہوتا ہے، لہٰذا اسے زمزم کے پانی سے ٹھنڈا کرو۔ (بخاری: کتاب بدء الخلق / باب صفة النار وانها مخلوقة / رقم الحدیث: ۳۲۶۱)

امام زین الدین عراقی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام زین الدین العراقی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ امام المحدثین حضرت زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے آب زمزم مختلف نیتوں سے پیا، ان کے پیٹ میں تکلیف تھی اس سے نجات حاصل کرنے کے لیے پیا، اللہ تعالیٰ نے نجات عطا فرما دی شفایاب ہو گئے۔ (فضل ماء زمزم / ص: ۱۱۴)

احمد بن عبداللہ الشریفی رحمۃ اللہ علیہ کا شفا پانا

امام تقی الدین فارسی رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء الغرام میں لکھا ہے کہ شیخ احمد بن عبداللہ الشریفی رحمۃ اللہ علیہ نابینا ہو گئے تھے، انھوں نے زمزم کا اپانی بینائی واپس آجانے کی نیت سے پیا پس (بفضل اللہ تعالیٰ) بینائی واپس لوٹ آئی۔ (فضل ماء زمزم / ص: ۱۱۴)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا آب زمزم پی کر شفایاب ہونا

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں نے آب زمزم کئی امراض سے نجات حاصل ہونے کی نیت سے پیا، سو اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے حکم سے ان امراض سے نجات عطا فرمادی، اور کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مجھ پر ایسا وقت گزرا ہے کہ میں مریض تھا اور نہ طبیب میسر تھا اور نہ دوا موجود تھی، پس میں آب زمزم شفا کی نیت سے پیتا تھا اور زمزم پیتے ہوئے (قرآن کریم کی آیت) ایاک نعبد وایاک نستعین پڑھتا تھا اور بار بار ایسا ہی کرتا تھا پس مجھے مکمل شفا حاصل ہوگئی، پھر میں نے زمزم کا پانی بہت سے دردوں کے لیے پیا، پس مجھے بہت زیادہ فائدہ ہوا۔ (فضل ماء زمزم / ص: ۱۱۳)

(۵) فضائل کی بعض کتابوں میں ہیں کہ زمزم کے پانی کو دیکھنے سے بینائی میں اضافہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس پانی کو دیکھنے میں برکت ہے۔ (فضل ماء زمزم / ص: ۱۶۷)

ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برکت پانچ چیزوں میں ہیں۔ قرآن شریف کو دیکھنے میں، کعبہ شریف کو دیکھنے میں، والدین کو دیکھنے میں، عالم دین کو دیکھنے میں اور زمزم کے پانی کو دیکھنے میں۔ (فضل ماء زمزم / ص: ۱۶۷)

(۶) جامع صغیر میں یہ بات لکھی ہے کہ زمزم کا پانی اور جہنم کی آگ ایک پیٹ میں جمع نہیں

ہو سکتے۔(مسائل حج رص:۱۵۷)

(۷)خوب جی بھر کر پینا نفاق سے برأت کی علامت ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور منافقوں کے درمیان فرق کی علامت یہ ہے کہ وہ لوگ جی بھر کر زمزم کا پانی نہیں پیتے اور مومنین مخلصین خوب سیراب ہو کر پیتے ہیں۔(ابن ماجة : کتاب المناسک / باب الشرب من زمزم / رقم الحدیث: ۳۰۶۱)

(۸)حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پانی کو اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تحنیک کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو یہ پانی دیا تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے ساتھ اس پانی کو لے جانا اور اپنے مریضوں پر چھڑکنا اس پانی کی فضیلت کے لئے کافی ہے۔(فضائل حج رص:۳۶۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ساتھ یہ پانی لے جایا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہ پانی اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔(فضائل حج رص:۳۶۷)

(۹)اس پانی کی فضیلت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب سفر معراج کے لیے لے جایا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت سے سواری لائے، جنت سے سونے کا طشت لائے لیکن قلب اطہر کو دھونے کے لیے جنت کے پانی کے بجائے زمزم کا پانی استعمال کیا گیا۔(بخاری: کتاب الحج / باب ماجاء فی زمزم / رقم الحدیث: ۱۶۳۶)

(۱۰)اس پانی کی خصوصیت یہ ہے کہ عرصۂ دراز تک رکھنے کے باوجود خراب نہیں ہوتا۔

زمزم سائنسی اعتبار سے

سائنسی نقطہ نظر سے زمزم میں کئی چیزیں موجود ہیں۔

میگنیشیم سلفیٹ

اس کی خاصیت یہ ہیں کہ جسم کی فضول حرارت وگرمی اوراس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تکلیف اور بیماری کو دور کرتا ہے۔جیسا کہ ابھی روایت سے پتہ چلا کہ بخار میں بھی مفید ہے اسی طرح فضول گرمی سے جو بیماری پیدا ہوتی ہے مثلاً الٹی،سر چکرانا،متلی اور قبض کی تکلیف بھی دور کرتا ہے۔

سوڈیم سلفیٹ

یہ ایک طرح کا نمک ہے جو گیس کو دور کرتا ہے۔اسی طرح گیس کی وجہ سے جوڑوں کے درد میں بھی فائدہ دیتا ہے اور پتھری میں بھی مفید ہے۔

سوڈیم کلورائیڈ

یہ بھی ایک طرح کا نمک ہے جو انسان کے خون کی صفائی کرتا ہے۔خون کی صفائی کی وجہ سے سانس لینے میں مفید ومعین ہے۔بدن کے توازن کو برقرار رکھتا ہے،ساتھ ساتھ آنت اور پیٹ کی بیماری کو بھی دور کرتا ہے اور اعضا کی کمزوری کو بھی دور کرتا ہے۔

کیلشیم کاربونیٹ

جسم میں طاقت پیدا کرتا ہے،بھوک لگاتا ہے اور کھانا ہضم کرنے میں نہایت مفید ہے۔

پوٹیشیم نائٹریڈ

جسم کی تھکان کو دور کرتا ہے اور پیشاب کی جلن اور اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔

ہائیڈروجن سلفائڈ

چمڑی کی بیماری کو دور کرتا ہے اور چمڑی کو نرم کرتا ہے۔جسم میں نکھار اور خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔

اس کے علاوہ زمزم کا پانی نزلہ، زکام میں اور کھجلی کی بیماری میں بھی مفید ہے۔اور قوت حافظہ کے لیے بہترین چیز ہے۔جسم کے اندرونی جراثیم کو دور کر کے ساری خرابی دور کرتا ہے۔دردسر کو بھی دور کرتا ہے اور قلب کو بھی قوت دیتا ہے۔(مسائل حج رص:۱۶۴)

زمزم کا پانی پینے کے آداب

(۱) کھڑے ہو کر پئیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کھڑے ہو کر پیا تھا۔بعض فقہا نے اس کی تاویل اس طرح کی ہے کہ وہاں کیچڑ تھا۔(بخاری: کتاب الحج/باب ماجاء زفی زمزم/رقم الحدیث:۱۶۳۷)

(۲) سر کھلا ہو۔بعض علما کی رائے یہ ہے کہ یہ ادب نہیں، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محرم تھے اس لئے کہ سر کھلا ہوا تھا۔

(۳) قبلہ کی جانب رخ کر کے پئیں۔(ابن ماجة/کتاب المناسک/باب الشرب من زمزم/رقم الحدیث:۳۰۶۱)

(۴) اللہ کا نام لے کر پئیں۔(ابن ماجة/کتاب المناسک/باب الشرب من زمزم/رقم الحدیث:۳۰۶۱)

(۵) تین سانس میں پئیں۔(ابن ماجة/کتاب المناسک/باب الشرب من زمزم/رقم الحدیث:۳۰۶۱)

(۶) سیراب ہو کر دعا پڑھیں۔(ابن ماجة/کتاب المناسک/باب الشرب من زمزم/رقم

الحدیث: ۳۰۶۱)

(۷) دعا پڑھ کر پئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس زمزم کا پانی پی جاؤ کے دعا پڑھتے تھے:

اللھم انی اسألک علما نافعا و رزقا واسعا و شفاء من کل داء (دار قطنی: ۳/۳۵۳)

(۸) پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا کریں۔ (ابن ماجة / کتاب المناسک / باب الشرب من زمزم / رقم الحدیث: ۳۰۶۱)

زمزم کے متعلق کچھ مسائل

(۱) زمزم کے پانی سے بطور تبرک وضو اور غسل درست ہے بشرطیکہ جسم پاک ہو۔ (مسند احمد / مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۵۶۴)

(۲) استنجا میں اور کسی ناپاک چیز کے دھونے میں یہ پانی استعمال نہ کیا جائے، بلکہ استنجا میں استعمال کرنے سے بواسیر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

(۳) بدن کے اعضا پر زمزم کا پانی لگانا درست ہے۔ (مسلم: کتاب الایمان / باب لاسراء بالرسل / رقم الحدیث: ۱۶۲)

(۴) غیر مسلم کو بھی دے سکتے ہیں بشرطیکہ بے حرمتی کا اندیشہ نہ ہو۔

زمزم کا پانی میٹھا کیوں نہیں؟

زمزم کے ڈھیر ساری فضیلتیں اور خصوصیتیں کے پڑھنے کے بعد ایک سوال ہوتا ہے

کہ آخر جس پانی کے اتنے سارے فضائل اور خصوصیات ہو وہ پانی میٹھا اور شیرین کیوں نہیں ؟اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ پانی میٹھا اور شیرین ہوتا تو لوگ حصول لذت کے لیے پیتے نہ کہ عبادت اور ثواب کے لئے۔(مسائل حج رص:۱۶۶)

زمزم سے بہتر پانی

حدیبیہ کے موقع پر پانی بالکل ختم ہو چکا تھا۔تھوڑا سا پانی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برتن میں تھا۔لوگوں نے آپ سے گزارش کی اتنا بڑا قافلہ ہے ان میں سے کسی کے پاس پانی نہیں ہے۔پانی صرف اتنا ہی ہے جتنا آپ کے برتن میں ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ دیا تو آپ چشموں فواروں کی طرح پانی ابلنے لگا۔تمام لوگوں نے سیراب ہو کر پانی پیئیں اور طہارت بھی حاصل کی اور آپ نے توشہ دان میں بھر لیا۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس وقت آپ لوگوں کی تعداد کتنی تھی تو فرمایا کہ ہماری تعداد پندرہ سو تھی لیکن اگر ایک لاکھ افراد بھی ہوتے تو وہ بھی اپنی تمام ضروریات اس پانی سے پوری کر سکتے تھے۔

(الاشباہ والنظائر:۴/۱۶۴)

موجودہ زمانے میں حکومت کا نظام

حکومت سعودی نے آب زمزم کے کنویں کو بند کر دیا مگر حجاج وزائرین کے لیے ان کا انتظام قابل مبارکباد ہے۔اس پانی کو نہ صرف مسجد حرام میں بلکہ ہوٹلوں میں یہاں تک کہ مسجد نبوی تک پہونچا رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ زمزم پانیوں کا سردار ہے۔دنیا میں پانی تو بہت اقسام کے ہیں،لیکن پانی بنانے والے رب نے ''آب زمزم'' کو ایسی فوقیت و برتری عطا فرمائی ہیں جو کسی اور کو نہیں

بخشی۔معلوم ہوا کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے بندوں کو ملا ہوا قیمتی تحفہ ہے، جب میسر ہو تو خوب جی وجان سے سیراب ہوکر پینا چاہیے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ودیعت کردہ فوائد کو حاصل کرنے کی امید بھی کرنی چاہیے۔

اللہ رب العزت اس پانی کے انوارات وبرکات سے ہمیں مالا مال فرمائیں اور جہاں یہ پانی موجود ہے وہاں جاکر اس سے سیراب ہونے کی ہم سب کو سعادت نصیب فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۲)

نیکیاں برباد نہ کیجیے

تعارف

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۳/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: بدھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝﴾ [النحل:۹۲]

تمہید

یہ سورۂ نحل کی ۹۲ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت کریمہ میں حق تعالیٰ نے ایک پاگل قسم کی عورت کا قصہ بیان کیا ہے۔

بیوقوف عورت کا تعارف

مفسرین نے لکھا ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بیوقوف قسم کی عورت تھی، جو اپنے کام کو اپنے ہی ہاتھ سے ہی خراب کیا کرتی تھی۔ظاہری بات ہے کہ خود محنت کرے اور محنت کر کے جو چیز تیار ہو اسے اپنے ہی ہاتھوں برباد کردے تو اس سے بڑی بیوقوفی کیا ہوسکتی ہے؟

اس عورت کی بیوقوفی یہ تھی کہ صبح سے شام تک اون اور سوت کات کر دھاگہ تیار کرتی تھی اور شام کو اپنے ہی ہاتھوں اسے برباد کر دیتی تھی۔یہ کام خود بھی کرتی تھی اور اپنی بیٹیوں اور باندیوں سے بھی کرواتی تھی۔جب کام مکمل ہوجاتا تو اسے برباد کر دیتی تھی۔(قرطبی مترجم:۵/ ۵۸۴)

قرآن کریم نے اس عورت کا نام بیان نہیں کیا۔البتہ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس

عورت کا نام ریطہ بنت عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ تھا۔بعض مفسرین نے اس عورت کا نام سعیدہ بتلایا ہے،لیکن قرآن کریم نے اس عورت کا نام نہیں بتلایا۔(قرطبی مترجم:۵/ ۵۸۴)

اس عورت کے واقعے سے ہمیں بہت سارے سبق ملتے ہیں۔

ایک سبق

قرآن کریم نے اس خاتون کا نام نہیں بتلایا،اس میں ہم سب کے لیے ایک سبق ہے۔وہ یہ ہے کہ اگر کسی میں کوئی عیب ہوتو بغرض اصلاح عیب تو ذکر کیا جائے،لیکن اس کا نام نہ بتلایا جائے۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت ام قیس کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا تو ام قیس نے یہ شرط رکھی کہ اگر تم ہجرت کرلوتو تم سے نکاح کرلوں گی۔ چنانچہ انھوں نے نکاح کی خاطر ہجرت کی۔انھیں مہاجرام قیس سے موسوم کیا جاتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ کے دوران وہ حدیث سنائی جو بخاری شریف کی سب سے پہلی حدیث ہے۔(کشف الباری:۱/ ۲۴۹)

آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو وہ نیت کرے گا۔پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سمجھی جائے گی اور جس کی ہجرت دنیا کمانے کے لے یا کسی خاتون سے نکاح کے لیے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے سمجھی جائے گی۔(بخاری: کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/ رقم الحدیث: ۱)

دوسرا سبق

اس عورت کے واقعے سے دوسرا سبق یہ ملا کہ عورتوں کو چاہیے کہ وہ ہاتھ سے ہونے والے کام کاج سیکھیں اور ضرورت کے موقع پر اس کو استعمال میں لائیں۔ مثلاً سلائی کام، بنائی کام وغیرہ۔ اس سے ضرورت بھی پوری ہوگی اور حلال روزی روٹی کا ایک ذریعہ بھی ملے گا۔

تیسرا سبق

اس واقعے سے تیسرا اہم سبق یہ ملا کہ عورتوں ایک دوسرے کے کام میں تعاون اور مدد کرنی چاہیے۔ مثلاً ہمارے علاقوں میں پاپڑ، پاپڑی، پوری وغیرہ بنانے کا رواج ہے تو اس میں عورتیں ایک دوسرے کا تعاون کرتی ہی ہیں۔ اس سے آپس میں محبت بھی پیدا ہوتی ہے، خدمت خلق بھی ہو جاتی ہے، پڑوسی ہونے کا حق بھی ادا ہوتا ہے اور کچھ رقم بھی جائز و حلال طریقے پر مل جاتی ہے۔

چوتھا سبق

اس واقعہ سے چوتھا اہم سبق یہ ملا کہ اگر کسی کے ساتھ کوئی وعدہ اور معاہد ہو تو اسے توڑنا نہیں چاہیے۔ وعدے رسی کی طرح ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہ عورت اپنے ہاتھ سے رسی بنتی تھی اور اپنے ہاتھوں ہی اسے برباد کر دیتی تھی۔ تو وعدے توڑنا رسی برباد کرنے کی طرح ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا:

﴿إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ﴾ [مریم: ۵۴]

کہ وہ وعدے کے بڑے سچے تھے۔ کسی نے کہا کہ ذرا ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں، وہ

جا کر بھول گیا، حضرت اسماعیل علیہ السلام وہاں پر تین دن تک بیٹھے۔(جلالین / ص: ۲۷۰)

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نبوت سے پہلے، ایک شخص نے آپ سے کوئی کپڑا خریدا، کچھ رقم باقی تھی، اس نے کہا کہ آپ ذرا ٹھہریں، میں ابھی لا کر دیتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، وہ گیا اور بھول گیا، تین دن کے بعد اسے یاد آیا، تو رقم لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناراض نہیں ہوئے، صرف اتنا فرمایا کہ تم نے ہم کو مشقت میں ڈال دیا، میں تین دن تک تمھارا انتظار کرتا رہا۔(ابو داود: / کتاب الادب / باب فی العدة / رقم الحدیث: ۴۹۹۶)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

ایک بار رومیوں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کچھ عرصے کے لیے جنگ بندی کا معاہدہ تھا، جس کی مدت ختم ہونے سے قبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ دمشق سے فوجوں کی کمان کرتے ہوئے اس خیال سے روم کی سرحد کی طرف روانہ ہو گئے کہ معاہدے کی مدت ختم ہونے سے قبل سرحد تک پہنچ جائیں گے اور اس کے بعد کسی بھی کارروائی کے لیے آزاد ہوں گے۔ مگر ابھی راستے میں ہی تھے کہ صحابیٔ رسول حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ پیچھے سے انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ لشکر تک پہنچے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جناب نبی کریمؐ کے اس ارشاد سے آگاہ کیا کہ اگر تمھارا کسی قوم کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہو تو مدت ختم ہونے سے قبل اپنی فوجوں کو حرکت میں نہ لاؤ یہ سنتے ہی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قدم نہ صرف رک گئے، بلکہ انھوں نے فوجوں کو دمشق کی طرف واپسی کا حکم دے دیا۔(ابو داود: / کتاب الجهاد / باب فی الامام یکون

بینہ وبین العدو عھد / رقم الحدیث: ۲۷۵۹)

پانچواں سبق

اس عورت کے واقعے سے ملنے والا پانچواں اہم سبق یہ ہے کہ اپنی محنت اور اپنے عمل کو برباد نہیں کرنا چاہئے۔ بہت سی مرتبہ انسان محنت ومشقت سے کوئی نیک عمل کرتا ہے، لیکن کچھ نادانی اور حماقت ایسی کر بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے اُس کی وہ نیکی برباد ہوجاتی ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ نیکی ضائع کرنے والے اعمال کون کون سے ہیں؟

پہلا عمل: شرک

نیکی برباد کرنے والا پہلا عمل ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا۔ شرک تو ظلم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ معاف کرسکتا ہے، لیکن شرک کی معافی کبھی نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝﴾ [الانعام:۸۸]

اور اگر وہ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے وہ سب ضائع ہوجاتے۔

دوسرا عمل: کفر

سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۝﴾ [الکھف:۱۰۵]

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں اور اس کے سامنے جانے سے انکار کیا تو ان کے اعمال ضائع ہوگئے اور ہم قیامت کے دن ان کے لیے کچھ بھی وزن قائم

نہیں کریں گے۔

تیسرا عمل: نفاق

نیک برباد کرنے والا تیسرا عمل ہے نفاق یعنی زبان سے کلمہ پڑھنا اور دل میں ایمان چھپانا۔ غزوۂ خندق کے موقع پر مدینہ منورہ کے جن منافقوں نے غداری کی تھیں حق تعالیٰ نے ان کے حالات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ أُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَأَحْبَطَ اللّٰهُ أَعْمَالَهُمْ ﴾ [الاحزاب:۱۹]

یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقت میں ایمان نہیں لائے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو برباد کر دیا۔

چوتھا سبب: ارتداد

نیکی برباد کرنے والا چوتھا عمل ہے ارتداد یعنی دین سے پھر جانا، مرتد ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ ﴾ [البقرة:۲۱۷]

اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور وہ کافر ہی مرے پس یہی وہ لوگ ہیں کہ ان کے اعمال ضائع ہو گئے دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ دوزخی ہیں، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آخری دور میں ارتداد عام ہوگا

مسلم شریف کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مؤمن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین و مذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا۔ (مسلم: کتاب الایمان / باب المبادرة بالاعمال قبل تظاہر الفتن / رقم الحدیث: ۱۱۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ اذا جاء نصر اللہ کی تلاوت کی، پھر فرمایا کہ جس طرح لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہوئے اسی طرح فوج در فوج لوگ اسلام سے خارج بھی ہو جائیں گے۔ (دارمی: باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۹۱)

عرب میں یہ ارتداد عام ہوگا

متعدد روایات میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کی پیشگوئی فرمائی ہیں کہ عرب میں ارتداد کی وبا عام ہوگی۔ میں آپ کے سامنے دو روایتیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) بخاری شریف مسلم شریف کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ قبیلہ دوس کی عورتیں ذی الخلصہ نامی بت کا طواف نہ کرنے لگیں۔ (بخاری: کتاب الفتن / باب تغیر الزمان حتی یعبدوا الاوثان / رقم الحدیث: ۷۱۱۶۔ مسلم: کتاب الفتن واشراط الساعة / باب لا تقوم الساعة حتی تعبد دوس ذا الخلصة / رقم الحدیث: ۲۹۰۶)

(۲) ایک روایت میں ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ گھروں میں مرتیاں نہ رکھی جائیں، اور سب سے پہلے تہامہ کے لوگ مرتیاں نصب کریں گے۔ تہامہ مکہ مکرمہ کے آس پاس کا علاقہ ہے بلکہ مکہ مکرمہ بھی تہامہ میں داخل ہے۔ (کتاب الفتن لابن نعیم ر ص: ۳۶۸)

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک بنیار ہتا تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو حضرت نے اسے دیکھا کہ وہ جنت میں ٹہل رہا ہے؟ پوچھا لالہ جی! تم یہاں؟ یعنی جنت میں تو سوائے اہل ایمان کے کوئی داخل نہ ہوگا تو یہ یہاں کیسے؟ اس نے کہا مولوی جی! ہم نے مرنے سے پہلے ''ان کہی'' کہہ لی تھی یعنی کلمہ پڑھ لیا تھا۔ (خطبات فقیر: ۷/ ۱۵۴)

پانچواں سبب: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت

نیکی ضائع کرنے والا پانچواں عمل ہے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی مخالفت۔ ایک مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو بے چون و چرا تسلیم کرلے، لیکن جب مسلمان ہی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کے دائرے سے نکل جاتا ہے تو یہ اس کے اعمال کی بربادی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۝ ﴾ [محمد: ۳۳]

اے ایمان والو! اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو باطل مت کرو۔

چھٹا سبب: اللہ کی آیات اور آخرت کی ملاقات کا انکار

نیکی ضائع کرنے والا چھٹا سبب ہے اللہ کی آیات اور آخرت کا انکار کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ﴾

[الاعراف:۱۴۷]

ساتواں سبب: بدعت

نیکی ضائع کرنے والا ساتواں عمل ہے بدعت یعنی دین میں نئی بات ایجاد کرنا۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعت کی سخت ترین الفاظ میں برائی بیان فرمائی ہیں۔ ایک روایت میں آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں ہے پس وہ مردود یعنی غیر مقبول ہے۔ (ابوداود: اول کتاب السنۃ/باب فی لزوم السنۃ/رقم الحدیث: ۴۶۰۶)

ایک اور روایت کا مفہوم ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی جہنم میں لے جانے کا سبب ہے۔ (ابن ماجۃ: باب اتباع سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین/رقم الحدیث: ۴۲)

آٹھواں سبب: ریاکاری

نیکی ضائع کرنے والا آٹھواں عمل ہے ریا اور دکھلاوا۔

تین ریاکار کا انجام

عقبہ بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے شفیا اصبحی نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ مدینہ میں داخل ہوئے، اچانک ایک آدمی کو دیکھا جس کے پاس کچھ لوگ جمع تھے، انھوں نے پوچھا کہ یہ کون

ہیں؟ لوگوں نے جواباً عرض کیا کہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ شفیا اصبحی کا بیان ہے کہ میں ان کے قریب ہوا یہاں تک کہ ان کے سامنے بیٹھ گیا اور وہ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے۔ جب وہ حدیث بیان کر چکے اور تنہا رہ گئے تو میں نے ان سے کہا کہ میں آپ سے اللہ کا بار بار واسطہ دے کر پوچھ رہا ہوں کہ آپ مجھ سے ایسی حدیث بیان کیجیے جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہو اور اسے اچھی طرح جانا اور سمجھا ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، یقیناً میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جسے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا ہے اور میں نے اسے اچھی طرح جانا اور سمجھا ہے۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے زور کی چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ یقیناً میں تم سے وہ حدیث بیان کروں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اسی گھر میں بیان کیا تھا جہاں میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ پھر دوبارہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے، پھر جب افاقہ ہوا تو اپنے چہرے کو پونچھا اور فرمایا کہ ضرور میں تم سے وہ حدیث بیان کروں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے بیان کیا ہے اور اس گھر میں میرے اور آپ کے سوا کوئی نہیں تھا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے زور کی چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے، اپنے چہرے کو پونچھا اور پھر جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ ضرور میں تم سے وہ حدیث بیان کروں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے بیان کیا ہے اور اس گھر میں میرے اور آپ کے سوا کوئی نہیں تھا، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے زور کی چیخ ماری اور بیہوش ہو کر منہ کے بل زمین پر گر پڑے۔ میں نے بڑی دیر تک انھیں اپنا سہارا دیے رکھا۔

پھر جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ

قیامت کے دن جب ہر امت گھٹنوں کے بل پڑی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے کے لیے نزول فرمائے گا، پھر اس وقت فیصلے کے لیے سب سے پہلے ایسے شخص کو بلایا جائے گا جو قرآن کا حافظ ہوگا، دوسرا شہید ہوگا اور تیسرا مالدار ہوگا، اللہ تعالیٰ حافظ قرآن سے کہے گا کہ کیا میں نے تجھے اپنے رسول پر نازل کردہ کتاب کی تعلیم نہیں دی تھی؟ وہ کہے گا کہ یقیناً اے میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو علم تجھے سکھایا گیا اس کے مطابق تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں اس قرآن کے ذریعے رات و دن تیری عبادت کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی اس سے کہیں گے کہ تو نے جھوٹ کہا۔ پھر اللہ تعالیٰ کہے گا کہ (قرآن سیکھنے سے) تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تجھے قاری کہیں، سو تجھے کہا گیا۔

پھر صاحب مال کو پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا میں نے تجھے ہر چیز کی وسعت نہ دے رکھی تھی، یہاں تک کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رکھا؟ وہ عرض کرے گا کہ یقیناً میرے رب! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تجھے جو چیزیں دی تھیں اس میں کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ و خیرات کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ کہا اور فرشتے بھی اسے جھٹلائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ بلکہ تم یہ چاہتے تھے کہ تمھیں سخی کہا جائے، سو تمھیں سخی کہا گیا۔

اس کے بعد شہید کو پیش کیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ تجھے کس لیے قتل کیا گیا؟ وہ عرض کرے گا کہ مجھے تیری راہ میں جہاد کا حکم دیا گیا چنانچہ میں نے جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کہ تو نے جھوٹ کہا، فرشتے بھی اسے جھٹلائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تیرا مقصد یہ تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے سو تجھے کہا گیا۔ پھر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے زانو پر اپنا ہاتھ مار کر فرمایا کہ ابو ہریرہ! یہی وہ پہلے تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔ (ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فی الریاء والسمعة / رقم الحدیث: ۲۳۸۲)

اللہ حفاظت فرمائیں، اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ ان تینوں کا عمل اخلاص سے خالی اور ریاکاری پر مبنی تھا، حق تعالیٰ نے ان کے اعمال برباد کر دیے اور انھیں جہنم کا ایندھن بنا دیا۔

نواں سبب: احسان جتلانا

نیکی ضائع کرنے والا نواں عمل ہے احسان کر کے جتلانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ﴾ [البقرة: ۲۶۴]

اے ایمان والو! اپنی خیرات کو احسان جتا کر اور ایذا پہنچا کر برباد نہ کرو!

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام نہیں کریں گے، نہ ان کی جانب نظر رحمت فرمائیں گے، اور نہ انھیں گناہوں سے پاک وصاف کریں گے، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تین مرتبہ دہرایا۔ حضرت ابوذر نے کہا یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسارہ پا گئے، کون ہیں یہ لوگ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ٹخنوں کے نیچے کپڑا لٹکانے والا، احسان جتلانے والا اور اپنے سامان کو جھوٹی قسم کھا کر فروخت کرنے والا۔ (مسلم: کتاب الایمان / باب تحریم اسبال

الازار/رقم الحدیث:۱۰۶)

اس روایت میں احسان جتلانے پر سخت ترین وعیدیں بتلائی گئی ہیں۔

دسواں سبب: عصر کی نماز چھوڑ دینا

نیکی برباد کرنے والا دسواں عمل ہے عصر کی نماز چھوڑ دینا۔ بخاری شریف کی روایت ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی اس کا عمل برباد ہو گیا۔(بخاری: کتاب مواقیت الصلوۃ/باب من ترک العصر/رقم الحدیث: ۵۵۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی گویا اس مال واہل وعیال کو لوٹ لیا گیا۔(بخاری: کتاب مواقیت الصلوۃ/باب من فاتتہ العصر/رقم الحدیث: ۵۵۵)

گیارہواں سبب: کسی کے متعلق قسم کھانا کہ اللہ اسے نہیں بخشے گا

نیکی برباد کرنے والا گیارہواں عمل ہے کسی کے متعلق یہ قسم کھانا کہ اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! فلاں شخص کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو میرے نام کی قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو نہیں بخشوں گا؟ میں نے اس کو بخش دیا اور تیرے عمل برباد کر دیے۔ (مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب/باب النھی عن تقنیط الانسان من رحمۃ اللہ تعالیٰ/رقم الحدیث: ۲۶۲۱)

بارہواں سبب: مؤمن کو قتل کر کے خوش ہونا

نیکی برباد کرنے والا بارہواں عمل ہے کسی مؤمن کو قتل کر کے خوش ہونا۔ ایک روایت میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی مؤمن کو قتل کیا پھر اس پر خوش ہوا تو اللہ

تعالیٰ اس کے فرائض ونوافل کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ (ابوداود: اول کتاب الفتن والملاحم / باب فی تعظیم قتل المؤمن / رقم الحدیث: ۴۲۷۰)

قتل سنگین جرم ہے۔ ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آخری دور میں ''ھرج'' بڑھ جائے گا۔ صحابۂ کرام نے پوچھا کہ ھرج کیا ہے؟ تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قتل۔ (بخاری: کتاب الفتن / باب ظھور الفتن / رقم الحدیث: ۷۰۶۱)

تیرہواں سبب: تنہائی میں حرام کام کرنا

نیکی برباد کرنے والا تیرہواں سبب ہے تنہائی میں حرام کام کرنا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی امت میں سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں لے کر آئیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو فضا میں اڑتے ہوئے ذرے کی طرح بنادے گا۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول! ان لوگوں کا حال ہم سے بیان فرمایئے اور کھول کر بیان فرمایئے تاکہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ہم ان میں سے نہ ہوجائیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جان لو کہ وہ تمھارے بھائیوں میں سے ہی ہیں، اور تمھاری قوم میں سے ہیں، وہ بھی راتوں کو اسی طرح عبادت کریں گے، جیسے تم عبادت کرتے ہو، لیکن وہ ایسے لوگ ہیں کہ جب تنہائی میں ہوں گے تو حرام کاموں کا ارتکاب کریں گے۔ (ابن ماجۃ / کتاب الزھد / باب ذکر الذنوب / رقم الحدیث: ۴۲۴۵)

چودہواں سبب: کاہن ونجومی کے پاس جانا

نیکی برباد کرنے والا چودہواں عمل ہے کاہن اور نجومی کے پاس جانا اور ان سے مستقبل کی بات دریافت کرنا۔ مسلم شریف کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

کہ جو کسی نجومی کے پاس آیا اور اس سے مستقبل کے بارے میں سوال کیا تو اللہ تعالیٰ چالیس راتوں تک اس کی نماز قبول نہیں فرمائیں گے۔ (مسلم: کتاب السلام/باب تحریم الکھانۃ و اتیان الکھان/رقم الحدیث: ۲۲۳۰)

ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی کاہن یا نجومی کے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی شریعت کا کفر کیا۔ (مسند احمد: مسند ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ/رقم الحدیث: ۹۵۳۶)

پندرہواں سبب: حسد کرنا

نیکی ضائع کرنے والا پندرہواں عمل ہے حسد یعنی کسی کو حق تعالیٰ کی اجنب سے ملی ہوئی نعمت پر اپنے دل میں کڑھن اور جلن محسوس کرنا۔ یہ بڑا سنگین گناہ ہے۔ ابوداود شریف کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم حسد سے بچو، اس لیے کہ وہ نیکی کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ سوکھی لکڑی کو۔ (ابوداود: اول کتاب الادب/باب فی الحسد/رقم الحدیث: ۴۹۰۳)

سولہواں سبب: غیبت کرنا

نیکی ضائع کرنے والا سولہواں عمل ہے غیبت کرنا۔ نیکیوں کا مٹ جانا

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انسان اپنے نامۂ اعمال میں بہت سی نیکیوں کو موجود نہیں پائے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا کہ میری فاں فلاں نیکیاں کہاں گئیں؟ اسے جواب دیا جائے گا کہ تم لوگوں کی غیبت کرتے تھے، اس لیے تمھاری نیکیاں مٹادی گئیں۔ (الترغیب والترھیب: ۵۱۵/۳)

سترہواں سبب: بلاضرورت کتا پالنا

نیکی ضائع کرنے والا سترہواں عمل ہے بلاضرورت کتا پالنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کھیتی باڑی یا مویشیوں کی حفاظت کے بغیر کتا پالا تو روزانہ اس کی نیکیوں میں سے ایک قراط جو ایک بڑے پہاڑ کے برابر ہوگا کم کر دیا جائے گا۔ (بخاری: کتاب الحرث والمزارعۃ/باب اقتناء الکلب للحرث/رقم الحدیث: ۲۳۲۲)

آج ہمارے معاشرے کا حال یہی ہے کہ مغرب کی اندھی تقلید اور نقالی کی وجہ سے ہم نے بھی شوقیہ کتوں کو پالنا شروع کر دیا، اس طرح ہمارے اعمال جو کچھ ٹوٹے پھوٹے تھے وہ ضائع ہوتے چلے گئے اور باری تعالیٰ کے دربار میں پہونچیں گے تو نیکیوں کا ٹوکرا خالی ہوگا۔ ہم اس کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں۔

ایک مثال

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک باغ تھا۔ جس کے کئی حصے تھے۔ بادشاہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ میرے لئے اس ٹوکری میں بہترین اور عمدہ قسم کے پھل لے آؤ، مگر شرط یہ ہے کہ جس حصے میں جاؤ اور وہاں تمھیں کوئی پھل پسند نہ آئے تو دوبارہ اس حصے میں نہ آنا۔ وہ آدمی ٹوکرا لیے باغ کے ایک حصے میں داخل ہوا تو وہاں اسے کوئی پھل پسند نہ آیا۔ اسی طرح وہ ایک ایک کر کے تمام حصوں میں گیا، لیکن کوئی ایک بھی پھل اس کے دل کو نہ بھایا۔ جب وہ آخری حصے میں پہونچا تو حیرت زدہ ہوا، کیونکہ وہاں کچھ بھی نہ تھا اور وہ شرط کے مطابق واپس ان حصوں میں جا بھی نہیں سکتا تھا، جہاں پھل تھے۔ مجبوراً وہ خالی ٹوکری لے کر بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ میرے لیے کیا لائے ہو؟ اس نے جواب دیا

کہ کچھ بھی نہیں لایا۔ اس لیے کہ باغ کے کسی حصے کا پھل ایسا نہیں تھا، جو آپ کی خدمت میں پیش کرتا، مجھے وہاں کا کوئی پھل پسند ہی نہیں آیا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ سے مراد حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ باغ سے مراد انسان کی زندگی ہے اور ان حصوں سے مراد انسان کی زندگی کے ایام ہیں۔ ٹوکری سے مراد انسان کا نامہ اعمال ہے۔ انسان کہتا ہے کہ میں کل سے نیک اعمال شروع کروں گا اور کل سے نماز پڑھوں گا، لیکن کل کل کرتے ایک دن موت اسے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے اور جو دن گزر جاتے ہیں، وہ واپس نہیں آتے۔ تو یہ خدا کے پاس خالی دامن چلا جاتا ہے۔ (دوائے دل، ص: ۱۸۵)

آخرت کا مفلس

لہٰذا ہمیں اپنی نیکیوں کی حفاظت کرنی چاہیے اور نیکیوں کو ضائع ہونے سے بچانا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ دیوالیہ اور مفلس کون ہے؟ لوگوں نے کہا کہ مفلس ہمارے یہاں وہ شخص کہلاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو اور نہ کوئی سامان۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا مفلس اور دیوالیہ وہ ہے جو قیامت کے دن اپنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ اللہ کے پاس حاضر ہوگا اور اسی کے ساتھ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کو قتل کیا ہوگا، کسی کو ناحق مارا ہوگا تو ان تمام مظلوموں میں اس کی نیکیاں بانٹ دی جائیں گی پھر اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں اور مظلوم کے حقوق باقی رہے تو ان کی غلطیاں اس کے حساب میں ڈال دی جائیں گی اور پھر

اسے جہنم میں گھسیٹ کر پھینک دیا جائے گا۔(مسلم: کتاب البر والصلة والآداب/باب تحریم الظلم/رقم الحدیث: ۲۵۸۱)

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی قدردانی نصیب فرمائیں اور ضائع ہونے سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون: (۱۳)

نماز ضائع نہ کیجیے

تعارف

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۴؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: جمعرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبۃ للمتقین و الصلاۃ و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آلہ و أصحابہ أجمعین أما بعد!

﴿فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ يَلۡقَوۡنَ غَيًّا ۝﴾ [مریم: ۵۹]

تمہید

یہ سورۂ مریم کی ۵۹ نمبر کی آیت ہے۔اس سورت میں اولاً حق سبحانہ وتعالیٰ نے کچھ انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے اور اُن کے ذکر کے بعد فرمایا کہ اُن کے دنیا سے چلے جانے کے بعد کچھ برے جانشین آئے، جنھوں نے نمازوں کا ضائع کیا اور خواہشات کی پیروی کی، عنقریب وہ غیّ یعنی جہنم کی تہہ میں ڈالے جائیں گے۔

یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جس بندۂ خدا کا اپنے خالق و مالک پر اور اس کے سچے وعدوں پر جس قدر پختہ ایمان و یقین ہوگا وہ اتنا ہی اپنے پروردگار کے فریضہ کی ادائیگی کا اہتمام کرے گا۔اس میں کمی، کوتاہی اور سستی کا وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔یہ شان اللہ رب العزت نے صحابۂ کرام میں رکھی تھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیض صحبت سے کہ نماز میں بھی تیر نکال لیا جاتا تو انھیں احساس نہیں ہوتا تھا۔مگر مرور زمانہ پر بندوں کی جانب سے اس میں حد درجہ کوتاہی اور سستی ہونے لگی حتیٰ کہ نمازوں کو ضائع کرنے لگے۔

برے جانشین

سورۂ مریم میں حق تعالیٰ نے اولاً بہت سے انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر فرمایا اور

اس کے بعد فرمایا کہ ان انبیاء کے چلے جانے کے بعد کچھ برے جانشین آئے جن کی دو صفتیں تھیں۔ایک نماز کو ضائع کرنا اور دوسرا شہوات کی پیروی کرنا۔

﴿ فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ ﴾ [مریم:۵۹]

دولفظوں میں فرق

یہاں ''خلْف'' لام کے سکون کے ساتھ ہے۔یہ لفظ لام کے فتحہ کے ساتھ بھی آتا ہے۔دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر لام کے سکون کے ساتھ ہو تو مطلب ہوگا ''برے جانشین'' اور لام کے فتحہ کے ساتھ ہو تو مطلب ہوگا ''اچھے جانشین''۔(معارف القرآن:۶/۴۲)

بہرحال! آیت مذکورہ میں برے جانشین کی ایک علامت اضاعت صلوۃ کو بھی بیان کیا گیا ہے۔اضاعت صلوۃ کے چار مطلب بیان کیے گئے ہیں۔

اضاعت صلوۃ کا پہلا مطلب

نماز کو ضائع کرنے کا پہلا مطلب ہے سرے سے نماز ہی نہ پڑھنا۔متعدد احادیث میں اس پر وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز کا چھوڑنا بندہ مومن اور کفر کے درمیان کی دیوار کو گرا دیتا ہے۔(مسلم: کتاب الایمان/باب کفر من ترک الصلاۃ/رقم الحدیث: ۸۲)

اس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جماعت جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہم بھی ہیں اُن کی رائے یہ

ہے کہ بلا عذر بلا وجہ نماز کو چھوڑنے والا کافر ہے۔

ائمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اسحاق بن رہویہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مسلک یہی ہے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز چھوڑنے والا اگرچہ کافر نہیں ہوتا مگر وہ اس سرکشی وطغیانی کے پیش نظر اس قابل ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ جو آدمی نماز چھوڑ دے اس کو اس وقت تک جب تک کہ نماز نہ پڑھے مارنا اور قید خانے میں ڈال دینا واجب ہے۔ (فضائل اعمال، ص: ۲۲۴)

(۲) الترغب والترہیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے جان بوجھ کر نماز کو چھوڑا پس وہ کافر ہو گیا۔ (الترغیب والترھیب: ۱/ ۲۶۱)

اگرچہ ایسا بندہ کافر نہیں ہوتا جیسا کہ اوپر تفصیل بتلائی، مگر محدثین عظام نے اس کا ایک مطلب یہ بیان کیا کہ اس نے کافروں جیسا عمل کیا۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ کفر کے قریب ہو گیا۔

(۳) ترمذی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہمارے اور منافقوں کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے، لہٰذا جس نے نماز چھوڑی وہ کافر ہو گیا۔ (ترمذی: ابواب الایمان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فی ترک الصلاۃ / رقم الحدیث: ۲۶۲۱)

(۴) ابن ماجہ میں روایت ہے کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دوست محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک نہ بنانا خواہ تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کر کے

تمھیں جلا کیوں نہ دیا جائے اور جان بوجھ کر فرض نماز نہ چھوڑنا، جس نے قصداً نماز چھوڑ دی تو اس سے ذمہ بری ہوگیا، نیز کبھی شراب نہ پینا کیونکہ یہ ہر برائی کی کنجی ہے۔(ابن ماجة: کتاب الفتن/باب الصبر علی البلاء/رقم الحدیث: ۴۰۳۴)

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی۔(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرنا چاہے قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے (۲) والدین کی نافرمانی مت کرنا چاہے وہ بیوی کو چھوڑنے یا سارا مال خرچ کرنے کا حکم دے (۳) فرض نماز مت چھوڑنا اس سے اللہ کا ذمہ بری ہوجاتا ہے (۴) شراب نہ پینا اس لیے کہ یہ ہر برائی کی جڑ ہے (۵) اللہ کی نافرمانی مت کرنا اس سے اللہ کا قہر نازل ہوتا ہے (۶) لڑائی میں مت بھاگنا چاہے سب ساتھی مرجائے (۷) اگر کسی جگہ وبا پھیلی ہو تو وہاں سے مت بھاگنا (۸) اپنے گھر والوں پر خرچ کرنا (۹) تنبیہ کے واسطے سے لکڑی نہ ہٹانا (۱۰) اللہ کے عذاب سے انھیں ڈراتے رہنا۔(مسند امام احمد: مسند الانصار/حدیث معاذ بن جبل/رقم الحدیث: ۲۲۰۷۵)

(۶) نسائی شریف میں حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کی ایک نماز بھی فوت ہوئی گویا اس کا گھر بار لوٹ لیا گیا ہو۔(نسائی: کتاب الصلاة/باب صلوة العصر فی السفر/رقم الحدیث: ۴۸۰)

(۷) مسند احمد میں حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا ذکر کیا یعنی نماز کی فضیلت واہمیت کو بیان کرنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو آدمی نماز پر محافظت کرتا ہے تو اس کے لیے یہ نماز ایمان کے نور کی

زیادتی کا سبب اور ایمان کے کمال کی واضح دلیل ہوگی، نیز قیامت کے روز مغفرت کا ذریعہ بنے گی۔ اور جو آدمی نماز پر محافظت نہیں کرتا تو اس کے لیے نماز نہ ایمان کے نور کی زیادتی کا سبب بنے گی، نہ کمال ایمان کی دلیل اور نہ قیامت کے روز مغفرت کا ذریعہ بنے گی بلکہ ایسا آدمی قیامت کے روز قارون، فرعون، ہامان اور ابی ابن خلف کے ساتھ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ (مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما/ رقم الحدیث: ۶۵۷۶)

ابی بن خلف کا انجام بد

فرعون، ہامان اور قارون کی سرکشی تو واضح ہے مگر ان کے ساتھ ابی بن خلف کا ذکر کیوں؟

وجہ یہ ہے کہ ابی بن خلف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے دشمنوں میں سے تھا۔ اس نے ایک گھوڑا پال رکھا تھا اور اس کو خوب چارہ کھلاتا اور کہتا کہ اس پر سوار ہو کر العیاذ باللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کروں گا۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی اس بات کی خبر پہونچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان شاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حملہ سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ جنگ احد کے موقع پر جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں پہونچے تو ابی بن خلف اپنے گھوڑے پر سوار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے گزرا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک نیزہ لیا اور اس کو مارا جو اس کے حلق پر لگا تو وہ شکست خوردہ ہو کر الٹے پاؤں واپس بھاگا اور چلانے لگا۔ جب اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو وہ اس کو طعنہ دینے لگے کہیں تو معمولی خراش ہے تو اس پر اتنا واویلا مچا رہا ہے۔ وہ کہنے لگا تمھیں معلوم نہیں یہ زخم کس کی جانب سے پہونچا

ہے؟ خدا کی قسم! اگر اس زخم کو پوری اہل حجاز پر تقسیم کر دیا جائے تو سب ہلاک ہو جائیں۔ اور اسے بھی یقین آ گیا تھا کہ میں اس زخم سے ضرور قتل ہو جاؤں گا۔ چنانچہ مکہ مکرمہ کی طرف واپس جاتے ہوئے راستے میں ہی وہ مر گیا۔ (فضائل اعمال رص: ۲۲۷، ۲۲۸)

اضاعت صلوۃ کا دوسرا مطلب

نماز کو ضائع کرنے کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ جماعت کو چھوڑ دیا جائے۔ متعدد روایات میں اس پر بھی وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اذان کی آواز سنے اور اس پر عمل پیرا ہونے سے اسے کوئی عذر مانع نہ ہو تو اس کی نماز جو اس نے پڑھی قبول نہ ہوگی۔ لوگوں نے عرض کیا عذر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خوف یا بیماری۔ (ابوداود: کتاب الصلاۃ / باب فی التشدید فی ترک الجماعۃ / رقم الحدیث: ۵۵۱)

(۲) حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ظلم ہے سراسر ظلم ہے اس شخص کا فعل جو اللہ تعالیٰ کے منادی کی آواز سنے اور جماعت میں نہ آئے۔ (مسند احمد: مسند المکیین / حدیث معاذ بن انس رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۱۵۶۲۷)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے سوچا کہ نماز کھڑی کرنے کا حکم دوں، پھر ایک شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے، اور میں چند آدمیوں کو لے کر جن کے ساتھ لکڑیوں کے گٹھر ہوں، ان لوگوں کے پاس جاؤں، جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں میں آگ لگا دوں۔ (بخاری: کتاب

الاذان/باب وجوب صلاۃ الجماعۃ/رقم الحدیث: ۶۴۴)

(۴) ابو داود شریف میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا تین آدمی کسی بستی یا جنگل میں ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، لہٰذا تم جماعت کو لازم پکڑو، اس لیے کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے الگ ہوتی ہے۔ (ابو داود: کتاب الصلاۃ/بابفی التشدید فی ترک الجماعۃ/رقم الحدیث: ۵۴۷)

(۵) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو۔ اور جمعہ میں حاضر نہ ہوتا ہو، تو انھوں نے کہا کہ وہ جہنم میں ہوگا۔ (ترمذی: ابواب الصلوۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/باب ماجاء فیمن یسمع النداء فلا یجیب/رقم الحدیث: ۲۱۸)

(۶) ایک روایت میں ہے کہ جس نے بلا عذر اور بلا وجہ جماعت چھوڑی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (فضائل اعمال/ص: ۲۵۱)

(۷) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو اذان کی آواز سنے اور بلا عذر جماعت سے نماز نہ پڑھے تو نہ اس نے بھلائی کی اور نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ (فضائل اعمال/ص: ۲۵۱)

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو اذان کی آواز سن کر نہ آئے اس کے کان میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جائے تو یہ بہتر ہے۔ (فضائل اعمال/ص: ۲۵۱)

حضرت سلیمان بن ابی حشمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کا شمار بڑے لوگوں میں ہوتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ تو انھوں نے پایا ہے مگر کم عمری کی وجہ سے روایت کی نوبت نہیں آئی۔ان کے متعلق ایک واقعہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا۔ایک مرتبہ فجر کی نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو موجود نہیں پایا۔اتفاق سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر اسی طرف ہوا چاشت کے وقت تو ان کی والدہ سے ملاقات ہوئی۔ان سے پوچھا کہ سلیمان کہاں ہے؟ آج نظر نہیں آئے؟ انھوں نے جواب دیا کہ دیر رات تک نماز پڑھتا رہا اور فجر کے وقت آنکھ لگ گئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں فجر کی نماز جماعت سے پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ رات تک نوافل پڑھوں اور فجر کی جماعت فوت ہوجائے۔(فضائل اعمال، ص:۲۵۲)

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے تو جماعت ہوچکی تھی، انا للہ پڑھا، اور فرمایا کہ اس نماز کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔(فضائل اعمال،ص:۲۸۳)

کہتے ہیں کہ ان حضرات میں سے جس کی تکبیرۂ اُولیٰ فوت ہوجاتی تین دن تک اُس کا رنج کرتے تھے، اور جس کی جماعت جاتی رہتی سات دن تک اُس کا افسوس کرتے تھے۔(فضائل اعمال،ص:۲۸۳)

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جو ہمارے اکابر علمائے دیوبند میں

سے ہیں، ایک مرتبہ دارالعلوم دیوبند کے جلسے میں تشریف لائے۔ اذان کے بعد نماز کے لیے چلے۔ لوگوں کا ہجوم تھا، اس لیے نماز کے لئے ایسے وقت پہونچے کہ حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لیے کھڑے ہوچکے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی تکبیرۂ اولیٰ فوت ہوگئی۔

نماز کے بعد کچھ لوگوں نے محسوس کیا کہ حضرت کے چہرے پر غمگینی اور اداسی چھائی ہوئی ہے۔ کسی خادم نے کہا حضرت! ابھی کچھ دیر پہلے تو آپ بڑے ہشاش بشاش تھے، آخر کیا بات ہے کہ آپ اتنے غمگین ہیں؟

فرمایا کہ رشید احمد کے لیے اس سے زیادہ غم کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ آج بائیس سال کے بعد اس کی تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی۔ (محمود المواعظ: ۲/ ۲۶۲)

اضاعت صلوۃ کا تیسرا مطلب

نماز کو ضائع کرنے کا تیسرا مطلب یہ ہے کہ نماز کے اوقات کو ضائع کیا جائے یعنی نماز میں سستی کی جائے۔ نصوص سے اس کی بھی مذمت ثابت ہے۔

(۱) یہ خصلت منافقین کی ہے جس کو قرآن کریم نے سورہ نساء میں بیان کیا۔

﴿ وَإِذَا قَامُوْٓا إِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ﴾ [النساء: ۱۴۲]

کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔

(۲) ایک روایت میں فرمایا کہ منافقین کی عادت سرسری طور پر غروب کے وقت چار رکعت پڑھ لینا تھی۔

(۳) سورۂ ماعون میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ○﴾

[الماعون:۵،۴]

بڑی خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز میں غفلت برتتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا اس آیت کا مطلب تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

هم الذين يوخرون الصلوة عن وقتها

یہ وہ لوگ ہیں جو نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیتے ہیں۔

ویل کی تفسیر

ویل کے اصل معنیٰ حسرت اور رسوائی کے ہیں۔ ویل کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔

(۱) بعض علما کی رائے یہ ہے کہ ویل جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کا نام ہے۔

(۲) بعض علما کی رائے یہ ہے کہ جہنم کے گڑھے کا نام ہے۔

(۳) ایک روایت میں ہے کہ جہنم کے پہاڑ کا نام ہے۔

(۴) ابن ابی حاتم کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ویل جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں کفار کو ڈالا جائے گا تو تلے میں پہونچتے ہوئے چالیس سال لگ جائیں گے۔ (تفسیر بغوی مترجم: ۱/ ۱۱۳)

اضاعت صلوۃ کا چوتھا مطلب

نماز کو ضائع کرنے کا چوتھا مطلب یہ ہے کہ نماز کے نماز کے خشوع کو پامال کر دیا

جائے۔

خشوع کی تفسیر

خشوع کے لغوی معنیٰ سکون کے ہے۔شریعت کی اصطلاح میں خشوع کا مطلب ہے کہ بندے کے دل میں بھی سکون ہو اور اعضا میں بھی سکون ہو۔دل میں سکون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی طرف نہ لے جائے۔اور اعضا میں سکون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اعضا سے فضول ولغو حرکتیں نہ کرے،خصوصاً وہ حرکتیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اور فقہا نے ان کو مکروہات نماز میں شمار کیا ہے۔(معارف القرآن:۶/۲۹۵)

خشوع کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔

(۱) حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں دائیں بائیں التفات یعنی گوشہ چشم سے دیکھنے سے بچنے کا نام خشوع ہے۔

(۲) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نظر اور آواز کو پست رکھنے کا نام خشوع ہے۔

(۳) حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بدن کے کسی حصہ سے نہ کھیلنے کا نام خشوع ہے۔(معارف القرآن:۶/۲۹۵)

خشوع کی اہمیت

متعدد احادیث میں خشوع کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی نماز کی طرف متوجہ رہتے ہیں جب تک وہ دوسری طرف توجہ نہ کرے،

جب بندہ دوسری طرف توجہ کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی توجہ ہٹا لیتے ہیں۔(نسائی: کتاب السھو/النھی عن مسح الحصیٰ فی الصلاۃ/رقم الحدیث: ۱۱۹۱)

(۲) بیہقی میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ نماز میں نگاہ اس طرف رکھو جہاں تم سجدہ کرتے ہو اور دائیں بائیں التفات نہ کرو۔(السنن الکبریٰ للبیھقی: ۲/۴۰۳)

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنے اعضا سے کھیل رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا بھی خشوع ہوتا۔(المصنف لابن ابی شیبۃ/رقم الحدیث: ۲/۸۶)

(۵) طبرانی میں حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے میری امت سے جو چیز اٹھائی جائے گی وہ خشوع ہوگا۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ۷/۲۹۵)

(۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو بندہ اچھی طرح نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز اس کو دعا دیتی ہوئی اوپر جاتی ہے۔اور جو بندہ بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہے اور خشوع کو ضائع کرتا ہے تو وہ نماز اس کو بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے۔(المعجم الاوسط للطبرانی: ۳/۲۶۳)

تم فطرت محمدی کے خلاف مرے ہو

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز پڑھتا ہے اور آداب و

تعدیل ارکان میں کوتاہی کرتا ہے۔تو آپ نے اس سے پوچھا کہ اس طرح سے تم نماز کب سے پڑھ رہے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ چالیس سال سے۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ تم نے ایک نماز نہیں پڑھی اور یاد رکھو اس طرح تم نماز پڑھتے ہوئے مر گئے تو تم فطرت محمدی کے خلاف مرے ہو۔(معارف القرآن:۶/۴۵)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی نماز کا حال

حضرت مجاہد نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا حال نقل کیا کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے۔یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی۔(فضائل اعمال/حکایات صحابہ/ص:۷۳)

علما نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے نماز سیکھی، اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔یعنی جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے تھے اِسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے، اور اسی طرح حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما جب سجدہ کرتے تو اِس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا تھا کہ چڑیاں آکر کمر پر بیٹھ جاتیں۔بعض مرتبہ اِتنا لمبا رکوع کرتے کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے، بعض اوقات سجدہ اِتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گزر جاتی۔جب ابن زبیر سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا، جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اُڑا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے حلق اور ڈاڑھی کے درمیان کو گزرا، مگر نہ اُن کو کوئی اِنتشار ہوا، نہ رکوع سجدہ مختصر کیا۔ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، بیٹا-جس کا نام ہاشم تھا جو پاس سو رہا تھا۔چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچے پر لپٹ گیا، وہ چلّایا، گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے، شور مچ گیا،

اُس سانپ کو مارا، ابن زبیر اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے، سلام پھیر کر فرمانے لگے کہ ''کچھ شور کی سی آواز آئی تھی، کیا تھا''؟ بیوی نے کہا کہ اللہ تم پر رحم کرے، بچے کی تو جان بھی گئی تھی، تمھیں پتہ ہی نہ چلا؟ فرمانے لگے کہ تیرا ناس ہو، اگر میں نماز میں دوسری طرف توجُّہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی؟ (فضائل اعمال/حکایات صحابہ/ص: ۷۳)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز کا حال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخیر زمانے میں جب اُن کے خنجر مارا گیا جس کی وجہ سے اُن کا انتقال ہوا، تو ہر وقت خون بہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی، لیکن اِس حالت میں بھی جب نماز کے لیے متنبہ کیے جاتے، تو اِسی حالت میں نماز ادا فرماتے، اور ارشاد فرماتے کہ اسلام میں اُس کا کوئی حصہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ (فضائل اعمال/حکایات صحابہ/ص: ۷۳)

دو صحابی رضی اللہ عنہما کی نماز کا حال

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوے سے واپس تشریف لا رہے تھے، شب کو ایک جگہ قیام فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیدارا کون کرے گا؟ ایک مُہاجِری اور ایک انصاری: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتادی، کہ اس پر دونوں قیام کرو، دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے۔

وہاں جا کر انصاری نے مہاجری سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے ایک حصے میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں، دوسرے حصے میں آپ جاگیں میں سوتا رہوں، کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ

جائے، اگر کوئی خطرہ جاگنے والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگا لے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجری سو گئے۔

انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی، دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا، اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا، اور ہر تیر ان کے بدن میں گھستا رہا، اور یہ ہاتھ سے اُس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے، اِس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا، وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم کتنے ہوں؛ مگر ساتھی نے جب اُٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا۔ مہاجر نے فرمایا کہ سبحان اللہ! تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگا لیا؟ انصاری نے فرمایا کہ میں نے ایک سورۃ (سورۂ کہف) شروع کر رکھی تھی، میرا دل نہ چاہا کہ اُس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں، اب بھی مجھے اس کا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میں بار بار تیر لگنے سے مر جاؤں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حفاظت کی خدمت سپرد کر رکھی ہے وہ فوت ہو جائے، اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو میں مر جاتا، مگر سورۃ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ (ابو داود: کتاب الطھارۃ/باب الوضوء من الدم/رقم الحدیث: ۱۹۸)

خَلَف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کی نماز کا حال

خَلَف بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ تمھیں نماز میں مکھیاں پریشان نہیں کرتی؟ فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت نہیں کرتے، اور اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنے صبر و تحمل پر اکڑتے ہیں، کہ اتنے کوڑے مارے، میں ہِلا تک نہیں، میں

اپنے رب کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ (فضائل اعمال/ص: ۲۸۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خشوع

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تو قصہ مشہور ہے کہ، جب لڑائی میں اُن کے تیر لگ جاتے تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا، لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی، نہ نکل سکا، آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اُس وقت نکالا جائے، آپ نے جب نفلیں شروع کی اور سجدے میں گئے تو اُن لوگوں نے اُس کو زور سے کھینچ لیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا، فرمایا کہ کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا: وہ تو ہم نے نکال بھی لیا، آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔ (فضائل اعمال/ص: ۲۸۳، ۲۸۴)

گویا تمھاری آخری نماز ہو

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے نصیحت فرما دیجیے اور مختصر نصیحت کیجیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس شخص کی طرح نماز پڑھو جو رخصت ہونے والا ہو، نیز اپنی زبان سے ایسا کوئی جملہ نہ نکالو جس کے سبب تمھیں کل کو معذرت کرنی پڑے اور ان چیزوں سے مکمل ناامید ہو جاؤ جو لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح/ص: ۴۴۵)

اگر کسی بندے کو پتہ چل جائے کہ میں جو نماز ادا کرنے جا رہا ہوں وہ میری زندگی کی

آخری نماز ہے اوراس کے بعد مجھے نماز کا موقع ملنے والانھیں ہے،تو ظاہری بات ہے وہ کتنے سکون ووقاراورخشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کرے گا۔اس کا وضوشاندار ہوگا،اس کا نماز میں ایک ایک رکن کوادا کرنا بہت اعلیٰ درجے کا ہوگا۔تو زندگی بھر کی ساری نمازیں اسی شان کے ساتھ ہونی چاہیے۔

میرے شیخ حضرت اقدس مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم ایک مرتبہ سورت تشریف لائے تھے۔آپ نے اپنے خطاب میں الوداعی نماز کا ایک انوکھا مطلب بیان فرمایا کہ جب تم نماز کے لیے آؤتو دنیا بھر کی چیزوں کوالوادع کہہ کرآؤ،تمھاری نماز میں دکان و مکان کا،اہل وعیال کا ہرگز خیال نھیں آنا چاہیے۔

حضرت حاتم بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی نماز

عِصام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاتم زاہد بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے،اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضوکرتا ہوں، پھراُس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے،اوراول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں، کہ گویا کعبہ میرے منھ کے سامنے ہے،اور میرا پاؤں پل صراط پر ہے،داہنی طرف جنت ہے، بائیں طرف دوزخ ہے،موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے،اورمَیں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے، پھرکوئی اَورنماز شاید میسر نہ ہو،اور میرے دل کی حالت کواللہ ہی جانتا ہے،اِس کے بعدنہایت عاجزی کے ساتھ ''اَللہ اکبر'' کہتا ہوں، پھرمعنیٰ کوسوچ کرقرآن پڑھتا ہوں،تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں،اوراطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں،اِس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اُس کے قبول ہونے کی اُمید رکھتا ہوں،اوراپنے

اعمال سے مَردُود ہوجانے کا خوف کرتا ہوں۔عصام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تیس برس سے،عِصامؒ رونے لگے، کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔

کہتے ہیں کہ حضرت حاتم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہوگئی جس کا بے حد اثر تھا، ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی،اِس پر رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مرجاتا تو آدھا بَلخ تعزیت کرتا۔ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے۔جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی، یہ صرف اس وجہ سے کہ دِین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔ (فضائل اعمال،ص:۲۸۲)

بہرحال! نماز کو ضائع کرنے کے یہ چار مطلب بیان کیے گئے ہیں۔اس لیے نماز کا اہتمام ہونا چاہیے اور اضاعت سے بچنا چاہیے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہدایت نامہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام حکام کو یہ ہدایت نامہ لکھ کر بھیجا کہ میرے نزدیک تمھارے سارے کاموں میں سب سے اہم کام نماز ہے۔جو شخص نماز کو ضائع کرتا ہے وہ دیگر احکام دین کو بھی ضائع کرے گا۔(الموطا الامام مالک/کتاب الصلاۃ/وقوت الصلاۃ/رقم الحدیث:۶)

غیّ کی تفسیر

سورۂ مریم میں انبیائے کرام علیہم السلام کے برے جانشین کی علامتوں کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عنقریب انھیں غیّ میں داخل فرمائیں گے۔

غیّ عربی زبان کا لفظ ہے جو رشاد کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔غیّ کی تفسیر میں مفسرین نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غیّ جہنم کے غار کا نام ہے جس میں سارے جہنم سے زیادہ خطرناک عذاب جمع کیے گئے ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ غیّ جہنم کے غار کا نام ہے جس سے جہنم بھی پناہ چاہتی ہے۔اس کو اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ان زنا کاروں کے لیے جو زنا سے باز نہیں آتے، ان شراب خوروں کے لیے جو شراب پینے سے باز نہیں آتے، ان سود خوروں کے لیے جو سود خوری سے باز نہیں آتے، ان لوگوں کے لیے جو ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو جھوٹی گواہی دیتے ہیں اور اس عورت کے لیے جو پرائے کے بچے کو شوہر کا بچہ قرار دیتی ہے۔(معارف القرآن:۶/ ۴۵، ۴۶)

اللہ رب العزت ہمیں نمازوں کا اہتمام نصیب فرمائیں اور اضاعت سے ہم سب کی پوری حفاظت فرمائیں (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون: (۱۴)

مالِ حرام کی نحوست

تعارف

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۵؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: جمعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوۡا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعۡمَلُوۡا صَالِحًا ؕ اِنِّىۡ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ عَلِيۡمٌ ۝ ﴾ [المومنون: ۵۱]

تمہید

یہ سورۂ مومنون کی ۵۱ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی جماعت سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم پاکیزہ مال کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ یہاں دو باتیں فرمائی گئی ہیں۔ایک پاکیزہ کھانا اور دوسرا نیک عمل کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے ذریعے جس طرح توحید، آخرت، عبادت واعمال اور اخلاق ومعاشرت کے بارے میں ہدایات دی، اسی طرح اس نے خرید وفروخت، صنعت وتجارت اور محنت ومزدوری وغیرہ ان معاشی معاملات کے بارے میں بھی راہ نمائی کی جن میں انسانوں کی دنیوی واخروی فلاح مضمر ہے۔اور جب انسان اسلام کے بتائے ہوئے ان معاشی سنہری اصولوں کو چھوڑ دیتا ہے تو آخرت کا وبال اپنی جگہ دنیا میں بھی بے سکونی و بے اطمینانی کا شکار ہو جاتا ہے۔ چاہے معاشی نقصان ہو یا مصائب و پریشانی اور بیماری ہو۔

انھیں تعلیمات میں سے ایک چیز حلال روزی اختیار کرنا بھی ہے۔ بندہ جب کسب حلال کو چھوڑ کر حرام کے پیچھے پڑتا ہے تو اس کو دنیا، برزخ وآخرت کے اعتبار سے بہت کچھ نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں۔

اب وہ نقصانات کیا کیا ہیں؟ ذیل میں اس کو پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا نقصان: دعاؤں کا قبول نہ ہونا

حرام مال کا ایک نقصان یہ ہے کہ بندے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ کئی روایات میں یہ مضمون ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ پاک ہے اور حلال و پاک چیز کو ہی پسند کرتا ہے اور اللہ نے مؤمنین کو انھی چیزوں کا حکم دیا ہے جن چیزوں کا حکم اس نے اپنے رسولوں کو دیا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ۝ ﴾ [المومنون: ۵۱]

اور اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۷۲]

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے، پریشان حال اور غبار آلود ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر دعائیں مانگتا ہے اے میرے رب! اے میرے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام کا ہے، اس پینا حرام ہے، اس کا پہننا حرام کا ہے اور اس کی پرورش ہی حرام سے ہوئی ہے۔ پھر اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی؟ (مسلم: کتاب الزکوۃ/باب قبول الصدقة من الکسب الطیب وتربیتها/رقم الحدیث: ۱۰۱۵)

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں میں بیت المقدس میں تھا ان دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک رات جب ہم لوگ عشا کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے اور لوگ اپنے

اپنے گھروں کو چلے گئے تو کچھ رات بیتنے کے بعد آسمان سے دو فرشتے اترے اور مسجد کی محراب کے پاس آ کر ٹھہر گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے یہاں سے کسی انسان کی خوشبو آ رہی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ ہاں! یہ ابراہیم بن ادہم ہیں۔ پہلے نے پوچھا کہ ابراہیم بن ادہم بلخ کے رہنے والے ہیں؟ دوسرے نے کہا کہ ہاں! وہی، پہلے نے کہا کہ افسوس! انھوں نے رب کی رضا حاصل کرنے کے لیے بڑی مشقتیں برداشت کی، مصیبتوں اور مشکلوں کے باوجود صبر سے کام لیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مرتبہ ولایت عطا کر دیا، لیکن صرف ایک چھوٹی سی غلطی کی وجہ سے انھوں نے وہ مرتبہ کھو دیا۔

دوسرے نے پوچھا کہ ان سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے؟ پہلے فرشتے نے کہا کہ جب وہ بصرہ میں تھے تو ایک بار انھوں نے ایک کھجور فروش سے کھجوریں خریدی اور کھجوریں لے کر جب وہ واپس پلٹنے لگے تو دیکھا کہ زمین پر کھجور کا ایک دانہ گرا پڑا تھا۔ انھوں نے سمجھا شاید یہ ان کے ہاتھ سے گرا ہے، لہٰذا انھوں نے اسے اٹھایا، صاف کیا اور کھا لیا۔ دراصل کھجور کا دانہ ان کے ہاتھ سے نہیں گرا تھا، بلکہ کھجور کے ٹوکرے سے گرا تھا اور جیسے ہی وہ کھجور ان کے پیٹ میں پہنچی ان سے مرتبہ ولایت واپس لے لیا گیا۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد کے دروازے کی اوٹ سے جب ان کی یہ باتیں سنی تو روتے ہوئے مسجد سے باہر نکلے اور اس پریشانی اور بے چینی کے عالم میں بیت المقدس سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر ایک کھجور فروش سے کھجوریں خریدیں اور پھر اس کھجور فروش کے پاس گئے جس سے پہلے کھجوریں خریدی تھیں، اسے کھجور واپس کی اور ساتھ ہی سارا واقعہ بیان کیا اور آخر میں اس سے معافی بھی مانگی کہ غلطی سے تمھاری ایک کھجور

کھالی تھی، لہٰذا مجھے معاف کر دینا۔ اس کھجور فروش نے اسے کھلے دل سے معاف کر دیا اور پھر رو پڑا کہ حضرت کو ایک کھجور کی وجہ سے اتنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔

مختصر یہ کہ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ بصرہ سے پھر بیت المقدس روانہ ہو گئے اور بیت المقدس پہونچ کر رات کے وقت اس مسجد میں جا کر بیٹھ گئے۔ جب رات کافی بیت گئی تو آپ نے دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ مجھے یہاں سے انسان کی خوشبو آرہی ہے۔ دوسرے فرشتے نے کہا کہ ہاں! یہاں ابراہیم بن ادہم موجود ہیں جو ولایت کے مرتبے سے گر گئے تھے، لیکن اب اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل وکرم کے صدقے پھر وہی مقام ومرتبہ عطا فرما دیا۔

کبھی سوچا ہم نے کہ ہم انجانے میں اور جان بوجھ کر لوگوں کا کتنا حق کھا جاتے ہیں اور اس بات کی پرواہ ہی نہیں کرتے کہ روز محشر اسکا حساب دینا پڑے گا۔ (عقد اللآلی شرح کتاب القلیوبی رص:۱۰۵)

مین ان کی بددعا سے محفوظ ہو گیا

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فضائل رمضان'' میں لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعوات لوگوں کی ایک جماعت تھی، جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اُس کے لیے بددعا کرتے، وہ ہلاک ہو جاتا حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اُس نے ایک دعوت کی، جس میں اِن حضرات کو خاص طور سے شریک کیا، اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اُس نے کہا کہ امیں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہو گیا، کہ حرام کی روزی اِن کے پیٹ میں داخل ہو گئی۔ (فضائل اعمال رص:۵۹۱)

دوسرا نقصان: صدقہ قبول نہ ہونا

حرام مال کا دوسرا نقصان یہ ہے کہ بندہ جو اس مال سے صدقہ کرتا ہے وہ عنداللہ قبول نہیں ہوتا۔ حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ترمذی شریف'' میں سب سے پہلی حدیث شریف یہی نقل کی ہے کہ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز بغیر وضو کے قبول نہیں کی جاتی اور نہ صدقہ حرام مال سے قبول کیا جاتا۔ (ترمذی: ابواب الطھارۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء لا تقبل صلوۃ بغیر طھور / رقم الحدیث: ۱)

مسند احمد کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص حرام مال حاصل کرے گا اور اس سے (اپنی ضرورت) میں خرچ کرے گا تو اس میں برکت نہ ہوگی اور اس سے صدقہ دے گا تو وہ صدقہ قبول نہیں کیا جائے گا اور ترکے میں اس کو چھوڑ کر مرے گا تو وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ ہوگا۔ (مسند احمد: مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۳۶۷۲)

تیسرا نقصان: اعمال قبول نہ ہونا

حرام مال کا تیسرا نقصان یہ ہے کہ وہ اعمال کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں قبول ہونے سے روک دیتا ہے۔ ایک حدیث میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کوئی کپڑا دس درہم میں خریدا اور ان میں ایک درہم حرام کا تھا تو جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر ہے اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا، یہ کہہ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے کانوں میں اپنی انگلیاں ڈالی اور فرمایا کہ اگر میں نے اس حدیث کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہ سنا ہو تو یہ بہرے ہو جائیں۔ (مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما / رقم

الحدیث: ۵۷۳۲)

چوتھا نقصان: اعمال میں حلاوت نصیب نہ ہونا

حرام مال کا چوتھا نقصان یہ ہے کہ بندے کو اعمال وعبادت میں لطف اور مزہ نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے سالہا سال تک اپنے رب کی عبادت کی، لیکن عبادت میں مزہ اور لذت نہ پائی، چنانچہ آپ اپنی والدہ محترمہ کے پاس تشریف لائے اور عرض کیا اے مادر مہربان! میں عبادت الٰہی اور اس کی بندگی میں لذت نہیں پاتا، لہٰذا آپ غور فرمائیں کہ آپ نے اُس زمانے میں اکل حرام تو نہیں کھایا تھا جب میں آپ کے بطن میں تھا یا میرے دودھ پینے کا زمانہ تھا؟

آپ کی والدہ محترمہ دیر تک سوچتی رہی اور آخر فرمایا کہ اے میرے پیارے فرزند! جب تم میرے شکم میں تھے تو میں چھت پر چڑھی تو میں نے ایک پنیر کا مرتبان دیکھا۔ میں نے اپنی خواہش کے مطابق مالک کی اجازت کے بغیر کھالیا تھا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عبادت میں لذت نہ ہونے کی یہی وجہ ہے، لہٰذا آپ اُس کے مالک کے پاس جائیں اور اسے معاف کروائیں چنانچہ آپ کی والدہ محترمہ پنیر کے مالک کے پاس گئی اور سارا ماجرہ سُنایا، مالک نے کہا کہ آپ اس سے حلت میں ہیں۔ اس کے بعد حضرت سیدنا بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی عبادت وریاضت میں لذت محسوس ہوئی۔ (عقد اللآلی شرح کتاب القلیوبی رص: ۱۰۱)

پانچواں نقصان: بے برکتی ہونا

حرام مال کا پانچواں نقصان بے برکتی ہونا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی بندہ حرام مال کمائے گا پھر اس میں سے صدقہ کرے گا تو وہ قبول نہیں ہوتا، اور وہ اس میں سے جو خرچ کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں کی جاتی، اور اگر وہ اسے ترکے میں چھوڑ جاتا ہے تو وہ اس کے لیے آگ میں اضافے کا باعث بنتا ہے، کیونکہ اللہ برائی کے ذریعے برائی ختم نہیں کرتا، بلکہ وہ نیکی کے ذریعے برائی ختم کرتا ہے اور خبیث، خبیث کو ختم نہیں کرتا۔ (مشکوۃ المصابیح/ص: ۲۴۲)

بے برکتی کی صورتیں

اب یہ بے برکتی کی کئی صورتیں ہیں۔

(۱) اصلِ مال کا ہلاک ہوجانا

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ''معارف القرآن'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ سود جس مال میں شامل ہوجاتا ہے، بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہوجاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے، جیسے کہ ربا اور سٹے کے بازاروں میں اس کا ہمیشہ مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے کروڑ پتی اور سرمایہ دار دیکھتے دیکھتے دیوالیہ اور فقیر بن جاتے ہیں، بے سود کی تجارتوں میں بھی نفع و نقصان کے احتمالات رہتے ہیں اور بہت سے تاجروں کو نقصان بھی کسی تجارت میں ہوجاتا ہے، لیکن ایسا نقصان کہ کل کروڑ پتی تھا اور آج ایک ایک پیسے کی بھیک کا محتاج ہے، یہ صرف سود اور سٹے کے بازاروں میں ہی ہوتا ہے اور اہل تجربہ کے بے شمار بیانات اس بارے میں مشہور و معروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا

ہی بڑھ جائے، لیکن وہ عموماً پائے دار و باقی نہیں رہتا، جس کا فائدہ اولاد اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آ کر اس کو برباد کر دیتی ہے۔ حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ سود خوری پر چالیس سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر محاق آجاتا ہے۔

(۲) سکون نہ ملنا

ایک صورت بے برکتی کی یہ ہے کہ مال تو ہوگا؛ مگر مال سے جو مقصود ہے یعنی سکون کی زندگی وہ میسر نہ ہوگی، چناں چہ پہلے لوگوں اور ہمارے اسلاف کی بہ نسبت آج کے لوگوں کے پاس مال تو بے حد ہے اور ہر قسم کا مال موجود ہے؛ مگر اس مال کی فراوانی کے باوجود راحت وسکون حاصل نہیں؛ بلکہ مال میں اضافے کے ساتھ ساتھ بے چینی میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے، یہی سب سے بڑی بے برکتی ہے۔

(۳) کاموں کا رک جانا

ایک صورت یہ ہے کہ حرام مال سے جو کام کرنا چاہتے ہیں وہ ہوتے ہوتے رک جاتا ہے اور کام ادھورا رہ جاتا ہے۔

حرام مال کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ بندے کی قبر کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے اور بندہ عذابِ قبر کا شکار ہو جاتا ہے۔ (مستفاد از معارف القرآن: ۱/ ۶۵۰، ۶۵۱)

چھٹا نقصان: گناہوں کا داعیہ دل میں پیدا ہونا

حرام مال کا چھٹا نقصان ہے گناہوں کا اور برے اعمال کا ارادہ دل میں پیدا ہونا۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ کسی رئیس کے یہاں سے ان کے یہاں لڈو آئے تھے جو حضرت نے کھا لیے۔ وہ کھاتے ہی قلب میں سخت ظلمت پیدا ہوئی اور ہر وقت یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ کوئی خوبصورت عورت ملے کہ اس سے زنا کروں، اسی حالت میں ایک مہینہ گزر گیا۔ حضرت فرماتے ہیں کہ میں روتا رہا اور توبہ کرتا رہا کہ الٰہی یہ کیا ہو گیا۔ (قصص الاکابر ص: ۱۷۰)

انتہائی عبرت کا مقام ہے ایک مشتبہ لڈو کا یہ اثر ہوا تو ہمارا کیا حال ہوگا جب کہ ہم تو مشکوک ومشتبہ رزق میں مبتلا ہیں۔ یہ تو اللہ والے تھے اس لیے انھیں احساس ہو گیا کہ ہمارے قلب میں ظلمت بھری ہے اور ہمیں تو ایسی چیزوں کا ادراک واحساس بھی نہیں ہوتا۔

ساتواں نقصان: بے شرمی پیدا ہونا

حرام کمائی کا ساتواں نقصان ہے بے حیائی اور بے شرمی پیدا ہونا۔

ایک نکتہ

مفسرین کرام نے ایک نکتہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت حوا کے لیے جنت کی ساری چیزوں کو حلال کر کے صرف ایک ہی چیز کو حرام کیا تھا۔ شیطان نے پٹی پڑھائی اور دونوں نے وہ شجر ممنوعہ کھا لیا تو دونوں سے جنتی لباس اتر گیا اور ایک دوسرے کا ستر ظاہر ہو گیا، یہاں تک کہ دونوں جنتی درخت کے پتوں سے اپنے بدن کو چھپانے لگیں۔

مفسرین کرام یہاں یہ بات بیان کرتے ہیں کہ یہ حرام کا اثر ہے کہ اس کی وجہ سے

ستر کھل گیا اور شرمگاہ ظاہر ہوگئی۔

آٹھواں نقصان: اولاد پر اثر پڑنا

حرام کمائی کا آٹھواں نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے اولاد پر برا اثر پڑتا ہے۔

بداخلاق شیخ زادہ

ایک شخص کسی اللہ والے کی زیارت کے لیے چلا۔ جب ان کی قیام گاہ پہونچا تو اندر سے ایک نوجوان متکبرانہ ہیئت میں باہر نکلا۔ اس نے اس نوجوان کو سلام کیا مگر اس نے سلام کا جواب نہیں دیا۔ اس کو بڑا تعجب ہوا۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ وکن نوجوان ہے؟ لوگوں نے بتلایا کہ یہ اسی شیخ کا لڑکا ہے جن کی تم زیارت وملاقات کے لیے آئے ہو۔

جب شیخ باہر تشریف لائے تو اس آنے والے کو شیخ صاحب کی عاجزی اور حسنِ اخلاق سے بڑا تعجب ہوا۔ دل میں کہنے لگا کہ ایسے بزرگ کا بیٹا ایسا؟ اس سے رہا نہ گیا تو اس نے شیخ سے ہی ان کے بداخلاق بیٹے کے بارے میں پوچھ لیا۔ شیخ نے فرمایا حیران مت ہو، وہ میرا ہی بیٹا ہے۔

بات اصل یہ ہے کہ میں کئی دنوں سے بھوکا تھا۔ میرے پڑوسی کو اطلاع ملی جو بادشاہ کے مقرب لوگوں میں سے تھا۔ اس نے وہ کھانا جو بادشاہ کے یہاں سے آیا تھا میرے لیے پیش کر دیا۔ وہ کھانا میں نے کھالیا، کھاتے ہی میرے دل میں صحبت کی شدید خواہش ہوئی تو میں نے اپنی بیوی سے صحبت کی اور اسی سے یہ پیدا ہوا۔ (رزق حلال کی برکت اور حرام کی نحوست ر ص:۵۱)

نواں نقصان: جہنم کا مستحق بننا

حرام کمائی کا نوان نقصان ہے جہنم کا مستحق بننا۔ متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حرام مال کی وجہ سے بندہ اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنالیتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو جسم حرام سے پرورش پایا ہو وہ جنت میں نہ جاسکے گا اور اس جسم کے لیے دوزخ زیادہ لائق ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ۱/ص: ۲۴۳)

دسواں نقصان: جہاں سے آیا وہیں گیا

حرام مال کا دسواں نقصان ہے کہ جہاں سے آتا ہے وہی سے نکل جاتا ہے۔

شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک نیک وصالح شخص کسب معاش کرتے تھے اور ان کا معمول تھا کہ جو کچھ کماتے پہلے تو اس میں ایک تہائی اللہ کی راہ میں خرچ کردیتے پھر ایک تہائی اپنی ضروریات پر صرف کرتے اور ایک تہائی اپنی کسب معاش کے ذریعے میں لگا دیتے ایک دن ان کے پاس ایک دنیادار شخص آیا اور کہنے لگا کہ شیخ! میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں، لہٰذا آپ مجھے کسی مستحق کا پتہ دیجیے۔ انھوں نے کہا پہلے تو حلال مال حاصل کرو اور پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ مستحق شخص ہی کے پاس پہونچے گا۔

دنیادار شخص نے اسے مبالغے پر محمول کیا، شیخ نے کہا اچھا تم جاؤ تمھیں جو شخص بھی ایسا ملے جس کے تمھارے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہوا سے صدقے کا مال دے دینا، چنانچہ وہ شخص جب شیخ کے پاس سے اٹھ کر آیا تو اس نے ایک بوڑھے اندھے کو دیکھا جس کے لیے اس کے دل میں جذبہ ترحم پیدا ہوا اور یہ سمجھ کر کہ صدقے کے مال کا اس بے چارے سے زیادہ کون مستحق ہوسکتا ہے؟ اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اسے کچھ حصہ خیرات کردیا۔ جب دوسرے دن وہ ضعیف ونابینا شخص کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے پاس کھڑے

ہوئے ایک دوسرے شخص سے کل کا واقعہ بیان کر رہا تھا کہ کل میرے پاس سے ایک مالدار شخص گزرا اس نے مجھ پر ترس کھا کر اتنا مال مجھے دیا جسے میں نے فلاں بدکار شخص کے ساتھ شراب نوشی میں لٹا دیا۔

وہ دنیادار یہ سنتے ہی شیخ کے پاس آیا اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا، شیخ نے یہ واقعہ سن کر اپنی کمائی میں سے ایک درہم اسے دیا اور کہا کہ اسے رکھو اور یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمھاری نظر جس پر پڑے اسے یہ درہم بطور خیرات دے دینا چنانچہ وہ شیخ کا دیا ہوا درہم لے کر گھر سے باہر نکلا تو اس کی نظر سب سے پہلے ایک اچھے شخص پر پڑی جو بظاہر کھاتا پیتا معلوم ہو رہا تھا پہلے تو وہ دیتے ہوئے جھجکا، مگر چونکہ شیخ کا حکم تھا اس لیے مجبوراً وہ درہم اس شخص کو دے دیا۔ اس شخص نے وہ درہم لے لیا اور اپنے پیچھے مڑ کر چل دیا، اس کے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی چلا۔

اس نے دیکھا وہ شخص ایک کھنڈر میں داخل ہوا اور وہاں سے دوسری طرف نکل کر شہر راہ پکڑی، مالدار بھی اس کے پیچھے کھنڈر میں داخل ہوا وہاں اسے کوئی چیز نظر نہ آئی البتہ اس نے ایک مرا ہوا کبوتر دیکھا وہ پھر اس شخص کے پیچھے پیچھے ہولیا، پھر اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ میں ایک غریب انسان ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ بہت بھوکے تھے جب مجھ سے ان کی بھوک کی شدت نہ دیکھی گئی اور انتہائی اضطراب و پریشانی کے عالم میں میں ان کے لیے کچھ انتظام کرنے کی خاطر گھر سے نکل کھڑا ہوا تو میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ مجھے یہ مرا ہوا کبوتر نظر آیا مرتا کیا نہ کرتا؟ میں نے یہ کبوتر اٹھا لیا اور اسے لے کر اپنے گھر کی طرف چلا تا کہ اس کے ذریعے بھوک سے بلکتے بچوں کو کچھ

تسکین دلاؤں مگر جب اللہ نے تمھارے ذریعے یہ درہم مجھے عنایت فرمادیا تو یہ کبوتر جہاں سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔ اب اس مالدار کی آنکھ کھلی اور اسے معلوم ہوا کہ شیخ کا وہ قول مبالغے پر محمول نہیں تھا، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حلال مال اچھی جگہ اور حرام مال بری جگہ خرچ ہوتا ہے۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۴/ ۳۳۹)

گیارہواں نقصان: شیطان کا بے فکر ہوجانا

حرام مال کا گیارہواں نقصان یہ ہے کہ شیطان ایسے بندے سے بے خوف اور مطمئن ہوجاتا ہے۔

حضرت یوسف بن ارطات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی نوجوان اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور اس کی اطاعت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ دیکھو اس کی غذا کیا ہے؟ اس کی خوراک کیسی ہے؟ اگر اس کا کھانا، پینا، پہننا حرام ہوتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے اس کی طرف سے تم بے فکر ہوجاؤ، اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں، اس لیے کہ حرام کھانے سے اس کی عبادت اس کو کوئی فائدہ دینے والی نہیں۔

(رزق حلال کی برکت اور حرام کی نحوست رص: ۵۶)

بارہواں نقصان: اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ناراضگی

حرام کمائی کا بارہواں نقصان یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں ناراض رہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لوگوں پر ایسا دور آئے گا کہ انھیں فکر نہیں ہوگی کہ حلال کھا رہا ہے یا حرام؟ (بخاری: کتاب البیوع/ باب من لم یبال من حیث کسب المال/ رقم الحدیث: ۲۰۵۹)

مشتبہ سے بھی بچیں

اصل تقویٰ اور کمال تقویٰ تو یہ ہے کہ بندہ جس طرح حرام سے اپنے آپ کو بچاتا ہت ویسے ہی مشکوک اور مشتبہ سے بھی بچائیں۔ جو بھی چیز دل میں کھٹک پیدا کرے اسے فوراً چھوڑ دے۔ ہمارے اکابر واسلاف نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔

چار حدیثیں دین کی بنیاد

حضرت امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ نے جو چار حدیثیں منتخب فرمائی ہیں، جن پر عمل کرنا دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ آسان کرتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث شریف یہ بھی ہے۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حلال واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے، جب کہ ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں مشتبہ ہیں۔ بہت سے لوگ انھیں نہیں جانتے، پس جو شخص شبہات سے بچ گیا تو اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچالیا، اور جو شخص شبہات میں مبتلا ہو گیا تو وہ حرام میں مبتلا ہو گیا، جیسے وہ چرواہا جو چراگاہ کے آس پاس چراتا ہے، تو قریب ہے کہ وہ اس (چراگاہ) میں چرائے گا، سن لو! بے شک ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، سن لو! بے شک اللہ کی چراگاہ اس کی حرام کردہ چیزیں ہیں: سن لو! جسم میں ایک لوتھڑا ہے، جب وہ درست ہو جاتا ہے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے، اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، یاد رکھو! وہ دل ہے۔ (ابوداود: کتاب البیوع / باب فی اجتناب الشبہات / رقم الحدیث: ۳۳۲۹)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت کا ایک غلام

تھا، وہ ایک دن کچھ کھانا لایا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس میں سے ایک لقمہ کھالیا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہ کھانا حرام ہے، کیوں کہ غلام نے بتایا کہ وہ جاہلیت میں لوگوں کو غیب کی باتیں بتاتا تھا، یہ کھانا اسی کے عوض میں ملا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تجھ پر تف ہے! تو نے مجھے ہلاک کر دیا۔ پھر آپ نے منہ میں ہاتھ ڈال کر قے کرنا چاہا، مگر قے نہ ہوئی۔ لوگوں نے کہا پانی پینے سے قے ہوگی۔ آپ نے پانی منگوایا اور آپ پانی پیتے جاتے اور قے کرتے جاتے، یہاں تک کہ پورا کھانا نکل آیا۔ لوگوں نے کہا کہ اس ایک لقمہ کے لیے آپ نے اتنی مشکل اٹھائی؟ فرمایا کہ اگر اس کے لیے میری جان بھی چلی جاتی تو بھی میں ضرور اس کو نکالتا، کیوں کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جو جسم حرام سے پلا ہو وہ دوزخ کے زیادہ لائق ہے۔ (بخاری: کتاب مناقب الانصار/باب ایام الجاهلية/رقم الحديث: ۳۸۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی احتیاط

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کتب حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ دودھ پیا اور اس کا مزہ کچھ عجیب معلوم ہوا، آپ نے دودھ لانے والے سے پوچھا کہ یہ دودھ کیسا اور کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں جنگل میں گیا تھا، وہاں زکوٰۃ کے اونٹ چر رہے تھے، یہ دودھ انھیں اونٹوں کا ہے، آپ نے یہ سن کر فوراً قے کر دیا، کیوں یہ دودھ زکوۃ کے اونٹوں کا آپ کے لیے حلال نہ تھا۔ (الموطا الامام مالک: کتاب الزکوۃ/باب ماجاء فی اخذ الصدقات والتشديد فيها/رقم الحديث: ۷۲۱)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

ایک بار کوفہ میں چند بکریاں چوری ہوگئیں تو آپ نے دریافت کیا بکری زیادہ سے زیادہ کتنے سال زندہ رہتی ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ سات سال، تو آپ نے کئی سال تک بکری کا گوشت نہیں کھایا کہ کہیں چوری کی بکری کا گوشت جسم میں نہ چلا جائے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات رص: ۸۷)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کوفہ میں کپڑے کے بڑے تاجر تھے اور آپ کا کاروبار نہایت ہی وسیع پیمانے پر تھا۔ آپ کا مال تجارت دور دراز علاقوں میں بھی بھیجا کرتے تھے نیز ضروری اشیا باہر سے منگواتے بھی تھے۔ تجارت و کاروبار میں سچائی اور دیانتداری کا ایسا خیال رکھتے تھے کہ اس کی مثال کم ہی اس روئے زمین پر مل سکتی ہے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ نے دکان سے کہیں جاتے وقت کپڑوں کی تھان نوکر کے سپرد کیا اور فرمایا اگر کوئی اسے لے تو اسے کپڑوں کا عیب دار ہونا بتا دینا۔ پھر جب آپ دکان واپس آئے تو دیکھا کہ کپڑے بک چکے ہیں۔ آپ نے ملازم سے دریافت فرمایا کہ تم نے ان کپڑوں کا عیب دار ہونا خریدنے والے کو بتا دیا تھا اس پر خادم نے ندامت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں بھول گیا تھا مجھے یاد ہی نہ تھا۔ اس پر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کپڑوں کی پوری قیمت جس کی مالیت تیس ہزار دینار تھی صدقہ فرما دی۔ اللہ اکبر کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی دیانتداری کا ثبوت پیش کر سکتا ہے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات رص: ۹۶)

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجہ کے بزرگ اور متقی و پرہیز گار تھے، حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سب کے بڑے تھے،

ان کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ طالب علمی کے زمانے میں جب دلی میں پڑھا کرتے تھے تو روٹی سالن سے نہیں کھایا کرتے تھے صرف اس بنا پر کہ دلی میں اس وقت ہوٹلوں میں جو سالن ملتا تھا اس میں عموماً آمچور (کھٹائی) پڑا کرتی تھی، اور آموں کے باغات کی بیع کا اس وقت جو رواج تھا وہ شرعاً ناجائز تھا، کیونکہ پھل آنے سے پہلے ہی اس کی بیع کر دی جاتی تھی، جو شرعاً ناجائز ہے، ان کے تقویٰ کا یہ اثر تھا کہ حرام مال اور حرام غذا کو ان کا معدہ قبول نہ کرتا تھا، اگر کبھی اس قسم کی غذا پیٹ میں چلی بھی گئی تو فوراً قے ہو جاتی تھی، اسی لیے ان کی دعوت کرتے ہوئے لوگ ڈرا کرتے تھے، کوئی ان کی دعوت جلدی نہیں کرتا تھا، سب ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کھانا کھانے کے بعد قے ہو جائے جس کی وجہ سے ہمارا مال حرام ہونا ظاہر ہو جائے اور ہماری بے عزتی ہو۔ (علمائے دیوبند کا تقویٰ رص: ۴۳)

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اکابر اولیا میں سے ہیں۔ وہ دہلی سے اپنے وطن ''کاندھلہ'' آنا چاہتے تھے۔ چناں چہ ایک بہلی (گاڑی) کرائے پر لی اور چل پڑے، راستے میں بہلی والے سے گفتگو فرمانے لگے، گفتگو کے درمیان گاڑی بان نے بتایا کہ یہ گاڑی ایک رنڈی کی ہے، میں کرائے پر اس کو چلاتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت پیشاب کے بہانے گاڑی سے اُتر گئے، پیشاب کیا اور بہلی والے سے کہا کہ بیٹھ کر ٹانگیں شل ہو گئی ہیں، ذرا چلنا چاہتا ہوں، تم گاڑی لے کر چلو، میں پیدل چلتا ہوں۔ کافی دور جانے کے بعد گاڑی بان نے عرض کیا کہ حضرت اب بیٹھ جایئے۔ حضرت نے پھر ٹال دیا۔ آخر کار وہ گاڑی بان سمجھ گیا اور کہا کہ آپ رنڈی کی گاڑی پر بیٹھنا نہیں چاہتے ہیں۔ حضرت نے اس کو کاندھلہ لا کر اس کی مزدوری دے دی، مگر پورا راستہ پیدل ہی تشریف لائے۔ (علمائے دیوبند کا تقویٰ رص: ۴۶)

حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

مولانا عنایت الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ جلسے کے زمانے میں دوشب وروز مدرسے کے اندر رہے اور ظہر کے وقت یا رات کے بارہ بجے اپنے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر گھر کا ٹھنڈا اور معمولی کھانا تنہا کھا لیتے تھے۔ (علمائے دیوبند کا تقویٰ ص:۳۸)

حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی احتیاط

مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ مدرسے کا کھانا بھی نہ چکھتے تھے، اگر کبھی ضرورت بھی پیش آتی تو دوسروں سے کہتے تھے کہ ذرا اس کا نمک چکھو، خود مجھ سے کئی بار کہا صدیق، صدیق (بہت جلدی بولا کرتے تھے) زبان میں کچھ لکنت سی تھی، فرماتے تھے صدیق صدیق ذرا اس کا نمک چکھو۔ مدرسے کی چیزوں کا بہت خیال رکھتے تھے، خود نہیں استعمال کرتے تھے، اور اب تو مدرسے کی چیزوں کو مال غنیمت سمجھتے ہیں۔ مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلسے کے موقع پر مطبخ کے منتظم مقرر ہوئے تھے، اور چوبیس گھنٹہ مطبخ کے اندر رہتے تھے، لیکن سالن چاول وغیرہ کا نمک کسی طالب علم سے چکھواتے تھے، خود نہیں چکھتے تھے، جب وقت مل جاتا گھر جا کر کھانا کھا آتے۔ (علمائے دیوبند کا تقویٰ ص: ۳۸)

بہرحال! حرام کمائی کے انسان کی زندگی پر دنیاوی اور اخروی ہر اعتبار سے مہلک اثرات مرتب ہوتے ہیں، بلکہ اس نحوست کا اثر اولاد اور نسلوں میں بھی جاری ہوتا ہے، حتیٰ کہ اس کا اثر انسان کے دین اور ایمان پر بھی پڑتا ہے۔ حرام کمائی سے حاصل ہونے والی اشیا انسان کی تنزلی اور بے سکونی کا سبب بنتی ہے۔ بعض دفعہ اللہ تعالیٰ مال حرام کی وجہ سے بندے

کوایسی بیماریوں، پریشانیوں اور مصیبتوں میں مبتلا کرتے ہیں کہ وہی مال جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں اور ظلم وزیادتی سے کمایا تھا، تباہی و بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اس سے مکمل اجتناب کریں اور کسب حلال کو اختیار کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حرام کمائی کی نحوست اور اس کے برے اثرات سے محفوظ فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۵)

بدنظری کی قباحت

تعارف

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۶؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: سنیچر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد!

﴿قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَیَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ ؕ ذٰلِكَ اَزۡكٰی لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا یَصۡنَعُوۡنَ ۝﴾[النور:۳۰]

تمہید

یہ سورۂ نور کی ۳۰ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی آنکھوں کو پست رکھیں یعنی اپنی نظر کی حفاظت کریں اور اپنی شرمگاہ کی بھی حفاظت کریں۔

آنکھ عظیم نعمت

حق تعالیٰ نے انسان کو آنکھ کی شکل میں عظیم نعمت عطا فرمائی ہے۔ ہے تو یہ مختصر سی، لیکن اس میں قدرت کی کاریگری کے انمول نظارے موجود ہیں۔سائنس دانوں کی تحقیق ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ اس آنکھ میں اللہ تعالیٰ نے جو اعصاب اور سنا یور کھے ہیں، آدمی جب اندھیرے سے روشنی میں یا روشنی سے اندھیرے میں آتا ہے تو یہ آنکھیں پھیلتی ہے اور سکڑتی ہے، اس پھیلنے اور سکڑنے کے ایک لمحے میں وہ نو میل کی مسافت طے کر لیتی ہے۔(نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت رص:۵۲)

اس سے اندازہ لگائیں کہ حق تعالیٰ نے ہمیں مفت میں کتنی عظیم نعمت عطا فرمائی ہے، لہٰذا اس کی قدر ہونی چاہیے اور اس کا صحیح استعمال ہونا چاہیے۔

پانچ سوسال کی عبادت اور آنکھ کی نعمت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ ابھی ابھی میرے دوست حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں سے اللہ کا ایک بندہ جس نے اپنے گھر بار عزیز و اقارب مال و دولت سب کچھ کو قربان کر کے سمندر کے بیچ ایک جزیرہ پر ایک پڑاؤ ڈالا اور وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت کرنا شروع کیا۔ چاروں طرف میلوں تک پانی پھیلا ہوا ہے۔ اللہ رب العزت نے اپنے فضل سے وہاں انار کا ایک درخت اگا دیا اور میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا۔ یہ عبادت گزار بندہ دن رات ہمیشہ اپنے رب کی عبادت میں مصروف رہتا۔ بھوک لگتی تو انار کھا لیتا اور پیاس لگتی تو میٹھے پانی کے چشمے سے پانی پی لیتا اور پھر عبادت میں مصروف ہو جاتا۔ اس طرح سے اس نے پانچ سو سال گزار دئے۔ جو اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس عابد نے دعا کی پروردگار! میری موت سجدے کی حالت میں آئے اور میرے لاش کو مٹی وغیرہ کھا نہ سکے، تا کہ میں سجدے کی حالت ہی میں تیرے دربار پر حاضر ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کو قبول کی اور سجدے کی حالت میں ہی اس کی موت آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا عجیب انتظام کیا گیا کہ وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

قیامت کے دن اس عابد کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے فضل سے اس بندے کو جنت میں داخل کرو۔ وہ بندہ کہے گا آپ کے فضل سے کیوں، بلکہ میرے عمل کے بدلے مجھے جنت میں داخل کر دیجیے اس لیے کہ میں نے پانچ سو سال تک آپ کی ایسی عبادت کی ہے جس میں ریا کا شبہ بھی نہیں تھا۔ اس کی یہ

بات سن کر اللہ تعالی فرمائیں گے کی اچھا! اس کے عمل کا اور میری دی ہوئی نعمتوں کا مقابلہ کرو۔ شام سے آنکھ کی جو نعمت اللہ رب العزت کی جانب سے دی گئی اس کی تلافی میں پانچ سو سال کی مقبول عبادتیں ختم ہو جائے گی۔ ابھی تو دوسری نعمتیں باقی رہے گی۔ اللہ رب العزت فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اسے گھسیٹ کر جہنم میں داخل کرو۔ یہ سن کر وہ عابد تھر تھر کانپنے لگے گا۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ کہاں گئی تیری پانچ سو سال کی عبادت؟ تجھے تو اپنے عبادت پر بڑا ناز وغرور تھا۔ ہم نے بھی تو پانچ سال تک تجھے میٹھا پانی پلایا اور انار کھلائے ہیں۔ وہ کہے گا پروردگار تیرے فضل سے مجھے جنت میں داخل کر دے۔ جب اس کی ساری حجتیں اور دلیلیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ اچھا! لے جاؤ اور میرے فضل وکرم سے اسے جنت میں داخل کر دو۔ (المستدرک رقم الحدیث: ۷۷۱۲)

بدنظری کے متعلق آیات واحادیث

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس کلام میں اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی احادیث میں اس گناہ سے سختی سے روکا ہے۔ نمونے کے طور پر چند آیات واحادیث پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حق تعالیٰ نے اہتمام کے ساتھ مومن مردوں اور عورتوں کو حکم دیا ہے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں۔

﴿قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِم﴾

﴿وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ﴾ [النور: ۳۱،۳۰]

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

العینان تزنیان و زناهما النظر

یعنی آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا کرنا دیکھنا ہے۔(مسند احمد / مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۳۹۱۲)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بدنظری شیطان کا زہر آلودہ تیر ہے۔ جو اس کو اللہ کے خوف سے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرماتے ہیں جس کی حلاوت اپنے دل میں محسوس کرتا ہے۔(مشکوۃ المصابیح / ص: ۲۶۸)

(۴) حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ فوراً اپنی نگاہ ہٹا لو۔(مسلم: کتاب الادب / باب نظر الفجائۃ / رقم الحدیث: ۲۱۵۹)

(۵) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہدایت دی کہ اے علی! نگاہ کے بعد نگاہ نہ ڈالو۔ بلا ارادہ اچانک کی نظر قابل عفو ہے۔ دوسری نظر معاف نہیں۔ ابوداود: کتاب النکاح / باب ما یومر بہ عن غض البصر / رقم الحدیث: ۲۱۴۹)

(۶) حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تم میں سے کسی کے سر پر لوہے کی سوئی ماری جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی نامحرم عورت کو ہاتھ لگائے۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۲۱۱)

(۷) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ضرور اپنی نگاہوں کو نیچی رکھا کرو اور اپنی شرم گاہوں کی ضرور حفاظت کیا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ ضرور تمھارے چہروں کو بے رونق کردے گا۔(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۰/ ۲۱۱)

(۸) حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ ایک آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

دروازے کے سوراخ سے اندر جھانکنے لگے۔اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لوہے کا کنگھا تھا جس سے آپ سر جھاڑ رہے تھے۔جب آپ نے دیکھا تو فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم میرا انتظار کر رہے ہو تو میں اسے تمھارے آنکھ میں چبھو دیتا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (گھر کے اندر آنے کا) اذن لینے کا حکم دیا گیا ہے وہ اسی لیے تو ہے کہ نظر نہ پڑے۔(بخاری: کتاب الدیات/باب من اطلع فی بیت قوم ففقؤا عینہ فلا دیۃ لہ/رقم الحدیث: ۶۹۰۱)

(۹) ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کسی مریض کے پاس عیادت کی غرض سے تشریف لے گئے، آپ کے ساتھ کچھ اور بھی لوگ تھے، تو اُن ساتھ آنے والے لوگوں میں سے کوئی شخص گھر میں موجود کسی عورت کو دیکھنے لگا۔حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اگر تمھاری آنکھ پھوٹ جاتی تو تمھارے لیے زیادہ بہتر ہوتا۔(ذم الھویٰ لابن الجوزی/ص: ۱۱۰)

بدنظری کے متعلق اقوال سلف

(۱) حضرت داود علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت سلیمان علیہ السلام کو نصیحت کی کہ سانپ کے پیچھے چلے جانا مگر عورت کے پیچھے مت جانا۔(حیا اور پاک دامنی/ص: ۶۴)

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ نظر سے شہوت کا بیج پیدا ہوتا ہے اور فتنہ پیدا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ: ۱۰/ ۹۲)

(۳) کسی نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ زنا کی شروعات کہاں سے ہوتی ہے؟ فرمایا اجنبی عورت کو دیکھنے سے۔(حیا اور پاک دامنی/ص: ۶۵)

(۴) حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیطان کہتا ہے کہ بدنظری میرا وہ تیر ہے

جس نے کبھی خطا نہیں کی۔

(۵) حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آنکھ سے جس سے تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا مشاہدہ کرتے ہوں غیر اللہ کی طرف اٹھانے سے بچاؤ۔(ذم الھویٰ لابن الجوزی/ص:۱۰۸)

(۶) علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی بری نظر سے کسی نامحرم کو دیکھتا ہے تو اس کی یہ نگاہ دوسرے پر اثر کرے اس سے پہلے خود اسی پر اثر کرتی ہے، یہ ایسا تیر ہے جو پہلے خود کو ہلاک کرتا ہے۔(نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت/ص:۵۷)

(۷) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدنظری قوت حافظہ کے لیے زہر قاتل ہے۔(حیا اور پاک دامنی/ص:۶۵)

(۸) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بدنظری سے عبادت کی حلاوت اور لذت فنا ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ توفیق عمل سلب ہو جاتی ہے۔(حیا اور پاک دامنی/ص: ۴۸)

(۹) آپ بیتی میں ایک مقام پر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کتنے ذاکرین ایسے ہیں کہ ذکر کی وجہ سے دل میں نور پیدا ہوا مگر جہاں بدنظری کا شکار ہوئے اس نور سے محروم کر دیے گئے۔(نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت/ص:۴۷)

اس لیے تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ بدنظری کے ہوتے ہوئے اصلاح ممکن نہیں۔(نگاہ اور شرمگاہ کی حفاظت/ص:۴۷)

بدنظری کی شکلیں

(۱) سائن بورڈز پر لگے ہوئے اشتہارات میں عورتوں کی تصاویر بنی ہوتی ہیں جنھیں راہ چلتے

دیکھا جاتا ہے اور بسا اوقات اُسے گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ یہ بدنظری ہی ہے۔

(۲) مختلف کھانے پینے اور برتنے کی چیزوں کی پیکنگ اور ڈبوں میں عورتوں کی تصویریں بنی ہوتی ہیں جن کو خریدتے، بیچتے اور استعمال کرتے ہوئے دیکھا جاتا ہے، حالانکہ اُن کا دیکھنا بدنظری ہی ہے۔

(۳) اخبارات، میگزین وغیرہ میں چھپی ہوئی عورتوں کی تصویریں دیکھنا جائز نہیں، یہ بھی بدنظری کی ایک بڑی شکل ہے، جس میں بکثرت ابتلا نظر آتا ہے۔

(۴) ٹی وی میں آنے والے ڈراموں اور فلموں عورتوں کا تو پوچھنا ہی کیا، جو دین و اسلام کے نام پر دھوکے دینے والے چینلز ہیں اُن کے اندر بھی زرق برق لباس میں مزین و آراستہ ہو کر آنے والی بے پردہ عورتوں سے اِسلامی پروگرام کروائے جارہے ہوتے ہیں اور اُن کے سامنے بھی ایسی ہی بے پردہ خواتین کو بٹھایا گیا ہوتا ہے جنھیں دیکھ کر ایک شریف انسان کی آنکھ شرم سے جھک جائے۔

یاد رکھیں!! صرف اسلام کا لیبل لگانے سے کوئی پروگرام اِسلامی نہیں بنتا، اور نہ اُن عورتوں کا دیکھنا جائز ہو جاتا ہے۔

(۵) آج کے زمانے میں بدنظری کی سب سے بڑی شکل ٹی وی اور انٹرنیٹ ہے، کیونکہ باہر کی دنیا میں انسان وہ سب کچھ اور اتنی آسانی سے نہیں دیکھ پاتا جو ٹی وی، کمپیوٹر اور سیل فونز پر بیٹھے بیٹھے صرف چند بٹن دبا کر اور معمولی سی چند کلک سے دیکھ لیتا ہے۔ فحش اور برہنہ مناظر انسان سے صرف چند کلک کے فاصلے پر ہوتے ہیں، ایسے میں اپنی نگاہوں کی حفاظت یقیناً بہت بڑی آزمائش اور اُس میں کامیاب ہونا بہت بڑی کامیابی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ

لوگ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اِن فتنوں سے محفوظ و مامون کر رکھا ہے اور بہت ہی بڑے خسارے اور نقصان میں پڑے ہوئے ہیں وہ لوگ جن کی زندگی کا یہی مشغلہ بنا ہوا ہے اور جنھوں نے اپنی تنہائیوں کو اللہ کے غضب اور قہر کو متوجہ کرنے والے اعمال سے ناپاک کر رکھا ہے۔

(۷) ٹی وی میں خبریں نشر کرنے کے لیے جو بے پردہ عورت اناؤنسر بنی ہوتی ہے اُس کو دیکھنا بھی بدنظری ہی ہے، صرف خبریں دیکھنے اور سننے کی نیت سے اُسے دیکھنا جائز نہیں ہو جاتا۔ بہت سے لوگ ٹی وی دیکھنے اور رکھنے کا عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ یہ ہم نے صرف خبروں کے لیے اور حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنے کے لیے رکھا ہوا ہے، حالانکہ ایک تو اُن کی یہ بات ہی سرے سے غلط اور جھوٹی ہوتی ہے کیونکہ وہ خبروں کے علاوہ بھی بہت کچھ دن رات دیکھ رہے ہوتے ہیں، پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ صرف خبریں ہی دیکھتے ہیں تو اِس کی کیا ضمانت ہے کہ اُن کے گھر کے دیگر افراد، گھر کی خواتین اور بچے ٹی وی میں سب کچھ نہیں دیکھتے، اور اگر بالفرض یہ بھی مان لیں کہ گھر کا ہر فرد صرف خبریں ہی دیکھتا ہے تو کیا خبریں سنانے والی عورت نہیں ہوتی، نیز کیا خبروں کے درمیان اور شروع و آخر میں ایڈورٹائزنگ (اشتہارات) کے نام پر نیم عُریاں تصویریں سامنے نہیں آتی۔ یقیناً یہ سب نفس کی سکھائی ہوئی تاویلات ہیں جنھیں لوگوں کے سامنے رکھ کر تو اپنا بھرم قائم رکھا جا سکتا ہے، لیکن اللہ سے کچھ نہیں چھپایا جا سکتا، اللہ ہر ڈھکے چھپے کو جانتے ہیں۔

(۷) شادی بیاہ کے موقع پر بنائے گئے تصویری البم اور موویز کو گھروں میں رکھا جاتا ہے اور اسے محرم و نامحرم کے فرق کے بغیر دیکھا اور دکھایا جاتا ہے، یہ سب بدنظری کی شکلیں ہیں جن سے بچنا لازم ہے۔

(۸) بدنظری جس طرح عورت کو دیکھنے سے ہوتی ہے اِسی طرح کسی خوبصورت بے رِیش لڑکے کو دیکھنے سے بھی ہوتی ہے، احادیث میں اس کی مُمانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ اِس سلسلے کی روایات سابق میں مستقل عنوان کے تحت گزر چکی ہیں۔

عورت کا فتنہ

حق تعالیٰ نے مردوں کی آزمائش کے لیے عورت کو ایک بڑا فتنہ بنایا ہے اور اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے امت کے مردوں کو اس فتنہ سے متنبہ فرمایا ہے۔

(۱) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الا فاتقوا الدنیا و اتقوا النساء

سنو! تم دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔ (مسلم: کتاب الرقاق/باب اکثر اھل الجنة الفقراء/رقم الحدیث: ۲۷۴۲)

(۲) ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النساء حبائل الشیاطین

عورتیں شیاطین کی رسیاں ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح/ص: ۴۴۴)

(۳) ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت کے لیے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں سے بچو کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کی وجہ سے ہوا تھا۔ (بخاری: کتاب النکاح/باب ما یتقی من شؤم المرأة/رقم الحدیث: ۵۰۹۶)

بنی اسرائیل میں عورت کا فتنہ

جب غرق فرعون اور فتح مصر کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو قوم جبارین سے جہاد کرنے کا حکم ملا اور جبارین نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل کا لشکر لے کر پہنچ گئے اور ان کے مقابل قوم فرعون کا غرق و غارت ہونا ان کو پہلے سے معلوم ہو چکا تھا تو ان کو فکر ہوئی اور جمع ہو کر بلعم بن باعوراء کے پاس آئے اور کہا کہ موسیٰ سخت آدمی ہیں اور ان کے ساتھ بہت سے لشکر ہیں اور وہ اس لیے آئے ہیں کہ ہم کو ہمارے ملک سے نکال دیں، آپ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کریں کہ ان کو ہمارے مقابلے سے واپس کر دیں، وجہ یہ تھی کہ بلعم بن باعوراء کو اسم اعظم معلوم تھا وہ اس کے ذریعے جو دعا کرتا تھا قبول ہوتی تھی۔

بلعم نے کہا افسوس! تم کیسی بات کہتے ہو؟ وہ اللہ کے نبی ہیں ان کے ساتھ اللہ کے فرشتے ہیں میں، ان کے خلاف بد دعا کیسے کر سکتا ہوں حالانکہ ان کا مقام جو اللہ کے نزدیک ہے وہ بھی میں جانتا ہوں اگر میں ایسا کروں گا تو میرا دین دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے۔

ان لوگوں نے بے حد اصرار کیا تو اس پر بلعم نے کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے اس معاملے میں معلوم کر لوں کہ ایسی دعا کرنے کی اجازت ہے یا نہیں، اس نے اپنے معمول کے مطابق معلوم کرنے کے لیے استخارہ یا کوئی عمل کیا، خواب میں اس کو بتلایا گیا کہ ہرگز ایسا نہ کرے، اس نے قوم کو بتلا دیا کہ مجھے بد دعا کرنے سے منع کر دیا گیا ہے، اس وقت قوم جبارین نے بلعم کو کوئی بڑا ہدیہ پیش کیا جو درحقیقت رشوت تھی، اس نے ہدیہ قبول کر لیا تو پھر اس قوم کے لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے کہ آپ ضرور یہ کام کر دو اور الحاح و اصرار کی حد نہ رہی، بعض روایات میں ہے کہ اس کی بیوی نے مشورہ دیا کہ یہ رشوت قبول کر لیں اور ان کا کام کر دیں، اس وقت بیوی کی رضا جوئی اور مال کی محبت نے اس کو اندھا کر دیا تھا، اس نے حضرت موسیٰ

علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے خلاف بددعا کرنا شروع کی۔ اس وقت قدرت الٰہیہ کا عجیب کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ وہ جو کلمات بددعا کے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے کہنا چاہتا تھا اس کی زبان سے وہ الفاظ بددعا خود اپنی قوم جبارین کے لیے نکلے، وہ چلا اٹھے کہ تم تو ہمارے لیے بددعا کر رہے ہو، بلعم نے جواب دیا کہ یہ میرے اختیار سے باہر ہے میری زبان اس کے خلاف پر قادر نہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اس قوم پر بھی تباہی نازل ہوئی اور بلعم کو یہ سزا ملی کہ اس کی زبان اس کے سینے پر لٹک گئی، اور اب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ میری تو دنیا و آخرت تباہ ہوگئی اب دعا تو میری چلتی نہیں، لیکن میں تمھیں ایک چال بتاتا ہوں جس کے ذریعے تم موسیٰ کی قوم پر غالب آسکتے ہو۔ وہ یہ ہے کہ تم اپنی حسین لڑکیوں کو مزین کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان کو یہ تاکید کر دو کہ بنی اسرائیل کے لوگ ان کے ساتھ جو کچھ کریں کرنے دیں، رکاوٹ نہ بنیں، یہ لوگ مسافر ہیں، اپنے گھروں سے مدت کے نکلے ہوئے ہیں، اس تدبیر سے ممکن ہے کہ یہ لوگ حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام کاری انتہائی مبغوض چیز ہے جس قوم میں یہ ہوا، اس پر ضرور قہر و عذاب نازل ہوتا ہے، وہ فاتح و کامران نہیں ہو سکتی۔

بلعم کی یہ شیطانی چال ان کی سمجھ میں آ گئی، اس پر عمل کیا گیا، بنی اسرائیل کا ایک بڑا آدمی اس چال کا شکار ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اس وبال سے روکا مگر وہ باز نہ آیا، اور شیطانی جال میں مبتلا ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی اسرائیل میں سخت قسم کا طاعون پھیلا جس سے ایک روز میں ستر ہزار اسرائیلی مر گئے، یہاں تک کہ جس شخص نے برا کام کیا تھا اس جوڑے کو بنی اسرائیل نے قتل کر کے منظر عام پر ٹانگ دیا کہ سب لوگوں کو عبرت حاصل ہو

اورتوبہ کی،اس وقت یہ طاعون رفع ہوا۔(معارف القرآن:۴/۱۱۹،۱۲۰)

ایک حکایت

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں ایک حکایت بیان کی ہے۔جب ابلیس لعین کو حق تعالیٰ نے اپنے دربار سے نکالا تو اس نے قسم کھائی کہ میں تیرے بندوں کو گمراہ کروں گا۔اس نے رب العزت سے درخواست کی کہ مجھے مضبوط جال دیجیے جس سے میں لوگوں کو شکار کرسکوں۔حق تعالیٰ نے پہلے شیطان کے سامنے سونے چاندی اور گھوڑوں کے ریوڑ کا جال پیش کیا۔کیونکہ بالطبع انسان ایسی چیزوں کی جانب مائل ہوتا ہے۔شیطان نے کہا یہ جال اچھا ہے مگر ترنج کی طرح تلخ ہے،یہ جال اسے نہیں نہیں آیا۔پھر حق تعالیٰ نے اسے بیش بہا جواہرات کا جال پیش کیا۔اسے پسند نہیں آیا۔حق تعالیٰ نے چرب اور شیریں کھانے اور آتشی شراب اور قیمتی ریشمی لباس کا جال پیش کیا۔اسے پسند نہیں آیا۔پھر حق تعالیٰ نے شراب اور چنگ ورباب کا جال پیش کیا،شیطان قدرے خوش ہوا۔اخیر میں حق تعالیٰ نے عورتوں کا جال پیش کیا تو وہ ناچنے لگا۔(سیرت مصطفیٰ:۳/۳۳۰تا۳۳۷ملخصاً)

بدنظری کے طبعی نقصانات

(۱)مثانے کمزور ہوجاتے ہیں۔

(۲)قوت مردانگی میں کمی آتی ہے۔

(۳)جوڑوں میں اور کمر میں درد پیدا ہوتا ہے۔

(۴)سر چکرانے لگتا ہے۔

(۵)غصہ بڑھ جاتا ہے۔

(۶) نیند کم ہوجاتی ہے۔

(۷) ہمت اور ارادہ سست و پست ہوجاتا ہے۔

(۸) دل میں سختی پیدا ہوتی ہے۔

بدنظری کے روحانی نقصانات

(۱) چہرہ کا نور ختم ہوجاتا ہے۔

(۲) قوت حافظہ کمزور ہوجاتا ہے۔

(۳) سوءخاتمے کا اندیشہ رہتا ہے۔

ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا

مصر میں ایک شخص مسجد کے برابر میں رہتا تھا اور پابندی سے اذان دیتا اور جماعت میں شرکت کرتا تھا۔ اس کے چہرے پر عبادت اور اطاعت کی رونق بھی تھی۔ اتفاق سے ایک دن وہ اذان دینے کے لیے مسجد کے مینار پر چڑھا تو قریب میں ایک عیسائی شخص کی خوبصورت لڑکی پر نظر پڑی جس کو دیکھتے ہی وہ دل و جان سے فریفتہ ہوگیا۔ اذان چھوڑ کر وہیں سے سیدھے اس کے مکان میں پہونچا۔ لڑکی نے اس کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے؟ میرے گھر میں کیوں آیا؟ اس نے جواب دیا میں تجھے اپنا بنانے کے لیے آیا ہوں۔ اس لیے کہ تیرے حسن و جمال پر فریفتہ ہو چکا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ میں نے کوئی تہمت والا کام نہیں کیا ہے۔ اس آدمی نے پیشکش کی کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ لڑکی نے کہا کہ تو مسلمان ہے اور میں عیسائی ہوں، میرا باپ اس رشتے پر راضی نہ ہوگا۔ اس آدمی نے کہا میں خود ہی عیسائی بن جاتا ہوں۔ چنانچہ اس لڑکی کو پانے کے لیے عیسائی مذہب کو قبول کرلیا۔ ابھی وہ دن پورا نہیں ہوا تھا کہ یہ

شخص گھر میں رہتے ہوئے کسی کام سے چھت پر چڑھا اور وہاں سے گر پڑا جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔ دین بھی گیا اور لڑکی بھی ہاتھ نہ آئی۔ (اللہ سے شرم کیجئے رص:۲۳۵)

بدنظری کا علاج

علما نے بدنظری کے متعدد علاج بتلائے ہیں۔

[۱] خیال بدلنا

بدنظری کا ایک علاج ہے خیال بدلنا۔ جب بھی انسان کا نفس غیر محرم کی طرف دیکھنے کا تقاضا کرے تو سالک کو چاہیے کہ اپنا دھیان غیر محرم کی طرف سے ہٹا کر دوسری طرف جمالے۔ ذہن میں ارادتاً کوئی خیال سوچیں گے تو غیر محرم کا خیال خود بخود دور جائے گا۔ خیال بدلنے کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے عزیز! جان لو جب کوئی غیر محرم سامنے سے گزرے تو شیطان تقاضا کرتا ہے کہ تو اس پر نظر ڈال اور دیکھ کہ کیسی ہے۔ اس وقت شیطان سے مناظرہ کرنا چاہیے کہ میں کیوں دیکھوں؟ اگر یہ بدصورت ہے تو میں گناہ بے لذت کا مرتکب ہوں گا، اگر خوبصورت ہے تو گناہ کے ساتھ ساتھ دل میں حسرت بھی پیدا ہوگی کہ کاش! مجھے یہ حاصل ہوتی، اور ہر عورت تو حاصل نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا دل کو افسردہ کرنے سے کیا فائدہ! پس دل یہی فیصلہ کرے گا کہ نہ گناہ کا ارتکاب ہو نہ ہی دل افسردہ ہو، دل کا اطمینان گنوانا عقل مندوں کا کام نہیں۔ (بدنظری رص:۳۲)

(۲) حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی حسین کی طرف طبیعت مائل ہو تو اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً کسی ایسے شخص کا تصور باندھو کہ جس کا رنگ کالا ہے، چیچک کے داغ

ہیں، آنکھوں سے اندھا ہے، سر سے گنجا ہے، دانت لمبے اور آگے کو نکلے ہوئے ہیں ہونٹ موٹے موٹے ہیں، ناک بہہ کر ہونٹوں تک پہنچ چکی ہے، مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں، تو طبیعت میں سخت کراہت پیدا ہوگی یہ کراہت ونفرت اس جنسی میلان کو ختم کردے گی جو حسین کو دیکھ کر قلب میں پیدا ہوا تھا۔ (بدنگاہی کا وبال اور اس کا علاج رص: ۱۱۳)

(۳) کبھی کبھی یہ تصور بھی کرے کہ یہ حسین جب مرے گا اور قبر میں جائے گا تو اس کا نازک بدن گل سڑ جائے گا، کیڑے اسے کھائیں گے، سخت بدبو پیدا ہوگی، لہٰذا اس کو دیکھ کر میں اپنے رب کو ناراض کیوں کروں؟ (بدنگاہی کا وبال اور اس کا علاج رص: ۱۱۴)

(۴) ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جب کسی حسین وجمیل کی طرف دیکھنے کو دل چاہے تو فورا تصور کرے کہ میرے شیخ میری طرف دیکھ رہے ہیں تو طبیعت میں جھجک پیدا ہو جائے گی نظر ہٹ جائے گی۔ پھر سوچے کہ میرے شیخ اس عمل کو دیکھیں تو کس قدر ناراض ہوں گے۔ حالانکہ اللہ تعالی تو حقیقت میں دیکھ رہے ہیں تو وہ کتنا ناراض ہوں گے۔ اس سے بدنظری سے توبہ کی توفیق نصیب ہو جائے گی۔ (بدنگاہی کا وبال اور اس کا علاج رص: ۱۱۴)

[۲] نفس کو سزا دینا

بدنظری کا دوسرا علاج ہے اپنے نفس کو سزا دینا۔ اس کی بھی چند صورتیں ہیں۔

(۱) حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بدنظری کا مرتکب ہونے پر بیس رکعت نفل پڑھنے کی سزا متعین کرلے۔ ایک دو دن میں ہی نفس چیخ اٹھے گا اور بدنظری سے باز آجائے گا۔ شیطان بھی کہے گا کہ یہ شخص ایک مرتبہ بدنظری کرنے پر ۴۰ مرتبہ سجدہ کر رہا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے گناہ نیکیوں میں بدل دیے جائیں۔ میری زندگی بھر کی محنت ضائع جائے گی، لہٰذا اس شخص کو

بدنظری کے لیے اکسانا ہی نہیں چاہیے۔ (بدنگاہی کا وبال اور اس کا علاج رص: ۱۱۳)

(۲) ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو کھانے پینے کا چسکا ہوا سے چاہیے کہ تین روزے رکھنے کی سزا متعین کرے، جب بھوکا پیاسا رہے گا تو سب مستی نکل جائے گی۔ (بد نظری رص: ۳۳)

(۳) بدنظری کرنے والا اگر غریب شخص ہے تو اپنے اوپر کچھ مال صدقہ کرنے کا جرمانہ مقرر کرے جب اپنی ضرورتوں کو قربان کر کے مال صدقہ کرنا پڑے گا تو سب نشہ ختم ہو جائے گا۔ (بدنگاہی کا وبال اور اس کا علاج رص: ۱۱۵)

(۴) ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ نفس میں بدنظری کا داعیہ پیدا ہو تو تنہائی میں اپنی پیٹھ پر کپڑے کا بنا کوڑا متعدد مرتبہ مارے اور سوچے کہ جب قیامت کے دن فرشتے کوڑے لگائیں گے تو کیا بنے گا اس طریقے سے چند دنوں میں بدنظری کی عادت ختم ہو جائے گی۔ (بدنظری رص: ۳۳)

[۳] بدنظری کے موقع سے بچیں

بدنظری کا تیسرا علاج اور سب سے بڑی احتیاط یہی ہے کہ جن مواقع پر بدنظری کا امکان ہو ان سے گریز کریں۔ شادی بیاہ کے موقع پر مخلوط محفلوں میں ہرگز نہ جائیں۔ کسی جگہ جانے کے دو راستے ہوں تو وہ راستہ اختیار کرے جس میں بدنظری کا امکان کم ہو کسی گھر کا دروازہ کھٹکھٹائے تو سامنے سے ہٹ کے کھڑا ہو ایسا نہ ہو کہ کوئی بچہ دروازہ کھولے اور بے پردگی ہو۔ ہوائی جہاز وغیرہ پر سفر کے دوران ٹکٹ کاونٹر پر جہاں مرد ہو وہاں جائے تا کہ عورت سے بات چیت کا موقع ہی پیش نہ آئے۔ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے اطراف کی گزرنے والی

گاڑیوں پر نظر نہ جمائے، ممکن ہے بے پردہ عورت بیٹھی ہو تو بدنظری ہو جائے گی۔ اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت کھنکھار کر ایسی آواز پیدا کر دے کہ اگر کوئی غیر عورت موجود ہے تو وہ پردہ کر لے۔ بس ٹرین اور ہوائی جہاز کے سفر کے دوران کوئی دلچسپ کتاب اپنے پاس رکھے اور اسے پڑھتے ہوئے وقت گزار دے۔ جب تھک جائے تو سو جائے۔ (بدنظری رص: ۳۴)

[۴] بیوی کو خوش رکھیں

بدنظری کا چوتھا علاج یہ ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ محبت و الفت کا برتاؤ رکھے۔ اس کے پہننے اوڑھنے وغیرہ کا خیال رکھیں۔ جب بیوی گھر میں خاوند کو محبت و پیار دے گی خدمت کرے گی مسکراہٹوں سے استقبال کرے گی تو خاوند کی طبیعت غیر محرم کی طرف متوجہ نہیں ہوگی۔ (بدنظری رص: ۳۵)

[۵] مراقبۂ معیت

بدنظری کا پانچواں علاج ہے مراقبۂ معیت یعنی اللہ کے ساتھ ہونے کو سوچنا۔ بار بار اپنے دل میں یہ خیال جمائیں کہ میں اللہ رب العزت کو ناراض نہیں کرنا چاہتا۔ میری غیر محرم پر اٹھنے والی ہر نظر میرے محبوب حقیقی سے دور کر یگی جب کہ غیر محرم سے ہٹنے والی ہر نظر مجھے محبوب حقیقی کا قرب نصیب کرے گی۔ لہٰذا میں نے اللہ تعالیٰ کے قرب کو اپنے لیے چن لیا ہے۔ اس کی محبت میں آ کر میں نے غیر محرم کی طرف دیکھنے سے توبہ کر لی ہے۔ اب کوئی بے پردہ عورت سامنے آئے گی مجھے اس سے کوئی طمع نہیں کہ وہ نیلی ہے یا پیلی؟ پتلی ہے یا موٹی؟ گوری ہے یا کالی؟ حور ہے یا ڈائن ہے؟ کسی اور کے لیے ہے میرے لیے نہیں، جب مجھے اس سے کوئی مطلب پورا نہیں کرنا تو دیکھنے کا کیا فائدہ؟ (بدنظری رص: ۴۰)

[۶] حور کی خوبیوں کا تصور

اگر نفس غیر محرم کی طرف دیکھنے کی خواہش کرے تو اپنے دل میں حور کی خوبیوں کا تصور کریں۔ غیر محرم کے متعلق سوچیں کہ کبھی حیض کا بدبودار خون جاری ہے کبھی نفاس جاری ہے، روزانہ کئی بار پیشاب پاخانہ کی گندگی پیٹ سے نکلتی ہے۔ ناک صاف کرتی ہے، منہ سے بلغم خارج ہوتی ہے، بغلوں سے پسینے کی بو آتی ہے، سر میں جوئیں پڑی ہوئی ہیں، چند دن نہ نہائے تو بدبو آئے، مسواک نہ کرے تو منہ سے بدبو آئے، بیمار ہو تو چند دن میں لاغر ہو جائے، بوڑھی ہوگی تو چہرہ چھوہارے کی طرح بن جائے گا، منہ میں دانت نہیں رہیں گے، پیٹ میں آنت نہیں رہے گی، کمر جھکا کے چل رہی ہوگی، منہ سے الفاظ پورے نہیں نکلیں گے، پوشیدہ حصوں کے بال نہ صاف کرے تو جنگل کا نمونہ بن جائے، ہر وقت پیٹ میں پاخانے اور پیشاب کی گندگی اٹھائے پھر رہی ہیں، کیا ایسی عورت کی طرف نظر اٹھا کر میں اپنے پروردگار کو ناراض کروں؟ جنت کی نعمتوں اور حوروں سے محروم ہو جاؤں؟

وہ حور جو ہمیشہ باکرہ رہے گی موتیوں کی طرح چمکتی ہوگی، جسم کے ہر حصے سے خوشبو آئے گی، پاک وصاف ہوگی اگر لعاب کھارے پانی میں ڈالے تو میٹھا ہو جائے، اگر انگلی عرش سے نیچے نکالے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے، اگر مسکرا کر بات کرے تو مردہ بھی زندہ ہو جائے، جس کو کسی غیر نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، جس کے دل میں محبت کے اٹھتے ہوئے جذبات کو انسان اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے گا، نہ بیماری ہوگی نہ خواری ہوگی، بالاخانے میں بیٹھی خاوند کا انتظار کر رہی ہوگی۔ (بدنظری رص: ۳۷)

[۷] دیدار الٰہی کا تصور

بدنظری کا مؤثر علاج ہے اللہ تعالیٰ کے دیدار سے لطف اندوزی کا تصور۔ بعض علما نے لکھا ہے کہ جو شخص دنیا میں اللہ کی رضا کی خاطر غیر محرم سے اپنی نظروں کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالی جنت میں ہر ہر نظر کے بدلے ایک ایک مرتبہ اسے اپنے چہرہ انور کا دیدار عطا فرمائیں گے۔ (بدنظری رص:۳۸)

[۸] ماں بیٹی کا تصور

بدنظری ایک علاج ہے کہ اپنی ماں بیٹی کا تصور کریں۔ انسان کا نفس غیر محرم کی طرف للچائی نظروں سے دیکھنا چاہے تو فوراً دل میں ماں یا بیٹی کا تصور کریں اور اس کے متعلق سوچنا شروع کر دیں۔ ظاہری بات ہے کہ کوئی نہیں چاہے گا کہ میری ماں کو یا بیٹی کو یا بہن کو اجنبی دیکھے، تو جب ہم اپنی ماں بیٹی کے متعلق یہ سوچتے ہیں تو جس کی طرف ہم نظر اٹھانا چاہتے ہیں وہ بھی تو کسی نہ کسی کی ماں یا بیٹی یا بہن ہوگی۔ (بدنظری رص:۳۸)

[۹] آنکھ میں سلائی گھمانے کا تصور

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ بدنظری کرنے والا جہنم میں پہنچے گا تو فرشتے اس کی آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالیں گے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ لوہے کی سلاخیں گرم کر کے اس کی آنکھوں میں گھونپ دیں گے۔ جب بندہ یہ تصور کرے گا تو اپنی حرکت سے فوراً باز آجائے گا۔ (بدنظری رص:۳۸)

خلاصہ یہ ہے کہ بدنظری موجودہ دور کا ایک گھناونا اور منفی اثرات چھوڑنے والا عمل ہے۔ اس کی وبا آخری حد تک پہونچ چکی ہے۔ یہ ایسا سیلاب ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ اور تعجب تو اس پر ہے کہ بہت سے لوگ اسے گناہ سمجھتے ہی نہیں، یوں سمجھتے ہیں جیسے کسی اچھے مکان

کو دیکھ لیا اور اس گناہ کے بعد دل پر کوئی رنج کا اثر بھی نہیں ہوتا۔ حالانکہ یہ ایسا گناہ ہے کہ آدمی اس کی وجہ سے معاشرے اور سماج میں بدنام ہو جاتا ہے، لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ اس لیے اس سے بچنا خوب ضروری ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ بدنظری اور اس کے مہلک اثرات سے ہم سب کی مکمل حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۶)

فتنہ:احوال واقسام

تعارف

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۷/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز:اتوار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد!

﴿اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَهُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ﴾ [العنکبوت:۲]

تمہید

یہ سورۂ عنکبوت کی دوسری آیت ہے۔اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کرلیا کہ وہ چھوڑ دیے جائیں گے اس بات پر کہ وہ کہیں ہم ایمان لائیں ہیں اور انھیں آزمایا نہ جائیں۔اس سے معلوم ہوا کہ ایمان والوں لوضرور آزمایا جائے گا اور ان کو فتنوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک ہر دور میں، ہر ماحول میں اہل حق کا اہل باطل کے ساتھ ٹکراؤ رہا ہے۔کوئی دور ایسا نہیں گزرا جس میں باطل کی اہل حق کے ساتھ کشمکش نہ رہی ہو۔چونکہ باطل ہمیشہ ہر دور میں زیادہ رہا ہے اس لیے وہ ہمیشہ حق کو دبانے اور مغلوب کرنے کے حربے آزماتا ہے۔باطل کی جانب سے پیش آنے والے ان حربوں کو جس کا اہل حق کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے فتنے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

فتنے کے معنیٰ

فتنہ کس کو کہتے ہیں؟ فتنے کے اصل معنیٰ سونا، چاندی کو آگ میں جلانا۔بعد میں یہ لفظ آزمائش کے معنیٰ میں استعمال ہونے لگا۔چونکہ جس طرح سونے چاندی کو آگ میں جلانے

سے اس کی پرکھ کی جاتی ہے کہ یہ کھرا ہے یا کھوٹا؟ تو اسی طرح آزمائش کے دور میں انسان کی پرکھ کی جاتی ہے کہ یہ بندہ اپنی ایمان میں کھرا ہے یا کھوٹا؟

عربی زبان میں فتنے کے مختلف معانی آتے ہیں۔ مثلاً آزمائش وامتحان، ابتلا، گناہ، فضیحت، عذاب، مال ودولت، اولاد، بیماری، جنون، محنت، عبرت، گمراہ کرنا وگمراہ ہونا اور کسی چیز کو پسند کرنا اور اس پر فریفتہ ہونا۔ نیز لوگوں کی رائے میں اختلاف پر بھی فتنہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ: ۵/ ۶۵۵)

اس امت میں فتنے کیوں رکھے گئے؟

ابوداود شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أمتي هذه أمة مرحومة، ليس عليها عذاب في الآخرة، عذابها في الدنيا الفتن والزلازل والقتل

کہ میری امت مرحومہ ہے، آخرت میں اس کے لیے عذاب نہیں، دنیا ہی میں اس کا عذاب فتنوں، زلزلوں اور قتل وغارت گری کی شکل میں رکھا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ امت کے لیے فتنوں کا وجود رحمت کا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ اس کی وجہ سے آخرت کا عذاب دور فرمادیتے ہیں۔ (ابوداود: کتاب الفتن / باب مایرجیٰ فی القتل / رقم الحدیث: ۴۲۷۸)

فتنے کے متعلق چند احادیث

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مبارک ارشادات کے ذریعے فتنوں کے متعلق مختلف قسم کی باتیں ارشاد فرمائی ہیں، جن میں سے چند کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

وہ فتنے ظاہر ہوجائیں جو .....

مسلم شریف کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بادروا بالأعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسي كافرا ويمسي مؤمنا ويصبح كافرا يبيع دينه بعرض من الدنيا

کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرو قبل اس کے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند ہوں گے اور ان فتنوں کا اثر ہوگا کہ آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا، نیز اپنے دین و مذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا۔ (مسلم: کتاب الایمان / باب مبادرة الاعمال قبل تظاهر الفتن / رقم الحديث: ۱۱۸)

حدیث مذکور کی تشریح

اس حدیث میں فتنوں کو اندھیری رات کے ٹکڑوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آنے والے فتنوں کے بارے میں کسی کو یہ معلوم نہیں ہو سکے گا کہ وہ کب اور کیوں نمودار ہوں گے؟ اور ان سے چھٹکارے کی راہ کیا ہوگی؟ لہٰذا ان آنے والے فتنوں سے پہلے ہی اعمال صالحہ کے ذریعے اپنی دینی زندگی کو مضبوط و مستحکم بنالو، آنے والے وقت کا انتظار نہ کرو کیونکہ اس وقت دین و شریعت کے تعلق سے سخت ترین آفات و مصائب میں اس طرح گم ہو کر رہ جاؤ گے کہ نیک کام کرنے کا موقع ہی نہ پا سکو گے۔ وہ وقت لوگوں کے ذہن و فکر اور اعمال و کردار پر کتنا برا اثر ڈالے گا اور وہ فتنے کس قدر سریع الاثر ہوں گے اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ مثلاً آدمی جب صبح کو اٹھے گا تو ایمان یعنی اصل ایمان یا کمال ایمان کے ساتھ متصف ہوگا لیکن شام ہوتے ہوتے کفر کے اندھیروں میں پہونچ جائے گا۔

رہی یہ بات کہ کفر سے کیا مراد ہے؟ حضرات محدثین نے اس کے مختلف مطالب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) ممکن ہے کہ اصل کفر مراد ہو، یعنی وہ شخص واقعۃً کفر کے دائرے میں داخل ہوجائے گا۔

(۲) یہ بھی مراد ہوسکتا ہے کہ وہ کفران نعمت کرنے والا ہوجائے گا۔

(۳) کافروں کی مشابہت اختیار کرلے گا۔ وہ ایسے کام کرنے لگے گا جو صرف کافر ہی کرتے ہیں۔

(۴) بعض حضرات مذکورہ جملے کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً ایک شخص جب صبح کو اٹھے گا تو اس چیز کو حلال جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حرام جانتا ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، لیکن شام ہوتے ہوتے اس کے ذہن وفکر اور اس کے عقیدہ میں اس طرح انقلاب آجائے گا کہ وہ اس چیز کو حرام سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور اس چیز کو حلال سمجھنے لگے گا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس پر جملہ کے دوسرے جزو یعنی شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا۔ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ عام لوگ ان فتنوں کی وجہ سے دین وشریعت کے معاملات میں تذبذب وتردد کا شکار ہوجائیں گے۔ اپنے دین کو معمولی دنیا کے عوض فروخت کردیں گے۔ (مستفاد از مظاہر حق: ۶/ ۲۴۰)

چٹائی کے تنکوں کی طرح فتنے پیش کیے جائیں گے

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے متعلق ارشاد فرمایا:

تعرض الفتن على القلوب كالحصير عودا عودا، فأي قلب أشربها نكت فيه نكتة سوداء، وأي قلب أنكرها نكت فيه نكتة بيضاء حتى تصير على قلبين، على أبيض مثل الصفا فلا تضره فتنة ما دامت السماوات والأرض، والآخر أسود مربادا كالكوز مجخيا ، لا يعرف معروفا، ولا ينكر منكرا، إلا ما أشرب من هواه

لوگوں کے دلوں پر فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے ہوتے ہیں یعنی جس طرح چٹائی میں تنکے ایک کے پیچھے ایک لگائے جاتے ہیں اسی طرح سے دلوں پر ایک کے بعد ایک فتنے ڈالے جائیں گے پس جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا اس میں سیاہ نکتہ ڈال دیا جائے گا اور جو دل ان فتنوں کو قبول کرنے سے انکار کرے گا اس میں سفید نکتہ پیدا کر دیا جائے گا پس انسان ان فتنوں کے پیش آنے اور ان کے دلوں پر ان فتنوں کی تاثیر وعدم تاثیر کے اعتبار سے دو قسموں میں بٹ جائیں گے (یا یہ کہ انسان کے دل مذکورہ اعتبار کے مطابق دو قسم کے ہو جائیں گے) ایک تو سفید مثل سنگ مرمر کے کہ جس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی واضح رہے کہ اس تشبیہ میں محض سفیدی مراد نہیں ہے، بلکہ سختی اور قوت کا اعتبار بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ اس طرح کے دل پر کوئی بھی فتنہ اثر انداز نہیں ہوگا جب تک کہ زمین وآسمان قائم وباقی ہیں (یعنی اس دل کی یہ کیفیت ہمیشہ باقی رہے گی) اور دوسرا راکھ کے رنگ جیسا سیال دل، اوندھے برتن کی مانند (کہ اس میں جو کچھ بھی ہو گر پڑے، مطلب یہ کہ اس طرح کا دل راکھ کی مانند سیاہ اور اوندھے برتن کی طرح ایمان ومعرفت کے نور سے خالی ہوگا چنانچہ اس طرح کا دل نہ تو نیک واچھے اور مشروع کاموں کو پہچانے گا اور نہ برے کاموں کو برا جانے گا،

وہ تو بس اس چیز سے مطلب رکھے گا جواز قسم خواہشات اس میں رچ بس گئی ہے اور جس کی محبت کا وہ اسیر بن چکا ہے۔ (یعنی وہ طبعی طور پر نفسانی خواہشات کا غلام ہوگا اور اچھی و بری کا امتیاز کیے بغیر ہر اس چیز کے پیچھے بھاگے گا جو اس کے نفس کو مرغوب ہوگی۔ (مسلم: کتاب الایمان: باب رفع الامانة والایمان من بعض القلوب وعرض الفتن علی القلوب / رقم الحدیث: ۱۴۴)

حدیث مذکور کی تشریح

اس حدیث میں فتنوں سے مراد بلا و آفات اور وہ چیزیں ہیں جو انسان کے ذہن و فکر اور قلب و جسم کو تعب و تکلیف اور رنج و نقصان میں مبتلا کر لیتی ہیں لیکن بعض حضرات نے فتنوں کی مراد، فاسد و گمراہ نظریات، باطل افکار اور نفسانی شہوت و خواہشات کو قرار دیا ہے۔

حدیث مذکور میں لفظ عودا تین طرح سے نقل کیا گیا ہے۔

(۱) ایک روایت میں عین کے پیش اور دال مہملہ کے ساتھ ہے اور جیسا کہ دوسری روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے، یہی زیادہ مشہور ہے۔ اس صورت میں حدیث کے اس جملے کا مطلب یہ ہوگا کہ دلوں میں فتنے اس طرح ایک کے بعد ایک دو آئیں گے جیسا کہ چٹائی بنتے وقت تنکے ایک کے بعد ایک داخل کیے جاتے ہیں۔ اس تشبیہ سے مراد دلوں پر فتنوں کا اس طرح پیش آنا ہے جس طرح چٹائی بننے والے کے سامنے تنکے یکے بعد دیگرے پیش ہوتے رہتے ہیں۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس تشبیہ سے مراد یہ ہے کہ وہ فتنے دل پر اس طرح اثر انداز ہوتے ہیں۔

(۲) دوسری روایات میں یہ لفظ عین کے زیر اور ذال کے ساتھ یعنی عِیذا ہے اس صورت میں یہ لفظ ان فتنوں سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ گفتگو و کلام

کے دوران کفر ومعصیت کے ذکر کے بعد نعوذ باللہ یا معاذ اللہ کہا جاتا ہے۔

(۳) تیسری روایت میں یہ لفظ عین کے زیر اور دال کے مہملہ کے ساتھ (یعنی عِیدا) ہے اور اس سے مراد عود وتکرار ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ وہ فتنے دل پر بار بار واقع ہوں گے۔

حدیث مذکور میں ایک لفظ اشربھا ہے۔ چونکہ شرب کے اصل معنی پینے کے ہیں۔ جو دل ان فتنوں کو قبول کرلے گا کا مطلب یہ ہے کہ جس میں کجی ہوگی اور جس کا میلان و رجحان برائی کی طرف ہوگا اس میں وہ فتنے رچ بس جائیں گے اور گویا وہ دل ان فتنوں کو اس طرح قبول کرلے گا جس طرح کوئی سفید کپڑا کسی بھی رنگ کو فوراً قبول کرلیتا ہے۔ (مستفاد از مظاہر حق: ۶/۲۳۱)

جماعتوں کی شکل میں فتنے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ فتنے جماعتوں کی شکل میں رونما ہوں گے، جب ایک گروہ چلا جائے گا تو دوسرا گروہ آجائے گا۔ (الفتن لابن نعیم/ص: ۱۲)

فتنوں کی ہولناکی کا عالم یہ ہوگا کہ انسان اپنی زندگی سے بیزار ہوجائے گا۔ قبر کو دیکھ کر تمنا کرے گا کاش! اس کی جگہ میں ہوتا۔ (بخاری: کتاب الفتن/باب لاتقوم الساعة حتیٰ یغبط اھل القبور/رقم الحدیث: ۷۱۱۵)

یہ تمنا حق تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں نہیں ہوگی، بلکہ مصیبتوں اور آفتوں سے تنگ آنے کی وجہ سے ہوگی۔ لوگوں کو موت گرمی کے موسم میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے

سے بھی زیادہ پسند ہوگی۔

فتنوں کے متعلق مزید احادیث

(۱) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ دنیا میں صرف مصیبت اور فتنے دیکھتے رہوں گے اور وہ معاملہ شدید ہوتا چلا جائے گا یعنی ہر آنے والا کتنا پہلے سے بھاری ہوگا۔ (الفتن لابن نعیم / ص: ۱۸)

(۲) ابن ماجہ شریف کی ایک روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لم یبق من الدنیا إلا بلاء وفتنة

کہ اب دنیا میں صرف مصیبت اور فتنہ ہی بچ گیا ہے۔ (ابن ماجه: کتاب الفتن / باب شدة الزمان / رقم الحدیث: ۴۰۳۵)

(۳) مسلم شریف کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تعوذوا باللّٰه من الفتن ماظهر منها وما بطن

تم ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہو۔ (مسلم: کتاب الجنة وصفة نعیمها و اهلها / باب عرض مقعد المیت من الجنة او النار علیه / رقم الحدیث: ۲۸۶۷)

(۴) ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسے فتنے نمودار ہوں گے کہ ان فتنوں میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا، کھڑے ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا، چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو ان فتنوں کی طرف متوجہ ہوگا وہ فتنہ کو اپنی طرف لے لے گا اور جو ان فتنوں سے پناہ کی جگہ پائے تو وہ پناہ حاصل کرے۔

(بخاری: کتاب الفتن / باب تکون فتنة القاعد فیها خیر من القائم / رقم الحدیث: ۷۰۸۱، مسلم:

کتاب الفتن و اشراط الساعة / باب نزول الفتن کمواقع القطر / رقم الحدیث: ۲۸۸۶)

فتنوں کو کن چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فتنوں کو مختلف چیزوں کے ساتھ تشبیہ دی ہیں۔

(۱) بارش کے قطروں کے ساتھ

بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی ٹیلے پر چڑھے اور فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں فتنوں کو دیکھ رہا ہوں جو تمھارے گھروں میں بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ (بخاری: کتاب الفتن / باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویل للعرب من شر قد اقترب / رقم الحدیث: ۷۰۶۰، مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعة / باب نزول الفتن کمواقع القطر / رقم الحدیث: ۲۸۸۵)

(۲) تاریک اور اندھیری رات کے ساتھ

جس طرح تاریک اور اندھیری رات میں کچھ دکھائی نہیں دیتا اسی طرح اتنے بھی تعریف اور اندھیرے ہوں گے کہ اس وقت انسان کو کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا کہ جائے تو کہاں جائے۔

ماقبل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد گزرا:

بادروا بالأعمال فتنا كقطع الليل المظلم (مسلم: کتاب الایمان / باب مبادرة الاعمال قبل تظاہر الفتن / رقم الحدیث: ۱۱۸)

ان فتنوں کے آنے سے پہلے نیک کام میں جلدی کرو جو تاریک رات کی طرح ہوں گے۔

(۳) گرم آندھیوں کے ساتھ

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! میں سب لوگوں میں فتنے کو زیادہ جانتا ہوں جو میرے اور قیامت کے درمیان آنے والے ہیں۔ یہ اس وجہ سے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے کوئی بات خاص بیان کی ہو دوستوں سے چھپا کر، بلکہ مجمع میں بیان کی، مگر میرے سوا سب فوت ہوگئی اس لیے میں زیادہ جانتا ہوں۔ چنانچہ ایک مجلس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تین فتنے ایسے ہوں گے جو کسی کو نہیں چھوڑیں گے اور بعض ان میں سے گرمیوں کی آندھی کی طرح ہوں گے۔ (مسلم: کتاب الفتن و اشراط الساعة / باب نزول الفتن کمواقع القطر / رقم الحدیث: ۲۸۹۱)

(۴) دھوئیں کے ٹکڑے کے ساتھ

مسند احمد کی ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ کہ وہ دھوئیں کے ٹکڑے کی طرح گہرے اور گاڑھے ہوں گے۔ (مسند احمد: مسند الانصار / بقیة حدیث الضحاک بن قیس / رقم الحدیث: ۲۴۰۰۹)

(۵) اندھے، بہرے اور گونگے کے ساتھ

ابوداود شریف کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ستکون فتنة صماء بکماء عمیاء من أشرف لها استشرفت له وإشراف اللسان فیها کوقوع السیف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔عنقریب گونگے، بہرے اور اندھے فتنے کا ظہور ہوگا، جو شخص اس فتنے کو دیکھے گا اور اس کے قریب جائے گا وہ فتنہ اس کو دیکھے گا اور اس کے قریب آجائے گا نیز اس فتنے کے وقت زبان درازی، تلوار مارنے کی مانند ہوگی۔ (ابو داود: کتاب الفتن / باب فی کف اللسان / رقم الحدیث: ۴۲۶۴)

حدیث مذکور کی تشریح

اس حدیث میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

فتنے کو گونگا اور بہرہ کیوں کہا گیا؟

(۱) ایک وجہ یہ ہے کہ لوگوں کے اعتبار سے کہا گیا۔یعنی وہ فتنہ اتنا سخت اور اس قدر ہیبت ناک ہوگا کہ عام لوگ اس وقت حیران ہو کر رہ جائیں گے، نہ کوئی فریاد رس نظر آئے گا کہ جس سے کوئی شخص گلو خلاصی کی درخواست کر سکے اور نہ کسی کو نجات دلا سکے اور نہ کوئی ایسی راہ دکھائی دے گی جس کے ذریعے اس فتنے سے نجات اور خلاصی پائی جا سکے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس فتنے کے وقت لوگ حق و باطل اور نیک و بد کے درمیان تمیز نہیں کریں گے۔وعظ و نصیحت کو سننا اور اس پر عمل کرنا گوارا نہیں کریں گے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی باتوں پر دھیان نہیں دیں گے۔

جو شخص ان کو نیک باتوں کی طرف بلائے گا اور زبان سے حق بات نکالے گا اس کو روحانی و جسمانی اذیتوں میں مبتلا کریں گے اور اس کے ساتھ نہایت تکلیف دہ اور پریشان کن سلوک کریں گے۔جو شخص اس فتنے کی باتوں کی طرف متوجہ رہے گا اور ان لوگوں کی قربت،

نزدیکی وہم نشینی اختیار کرے گا جو اس فتنے کا باعث ہوں گے، تو اس شخص کا اس فتنے سے محفوظ رہنا اور اس کے برے اثرات کے چنگل سے بچ نکلنا ممکن نہیں ہوگا۔ اس کے برخلاف جو شخص اس فتنے سے دور اور فتنہ پردازوں سے بے تعلق رہے گا وہ فلاح یاب ہوگا۔ فتنہ اتنا شدید ہوگا کہ کسی کی زبان سے کوئی ایسی بات سننا بھی گوارا نہیں کریں گے جو ان کی مرضی ومنشا کے خلاف ہوگی۔ لہٰذا اس فتنے میں زبان کھولنے والا گویا خون ریزی کو دعوت دینے والا ہوگا۔ (مستفاد از مظاہر حق: ۳/ ۲۶۵)

(۶) ٹوٹے ہوئے دھاگے کے دانوں کے ساتھ

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فتنے اس طرح آئیں گے جیسے ایک لڑی میں پروئے ہوئے دانوں کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہو اور اس کے دانے ایک ایک کر کے گرنے لگے۔ (مسند احمد: مسند عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما / رقم الحدیث: ۷۰۴۰)

(۷) سائبانوں کے ساتھ

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فتنے سائبانوں کی طرح تم پر چھا جائیں گے۔ (الفتن لابن نعیم / ص: ۱۱)

(۸) گائے کے سروں کے ساتھ

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کتنے گائے کے سروں کے مشابہ ہوں گے۔ (الفتن لابن نعیم / ص: ۱۰)

(۹) سمندر کی موجوں کے ساتھ

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ فتنے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث آپ لوگوں میں کس کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے کہا میں اس طرح یاد رکھتا ہوں جس طرح نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بیان فرمایا تھا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمھیں اس کے بیان پر جرأت ہے۔ اچھا! تو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انسان کی آزمائش اس کے خاندان، اولاد اور پڑوسیوں میں ہوتی ہے اور نماز، صدقہ اور اچھی باتوں کے لیے لوگوں کو حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا اس فتنے کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

پھر اس فتنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری مراد اس فتنے سے نہیں۔ میں اس فتنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں جو سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہوا پھیلے گا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین آپ اس فتنے کی فکر نہ کیجئے آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا یا صرف کھولا جائے گا؟ انھوں نے بتلایا نہیں بلکہ وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب دروازہ توڑ دیا جائے گا تو پھر کبھی بھی بند نہ ہو سکے گا۔

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہاں پھر ہم رعب کی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ نہ پوچھ سکے کہ وہ دروازہ کون ہے؟ اس لیے ہم نے حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ تم پوچھو۔ انھوں نے کہا کہ حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دروازہ سے مراد خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ ہم نے پھر پوچھا تو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ آپ کی مراد کون تھی؟ انھوں نے کہا ہاں جیسے دن کے بعد رات کے آنے کو جانتے ہیں

اور یہ اس لیے کہ میں نے جو حدیث بیان کی وہ غلط نہیں تھی۔(بخاری: کتاب الفتن / باب الفتنة اللتی تموج کموج البحر / رقم الحدیث: ۷۰۹۲)

فتنے کی اقسام

فتنے کی درج ذیل اقسام ہیں۔

(۱) آدمی کے اندر کا فتنہ جس میں آدمی کی احوال بگڑ جائے اور اس کا دل سخت ہو جائے اور اسے عبادت میں تلاوت لذت نہ آئے۔

(۲) گھر کے اندر کا فتنہ یعنی گھریلو ماحول بگڑ جائے۔

(۳) وہ فتنہ جو حکومت کی جانب سے ہو یعنی نااہلوں کے برسر اقتدار ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۴) وہ فتنہ جو امت کے نیک بندوں کے چلے جانے سے پیدا ہوتا ہے۔

(۵) عالمگیر فتنہ یعنی بدبختی کا فتنہ۔

(۶) حوادثات کا فتنہ یعنی بڑے بڑے طوفان میں پھنسنے اور دیگر عتابوں کی شکل میں آنے والا فتنہ کا جو بداعمالیوں سے باز نہ آنے پر آتا ہے۔(رحمۃ اللہ الواسعۃ: ۵/ ۶۵۵ تا ۶۵۸)

دور حاضر کے فتنے

یہ دور دورِ فتن ہے۔روز بروز نئے نئے فتنے جنم لے رہے ہیں۔ہر نیا دن ایک نئے فتنہ کو لے کر سامنے آرہا ہے۔اس دور میں اہل ایمان کو جن فتنوں کا مقابلہ کرنا پڑ رہا ہے وہ فتنے مختلف ہیں۔

(۱) ارتداد کا فتنہ

دورحاضر میں اہل حق کے لیے سب سے بڑا فتنہ ارتداد کا ہے۔ اہل باطل ہمیشہ اہل حق کو اپنے رنگ میں رنگنے کی کوشش کررہے ہیں اور لگاتار ان کی کوششیں جاری ہیں۔ اپنے رنگ میں رنگنے کے لیے اہل باطل نے دو میدان تجویز کیے ہیں۔ ایک اسکول کی تعلیم اور دوسرا غربا کی غربت کا ناجائز فائدہ اٹھانا۔ ان دونوں میدانوں کے ذریعے وہ ایک حد تک کامیاب ہوتے جارہے ہیں اور ارتداد کے بہت سے واقعات ہمارے سامنے آرہے ہیں۔

یہی وہ علامت ہے جس کی پیشگوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دور میں فرمائی تھیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام صرف نام کا باقی رہ جائے گا، قرآن کے صرف حروف باقی رہیں گے، مسجدیں بظاہر تو آباد ہوں گی مگر ہدایت سے ویران ہوگی۔ ان کے علما آسمان کی چھت کے نیچے سب سے برے ہوں گے، فتنے انھیں سے نکلیں گے اور انھیں کی طرف لوٹیں گے۔ (مشکوۃ المصابیح / ص: ۳۸)

(۲) بدعات کا فتنہ

دورحاضر ایک بڑا فتنہ بدعات کا ہے یعنی عقائد کی خرابی اور بگاڑ کا۔ یہ وہ فتنہ جب بڑھتا ہے تو رفتہ رفتہ انسان کو کفر تک پہونچا دیتا ہے۔

بدعت سنگین جرم ہے۔ بعض سلف صالحین سے منقول ہیں کہ بدعت ابلیس کو معصیت سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے، اس لیے کہ معصیت کے بعد بندے کو توبہ کی توفیق مل جاتی ہے مگر بدعت میں نہیں ملتی۔ آج جو نئے نئے فرقے جنم لے رہے ہیں یہ بھی بدعات ہی

کے فتنے میں شامل ہیں۔

(۳) عورت کا فتنہ

اس دور میں امت کے مردوں کے لیے سب سے بڑا فتنہ یہی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الا فالتقوا الدنیا و التقوا النساء (ترمذی: ابواب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ما اخبر لنبی صلی اللہ علیہ وسلم اصحابہ بما ھو کائن / رقم الحدیث: ۲۱۹۱)

سنو! تم دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچو۔

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی امت کے لیے عورتوں سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔ (بخاری: کتاب النکاح / باب ما یتقیٰ من شؤم المرأۃ / رقم الحدیث: ۵۰۹۶)

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ جو مدینہ منورہ کے ساتھ بڑے فقہا میں سے ایک ہیں ایک مرتبہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک بستی مقام ابواء میں پڑاو کیا۔ آپ کا ساتھی کھانا لینے کے لیے چلا گیا۔ سامنے پہاڑی پر ایک عرب بدو عورت کا مکان تھا۔ وہ حسن و جمال میں ممتاز تھی برقع اوڑھے ہوئے حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گئی۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید یہ کھانا طلب کرنے کے لیے آئی ہے۔ کھانا تلاش کرنے لگے مگر اس عورت نے کہا میں تو وہ چاہتی ہوں جو یہ خوراک مرد سے چاہتی ہے۔ اس کا یہ جواب سن کر حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ دھاڑیں مار

مار کر رونے لگے۔ یہ دیکھ کر وہ ڈر گئی اور وہاں سے چلی گئی۔

آپ کا ساتھی کھانا لے کر آیا تو دیکھا حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں سرخ تھیں۔ پوچھا حضرت کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ کچھ نہیں، بس گھر والوں کی یاد آ گئی تھی۔ ساتھی نے کہا نہیں! گھر والوں کی یاد میں کوئی ایسا نہیں روتا، آپ صحیح بات بتائیے۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو پورا واقعہ بیان کیا تو ساتھی کہنے لگا الحمد اللہ آپ تھے، آپ کی جگہ اگر میں ہوتا تو گناہ میں مبتلا ہو جاتا۔

پھر جب دونوں کھا گئے روانہ ہوئے اور مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد طواف کیا تو آپ سے فراغت کے بعد حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ سو گئے۔ اس حالت میں خواب میں ایک خوبصورت شخص کو دیکھا۔ ویسے پوچھا آپ کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں یوسف ہوں۔ حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ان سے پوچھتے ہیں کہ یوسف بنی اسرائیل کے پیغمبر؟ انھوں نے جواب دیا جی ہاں! حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زلیخا کے ساتھ آپ کا جو واقعہ پیش آیا بڑا عجیب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جواب دیا ابواء والی عورت کے ساتھ آپ کا جو واقعہ پیش آیا وہ میرے واقعہ سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ (احیاء العلوم مترجم: ۱۷۰/۳)

(۴) مال و دولت کا فتنہ

اس امت کے لیے ایک بڑا فتنہ مال و دولت کا فتنہ ہے۔ ترمذی شریف کی ایک روایت ہے:

عن کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی

اللّٰہ علیہ وسلم یقول إن لکل أمة فتنة وفتنة أمتي المال

حضرت کعب بن عیاض رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہر امت کے لیے کوئی نہ کوئی فتنہ وآزمائش ہے، جس میں اس امت کے لوگوں کو مبتلا کر کے ان کو آزمایا جاتا ہے۔ چنانچہ میری امت کے لیے جو چیز فتنہ آزمائش ہے وہ مال ودولت ہے یعنی اللہ تعالیٰ میری امت کے لوگوں کو مال ودولت دے کر یہ آزمانا چاہتا ہے کہ وہ راہ مستقیم اور حد اعتدال پر قائم رہتے ہیں یا نہیں۔ (ترمذی: ابواب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب ماجاء ان فتنة هذه الامة فی المال، رقم الحدیث: ۲۳۳۶)

(۵) اولاد کا فتنہ

اولاد اللہ رب العزت کی ایک بڑی نعمت ہے، مگر جب ان کی صحیح تربیت اور پرورش نہ کی جائے اور انھیں دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ نہ کیا جائے تو یہ نعمت فتنے کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں فرمایا:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ [الانفال: ۲۸]

جان لو کہ یقیناً تمھارے اموال اور اولاد فتنہ یعنی آزمائش ہیں۔

مفکر اسلام کا گراں قدر ملفوظ

ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بچے کا بچپن میں مرجانا بہتر ہے اس سے کہ بڑا اور دینی تعلیم سے کورا ہوں خود بھی جہنم میں جائے اور ماں باپ کو بھی جہنم میں لے جانے کا سبب بنے۔ (گلدستۂ احادیث: ۱۹۱/۳)

(۶) انٹرنیٹ کا فتنہ

اہل حق کو راہ حق سے ہٹانے کی فکر فرق باطلہ کی شروع سے اب تک مسلسل جاری ہے۔ اسی وجہ سے انھوں نے ٹی وی ایجاد کیا جس کے ذریعہ انسان نماز سے بھی غافل رہے اور فحاشی اور عریانیت میں بھی مشغول رہے۔ گانے سننے کے کئی کئی آلات ایجاد کیے۔ اس طرح ہوتے ہوتے انٹرنیٹ کا سلسلہ شروع ہوا۔ جس میں آج مسلمانوں کے خلاف ہزاروں ویب سائٹ کام کر رہی ہیں۔ جس میں آج کئی کئی گندی اور ناپاک ویب سائٹ ہیں جو نجاست سے بھری ہوئی۔ گندی تصویریں اور ایسی ایسی ویڈیو جس کے تصور سے ہی شریف انسان کی عقل حیران ہو کر رہ جاتی ہے۔

جو فتنوں سے بچا لیا جائے

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إن السعيد لمن جنب الفتن إن السعيد لمن جنب الفتن إن السعيد لمن جنب الفتن ولمن ابتلى فصبر فواها

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو، یقیناً نیک بخت وہ شخص ہے جو فتنوں سے محفوظ رکھا گیا ہو، گویا آپ نے بات کی اہمیت کو زیادہ موثر اور تاکیدی انداز میں بیان کرنے کے لیے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا، اور یقیناً نیک بخت وہ شخص بھی ہے جو فتنے میں مبتلا کیا گیا، لیکن اس نے صبر وضبط کا دامن پکڑے رکھا۔ (ابوداود: کتاب الفتن / باب فی النهی عن السعی فی الفتنة / رقم الحدیث: ۴۲۶۳)

فتنہ کا علاج

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب فتنوں کا معاملہ اتنا سنگین ہے تو ان تمام فتنوں علاج کیسے کیا جائے؟ ان سے بچاؤ کی شکل کیا ہو؟ جائے پناہ کیا ہو؟ جواب یہ ہے کہ درج ذیل امور کو اختیار کر کے فتنوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

(۱) اپنے عقائد کی درستگی اور ایمان کی حفاظت کی فکر کی جائیں۔

(۲) نماز کی حفاظت کی جائیں اس لیے کہ نماز ایک محفوظ قلعہ ہے۔

(۳) صدقات کی کثرت کی جائیں اس لیے کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔

(۴) دعاؤں کا اہتمام کیا جائے، اس لیے حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ دعا نازل شدہ اور غیر نازل شدہ بلاؤں کو دور کرتی ہے۔ (ترمذی: ابواب الدعوات عن رسول اللہ ﷺ/ رقم الحدیث: ۳۵۴۸)

(۵) جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کا اہتمام کیا جائیں، اس لیے کہ متعدد روایات میں فرمایا گیا کہ سورہ کہف کی تلاوت کرنا دجال کے فتنوں سے بچاتا ہے۔ (ابوداود: کتاب الملاحم/ باب خروج الدجال/ رقم الحدیث: ۴۳۲۳)

تو دجال کا فتنہ جس کو بڑا فتنہ کہا گیا اس سے حفاظت ہوگی تو باقی ہے تو اس کے سامنے ہیچ ہیں۔

(۶) اپنے گھروں میں سیرت رسول ﷺ کی، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات، کی جنت وجہنم کے احوال کی کتابوں کی تعلیم کی جائیں۔

(۷) جگہ جگہ درس قرآن اور درس حدیث کی مجالس کا انعقاد کیا جائیں اور اپنے آپ کو ان

مجالس سے وابستہ کیا جائیں۔

(۸) تعلق مع اللہ بشکل صحبت اہل اللہ کے اختیار کیا جائیں۔

ان نسخوں پر عمل کر کے ہم فتنوں سے بچ سکتے ہیں۔ اللہ رب العزت ان تمام فتنوں سے، ان کی ہولناکیوں سے ہم، ان میں گرفتار ہونے سے سب کی حفاظت فرمائیں (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۷)

کامیاب ازدواجی زندگی

تعارف

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۸؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: پیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد!

﴿وَمِنۡ اٰیٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَیۡهَا وَجَعَلَ بَیۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّرَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَكَّرُوۡنَ ۝﴾ [الروم: ۲۱]

تمہید

یہ سورۂ روم کی ۲۱ نمبر کی آیت ہے۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک نشانی کو بتلایا ہے۔ نشانی یہ ہے کہ اس نے انسان ہی کی جنس سے عورتوں کو پیدا فرمایا جو مردوں کی بیویاں بن سکیں، اور ساتھ میں مصلحت بھی بیان فرمائی کہ مردوں کو ان کے پاس پہونچ کر سکون ملے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ازدواجی زندگی کا پورا خلاصہ سکون قلب ہے، جس گھر میں یہ موجود ہے وہ کامیاب ہے اور جہاں یہ موجود نہ ہو وہ ناکام ہے۔ ازداجی زندگی کامیاب کیسے ہو؟ اس کے لیے کچھ کام مردوں کو کرنا ہے اور کچھ عورتوں کو۔

خوبیوں پر نظر

کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے مردوں کے ذمے پہلا کام یہ ہے کہ عورتوں کی خوبیوں پر نظر ہو نہ کہ خامیوں پر۔ آج ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ ہم ان کی خامیوں کو دیکھتے ہیں اور خوبیاں نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو فطرتاً ضعیف بنایا ہے اور ٹیڑھی پسلی سے بنایا ہے، لہٰذا اس کا خیال رکھنا چاہیے۔ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی فرمایا کہ اگر تم

ان کی کجی کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہو تو ٹھیک ہے، اگر اسے سیدھا کرنے گئے تو توڑ دوں گے۔(بخاری: کتاب النکاح/باب المداراۃ مع النساء/رقم الحدیث: ۵۱۸۴)

الٹی بہی

ایک شخص کی بیوی بڑی ضدی تھی۔شوہر جو کہتا بالکل اس کا الٹا کرتی تھی۔شوہر کہتا کہ آج بھوک تگڑی لگی ہے کھانا جلدی بنانا تو وہ کہتی کیا میں تمھاری نوکرانی ہوں؟ اس دن کھانا تاخیر سے بنتا۔اور اگر شوہر کہتا کہ آج بدہضمی ہے کھانا تاخیر سے بنانا تو وہ کہتی کیا میں تمھارے واسطے بیٹھی رہوں؟ اس دن کھانا جلدی بنتا۔شوہر بھی اپنی بیوی کی عادت سے واقف ہو چکا تھا۔وہ بھی الٹا حکم دیتا تو کام ہو جاتا۔اگر بھوک تگڑی لگی ہوتی تو کہتی آج بدہضمی ہے کھانا تاخیر سے بنانا، پس اس دن کھانا جلدی بن جاتا۔اور اگر شوہر کو بدہضمی ہوتی تو کہتا بھوک تگڑی لگی ہے کھانا جلدی بنانا، پس اس دن کھانا تاخیر سے بنتا۔

ایک مرتبہ برسات کا موسم ہے، ندی میں خوب پانی بھرا ہے بیوی نے کہا آج مجھے میکے جانا ہے۔شوہر کی زبان سے نکل گیا کہ آج ندی میں خوب پانی ہے آج نہیں جاتے۔تھی الٹی کیسے کہا آج نہیں جاتے؟ ہم تو آج ہی جائیں گے۔شوہر اس کی ضد کے سامنے لاچار تھا۔بیوی کو لے کر چلا ایک ڈنڈا ساتھ میں لیا۔جب ندی آئی تو ایک جگہ ناپ کر دیکھا وہاں پانی زیادہ تھا تو بیوی سے کہا یہاں پانی زیادہ ہے یہاں سے مت جانا۔ضدی بیوی نے کہا کیوں یہاں سے نہ جائے میں تو یہیں سے جاؤں گی۔وہ وہیں سے گئی اور غرق ہوگئی۔شوہر نے دوسری جگہ جہاں پانی کم تھا وہاں سے گیا اور اپنے سسرال والوں سے کہا تمھاری بیٹی غرق ہوگئی۔سسرال والے دوڑے ہوئے آئے اور پوچھا کہاں ڈوبی؟ شوہر نے دور جگہ بتلائی کہ

یہاں تلاش کرو۔ بہت تلاش کیا مگر لاش ملی نہیں۔ پھر سسرال والوں نے پوچھا کہ وہ ڈوبی کہاں تھی؟ شوہر نے کہا ڈوبی یہاں تھی؟ سسرال والوں نے کہا ڈوبی یہاں تھی اور پانی بہہ کر جس طرف جارہا ہے اس کے خلاف سمت میں تم کب سے تلاش کروارہے ہو۔ شوہر نے کہا کہ وہ پوری زندگی الٹی چلی، تو میں سمجھا کہ مرنے کے بعد بھی الٹی ہی بہہ کر گئی ہوگی۔ (فیضان عارف: ۲۳۳/۱)

جب حضرت آدم علیہ السلام پر نیند مسلط ہوئی

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام پر نیند مسلط کی گئی۔ اس وقت ابا جان نے سولیا وہاں اور جب ہم جائیں گے تو ہمیں سونا نہیں ملے گا۔ کیونکہ اس وقت نہ سونا بڑی نعمت ہوگی۔ سونے کے عالم میں حق تعالیٰ نے ان کی بائیں پسلی سے کچھ مادہ لے کر اس سے حضرت حوا رضی اللہ عنہا کی تخلیق فرمائی۔ اس لیے بائیں طرف کی پسلیاں سترہ ہے اور دائیں طرف کی اٹھارہ۔ (خطبات محمود: ۱۱۵/۷)

ایک علمی اشکال اور جواب

سوال یہ ہے کہ بیداری کی حالت میں یہ مادہ کیوں نہیں لیا گیا؟ مفسرین نے اس کا جواب دیا ہے کہ چونکہ اس کے ذریعے جس چیز کی تخلیق ہونے والی ہے وہ انسیت کے لیے ہے۔ اگر بیداری کی حالت میں یہ مادہ لیا جاتا تو انسیت کے بجائے وحشت ہوتی۔ (خطبات محمود: ۱۱۷/۷)

ٹیڑھی پسلی سے بنانے میں حکمت

عورت کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے کیوں ہوئی؟ علما نے اس کی متعدد حکمتیں بیان کی

ہیں۔

(۱) انسان کے بدن کی ہڈیوں میں پسلی کمزور ہڈی ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت فطرتاً ضعیف و کمزور ہے۔ پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے۔

(۲) معلوم ہوا کہ ٹیڑھا ہونا اور کج مزاج ہونا عورت کی فطرت ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا کہ اگر تم سیدھا کرنے گئے تو توڑ دوں گے۔

(۳) پسلی کی ہڈی نرم ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ عورتوں کے مزاج میں نرمی غالب ہے۔

(۴) پسلی دل کے قریب ہے۔ معلوم ہوا کہ عورت دل میں رکھنے کی چیز ہے۔

بہر حال! نظر خوبیوں پر ہونی چاہیے، ان کی اچھائی پر اگر ایک دو تعریفی جملے کہہ دیے جائے تو اس میں ہمارا کچھ جانے والا نہیں، لیکن ان کے دل کو ایک سکون ملے گا، جس کی وجہ سے یہ زندگی استوار رہے گی۔ (خطبات محمود: ۱۱۶/۷)

ایک عجیب واقعہ

شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنے پیر و مرشد حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے دعوت دی۔ وہ شخص بھی اور اس کے گھر والے بھی حضرت سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب کھانے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ کی عادت تھی کہ کھانے کے بعد گھر والوں کا شکریہ ادا کرتے تھے کہ آپ نے کھانا اچھا بنایا، بڑا لذیذ تھا، عمدہ تھا۔ جب کھانے سے فارغ ہو کر جانے لگے تو صاحب مکان کی گھر والی بھی حضرت سے بیعت کا تعلق رکھتی تھی، تو اس نے پردہ کے پیچھے سے سلام کیا۔ حضرت نے سلام کا

جواب دینے کے بعد شکریہ کے کلمات کہے کہ آپ نے کھانا بڑا عمدہ بنایا، لذیذ تھا، بہت پسند آیا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ جملہ سن کر اندر سے رونے اور سسکیوں کی آواز آئے تو حضرت ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ میں گھبرا گیا کہ پتہ نہیں کیا بات ہوئی میری طرف سے کون سی چیز پیش آ گئی؟ میں نے کہا کیا میری طرف سے کوئی تکلیف دہ چیز پیش آئی؟ عورت نے کہا نہیں حضرت! مگر آپ کے ساتھ جو میرے شوہر کھڑے ہیں میں ان کو چالیس سال سے کھانا پکا کر کھلا رہی ہوں ایک مرتبہ بھی انھوں نے یہ جملہ نہیں کہا جو آپ نے مجھے کہا۔ اس لیے آپ کے کہنے پر میرا جی بھر آیا حضرت فرماتے کہ جو آدمی اپنا حق سمجھے گا وہ کبھی شکریہ کی بات نہیں کرے گا اور جو یہ سمجھے گا کہ اس کا احسان ہے تو ممنون ہوگا۔ (اصلاحی خطبات: ۲/ ۵۱)

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک

کامیاب ازدواجی زندگی کا دوسرا اصول ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سلسلے میں جو ارشادات فرمائے ہیں ان کو اپنے سامنے رکھیں۔ نمونے کے طور پر تین حدیثیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاو کرتے ہیں۔ اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاو کرنے والا ہو۔ (ترمذی: ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب فی فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۳۸۹۵)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ (بخاری: کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم /

باب قول اللہ تعالیٰ و اذ قال ربک للملائکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ / رقم الحدیث: ۳۳۳۱)

(۳) حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ سب کے ساتھ اور خاص طور سے بیوی کے ساتھ جس کا رویہ لطف و محبت کا ہو۔ (ترمذی: ابواب الایمان عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ما جاء فی استکمال الایمان / رقم الحدیث: ۲۶۱۲)

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی نمونے

جس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اقوال و ارشادات کے ذریعے اس پہلو کو بتلایا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی طور پر بھی اس پہلو کو اجاگر فرمایا ہے۔ ذیل میں چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

پہلا نمونہ

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو دونوں حالتوں کا علم مجھے ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کس طرح علم ہو جاتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو

لا وربّ محمد

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب کی قسم! کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو

لا ورب ابراھیم

ابراہیم کے رب کی قسم! کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اس وقت تم میرا نام نہیں لیتی، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں، نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔ (بخاری: کتاب النکاح / باب غیرۃ النساء ووجدھن / رقم الحدیث: ۲۰۸۷)

دوسرا نمونہ

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور ان کی باری کا دن تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک حلوہ پکایا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر لائی، اور لا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھی تو ان سے کہا کہ تم بھی کھاؤ۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات ناگوار معلوم ہوئی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب میرے یہاں باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائی؟ اس لیے انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر تھوڑا سا حلوہ لے کر مل دیا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن میں آیا ہے:

﴿وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا﴾ [الشوریٰ: ۴۰]

یعنی اگر تمھارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم بھی بدلے میں اسی کے بقدر برائی کرو۔ لہٰذا بدلے میں تم بھی ان کے منہ پر حلوہ مل دو۔ چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر مل دیا۔ اب دونوں کے چہرے پر حلوہ ملا ہوا ہے اور یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہو رہا ہے۔ اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد ہوئی تو حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو منہ دھونے کو کہا۔(مسند ابی یعلیٰ / مسند عائشۃ رضی اللہ عنہا / رقم الحدیث: ۴۴۷۶)

تیسرا نمونہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھی۔ پیدل دوڑ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہوا تو میں جیت گئی اور آگے نکل گئی۔اس کے بعد جب موٹاپے سے میرا جسم بھاری ہو گیا تو اس زمانے میں بھی ایک دفعہ ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا تو آپ جیت گئے۔اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمھاری اس جیت کا جواب ہو گیا۔(ابو داود: کتاب الجهاد / فی السبق علی الرجل / رقم الحدیث: ۲۵۷۸)

چوتھا نمونہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ ایک روز حبشی نابالغ لڑکے مسجد میں نیزہ بازی کر رہے تھے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا کھیل دکھانے کے لیے میرے لیے اپنی چادر کا پردہ کر کے میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو گئے جو مسجد میں کھلتا تھا۔میں آپ کے کاندھے درمیان سے ان کا کھیل دیکھتی رہی۔آپ میری وجہ سے مسلسل کھڑے رہے یہاں تک کہ میرا جی بھر گیا اور میں خود ہی لوٹ آئی۔(مسلم: کتاب صلوۃ العیدین / باب الرخصة فی اللعب الذی لا معصیة فیه / رقم الحدیث: ۸۹۲)

پانچواں نمونہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نکاح ورخصتی کے

بعد آپ کے پاس آجانے کے بعد بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری سہلیاں تھیں۔ جب حضور اقدس ﷺ گھر میں تشریف لاتے تو وہ آپ ﷺ کے احترام میں کھیل چھوڑ کر گھر کے اندر چھپتیں تو آپ ان کو میرے پاس بھجوا دیتے اور میرے ساتھ کھیلنے لگتیں۔ (بخاری: کتاب الادب/باب الانبساط الی الناس/رقم الحدیث: ۶۱۳۰)

چھٹا نمونہ

ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ گھر تشریف لائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہی تھیں۔ آپ نے دور سے فرمایا، حمیرا! میرے لیے بھی کچھ پانی بچا دینا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا۔ نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیالہ حاضر خدمت کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ پانی پینے لگے تو رک گئے اور سیدہ سے پوچھا حمیرا! تم نے کہاں سے منہ لگا کر پانی پیا تھا؟ انھوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا تو پیارے آقا حضور اقدس ﷺ نے پیالہ کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا جس جگہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیا تھا۔ (ابوداود: کتاب الطھارۃ/باب فی مؤاکلۃ الحائض و مجامعتھا/رقم الحدیث: ۲۵۹)

ساتواں نمونہ

حضرت ام المؤمنین صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، مجھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ایک تکلیف دہ بات پہنچی تھی جسے میں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہیں

کہا؟ کہ تم دونوں مجھ سے بہتر کیسے ہوسکتی ہو، میرے شوہر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور باپ ہارون (علیہ السلام) ہیں، اور چچا موسیٰ (علیہ السلام) ہیں اور جو بات پہونچی تھی وہ یہ تھی کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان سے زیادہ باعزت ہیں، اس لیے کہ ہم نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج ہیں، اور آپ کے چچا کی بیٹیاں ہیں۔ (ترمذی: ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب فی فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۳۸۹۲)

عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت

متعدد روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کی ممانعت فرمائی ہے۔

(۱) نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صنف نازک کو مارنے پیٹنے اور اس کو کسی بھی قسم کی تکلیف دینے سے سختی سے منع فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کے لیے اس کے پاس پہونچ جائے۔ (بخاری: کتاب النکاح / باب ما یکرہ من ضرب النساء / رقم الحدیث: ۵۲۰۴)

(۲) ایک دفعہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیویوں کے حقوق کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ، اور جب تم پہنو تو اس کو پہناؤ، نہ اس کے چہرے پر مارو اور نہ برا بھلا کہو اور نہ جدائی اختیار کرو، اس کا موقعہ آ بھی جائے یہ گھر میں ہی ہو۔ (ابوداود: کتاب النکاح / باب فی حق المرأۃ علی زوجھا / رقم الحدیث:)

(۳) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں کو مارنے پیٹنے والوں کو خراب لوگ فرمایا کہا پنی

بیویوں کو مارنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں۔(الصحیح لابن حبان: باب معاشرۃ الزوجین/رقم الحدیث: ۱۴۸۹)

(۴) خود نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے کسی پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔(مسلم: کتاب الفضائل/باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم للآثام واختیارہ من المباح اسھلہ وانتقامہ للہ عند انتھاک حرماتہ/رقم الحدیث: ۲۲۳۸)

غلطی درگزر کریں

کامیاب ازدواجی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ اگر بیوی کی جانب سے کوئی ایسی بات پیش آئے جو غصہ دلانے ولای ہو تو شوہر کو چاہیے کہ اس کو برداشت کریں اور عفو کرم کا معاملہ کریں۔

بیوی کو معاف کرنے پر مغفرت

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک صاحب شام کے وقت گھر پہونچے۔ بیوی نے دسترخوان لگایا، کھانا رکھ دیا۔ جب شوہر نامدار کھانے کو بیٹھے تو نمک بہت زیادہ ہے۔ نمک کم ہو تو علاج ہے کہ اوپر سے چھڑک لیا جائے، مگر زیادہ ہو تو کوئی علاج نہیں۔ تو وہاں بھی لقمہ لیتے ہی کھارا پن محسوس ہوا اور شوہر نامدار کا پارا چڑھا۔ سوچا کہ اب اس پر برس پڑے۔ جن شوہروں کو برسنے کی عادت ہیں تو وہ سالن کی پلیٹ اٹھا کر ہی پھینک دیتے ہیں۔ ساری شجاعت یہی نکل رہی ہے۔ اگر آپ بہادر ہے تو باہر نکلو اور کسی کو ایک مکہ مار کر دیکھو جواب میں وہ تمھیں دس لگائے گا۔ تو وہاں بھی شوہر برسنا چاہتے تھے، مگر فوراً خیال آیا کہ یہ میری بیوی اللہ کی بندی ہے۔ میرا معاملہ اس کے ساتھ اور اللہ کا معاملہ میرے ساتھ ہے۔ مجھ سے بھی تو بہت

سے قصور ہو جاتے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے قصوروں کو معاف کر دے۔ تو میں بھی اس کو کچھ نہ کہوں اور معاف کر دوں تو امید ہے کہ پروردگار مجھے معاف کر دے اور آخرت میں میری پکڑ نہ فرمائے۔ بس وہ کھانا خاموشی سے کھالیا اور بیوی کو کچھ نہ کہا۔ اس بات کو عرصہ گزر گیا اور اب اس شخص کا انتقال ہوا تو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کیا معاملہ پیش آیا؟ تو کہا میری تو مغفرت ہوگئی۔ پوچھا کیسے؟ کہا کہ اللہ کے دربار میں مجھے پیش کیا گیا تو میری سیئات بہت تھیں۔ پکڑ شروع ہوئی تو اللہ نے فرمایا دیکھو! میرے اس بندے نے میری ایک بندی کو معاف کیا تھا صرف کھانے میں نمک تیز ہونے پر، تو ہم بھی اس کو اپنا بندہ سمجھ کر معاف کرتے ہیں۔ بس اس عمل پر میری مغفرت ہوگئی۔ (فیضان عارف: ۲/۲۸۸)

گھر کے کام میں ہاتھ بٹانا

کامیاب ازدواجی زندگی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ شوہر کو چاہیے کہ گھر کے کام میں اپنی بیوی کا ہاتھ بٹائیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب مدین سے واپسی ہوئی اور بیوی کو سردی لگنے لگی تو جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی کے لیے آگ تلاش کرنے نکل پڑے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت مبارکہ

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتِ مبارکہ تھی، کبھی گھر میں آٹا گوندھ دیتے، گھر کی دیگر ضروریات پوری کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں معمولات کے بارے میں پوچھا، تو انھوں نے بتایا کہ اپنے سر سے جوئی نکالتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے سی لیتے، اپنی خدمت خود کر لیتے، اپنے جوتے سی لیتے اور وہ تمام کام

کرتے جو مرد اپنے گھر میں کرتے ہیں، وہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے ہوتے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا وچھوڑ کر چلے جاتے۔ (بخاری: کتاب الاذان / باب من کان فی حاجة اهله فاقیمت الصلوة / رقم الحدیث: ۶۷۶)

شوہر کے مقام کو پہچانیں

جس طرح شریعت اسلامیہ نے مردوں کی تعلیم دی کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائیں، اسی طرح عورتوں کو بھی تعلیم دی کہ شوہر کی قدر کریں اور اس کے مقام کو پہچانیں، اس کی اطاعت کریں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہو، ماہ رمضان کے روزے رکھتی ہو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہو، اس سے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہو، داخل ہو جاؤ۔ (مسند احمد: مسند عبدالرحمن بن عوف رضی الله عنه / رقم الحدیث: ۱۶۶۱)

اگر میں غیر اللہ کو سجدے کا حکم دیتا

شوہر کے حقوق اتنے زیادہ ہے کہ آپ ایک واقعہ سے سمجھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایران کی طرف گیا۔ میں نے وہاں کے حاکم اور مذہبی رہنماؤں کو دیکھا کہ لوگ انھیں سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ مستحق ہے سجدے کے ان کے مقابلے میں، تو کیوں نہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ کیا کریں۔ جب میری واپسی ہوئی تو میں حاضر خدمت ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میں

نے قصہ نقل کیا کہ میں ایران گیا تھا۔ وہاں کے بادشاہوں اور مذہبی رہنماؤں کو میں نے دیکھا کہ لوگ انھیں سجدہ کرتے ہیں تو میں نے سوچا کہ آپ تو سجدے کے زیادہ مستحق ہیں، تو ہم آپ کو سجدہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر میرا انتقال ہو جائے اور مجھے دفن کر دیا جائے تو کیا تم میری قبر کو بھی سجدہ کرو گے؟ تو کہا نھیں، ہم قبر کو سجدہ نھیں کریں گے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بس! مجھے سجدہ کرنے کی ضرورت نھیں، پھر ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیویوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کریں جب کہ غیر اللہ کو سجدہ جائز ہوتا۔ (ابوداود: کتاب النکاح / باب فی حق الزوج علی المرأة / رقم الحدیث: ۲۱۴۰)

شوہر جب بلائے تو انکار نہ کریں

کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے عورتوں کو یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ جب شوہر اسے بلائے اور اس کے پاس کوئی معقول عذر (حیض یا بیماری کا) نہ ہو تو بلا وجہ انکار نہ کرے۔ انکار کرنے والی عورت فرشتوں کی لعنت کی حقدار قرار پاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کو اپنی خواہش پوری کرنے کے لیے بلائے تو اسے فوراً آنا چاہیے اگرچہ وہ تنور پر ہو۔ (ترمذی: ابواب الرضاع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ما جاء فی حق الزوج علی المرأة / رقم الحدیث: ۱۱۶۰)

اپنی عزت کا خیال کریں

کامیاب ازدواجی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ خواتین کو چاہیے کہ وہ شوہر کی غیر موجودگی میں اپنی عزت اور شوہر کے مال کا خیال رکھیں۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جس کو چار

چیزیں مل گئی گویا اسے دنیا وآخرت کی بھلائی مل گئی، ان چاروں میں ایک یہ بھی ہے کہ ایسی بیوی جو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیانت کرنے والی نہ ہو۔(مشکوۃ المصابیح/ص: ۲۸۳)

بناؤ سنگار اختیار کریں

شوہر کام کاج سے گھر واپس آئے تو گندے کپڑے، الجھے بال اور میلے چہرے کے ساتھ اس کا استقبال اچھا تاثر نہیں چھوڑتا، بلکہ شوہر کے لیے جائز وشرعی دائرے میں رہ کر بناؤ سنگار کرنا بھی اچھی اور نیک بیوی کی خصوصیات میں شمار ہوتا ہے اور اپنے شوہر کے لیے بناؤ سنگار کرنا اجر عظیم کا ذریعہ ہے۔

ہمت دلائیں

کامیاب ازدواجی کا ایک راز یہ ہے کہ بیوی کو چاہیے کہ شوہر کی حیثیت سے بڑھ کر فرمائش نہ کریں، اس کی خوشیوں میں شریک ہو، پریشانی میں اس کی ڈھارس بندھائیں، اس کی طرف سے تکلیف پہونچنے کی صورت میں صبر کریں اور خاموش رہیں، بات بات پر منہ نہ پُھلائیں، برتن نہ پچھاڑیں، شوہر کا غصّہ بچوں پر نہ اتاریں، کہ اس سے حالات مزید بگڑیں گے۔ اسے دوسروں سے حقیر ثابت کرنے کی کوشش نہ کریں، اس پر اپنے احسانات نہ جتائیں، کھانے پینے، صفائی ستھرائی اور لباس وغیرہ میں اس کی پسند کو اہمیت دیں، الغرض اسے راضی رکھنے کی کوشش کریں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔(ترمذی: ابواب الرضاع عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/باب ماجاء فی حق الزوج علی المرأۃ/رقم الحدیث: ۱۱۶۱)

حضرت خدیجہ کا رضی اللہ عنہا کا ہمت دلانا

جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی اور آپ گھبرائے ہوئے مکان پر تشریف لائے تو آپ کو ہمت دلانے والی اور حوصلہ دلانے والی آپ کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تعریفی کلمات کہے تھے اور وہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئی تھیں۔

وفادار بیوی

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی بیوی بہت ہی بداخلاق اور بدمزاج زبان دراز تھی۔ بات بات میں جھگڑا اور لڑائی کی عادت تھی۔ کسی نے ان بزرگ سے کہا کہ آپ نے عرصے سے اس کو اپنی بیوی بنا کر رکھا ہے، حالانکہ یہ بدمزاج ہے، بات بات میں آپ سے جھگڑا کرتی ہے۔ آپ اسے طلاق دے کر قصہ ختم کیوں نہیں کر دیتے؟ بزرگ نے جواب دیا کہ اس میں ایک خوبی ہے جس کی وجہ سے اسے چھوڑنے کو میرا دل چاہتا نہیں ہے۔ وہ یہ کہ یہ میری بڑی وفادار ہے چاہے یہ کتنی بداخلاق ہو، بدزبان ہو، لیکن میری وفادار ہے۔ اگر خدانخواستہ حکومت کی جانب سے میرے نام وارنٹ جاری ہو جائے اور پولس والے مجھے گرفتار کر کے لے جائے اور پچاس سال جیل میں رہوں اور پچاس سال بعد رہائی ملے تو میں اس کو جس کونے میں بیٹھا کر جاؤں گا یہ وہیں بیٹھی رہے گی جہاں میں بیٹھا کر گیا تھا۔ جب یہ میری اتنی وفادار ہے تو میں اسے کیوں چھوڑوں؟ یہ میری بے وفا تھوڑی ہے؟ (اصلاحی خطبات: ۲/ ۴۰)

جہنم میں بکثرت عورتیں

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج گہن کی نماز پڑھائی۔اس نماز میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے عجیب باتیں پیش آئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں آگے بھی بڑھے، پیچھے بھی ہٹے،تو حضرات صحابہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کے متعلق پوچھا۔نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تھی یا مجھے جنت دکھائی گئی تھی۔میں نے اس کا خوشہ توڑنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا اور اگر میں اسے توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے اور میں نے دوزخ دیکھی آج کا اس سے زیادہ ہیبت ناک منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا اور میں نے دیکھا کہ اس میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہے۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)!ایسا کیوں ہے؟نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور ان کے احسان کا انکار کرتی ہیں،اگر تم ان میں سے کسی ایک کے ساتھ زندگی بھر بھی حسن سلوک کا معاملہ کرو پھر بھی تمھاری طرف سے کوئی چیز اس کے لیے ناگواری خاطر ہوئی تو کہہ دے گی کہ میں نے تو تم سے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔(بخاری: کتاب الکسوف/باب صلوۃ الکسوف جماعۃ/رقم الحدیث: ۱۰۵۲)

گھر کا کام خوشی سے کریں

کامیاب ازدواجی زندگی کا ایک راز یہ بھی ہے کہ بیوی کو چاہیے کہ شوہر کے گھر کے کام کو خوشی سے نبھائیں۔دونوں جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی اور جنتی خواتین کی سردار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کے کام کاج خود کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کچھ غلام اور باندیاں آئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ دیا کہ اس موقع پر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

جا کر ایک خادمہ کا مطالبہ کرو، جو تمھاری گھریلو ضروریات میں تمھارے ساتھ تعاون کر سکے۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اسی غرض سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اُس وقت آپ اکی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے، اس لیے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس آ گئی۔ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ فاطمہ! تم اُس وقت مجھ سے کیا کہنا چاہتی تھیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تو حیا کی بنا پر خاموش رہی، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! چکی پیسنے کی وجہ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں میں چھالے اور مشکیزہ اٹھانے کی وجہ سے جسم پر نشان پڑ گئے ہیں۔ اس وقت آپ اکے پاس کچھ خادم ہیں تو میں نے ہی ان کو مشورہ دیا تھا کہ یہ آپ اسے ایک خادم طلب کر لیں تا کہ اس مشقت سے بچ سکیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اے فاطمہ! کیا تمھیں ایک ایسی چیز نہ بتادوں جو تمھارے لیے خادم سے بہتر ہے۔ جب تم رات کو سونے لگو تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ (بخاری: کتاب النفقات/باب عمل المرأة فی بیت زوجها/رقم الحدیث: ۵۳۶۱)

غرض یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی کو خادم یا خادمہ نہیں دی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کا بہترین بدلہ یعنی تسبیحات عطا فرمائی، ان تسبیحات کو امت مسلمہ تسبیح فاطمی کے نام سے جانتی ہے۔

زوجین لباس کیوں؟

قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ [البقرة:۱۸۷]

کہ وہ تمھارے لیے اور تم ان کے لیے پوشاک ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس جملے میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس کہا ہے۔ تو سوال یہ ہوگا کہ لباس کہنے میں کیا حکمتیں ہیں؟ مفسرین کرام نے متعدد حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) لباس انسان کے جسم کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ جس طرح انسانی جسم اور لباس کے درمیان کوئی پردہ حائل نھیں ہوتا۔ اسی طرح میاں بیوی کے درمیان کوئی پردہ نھیں ہوتا، لہٰذا تم اپنی عورتوں سے مستفید ہو سکتے ہو۔

(۲) لباس کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس سے انسان کو زینت حاصل ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر لباس کی حکمت اور فلسفہ خود بیان فرمایا ہے۔

(۳) لباس سے انسان کی حفاظت ہوتی ہے گرمی سردی سے، اسی طرح مرد اور عورت بھی ایک دوسرے کی حفاظت کا ذریعہ ہے ظاہری و باطنی اور دنیوی اور اخروی خرابیوں سے۔

(۴) لباس سے انسان کو آرام ملتا ہے، زوجین کو بھی ایک دوسرے کے لیے آرام کا سامان بنایا گیا ہے۔

(۵) ہر آدمی اپنے لیے مناسب ہی لباس پسند کرتا ہے، زوجین بھی ایک دوسرے کے مناسب ہی ہوتے ہیں۔

(۶) کبھی کبھی لباس کی وجہ سے تکلیف برداشت کرنی پڑ جاتی ہے، تو زوجین کو بھی تحمّل سے کام لینا چاہیے۔

(۷) جیسے لباس ستر کو چھپانے والا ہونا چاہیے، ویسے ہی زوجین بھی ایک دوسرے کی پردہ پوشی

کرنے والے ہونے چاہئے، برہنہ ہونا بری عادت ہے، زوجین کی آپسی دوری بھی بری بات ہے۔

(۸) لباس رسمی نہیں ہوتا، رشتہ ازدواج بھی رسمی نہیں ہونا چاہیے۔

(۹) لباس انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے (روٹی، کپڑا اور مکان) ویسے ہی نکاح بھی بنیادی ضرورتوں میں سے ہے۔

(۱۰) لباس صاف ستھرا اور پاک ہونا چاہیے، رشتۂ ازدواج بھی۔ (مستفاد از تفسیر قرطبی مترجم: ۱/ ۷۷۳)

اس لیے میاں بیوی کو چاہیے کہ ایک دوسرے کے لیے لباس بن کر رہیں، اس کی وجہ سے یہ جوڑا یہاں بھی سلامت رہے گا اور اُس عالم میں بھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان اصولوں کو اپنانے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۸)

ختم نبوت

تعارف

۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۱۹؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: منگل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العالمین و العاقبة للمتقین و الصلاة و السلام علی سید الأنبیاء و المرسلین و علی آله و أصحابه أجمعین أما بعد!

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِيۡمًا ۝﴾ [الاحزاب:۴۰]

تمہید

یہ سورۂ احزاب کی ۴۰ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان خاتم النبیین کو بیان فرمایا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی وجہ سے اس کائنات کے گلشن کو سجایا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت مبعوث فرمایا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے، لیکن نبوت کے نورانی سلسلے کو حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پر ختم فرما دیا۔اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔اگر کوئی دعویٰ کرے تو کذاب ہے، دجال ہے، مردود ہے۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس شان پر کوئی آنچ نہ آئے یہ ہماری ذمے داری ہے۔

ختم نبوت کا مسئلہ بڑا نازک مسئلہ ہے۔یہ مسئلہ قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس یعنی چاروں ادلۂ شرعیہ سے ثابت ہے۔

ختم نبوت پر آیات قرآن

(۱) سورۂ مائدہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ [المائدۃ:۳]

حجۃ الوادع میں میدان عرفات میں جبل رحمت کے قریب جمعہ کے دن عصر کے بعد آخری ساعت میں حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ آج کے دن میں نے تمھارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں پوری کی اور میں تم سے راضی ہو گیا اسلام کو دین ماننے کی وجہ سے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہو گیا کہ جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے دین کی تکمیل ہو گئی تو اب ہمیں نئے نبی کی کیا ضرورت؟

(۲) سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا﴾ [الاعراف:۱۵۸]

آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم تمام کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے رسول ہوں۔

(۳) سورۂ سبا میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا﴾ [سبا:۲۸]

ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

ان دونوں آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تمام انسانوں کی جانب ہو چکی، لہٰذا اب آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

(۴) سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝ ﴾ [الاحزاب: ۴۰]

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں۔ جب لوگوں نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے، ان کو زید بن محمد کہنا شروع کیا تھا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، بلکہ وہ اللہ کے رسول اور سلسلۂ نبوت کو ختم کرنے والے ہیں۔ (معارف القرآن: ۶/۱۵۹)

سورۃ الکوثر سے ختم نبوت پر استدلال

مفسرین کرام نے ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد نرینہ حیات نہیں رہتی تھیں۔ تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، تو دشمنوں سے عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط نے یہ طعنہ دینا شروع کیا تھا کہ آپ ابتر ہو گئے یعنی اب آپ کی نسل نہیں چلے گی۔ حق تعالیٰ نے اس کے جواب میں سورۃ الکوثر نازل فرمائی اور آپ کو تسلی دی کہ آپ کے دشمن ہی ابتر یعنی مقطوع النسل ہوں گے۔

تو یہاں مفسرین کرام نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نرینہ اولاد تو عطا فرمائی، لیکن بچپن ہی میں دنیا سے اٹھالی گئی تاکہ آپ کی ختم نبوت برقرار رہے۔ وجہ یہ ہے کہ پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام میں ایسا بھی ہوا کہ باپ بھی نبی ہے اور بیٹا بھی، مثلاً حضرت داود علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام۔ تو اب اگر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

نرینہ اولاد باقی رہتی تو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ نبوت کا دروازہ ہنوز کھلا ہے، اس لیے حق تعالیٰ نے دورِ طفولیت ہی میں انھیں اپنے پاس بلا لیا۔

ختم قرآن پر احادیث

(۱) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا، اس کو بہت عمدہ اور آراستہ پیراستہ بنایا، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس لوگ جوق در جوق آتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں یہ اینٹ کیوں نہیں لگا دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں انبیائے کرام کا خاتم ہوں۔ (بخاری: کتاب المناقب / باب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۳۵۳۵)

(۲) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میرے کئی اسما ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (بخاری: کتاب المناقب / باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۳۵۳۲)

(۳) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نبوت میں سے میری وفات کے بعد کچھ باقی نہ رہے گا مگر خوش خبریاں رہ جائیں گی۔ لوگوں نے عرض کیا خوشخبریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اچھے خواب۔ (ترمذی: ابواب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب قولہ لھم البشریٰ فی الحیوٰۃ الدنیا / رقم الحدیث: ۲۲۷۳)

(۴) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ (ابن ماجة: کتاب الفتن / باب فتنة الدجال / رقم الحدیث: ۴۰۷۷)

(۵) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (ترمذی: ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۳۶۸۶)

(۶) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تمام انبیائے کرام علیہم السلام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی۔ اوّل یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور دوسرے یہ کہ رُعب سے میری مدد کی گئی۔ تیسرے میرے لیے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا۔ چوتھے میرے لیے تمام زمین پاک اور نماز پڑھنے کی جگہ بنا دی گئی۔ پانچویں میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیا کا سلسلہ ختم کر دیا گیا۔ (بخاری: کتاب التعبیر / باب المفاتیح فی الید / رقم الحدیث: ۷۰۱۳)

(۷) ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کا نظام حکومت ان کے انبیائے کرام علیہم السلام چلاتے تھے۔ جب بھی ایک نبی رخصت ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا اور بے شک میرے بعد تم میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (بخاری: کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم / باب ماذکر عن بنی اسرائیل / رقم الحدیث: ۳۴۵۵)

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ چھوڑا تو انھوں نے عرض کیا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تجھے مجھ سے وہی مناسبت ہو جو ہارون (علیہ السلام) کو موسیٰ (علیہ السلام) سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری: کتاب

المغازی/باب غذوۃ تبوک وھی غزوہ العسرۃ/رقم الحدیث: ۴۴۱۶)

(۹) جب اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔ (ابن ماجۃ: کتاب الجنائز/باب الصلوۃ علی ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/رقم الحدیث: ۱۵۱۰)

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا، میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے جو مجھے بہت بھاری لگے اور میں ان سے متفکر ہوا، پھر مجھے وحی کی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اُڑا دوں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میں دو کذابوں کے درمیان ہوں۔ ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب یمامہ۔ (بخاری: کتاب المناقب/باب علامات النبوۃ فی الاسلام/رقم الحدیث: ۳۶۲۱)

ختم نبوت اور اجماع

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاتفاق کفر ہے۔ ختم نبوت ایک قطعی عقیدہ ہے، جو اس میں گھسنے کی کوشش کرے وہ واجب القتل ہے۔

ختم نبوت اور قیاس

اگر عقل کی روشنی میں ختم نبوت کے مسئلے کو سمجھا جائے تو بہت آسان ہے۔ وہ یہ کہ حق تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کو چار حالتوں میں بھیجا۔

(۱) ایسی جگہ جہاں کوئی نبی نہیں آیا تھا اور نہ کسی نبی کی تعلیم پہونچی تھی۔

(۲) نبی تو آئے تھے مگر ان کی شریعت میں اور تعلیمات میں چھیڑ چھاڑ ہوئی تھی، اس لیے دوسرے نبی کو بھیجا تا کہ وہ غلطیوں کی اصلاح کرے۔ جیسے بنی اسرائیل نے جو شریعت موسوی میں چھیڑ چھاڑ کی تھی اس کی اصلاح کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے۔

(۳) پچھلے نبی کی شریعت کو مکمل کرنے کے لیے کسی نبی کو بھیجا۔

(۴) ایک نبی کی زندگی میں ان کا ہاتھ بٹانے کے لیے کسی نبی کو بھیجا۔

اب ان چاروں کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہونچے کہ ان چاروں میں سے کوئی بات الحمدللہ نہیں پائی جاتی۔ پہلی بات اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین دنیا کے گوشے گوشے میں پہونچ چکا ہے۔ دوسری اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پچھلی تمام شریعتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ تیسری اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کردہ کتاب یعنی قرآن کریم بغیر کمی بیشی کے ہمارے پاس موجود ہے۔ چوتھی اس وجہ سے کہ اگر بالفرض آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ بٹانے کے لیے کوئی نبی آتا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں آتا، تو جب اُس دور میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کے لیے کسی نبی کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، تو اس دور میں جب کہ اسلام غالب آچکا ہے کیا ضرورت ہے؟

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب بات ارشاد فرمائی۔ فرمایا کہ خاتمیت تین طرح کی ہوتی ہیں۔ زمانی، مکانی، رتبی۔

(۱) ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتمیت زمانی بھی حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی زمانے میں اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

(۲) ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتمیت مکانی بھی حاصل ہے کہ کائنات کی کسی جگہ اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔

(۳) ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتمیت رتبی بھی حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی پر سلسلۂ نبوت کو ختم دیا گیا۔ (خطبات متکلم اسلام: ۱/ ۳۳)

اسود عنسی کا تعارف

اسود عنسی یمن کا باشندہ تھا۔ شعبدہ بازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اس کا لقب ذوالحمار (گدھے والا) بھی بتایا جاتا ہے، کیونکہ اس کے پاس ایک سدھایا ہوا گدھا تھا، یہ جب اس کو کہتا کہ خدا کو سجدہ کرو تو وہ سجدہ کرتا، بیٹھنے کو کہتا تو وہ بیٹھ جاتا، کھڑے ہونے کو کہتا تو کھڑا ہو جاتا۔ اس شعبدے بازی کی وجہ سے وہ لوگوں کو بے وقوف بناتا تھا کہ دیکھو! ایک بے زبان جانور بھی میری تابعداری کرتا ہے۔ اسی شعبدہ بازی کی وجہ سے لوگ اس سے متاثر ہوئے اور اس کو بہت جلد کامیابی حاصل ہوئی۔ چند دن میں اس نے ہر طرف آتشِ فساد مشتعل کر دیا۔ اس کی موت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں ہی ہوئی اور اس کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جانثار صحابی حضرت فیروز رضی اللہ عنہ نے قتل کیا۔ (بائیس جھوٹے نبی رص: ۲۰)

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا اسود عنسی سے مناظرہ

اسود عنسی نے اپنی نبوت کا دعویٰ یمن کے شہر صنعاء سے کیا۔ اس نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے پاس طلب کیا۔ ان سے کہا کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ انھوں نے ٹالتے ہوئے کہا کہ میں سنتا نہیں ہوں۔ دوسرا سوال اس نے حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کیا کہ کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا

کے رسول ہیں۔ انھوں نے فوراً کہا کہ ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اس نے یکے بعد دیگرے تین بار یہ دونوں سوال دہرائے۔ آپ نے ہر بار اس کو وہی پہلا جواب دیا۔

اس نے اپنے عقیدت مندوں کو ایندھن جمع کر کے آگ بھڑکانے کا حکم دیا۔ جب آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے تو اس نے حکم دیا کہ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو رسی میں باندھ کر اس بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینک دیا جائے۔ اس کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ لیکن لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ان لپکتے ہوئے شعلوں نے ان کا بال بھی بیکا نہ کیا۔ جو لباس انھوں نے پہنا ہوا تھا، وہ بھی صحیح سلامت تھا۔ اس کا رنگ بھی تبدیل نہ ہوا۔ اسود عنسی کے مشیروں نے اسے حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کو فوراً نکال دینے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ان کو وہاں سے نکال دیا گیا۔

جب یہ واقعہ رونما ہوا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہو چکا تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بن چکے تھے۔ حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ تشریف لائے۔ مسجد نبوی کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھایا اور اندر جا کر نماز کی نیت باندھ لی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھا۔ جب ابو مسلم نماز ادا کر چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ میں اہل یمن سے ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ ہمارے اس بھائی کا کیا حال ہے جس کو اس جھوٹے نبی نے آگ کے اندر پھینکا تھا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں وہی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا واقعی تم وہی شخص ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ بخدا میں وہی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں سینے سے لگا لیا۔ آپ کی

آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔انھیں اپنے ہمراہ لے کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بٹھا دیا، پھر کہا خدا کا شکر ہے، جس نے مجھے مرنے سے پہلے اس شخص کی زیارت کا شرف بخشا ہے، جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا، لیکن آگ نے اس کا بال بھی بیکا نہ کیا۔(ملخصا از سیرت التابعین رص: ۳۰ تا ۳۷)

مسیلمہ کذاب کون تھا؟

اسود عنسی کی کامیابی و پذیرائی دے کھ کر مسیلمہ کو بھی جرأت ہوئی اور نبوت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے شریکِ رسالت کرلیا ہے۔اس کی خود ساختہ نبوت کا فتنہ کافی عرصے تک رہا جس کو بڑے بڑے صحابہ نے اپنی جانوں کا نذرانہ دے کر جڑ سے اکھاڑ دیا۔جس وقت اس نے نبوت کا دعویٰ کیا اس کی عمر سو سال سے بھی زیادہ ہو چکی تھی۔ (بائیس جھوٹے نبی رص:۱۱)

تو وہی ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں مسیلمہ کذاب آیا، اس دعویٰ کے ساتھ کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے بعد اپنا نائب وخلیفہ بنا دیں تو میں ان کی اتباع کرلوں۔اس کے ساتھ اس کی قوم بنو حنیفہ کا بہت بڑا لشکر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے۔آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ جہاں مسیلمہ اپنی فوج کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا، آپ وہیں جا کر ٹھہر گئے اور آپ نے اس سے فرمایا اگر تو مجھ سے یہ ٹہنی مانگے گا تو میں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور تو اللہ کے اس فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا جو تیرے بارے میں پہلے ہی ہو چکا ہے۔تو نے

اگر میری اطاعت سے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کردے گا۔ میرا تو خیال ہے کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اب تیری باتوں کا جواب میری طرف سے ثابت بن قیس دیں گے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس تشریف لائے۔ (بخاری: کتاب المغازی / باب قصه الاسود العنسی / رقم الحدیث: ۴۳۷۹)

مسیلمہ کذاب کا فتنہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں یہ مسئلہ کسی نہ کسی طرح چلتا رہا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفات پاتے ہی مسیلمہ کذاب نے اپنے پر پوری طرح کھول دیئے۔ لوگوں کو اپنی جھوٹی نبوت کی طرف راغب کرنے کے لیے دین اسلام میں بہت سی ایسی تبدیلیاں کی، جو لوگوں کی نفسانی خواہشات کے عین مطابق تھیں، تاکہ عوام کی اکثریت اس کی خانہ ساز نبوت پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ اس نے شراب حلال کردی، زنا کو مباح کردیا، نکاح بغیر گواہوں کے جائز کردیا، ختنہ کرنے کو حرام کردیا، ماہ رمضان کے روزے ختم کردیئے، تمام سنتیں، نوافل وغیرہ ختم کردی، صرف فرض نماز باقی رکھی۔ (بائیس جھوٹے نبی رص: ۱۳)

دیگر مدعیان نبوت

مسیلمہ کذاب کی پذیرائی کو دیکھ کر دوسرے مزید بد باطن لوگوں کو بھی دعویٰ نبوت کی جرات ہوئی جس میں طلیحہ اسدی بھی تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فراست ایمانی سے آغاز خلافت ہی میں ان تمام ہنگاموں کی قوت کا پورا اندازہ لگا لیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تقرر طلیحہ مدعی نبوت کے مقابلے میں کیا۔ طلیحہ اسدی کے ساتھ قبیلہ طیٔ کا بڑا مجمع بھی تھا، اس لیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ

کو (جو قبیلہ طئ ہی سے تعلق رکھتے تھے) اول اپنے قبیلے کی طرف روانہ کیا کہ ان کو سمجھا کر تباہی سے بچائیں۔ انھوں نے اپنے قبیلے کو بہت سمجھایا جس کے نتیجے میں انھوں نے جھوٹے نبی کی حمایت ترک کر کے خلیفۂ اسلام کی اطاعت قبول کی۔ اس طرح یہ مہم بغیر خون ریزی کے طے ہوگئی۔ اسی طرح حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے سمجھانے سے قبیلۂ جدیلہ نے بھی اطاعت قبول کرلی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لیے لشکر لے کر آگے بڑھے تو ان کے ساتھ قبیلۂ طئ کے ایک ہزار سوار بھی نصرت اسلام کے لیے کمر بستہ تھے۔ طلیحہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں شکست کھائی اور وہ دوسری طرف بھاگ گیا، وہاں پہنچ کر دوبارہ اسلام لایا۔ (بائیس جھوٹے نبی، ص: ۱۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فراست

امیر المؤمنین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تمام فتنوں کی سرکوبی کے لیے مجموعی طور پر گیارہ لشکر ترتیب دیئے تھے، اس میں ایک دستہ حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا اور ان کی مدد کے لیے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو کچھ فوج کے ساتھ ان کے پیچھے روانہ کر دیا تھا اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ جب تک دوسرا لشکر آپ تک نہ پہونچے حملہ نہ کرنا۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کی آمد سے پہلے ہی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے حملہ کر دیا، جس کے نتیجے میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو شکست ہوئی اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب ان کی شکست کی خبر ملی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو (جو کہ بنی طئ کی مہم سے فارغ ہو چکے تھے) مسیلمہ کے خلاف معرکہ آراء ہونے کا حکم دیا پورا ایک لشکر ان کے لیے ترتیب دیا، جس میں مہاجرین پر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ (فاروق

اعظم رضی اللہ عنہ کے بھائی) اور انصار پر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر کیا۔

مسیلمہ سے مقابلہ

جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ یمامہ پہنچے تو مسیلمہ کذاب کے لشکر کی تعداد چالیس ہزار تک پہنچ چکی تھی جبکہ مسلمانوں کا لشکر ۱۳ ہزار نفوس پر مشتمل تھا۔ مسیلمہ کذاب نے جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی آمد کی اطلاع سنی تو آگے بڑھ کر عقربا نامی مقام پر پڑاؤ ڈالا۔ اسی میدان میں حق و باطل کا مقابلہ ہوا۔ اس جنگ میں بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے، جن میں ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہما شامل ہیں۔

مسیلمہ کا خاتمہ

مسیلمہ اس جنگ کے دوران ایک باغ میں قلعہ بند چھپا رہا۔ اس وقت ایک صحابی حضرت زید بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو فرمایا میں یہ دیوار پار کر کے تمھارے لیے دروازے کو کھول دوں گا گر تم میرے لیے ایک اونچی سیڑھی بنا دو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے۔ اگلے دن حضرت زید بن قیس رضی اللہ عنہ سیڑھی کے ساتھ باغ میں اتر گئے۔ تب مسیلمہ کذاب نے اپنے فوجیوں کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ تب اس کے فوجیوں نے حضرت زید بن قیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ لڑائی میں حضرت زید بن قیس رضی اللہ عنہ کا کندھا کٹ گیا۔ پھر بھی انھوں نے دروازے کو کھول دیا۔ ادھر مسلمان صف بندی کر چکے تھے۔ مسلمان اندر داخل ہونا شروع ہو گئے اور ایک دفعہ پھر گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ اچانک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نیزہ لے کر مسیلمہ کو پکارنے لگے، یا عدو اللہ! اور مسیلمہ پر پھینک دیا،

مگر اس کے محافظوں نے ڈھال بن کر اس کو بچا لیا۔ اس وقت اس کے محافظ غیر حتمی طور پر اسے چھوڑ کے چلے گئے۔ پھر اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ (جو مسلمان ہو چکے تھے) نے ایسا نیزہ مارا کہ مسیلمہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس طرح اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا کفارہ ادا کیا۔ اس کے لشکر کے نصف آدمی مارے گئے۔ تقریباً یمامہ کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ جنگ کے خاتمے کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل یمامہ سے صلح کر لی۔ یہ جنگ جنگ یمامہ کے نام سے جانی جاتی ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ جنگ (یمامہ) جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف آخری معرکہ تھا جس کے بعد دور صدیقی میں کسی اور شخص کو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ (بائیس جھوٹے نبی رص: ۱۴ تا ۱۸)

مقدمہ بہاولپور

حضرت علامہ محمد انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، زاہد و عابد اور سچے عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ ۱۹۲۶ء میں احمد پور شرقیہ بہاولپور کی ایک مسلمان عورت نے بہاولپور کی ایک عدالت میں دعویٰ کیا کہ اس کا شوہر مرزائی ہو چکا ہے۔ لہٰذا اس کا نکاح فسخ کیا جائے۔ اس مقدمہ میں تمام مشاہیر علما کو شہادت کے لیے عدالت میں بلایا گیا۔ جب یہ مقدمہ آخری مراحل میں پہنچا تو شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تمام علما نے استدعا کی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک علمی بیان عدالت میں ہونا چاہیے۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں خونی بواسیر کے سخت مریض تھے۔ ڈاکٹروں حکیموں نے سفر سے بالکل روک دیا تھا۔ اسی سال حج کا بھی ارادہ تھا۔ کمزوری بہت ہو چکی تھی،

لیکن جونہی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت پہنچی، آپ سفر کے لیے تیار ہو گئے۔ بہاولپور سے مفتی صادق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی خود انھیں لینے کے لیے دیوبند پہنچ گئے۔ حکیموں نے آپ کو بیماری کے پیش نظر سفر کرنے سے منع کیا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گر قیامت کے روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سوال کر لیا کہ میری ختم نبوت کا مقدمہ پیش تھا، تجھے طلب کیا گیا اور تُو نہیں گیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ موت تو آنی ہی ہے، اگر اسی راستہ میں آ گئی تو اس سے بہتر اور کیا ہوگا۔ لہٰذا حکیموں کے روکنے کے باوجود آپ تاریخ مقدمہ سے کئی روز پیشتر بہاولپور تشریف لے آئے، اور تقریباً ۲۵ روز بہاولپور میں قیام فرمایا۔

بہاولپور میں شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر

بہاولپور کی جامع مسجد میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لیے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ کاٹیلی گرام موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لیے بہاولپور آیئے۔ ایک مسلمان بچی کے تنسیخ نکاح کا مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ قادیانیت کے ارتداد و کفر کا مسئلہ ہے اور ختم نبوت کے اعتقاد کا مسئلہ ہے۔ ٹیلی گرام پڑھ کر، میں نے پچھلی زندگی کے اعمال پر سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھ لے کہ کون سا عمل لائے ہو؟ پچھلی زندگی میں کوئی عمل رکھتے ہو تو پیش کرو! تو سوچنے کے بعد میرے دماغ میں کوئی ایسا عمل تازہ نہیں ہوا، جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کر سکوں۔ چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل اور حج کا سفر ملتوی کر دیا اور بہاولپور کا سفر کیا، تاکہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب ختم نبوت کے تحفظ کرنے والوں میں شمار کیا جاؤں اور سمجھا جاؤں اور اس عمل کے صدقے میں میری بخشش ہو جائے۔ دل میں یہ خیال بھی آیا کہ جا تو رہا ہوں حج

کے لیے اور آگے سفر کروں گا مدینہ منورہ کا تو اللہ تعالیٰ کی رضا بھی چاہیے، حضور ﷺ کی شفاعت بھی چاہیے۔ قیامت کے دن اگر حضور اقدس ﷺ پوچھ لیں کہ ضرورت وہاں تھی، آ یہاں گیا۔ ضرورت تو تیری بہاول پور میں تھی اور تو یہاں آ گیا تو میرے پاس اس کا بھی کوئی جواب نہیں ہوگا۔

چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ میں حضور ﷺ کے مقام ختم نبوت اور منصب ختم نبوت کی حفاظت کے لیے بہاولپور جاؤں گا۔ بہت ضعیف اور علیل ہوں۔ یہ خیال کرتے ہوئے کہ ہمارا نامۂ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ نبیٔ کریم ﷺ کا وکیل بن کر عدالت میں پیش ہوں۔ ممکن ہے یہ نیکی میرے لیے توشۂ آخرت بن جائے۔

ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا

اس پر لوگ دھاڑیں مارتے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پھر فرمانے لگے کہ ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے، ہم اس سے بھی گئے گزرے ہیں۔ وہ اپنی گلی و محلے کا حقِ نمک خوب ادا کرتا ہے جب کہ ہم حق غلامی و امتی ادا نہیں کرتے۔ اگر ہم ناموس پیغمبر ﷺ کا تحفظ کریں گے تو قیامت کے دن حضور اقدس ﷺ کی شفاعت کے مستحق ٹھہریں گے۔ تحفظ نہ کیا یا نہ کر سکے تو ہم مجرم ہوں گے اور ایک کتے سے بھی بدتر کہے جائیں گے۔

جج صاحب جن کا نام محمد اکبر تھا، وہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتا تھا۔ آپ کو عدالت میں کرسی مہیا کی گئی اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آخری معرکہ آرا بیان ہوا اور قادیانیوں کی طرف سے ان پر جرح ہوتی رہی اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے رہے۔ آپ

کے مدمقابل قادیانیوں کی طرف سے مشہور مرزائی مبلغ ومناظر جلال الدین شمس تھا۔آپ نے اس پر خوب جرح کی مگر وہ کمال ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتا رہا اور ہر بات پر ''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگاتا رہا۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جلال

اس پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت جلال میں آ گئے اور ان پر ایک عجیب وغریب وجد طاری ہوگیا۔آپ نے مرزائی مبلغ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ جلال الدین! اگر اب بھی تمھیں مرزا قادیانی کے کفر میں کوئی شک ہے تو آ! میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے۔میں تمھیں بھری عدالت میں کھڑے کھڑے مرزا قادیانی جہنم میں جلتا ہوا دکھا سکتا ہوں۔اس پر جلال الدین شمس پر سکتہ طاری ہوگیا اور وہ کچھ نہ بول سکا۔بعد ازاں عدالت سے فراغت کے بعد ایک مرید نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! آج آپ نے عدالت میں بہت بڑی بات کہہ دی۔اگر مرزائی مبلغ آپ سے مرزا قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھانے کا کہہ دیتا تو آپ کیا کرتے؟ اس پر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بالکل دکھا دیتا، کیونکہ مجھے ہزار فیصد یقین کامل ہے کہ جو شخص تحفظ ختم نبوت کا کام کرتا ہے، اللہ اسے دوسروں کے سامنے کبھی رسوا نہیں کرتا۔شرط یہ ہے کہ یہ مقدس کام اخلاص ومحبت سے کیا جائے۔تب دنیا وجہان کی تمام کامیابیاں اس کے قدم چومیں گی۔

مرزا قادیانی مردودِ ازلی ہے

ایک دفعہ حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیانی جماعت کا بانی مرزا قادیانی بلاشبہ مردودِ ازلی

ہے۔اس کو شیطان سے زیادہ لعین سمجھنا جزو ایمان ہے۔شیطان نے ایک ہی نبی کا مقابلہ کیا تھا۔اس خبیث اور بد باطن نے جمیع انبیاء علیہم السلام پر افترا پردازی کی۔

اس سے بڑا فتنہ کوئی نہیں

حضرت مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنی وفات سے تین دن پہلے اپنی چارپائی دیوبند کی جامع مسجد کے صحن میں لائے۔تمام طالب علموں اور اساتذۂ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ سب حضرات اور جنھوں نے مجھ سے حدیث پڑھی، ان کی تعداد دو ہزار کے قریب ہوگی۔تاریخ اسلام کا میں نے جس قدر مطالعہ کیا ہے، اس کی بنیاد پر پورے یقین سے کہتا ہوں کہ اسلام میں چودہ سو سال کے اندر جس قدر فتنے پیدا ہوئے ہیں، قادیانی فتنے سے بڑا خطرناک اور سنگین فتنہ کوئی بھی پیدا نہیں ہوا۔میں آپ سب سے کہتا ہوں کہ اگر نجات اخروی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت چاہتے ہو تو تحفظ ختم نبوت کا کام کرو، کیونکہ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔مرزا قادیانی سے تمھیں جتنی نفرت ہوگی، اتنا ہی تمھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب ہوگا۔اس لیے کہ دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے اور دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد خوشی اس شخص سے ہوتی ہے جو اس فتنہ کے استیصال کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دے۔رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے دوسرے اعمال کی نسبت اس کے اس عمل سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔جو کوئی اس فتنے کی سرکوبی کے لیے اپنے آپ کو وقف دے گا، اس کی جنت کا میں ضامن ہوں۔

سبحان اللہ! دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔آخری وقت ہے۔اگر فکر ہے تو اس فتنہ

کی۔ پھر آپ نے اس وقت اپنی فراست ایمانی سے دیکھ کر جو کچھ فرمایا، آج واقعات اس کی کس قدر تصدیق کر رہے ہیں یہ کسی سے مخفی نہیں۔

اسے آپ ﷺ کی شفاعت ضرور نصیب ہوگی

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے حلقہ علمی میں بیٹھ کر فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ بات علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ حدیث کی خدمت بھی اللہ کی دین ہے۔ قرآن کی خدمت بھی بہت اہم خدمت ہے۔ تفسیر کی خدمت بھی بہت بڑی سعادت ہے۔ فقہ کی خدمت بھی بہت بڑی نعمت ہے۔ تبلیغ کرنا بھی بہت اچھا کام ہے لیکن تحفظ ختم نبوت، سرکار دوعالم ﷺ کی ذات کا تحفظ ہے۔ باقی چیزیں اقوال کا تحفظ ہیں، اعمال کا تحفظ ہیں، افعال کا تحفظ ہیں۔ آپ ﷺ کی سیرت کا تحفظ ہیں۔ لیکن ذات کا تحفظ ان سب سے اولی اور افضل ہے۔ جس شخص نے بھی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے ایک گھنٹہ بھی کام کرلیا، اسے حضور اقدس ﷺ کی شفاعت ضرور نصیب ہوگی۔ (مستفاد از: تصویر انور ص: ۴۱۱ تا ۴۱۷)

تیس جھوٹے نبی

ایک روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت قائم نہیں ہو سکتی جب تک تیس بڑے جھوٹے پیدا نہ ہو جائیں، جو سب کے سب دعویٰ کریں گے کہ وہ نبی ہے، آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ (ترمذی: ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ / باب لا تقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون / رقم الحدیث: ۲۲۱۹)

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ حدیث شریف میں تیس کا عدد مذکور ہوا ہے اور نبوت

کے دعویدار تو تیس سے زیادہ ہے؟

محدث کبیر حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تیس تو وہ ہوں گے جن کے فتنے بڑے بڑے ہوں گے، باقی حوض کے مینڈکوں کی طرح آواز نکالنے والے تو اور بھی ہوں گے۔ (تحفۃ الالمعی: ۵/ ۵۸۸)

وہ بھی اس انتظار میں ہے

ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے۔

جلالین شریف کے سبق میں ایک واقعہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا تھا جب انگریزوں کا دور تھا اس وقت ایک پادری ایک فرضی مثال لے کر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ مثال یہ بیان کی کہ ایک شخص جنگل میں جارہا تھا، اچانک وہ راستہ سے بھٹک گیا۔ اس نے دور ایک درخت کے نیچے دیکھا کہ ایک شخص سویا ہے اور قریب میں بیٹھا جاگ رہا ہے۔ تو جو راستے سے بھٹکا ہے وہ راستہ کس سے معلوم کرے گا؟ ظاہر ہے کہ ایک عام آدمی یہی جواب دے گا جو سو رہا ہے اسے سونے دو اور جو جاگ رہا ہے اسے راستہ پوچھ لو۔

مگر وہاں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو اس مکار کی مکاری سمجھ گئے کہ یہ درحقیقت یہ کہنا چاہتا ہے کہ اے مسلمانوں! تمھارے عقیدے کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پاگئے اور وہ اپنی قبر میں سو رہے ہیں، اور تمھارے ہی عقیدے کے مطابق ہمارے پیغمبر تو زندہ ہیں تو اب دین کا رستہ اسی پیغمبر سے معلوم کرنا چاہیے جو زندہ ہے نہ کہ اس سے جن

کا انتقال ہوگیا۔شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا جواب دیا کہ وہ ہکا بکا رہ گیا۔فرمایا کہ ارے بھائی !جو زندہ ہے وہ بھی اسی انتظار میں ہے کہ سونے والا راستہ بتائیں۔

ہم تیار رہیں

آج تحفظ ختم نبوت کا کام لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہا ہے اور فتنہ قادیانیت جس کو مٹانے میں ہمیں جان قربان کرنا چاہیے، وہ پھیل رہا ہے، الحاد آرہا ہے، شرک و بت پرستی چل رہی ہے اور حلال وحرام کا امتیاز اٹھ رہا ہے، لیکن ہم بالکل غافل ہیں۔ ہماری ذمے داری ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے لیے اپنے آپ کو ہمارے لیے پیش کر دیں تب ہی کامیابی ہے، ورنہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شفاعت اور حوض کوثر پر لذت جام کی امید رکھنا بیکار ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں تحفظ ختم نبوت کے لیے قبول فرمائیں اور اس عقیدے پر جمنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۱۹)

عظمت وحقوق قرآن کریم

تعارف

۱۹/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۰/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز:بدھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوۡۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۝﴾ [ص:۲۹]

تمہید

یہ سورۂ ص کی ۲۹ نمبر کی آیت ہے، جس میں حق تعالیٰ شانہ نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم کے ایک عظیم حق یعنی حق تفکر وتدبر کو بیان فرمایا ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنے فضل واحسان سے ہمیں مقدس کلام کی نعمت سے نوازا ہے۔ یہ عظیم ترین کتاب عظیم ترین پیغمبر فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عظیم ترین فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سے عظیم ترین مہینہ رمضان المبارک میں عظیم ترین رات لیلۃ القدر میں نازل ہوئی۔ اس کی عظمت ورفعت کی انتہا نہیں۔ ذیل کے ایک واقعے سے اس کی عظمت کو سمجھا جاسکتا ہے۔

ایک واقعہ

عارفین نے ایک ایرانی بادشاہ کا واقعہ تحریر فرمایا ہے کہ اس کی زبان سے ایک مرتبہ ایک مصرعہ نکل گیا ؎

دُرِ ابلق کسے کم دیدہ موجود

کہ چتکبرا موتی کسی نے بہت کم دیکھا ہے۔ اس نے اپنے ملک کے نامور شعرا کو جمع

کیااوراس پرمصرع ثانی لگانے کی پیش کش کی۔تمام شعرانے بڑاذہن کھپایا،مگروہ مصرعہ ثانی لگانے میں ناکام رہے۔ایرانی بادشاہ کے شعراجب کامیاب نہ ہو پائے تواس نے ہندستان میں عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کولکھا کہ اس کا دوسرا مصرعہ بنوادیجیے۔یہاں کے شعرانے بھی کوشش کی،مگروہ بھی کامیاب نہ ہوسکے۔بادشاہ کی ایک بیٹی مخفی جن کا تخلص تھااس نے والدگرامی کی پریشانی دیکھ کرمعلوم کیا کہ کیامعاملہ ہے؟باپ نے وجہ بتلائی تواس نے کوشش کی اوروہ کامیاب ہوگئی۔

دُرابلق کسے کم دیدہ موجود	مگراشک بتانِ سرمہ آلود

کہ چت کبرا موتی کسی نے بہت کم دیکھا ہے مگرنازنینوں کی سرمہ آلود آنکھوں سے ٹپکنے والا آنسو کہ وہ سرمہ کی سیاہی اورآنکھ کے پانی کی وجہ سے چت کبرا ہوجاتا ہے اس شعر میں آنسو کوموتی سے تشبیہ دی۔بادشاہ بہت خوش ہوااورایرانی بادشاہ کولکھ بھیجا۔ایرانی بادشاہ کی مسرت کا کیا پوچھنا!اس نے فوراً اپنا قاصد ہندوستان بھیجااوردرخواست کی کہ اپنے ملک کے اس شاعرکوایران بھیج دیجیے،ہم اس کا اعزاز کرنا چاہتے ہیں۔بادشاہ کو بڑی تشویش ہوئی کیونکہ لڑکیوں کو پردہ میں رکھنے کا مزاج تھااورعورت پردہ ہی کی چیز بھی ہے۔عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی نے جب اپنے والد کا اضطراب وبے چینی دیکھی تو باغیرت بیٹی نے ایک شعرلکھااوردرخواست کی کہ ایرانی قاصد کو یہ شعردے دیجیے،وہ شعر یہ تھا۔

درسخن مخفی منم چوں بوئے گل در برگ گل	ہرکہ میل دارد دیدن مرادرسخن بیندمرا

کہ میں اپنے شعر میں اس طرح چھپی ہوئی ہوں جیسے پھول اورگلاب کی پتی میں خوشبو ہوتی ہے جو مجھے دیکھنا چاہے وہ میرے کلام میں،میری سخن اورمیری بات میں مجھے دیکھ

سکتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کو بھی جو انسان دیکھنا چاہے وہ اس کے کلام (قرآن پاک) کی تلاوت کرے، اسی میں اللہ تعالیٰ چھپا ہوا ہے اور انسان کو اس میں اللہ ملے گا۔(واقعات پڑھئے اور عبرت لیجیے رص: ۲۸۴)

قرآن کریم کی بلاغت کا عجیب واقعہ

علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے معروف عالم ہیں، جنھوں نے قرآن کی جدید انداز پر تفسیر بھی لکھی ہے، جس کا نام ہے ''جواہر القرآن''۔ان کا ایک مرتبہ فرانس کا سفر ہوا اور وہاں ان کے کچھ غیر مسلم یہود و عیسائی لوگوں سے دوستی تھی، ایک مجلس میں ان کی گفتگو ان لوگوں سے ہوئی اور وہ سب عربی زبان سے بھی واقف تھے، بل کہ عربی کے ماہر تھے۔درمیان میں ان لوگوں نے علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآنِ کریم ایک معجزہ ہے اور اس کے جیسا کلام کوئی نہیں بنا سکتا، کیا یہ صحیح ہے؟ علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہاں یہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔انھوں نے کہا کہ کیا آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے؟ علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہاں میرا اور ہر مسلمان کا عقیدہ یہی ہے، ان لوگوں نے کہا کہ یہ بڑا فرسودہ عقیدہ ہے اور آپ جیسا علامہ اس کو مانتا ہے، تو تعجب ہے۔

علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ عقیدہ کوئی فرسودہ عقیدہ نہیں، بلکہ ایک حقیقت ہے اور اگر آپ اس کو آزمانا چاہیں، تو میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ قرآنِ کریم جیسی ایک آیت بنا دیں اور آپ ہرگز نہیں بنا سکتے۔علامہ نے کہا کہ میں ایک جملہ آپ کو دیتا ہوں، آپ سب عربی کے ماہر ہیں، آپ اس کو عربی میں بنا دیجیے، پھر دیکھیے کہ کیا آپ کا کلام قرآن کے مقابلے کا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ ہم اس کے لیے تیار ہیں، آپ جملہ بتائیے۔علامہ طنطاوی

رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ آپ حضرات ایک جملے کی عربی بنائیے، پھر موازنہ کرلیں گے کہ قرآن نے اس مضمون کو کس طرح ادا کیا ہے۔

علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک چھوٹا جملہ ان کو دیا ''جہنم بڑی ہے'' اور کہا کہ اس کی عربی بنائیے، تو وہ لوگ فوراً دو چار جملے عربی زبان میں بنا دیئے۔ کسی نے بنایا:

النار وسیعة

اور کسی نے بنایا

جهنم فسیحة

اور کسی نے کہا:

النار فسیحة

اور کسی نے کہا:

جهنم وسیعة

علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ لوگوں نے جو جملے بنائے ہیں، ان میں کوئی خرابی نہیں، عربی زبان میں جو بھی اس جملے کو ادا کرے گا؛ وہ اسی طرح ادا کرے گا، مگر آپ کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ آپ محض ایک جملہ ادا نہیں کر رہے ہیں، بلکہ قرآن کا جواب دے رہے ہیں، لہٰذا اگر آپ لوگ چاہیں، تو میں آپ کو ایک سال کا یا دو سال کا وقت دینے تیار ہوں، آپ اس جملے کو اس سے بھی اچھے انداز سے بنا سکتے ہوں، تو غور کرلیں۔ انھوں نے کہا نہیں! ہم اس سے اچھا نہیں بنا سکتے اور ہم نے اپنی پوری صلاحیت لگا کر یہ جملے بنائے ہیں، لہٰذا اب آپ بتائیے کہ قرآن نے اس مضمون کو کس طرح ادا کیا ہے؟ علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دیکھو! اسی

مضمون کو قرآن کس طرح ادا کرتا ہے۔ علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآنِ کریم کی یہ آیت ان کے سامنے تلاوت فرمائی:

﴿یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ○﴾ [ق: ۳۰]

جس دن کہ ہم جہنم سے کہیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ کہے گی کہ کیا مزید ہے؟ اس آیت میں بھی یہی مضمون بیان کرنا مقصود ہے، کہ جہنم بڑی ہے، مگر اس کو ایک سادے جملے میں بیان کرنے کے بجائے ایک واقعے کی شکل میں بیان کیا کہ جس دن ہم سارے جہنمیوں کو جہنم میں ڈالنے کے بعد جہنم سے کہیں گے، پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ جواب میں کہے گی کہ نہیں اور مزید گنجائش ہے۔ کیا مطلب؟ یعنی جہنم اتنی بڑی ہے کہ سارے جہنمیوں کو اس میں ڈالنے کے بعد بھی اس میں مزید جگہ باقی ہے۔

جب علامہ طنطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ آیت ان کے سامنے تلاوت فرمائی، تو وہ لوگ خوشی میں جھومنے لگے اور کہنے لگے واقعی اس کا کوئی جواب نہیں۔ (واقعات پڑھئے اور عبرت لیجیے رص: ۲۸۷)

علامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

چند سال قبل میں ایک بیان سن رہا تھا محدث شہیر خطیب بے مثال حضرت مولانا علامہ سید انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا۔ حضرت نے ایک عجیب بات بیان فرمائی کہ میرے والد ماجد امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے قرآن مجید جو اللہ رب العزت کا کلام ہے اور پوری انسانیت کے لیے کتاب ہدایت ہے، یہ کلام بہت نزول کے ساتھ

کیا ہے تا کہ سمجھنے میں آسانی ہو اور اس کے باوجود چیلنج دیا ہے کہ اگر تم کہتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی طرف سے بنالیا ہے تو تم اس کا مثل لے آؤ۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ شانہ اپنی شایان شان کلام کرتا تو پورا قرآن متشابہات سے بھرا ہوتا اور کوئی کچھ سمجھ نہ پاتا۔

اس عظیم ترین ومقدس کتاب کے کچھ حقوق ہیں۔

پہلا حق: حق ایمان

ہر شخص پر واجب ہے کہ اس کتاب کے کلام الٰہی ہونے اور رہتی دنیا تک تمام لوگوں کے لیے کتاب ہدایت ہونے پر ایمان لائے۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ۝﴾ [النساء:۱۳۶]

اے ایمان والو! خدا پر اور اس کے رسول پر اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر نازل کی ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے نازل کی تھیں سب پر ایمان لاؤ۔ اور جو شخص خدا اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے پیغمبروں اور روز قیامت سے انکار کرے وہ رستے سے بھٹک کر دور جا پڑا۔

قرآن کریم پر ایمان لانے میں درج ذیل باتیں ضروری ہے۔

(۱) یہ کتاب اللہ کا کلام ہے جو بعینہ اسی طرح لوح محفوظ میں موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیئس سالہ نبوی زندگی میں آپ پر نازل ہوئی ہے، اور آج بھی بغیر کسی کمی اور زیادتی کے

اسی حالت میں ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے۔

قرآن کریم کے تدریجی نزول کی حکمتیں

سوال یہ ہے کہ قرآن مجید کے تدریجی نزول کی حکمتیں کیا کیا ہیں؟ معارف القرآن میں حضرت اقدس مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے چار حکمتیں بیان کی ہیں۔

اول: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امی تھے، لکھے پڑھے نہیں تھے۔ اگر پورا قرآن مجید ایک ساتھ نازل کر دیا جاتا تو اس کا یاد رکھنا اور ضبط کرنا دشوار ہو جاتا۔ برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے اس لیے انھیں مکمل تورات ایک ساتھ دی گئی۔

دوم: اگر پورا قرآن مجید ایک ساتھ اتار دیا جاتا تو احکام کی پابندی فوراً لازم ہو جاتی۔ اور یہ اس حکیمانہ تدریج کے خلاف ہے، جو شریعت محمدی علی صاحبہا الصلوات و التسلیمات میں ملحوظ رکھی گئی۔

سوم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر روز اپنی قوم کی طرف سے نئی نئی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ ایسے موقعہ پر جبرئیل علیہ السلام کا بار بار آنا اذیت کو آسان بنا دیتا تھا اور آپ کے لیے تقویت قلب کا سبب بنتا تھا۔

چہارم: قرآن کریم کا ایک بڑا حصہ لوگوں کے سوالات کے جوابات اور مختلف واقعات سے متعلق ہے۔ اس لیے ان آیتوں کا نزول اسی وقت مناسب تھا جب وہ سوالات کیے گئے یا وہ واقعات پیش آئے۔ اس سے مسلمانوں کی بصیرت بڑھتی تھی اور غیبی خبریں بیان کرنے سے قرآن کریم کی حقانیت اور زیادہ آشکارا ہو جاتی تھی۔ (معارف القرآن: ۲۹/۱)

پنجم: چند عرصہ قبل میں نے ایک کتاب کے کچھ اوراق سرسری طور پر دیکھے تھے، اس میں ایک اور حکمت پڑھی تھی، افادہ واستفادہ کی غرض سے یہاں لکھ دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ اس کتاب نے مشرکین کو جھنجوڑا ہے کہ اگر تم یہ کہتے ہو کہ اس کلام کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ لیا ہے تو اس جیسا کلام بنا کر پیش کرو۔ تھوڑا تھوڑا اتار کر انہیں ہر مرتبہ جھنجوڑا جاتا ہے۔ پورا کلام ایک ساتھ اتار دیا جاتا تو جھنجوڑنا ایک ہی مرتبہ ہوا اور تھوڑا تھوڑا اتارنے میں دو فائدے ہیں۔ ایک بار بار جھنجوڑنا اور دوسرا ہر نازل شدہ آیت کا جھنجوڑنا اور چیلنج کرنا۔ (مقالات دار العلوم ماٹلی والا رص: ۴۹)

(۳) اس میں مذکور ہر چیز کی تصدیق کی جائیں، ہر حکم اور ہر نہی کو حق اور عدل وانصاف پر مبنی مانا جائیں۔

(۴) اس کتاب میں جو چیز حلال ہے اسے حلال اور جو چیز حرام ہے اسے حرام سمجھا جائیں۔

(۵) یہ کتاب قیامت تک کے لیے کتاب ہدایت ہے اب اسے کوئی کتاب یا کسی نبی کی تعلیم منسوخ نہیں کرسکتی۔

دوسرا حق: حق تلاوت

اس مبارک کتاب کا دوسرا حق صبح وشام اور حسب وسعت اس کی تلاوت کرنا ہے بلکہ یہ اس پر ایمان کا عین تقاضہ ہے۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ ﴾ [البقرة: ۱۲۱]

جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے، وہ اس کو (ایسا) پڑھتے ہیں جیسا اس کے

پڑھنے کا حق ہے۔یہی لوگ اس پر ایمان رکھنے والے ہیں،اور جو اس کو نہیں مانتے، وہ خسارہ پانے والے ہیں۔

حق تلاوت میں درج ذیل باتیں ضروری ہے۔

اول:اسے تجوید سے پڑھا جائیں۔

دوم:روزانہ اسکی تلاوت کی جائیں۔

چار انسان چار مثالیں

بخاری شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے ترنج کی سی ہے کہ اس کا مزہ بھی اچھا اور اس کی خوشبو بھی عمدہ ہے،اور وہ مؤمن جو نہیں پڑھتا کھجور کی طرح ہے کہ اس کا مزہ تو اچھا ہے لیکن اس میں خوشبو نہیں،اور اس فاسق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے پھول کی طرح ہے کہ اس کی خوشبو تو اچھی ہے،لیکن اس کا مزہ کڑوا ہے،اور جو فاسق قرآن نہیں پڑھتا اس کی مثال اندرائن کی سی ہے کہ اس کا مزہ بھی کڑوا ہے اور کوئی خوشبو بھی نہیں۔(بخاری : کتاب فضائل القرآن/فضل القرآن علی سائر الکلام/رقم الحدیث:۵۰۲۰)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں روایت نقل کی ہے:

وکان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن

کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام رمضان المبارک میں ہر رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتے تھے اور دور کرتے تھے۔(بخاری: کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/رقم

الحدیث:۲)

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ان کی بہن رونے لگی۔آپ نے ان کی جانب دیکھ کر فرمایا کیوں روتی ہو؟ دیکھو گھر کے اس حصے کو! جس میں تمھارے بھائی نے اٹھارہ ہزار دفعہ قرآن کریم کی تلاوت کی ہے۔اسی طرح حضرت ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند کو تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ تمھارے باپ کو ضائع نہیں کرے گا، جس نے چالیس سال سے ہر رات قرآن ختم کیا ہے۔اور چالیس سال تک پشت کو زمین سے نہیں لگایا، سال تک روزانہ ایک ختم کرتے، اسی رمضان کے روزے رکھے، وفات چھیانوے سال میں ہوئی۔(اسلاف کا ذوق تلاوت،ص:۴۸)

عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت

عبداللہ بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ ان کی وفات کے وقت پر ان کی لڑکی رونے لگی، انھوں نے تسلی دی کہ مت رو، تمھارا والد اس گھر میں چار ہزار دفعہ قرآن مجید کی تلاوت کر چکا ہے۔

(صفة الصفوة ۹۸/۲)

عبدالعزیز المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت

عبدالعزیز المقدس رحمۃ اللہ علیہ ابدال میں سے ہیں۔انھوں نے بلوغ سے ہی گناہوں سے بچنے کی بڑی فکر کی اور اس کا اہتمام کرتے رہے۔ان کا بیان ہے کہ بلوغ سے لے کر اخیر عمر تک ان کی لغزشیں چھتیس ہوئی۔نیز انھوں نے اُن میں سے ہر غلطی پر ایک لاکھ دفعہ استغفار کیا اور ہر غلطی کے لیے ایک ہزار رکعت نماز ادا کی، ہر غلطی کی جانب سے ایک دفعہ قرآن ختم کیا

ہے۔اس کے باوجود بھی میں اللہ کے غصے سے مامون نہیں کہ وہ میری پکڑ فرمادے اور میں توبہ کی قبولیت کی امید پر ہوں۔(صفۃ الصفوۃ ۲/۳۹۵)

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقِ تلاوت

شیخ ابوالفرج ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ معروف عالم دین ہیں اور بے شمار کتابوں کے مصنف ہیں۔ان کے وعظ میں کئی کئی لوگ تائب ہوجاتے۔تقریباً اسی سال عمر ہوئی۔ہر ہفتے میں ایک دفعہ قرآن ختم فرماتے۔(اسلاف کا ذوق تلاوت ص:۶۴)

ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الاذکار'' لکھا ہے ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کا روزانہ کا معمول آٹھ قرآن کریم ختم کرنے کا تھا۔(اسلاف کا ذوق تلاوت ص:۵۵)

سوم: اچھی راگ سے پڑھا جائیں۔

اچھی آواز سے تلاوت کی فضیلت

(۱) حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن حکیم کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔(ابوداود: کتاب الصلوۃ/باب استحباب الترتیل فی القراءۃ/رقم الحدیث: ۱۴۶۸)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی فعل پر اس قدر اجر عطا نہیں فرماتا جتنا نبی کے خوش اِلحانی سے قرآن مجید پڑھنے پر اجر عطا فرماتا ہے۔(بخاری: کتاب فضائل القرآن/باب من لم یتغن بالقرآن/رقم الحدیث: ۵۰۲۴)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم

میں سے نہیں ، جو قرآن مجید کو خوب خوش اِلحانی کے ساتھ نہیں پڑھتا۔(بخاری : کتاب التوحید/باب قول اللہ تعالیٰ واسروا قولکم او اجھروا بہ/رقم الحدیث:۷۵۲۷)

(۴) حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بندے کی آواز کو جو خوبصورت آواز سے قرآن پڑھتا ہو اس مالک سے بھی زیادہ محبت سے سنتا ہے جو اپنی خوبصورت آواز والی کنیز (کے گانے) کی آواز سنتا ہو۔(ابن ماجۃ: کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنۃ فیھا/باب حسن الصوت بالقرآن/رقم الحدیث: ۱۳۴۰)

(۵) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ الفتح کی تلاوت فرمائی۔اور میں نے اس سے اچھی قرات پہلے کبھی نہیں سنی۔(بخاری: کتاب فضائل القرآن/باب القراءۃ علی الدابۃ/رقم الحدیث: ۵۰۳۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت

قیس بن ابی مروان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کوفہ سے مدینہ منورہ آیا۔میں نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہا کہ کوفہ میں ایک بندہ ہے جو اپنے حافظے سے لوگوں کو قرآن کریم املا کرواتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو بھڑک گئے اور فرمایا کون ہے؟ کس کو اپنے حافظے پر اتنا اعتماد ہے؟ انھوں نے کہا وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔بس یہ نام سنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ سرد ہو گیا اور فرمایا کہ میری نظر میں روئے زمین پر ان سے بڑا قرآن کریم کا کوئی عالم نہیں بچا ہے۔

پھر اپنی بات کی تائید میں ایک واقعہ سنایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لا کر دیر رات تک مشورہ فرماتے تھے۔ایک مرتبہ دیر ہو گئی، میں بھی ساتھ

تھا۔ جب واپسی ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ مسجد نبوی کے ایک گوشے میں ایک صاحب قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا قرآن سننے لگے۔ ہم نے اندازہ لگایا کہ نماز میں تلاوت کرنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جسے یہ بات پسند کرے وہ اس طرح تروتازگی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرے جس طرح اتارا گیا تو اس چاہیے کہ وہ ابن ام عبد (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) کے جیسا قرآن پڑھے۔ (مشعل راہ ص: ۷۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حسنِ قرأت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چار لوگوں کے متعلق فرمایا تھا کہ ان سے قرآن سکھو۔ وہ چار بندے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں رضی اللہ عنہ۔ (بخاری: کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم / باب مناقب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۳۶۷۰)

نیز حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حسنِ قرائت کا اندازہ اس سے بھی لگا سکتے ہیں کہ خود پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ایک مرتبہ قرآن کریم سننے کی درخواست کی اور انھوں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سورۂ نساء کی کچھ آیتیں تلاوت کی یہاں تک کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں بھر آئیں۔ (بخاری: کتاب فضائل القرآن / باب البکاء عند قراءۃ القرآن / رقم الحدیث: ۵۰۵۵)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی قرأت

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے ابوموسیٰ! بے شک تمھیں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے)

آل داؤد کی خوش اِلحانی عطا کی گئی ہے۔(بخاری: کتاب فضائل القرآن/باب حسن الصوت بالقراءۃ/رقم الحدیث: ۵۰۴۸)

گویا علامہ ہوگیا

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''غنیۃ الطالبین'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ کوفہ کے کسی علاقے میں جارہے تھے، کہ ایک جگہ گنہگاروں کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا، ایک گویّا -جس کا نام ''زَاذان'' تھا- گارَہا تھا، اور سارنگی بجارہا تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اُس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا کہ کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی! اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر گزرے ہوئے چلے گئے، زاذان نے اُن کو بولتے ہوئے دیکھا، لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور یہ ارشاد فرما گئے۔ اس پر اِس جملے کی کچھ ایسی ہَیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں، اور قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگ گئے، اور علامۂ وقت ہوئے۔ (فضائل اعمال رص: ۵۳۱)

عشق قرآن کا عجیب واقعہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک واقعہ اپنے والد بزرگوار سے سن کر اپنی کتاب ''انفاس العارفین'' میں نقل کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ پنجاب کے کھیری نامی گاؤں میں ایک نوجوان عبداللہ نامی رہتا تھا۔ بچپن ہی میں وہ یتیم ہوگیا اور والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ جب یہ بڑا ہوا تو اسے شوق لاحق ہوا کہ کسی اللہ والے کی خدمت میں رہنا چاہیے اور تصوف وسلوک کے مراحل طے کرنا چاہیے۔ لوگوں سے پوچھا کہ کسی اللہ کے ولی کی رہبری کر

سکتے ہو؟ لوگوں نے بتلایا کہ اس ویرانے میں ایک چھوٹی سی مسجد میں اللہ کا ایک ولی رہتا ہے، تم وہاں چلے جاؤ اور اپنا مقصد پورا کرو۔

عبداللہ نامی یہ بندہ تلاش کرتے کرتے وہاں پہونچا تو دیکھا ایک استاذ ہیں اور بہت سے شاگردان کے سامنے بیٹھے ہیں۔ عبداللہ نے جا کر کہا حضرت! آپ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لیے آئے ہیں، لہٰذا آپ ہمیں بیعت فرمالیں۔ استاذ نے کہا بیٹا! بیعت کرنا بڑوں کا کام ہے، میں تو یہاں بیٹھ کر اللہ کے کلام کی خدمت کرتا ہوں۔ یہ بچے میرے پاس بیٹھ کر قرآن کریم حفظ کر رہے ہیں، اگر تم بھی یہ دولت حاصل کرنا چاہو تو یہاں بیٹھ جاؤ۔

عبداللہ کو یہ بات سمجھ میں آ گئی اور اس نے حفظ کرنا شروع کر دیا۔ ایک مدت ہونے کے بعد اس نے حفظ مکمل کر لیا۔ پھر استاذ اور شاگرد کے درمیان ایسا مضبوط رشتہ بنا کہ دونوں کا یہ معمول ہو گیا کہ فجر کی نماز کے بعد کبھی استاذ پڑھتے اور شاگرد سنتے ہیں، کبھی شاگرد پڑھتے ہیں تو استاذ سنتے ہیں۔

ایک مرتبہ استاذ پڑھ رہے تھے اور شاگرد سن رہے تھے۔ استاذ مست ہو کر قرآن کریم کی تلاوت میں مصروف تھے، انھیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ کون آ رہا ہے اور کون جا رہا ہے؟ شاگرد نے دیکھا کہ ایک جماعت آ رہی ہے، سفید لباس میں ملبوس ہے، چہرے ایسے نورانی کہ ایسے چہروں کی کبھی زیارت نہیں ہوئی۔ یہ جماعت دیر تک کھڑی رہی اور استاذ کی تلاوت کو سنتی رہی۔ پھر اس جماعت کے امیر نے جاتے جاتے کہا ''اللہ برکت دے، اس نے تلاوت کا حق ادا کر دیا۔''

استاذ نے یہ سنا، لیکن تلاوت کی وجہ سے آنکھیں بند تھیں۔ جب یہ جماعت گزر گئی

اور تلاوت ختم ہوئی تو استاذ نے پوچھا بیٹا! کون لوگ تھے؟ شاگرد نے کہا حضرت! پتہ نہیں، لیکن زندگی میں ایسے حسین چہرے والے کبھی دیکھے نہیں۔ ابھی یہ دونوں گفتگو میں مصروف تھے کہ اس جماعت کا بچھڑا ہوا ایک جوان آیا اور پوچھا کہ کیا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں سے گزرے ہیں؟ میں علی ہوں، گزشتہ رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس ویرانے میں ایک استاذ اور ایک شاگرد اس انداز میں قرآن کریم کی تلاوت فرمارہے ہیں کہ اس کے چرچے آسمانوں پر ہورہے ہیں، ہم بذات خود ان کا قرآن سننے چلیں گے۔ جب یہ بات کہی تو دونوں کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ (تجوید وقرائت کا پیغام خدام قرآن کے نام رص:۳۲۶)

چہارم: تلاوت کے ظاہری آداب جیسے طہارت وغیرہ کا اہتمام کیا جائیں۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل قرآن میں قرآن کریم کی تلاوت کے چھ ظاہری آداب اور چھ باطنی آداب بیان فرمائے ہیں۔

تلاوت قرآن کے ظاہری آداب

(۱) انتہائی احترام سے باوضو قبلہ رو بیٹھیں۔

(۲) پڑھنے میں جلدی نہ کریں، ترتیل وتجوید سے پڑھیں۔

(۳) رونے کی کوشش کریں چاہے بتکلف ہی کیوں نہ ہو۔

(۴) آیات رحمت اور آیات عذاب کا حق ادا کریں۔

(۵) اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف وحرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھیں، ورنہ آواز سے پڑھیں۔

(۶) خوش الحانی سے پڑھیں، اس لیے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث

میں تاکید آئی ہے۔(فضائل اعمال،ص:۴۹۹)

تلاوت قرآن کے باطنی آداب

(۱) کلام پاک کی عظمت دل میں رکھیں کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔

(۲) حق سبحانہ وتعالیٰ کی علوشان اور رفعت وکبریائی کو دل میں رکھیں جس کا یہ کلام ہے۔

(۳) دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھیں۔

(۴) معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھیں۔

(۵) جن آیات کی تلاوت کررہا ہے دل کو ان کے تابع بنادیں۔مثلاً اگر آیات رحمت زبان پر ہو تو دل سرور محض بن جائے اور آیت عذاب ہو تو دل لرز جائیں۔

(۶) کانوں کو اس درجہ متوجہ بنادیں کہ گویا خود حق تعالیٰ کلام کررہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔

پنجم: ترتیل سے یعنی سکون واطمینان سے اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھا جائے۔(فضائل اعمال،ص:۴۹۵)

تیسرا حق: حق عمل

اس مبارک کتاب کا ایک حق یہ بھی ہے کہ اس میں جو احکام ہیں ان کے مطابق عمل کیا جائے اس لیے کہ قرآن کے نزول کا مقصد اول یہی ہے۔

آج ہم نے اس کو فقط تعویذ کی کتاب سمجھ لیا ہے، مگر عمل کے اعتبار سے اس کو بالائے طاق رکھ دیا۔میدان عرفات کے تاریخی خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، اگر تم نے تھام لی تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوسکتے۔ایک قرآن کریم اور دوسرا میری سنت۔(مشکوۃ المصابیح/ص:۳۱)

آج دونوں ہی سے ہم نے کنارہ کشی اختیار کرلی نتیجۃً ہم بربادی کی کھائی میں جا

گرے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشا دارالعلوم میں تشریف فرما تھے، علما کا بہت بڑا مجمع سامنے تھا، اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلما درویش نے برسوں تک علما کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً و معناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر ہر بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائیں اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائیں، اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائیں۔ (وحدت امت رص:۳۹)

چوتھا حق: حق تدبر و تفکر

قرآن کا ایک حق یہ بھی ہے اسے سمجھنے کی کوشش کی جائیں اور اس کے معانی کی گہرائی تک پہونچنے کے لیے اس میں تدبر سے کام لیا جائیں۔

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۝﴾ [ص:۲۹]

یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہل عقل نصیحت پکڑیں۔

سورۂ محمد میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۝﴾ [محمد:۲۴]

یہ لوگ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے؟ یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہیں۔

آج ہم نے اس حق کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ اگر ہم خود سے تدبر وتفکر نہیں کر سکتے تو جن جگہوں پر محفل درس قرآن کا انعقاد ہوتا ہے وہاں جا کر بیٹھیں اور سنیں کہ ہمارا رب ہم سے کیا خطاب کرتا ہے۔ آج کے پرفتن دور میں یہی مجالس دین کے مضبوط حفاظتی قلعے ہیں۔

پانچواں حق: حق تعلیم وتبلیغ

قرآن مجید کا ایک حق عظیم اس کی تعلیم وتبلیغ ہے۔ تعلیم کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

خیرکم من تعلم القرآن و علمه

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری: کتاب فضائل القرآن/باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه/رقم الحدیث:۵۰۲۷)

اور تبلیغ کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

بلغوا عنی ولو آیة

میری طرف سے لوگوں کو پہونچاؤ خواہ ایک آیت ہی ہو۔(بخاری: کتاب احادیث الانبیاء صلوات اللہ علیہم/باب ماذکر عن بنی اسرائیل/رقم الحدیث: ۳۴۶۱)

افسوس صد افسوس! آج ہم نے اس حق کو بھی ضائع کر دیا۔ ہماری تعلیم وتبلیغ کا دائرہ محدود ہو گیا۔ اصل تعلیم وتبلیغ تو قرآن مجید کی ہے ہم نے اس کو چھوڑ دیا ہے۔ تمام تر توجہات عصری تعلیم کی طرف مرکوز ہو گئی ہے، اس کو دینی تعلیم پر فوقیت دے دی، حالانکہ قرآن مجید کی تعلیم کا حق مقدم ہے اور یہی چیز دنیا میں، برزخ میں اور محشر میں کام آنے والی ہے۔

اللہ رب العزت ہمیں نعمت قرآن کی قدردانی نصیب فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۰)

تفسیر اوائل حٰمٓ

تعارف

۲۰/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۱/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: جمعرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿حٰمٓ ○ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ○ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ؕ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ○﴾ [الغافر: ۱، ۲، ۳]

تمہید

یہ سورۂ غافر کی ابتدائی تین آیتیں ہیں۔اس سورت کا دوسرا نام مؤمن بھی ہے۔اس سورت کی ابتدائی آیت میں ہی باری تعالیٰ کی صفت غافر کو (یعنی بخشنے والا) بیان کیا گیا ہے، اس لیے یہ نام رکھا گیا۔اور مؤمن نام اس وجہ سے کہ اس سورت میں آل فرعون میں سے ایک مؤمن شخص کا ذکر ہے۔

حوامیم کی خصوصیات

یہاں سے سورۂ احقاف تک سات سورتیں حٰم سے شروع ہوتی ہیں ان کو آل حٰم یا حوامیم کہا جاتا ہے۔(معارف القرآن: ۷/ ۵۸۱)

(۱) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آل حٰم دیباج القرآن ہے (دیباج ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔مراد اس سے زینت ہے) (معارف القرآن: ۷/ ۵۸۱)

(۲) حضرت مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو عرائس کہا جاتا ہے۔یعنی دلہنیں۔ (معارف القرآن: ۷/ ۵۸۱)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک مغز اور خلاصہ ہوتا ہے۔ قرآن کا خلاصہ آل حم ہیں یا فرمایا کہ حوامیم ہیں۔ (معارف القرآن: ۷/۵۸۱)

(۴) حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنے اہل وعیال کی رہائش کے لیے جگہ کی تلاش میں نکلا۔ تو کسی ہرے بھرے میدان کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ اچانک آگے بڑھا تو ایسے باغات ملے جن کی زمین میں اگانے کا مادہ سب سے زیادہ ہے ان کو دیکھ کر کہنے لگا میں تو بارش کی پہلی ہی ہریالی کو دیکھ کر تعجب کر رہا تھا۔ یہ تو اس سے بھی عجیب تر ہیں۔ تو اس سے یہ کہا جائے گا کہ پہلی ہریالی اور سرسبزی کی مثال عام قرآن کی مثال ہے اور باغات کی مثال قرآن میں سے آل حم کی ہے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں تلاوت قرآن کرتے ہوئے آل حم پر آجاتا ہوں تو گویا ان میں میری بڑی تفریح ہوتی ہے۔ (معارف القرآن: ۷/۵۸۱)

حروف مقطعات

حٰم حروف مقطعات میں سے ہیں۔ قرآن کریم کی کچھ سورتوں کے آغاز میں کچھ حروف ہیں جو الگ الگ کر کے پڑھے جاتے ہیں، ان کو حروف مقطعات کہا جاتا ہے، ان کے معانی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جانتا نہیں، اور ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا مطلب بیان کیا گیا ہو، لیکن امت کے سامنے تبلیغ سے روک دیا گیا ہو۔ اس سورت میں یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان راز ہوئے۔

حٰم کا مطلب

محقق شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں بیان کرتے ہیں کہ "حٰم" دو حرفوں پر مشتمل

مکمل آیت ہے، ان حروف میں ح کا اشارہ حق کی طرف اور م کا اشارہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سمجھیں گے، اور مطلب یہ ہوگا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ بھی لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ سراسر حق پر مشتمل ہے اور اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ (معالم العرفان: ۲۵۸/۱۶)

بعض علما فرماتے ہیں کہ ح کا اشارہ حکیم اور م کا اشارہ ملک کی طرف ہے، گویا یہ حروف حکیم اور ملک کا مخفف ہیں اور اس لحاظ سے حم کا مطلب یہ ہوگا کہ حکم بھی پروردگار عالم کا ہے اور بادشاہی بھی اسی کی ہے، ظاہر ہے کہ پوری کائنات کی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس میں حکم بھی اسی کا چلتا ہے۔ (معالم العرفان: ۲۵۹/۱۶)

بعض کہتے ہیں حٰم اللہ تعالیٰ کا بہت ہی بابرکت نام ہے۔ (معالم العرفان: ۲۵۹/۱۶)

حق تعالیٰ کی صفات

اس سورت کی ان چند ابتدائی آیات میں باری تعالیٰ عزوجل کی چند صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ حروف مقطعات کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ کتاب اتاری گئی اس ذات کی جانب سے جو زبردست ہے اور خوب جاننے والی ہے۔

پہلی صفت

حق تعالیٰ کی پہلی صفت بیان ہوئی کہ وہ عزیز ہے۔ عزیز کا مطلب بیان کرتے ہوئے مفسرین کرام فرماتے ہیں:

القادر علی کل شیئ ولا یعجزہ شیئ فی استعمال قدرتہ

یعنی جو ہر چیز پر قادر ہو اور جس کے استعمال قدرت میں کوئی چیز رکاوٹ نہ ڈالے۔

(خزائن القرآن رص:۵۹)

دوسری صفت

حق تعالیٰ کی دوسری صفت بیان ہوئی کہ وہ علیم ہے یعنی خوب علم والا۔اس کے علم کی کوئی انتہا نھیں ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام روانہ ہوئے اور سمندر کے قریب پہونچے تو انھیں ایک کشتی ملی۔کشتی والوں نے انھیں بے اجرت بٹھالیا پھر (اسی اثنا میں) ایک چڑیا آئی، اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی اور اس نے ایک چونچ یا دو چونچیں دریا میں ماریں، خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ! میرے علم اور تمھارے علم نے اللہ کے علم سے اس چڑیا کی چونچ کی بقدر بھی کم نھیں کیا ہے۔(معارف القرآن:۵/۲۰۸)

تیسری صفت

آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ کی تیسری صفت بیان ہوئی غافر الذنب کہ وہ گناہوں کو بڑا بخشنے والا ہے۔اسے تو جب معمولی ادا پسند آجاتی ہے تو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

ایک شرابی کی مغفرت کا واقعہ

ہمارے یہاں مدارس میں ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے ''نفحۃ العرب''۔اس میں ایک واقعہ لکھا ہے۔

ایک شرابی کے ہاں ہر وقت شراب کا دور رہتا تھا۔ایک مرتبہ اس کے دوست احباب جمع تھے اور شراب تیار تھی اس نے غلام کو چار درہم دیے کہ وہ بازار سے دوستوں کو کھلانے کے لیے کچھ پھل خرید کر لے آئے۔وہ غلام بازار جارہا تھا کہ راستے میں حضرت منصور بن عمار

بصری رحمۃ اللہ علیہ کی محفل سے گزر ہوا وہ کسی فقیر کے واسطے لوگوں سے کچھ مانگ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جو اس فقیر کو چار درہم دیگا میں اسکو چار دعائیں دوں گا۔ اس غلام نے وہ چار درہم اس فقیر کو دے دیے۔

حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا بتا کیا دعائیں چاہتا ہے؟ غلام نے کہا میرا ایک آقا ہے میں اس سے آزادی چاہتا ہوں۔ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے دعا فرمائی اور پوچھا دوسری دعا کیا چاہتا ہے؟ غلام نے کہا مجھے ان درہم کا بدل مل جائے، حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی دعا کر دی اور پوچھا بتا تیسری دعا کیا چاہتا ہے؟ غلام نے کہا اللہ تعالیٰ میرے سردار کو بھی توبہ کی توفیق دے اور اس کی دعا قبول کر لے، حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دعا بھی کر دی اور پوچھا چوتھی دعا کیا چاہتا ہے؟ غلام نے کہا حق تعالیٰ میری، میرے سردار کی، تمھاری اور تمام مجمع کی مغفرت کر دیں۔ حضرت منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بھی دعا کر دی۔

اس کے بعد وہ خالی ہاتھ اپنے سردار کے پاس چلا گیا۔ سردار اسی کے انتظار میں تھا دیکھ کر کہنے لگا اتنی دیر لگا دی، غلام نے قصہ بیان کیا تو سردار بجائے غصّہ ہونے کے پوچھنے لگا کہ کیا کیا دعائیں کروائیں؟ غلام نے کہا پہلی تو یہ کہہ میں غلامی سے آزاد ہو جاؤں۔ سردار نے کہا میں نے تجھے آزاد کر دیا۔ دوسری دعا کیا تھی؟ غلام نے کہا مجھے ان درہم کا بدلہ مل جائے۔ سردار نے کہا میری طرف سے تجھے چار ہزار درہم عطیہ ہیں، تیسری دعا کیا تھی؟ غلام نے کہا اللہ تعالیٰ تجھے شراب نوشی اور تمام گناہوں سے توبہ کی توفیق دیں۔ سردار نے کہا میں نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی ہے۔ چوتھی دعا کیا تھی؟ غلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میری، آپ کی، ان بزرگ کی اور تمام مجمع کی مغفرت کریں، سردار نے کہا کہ یہ تو میرے اختیار میں نہیں ہے۔

رات کو سردار کو خواب میں ایک آواز سنائی دی کہ جب تو نے وہ سارے کام کر لیے جو تیرے اختیار میں تھے تو کیا اللہ وہ نہیں کرے گا جو اس کے اختیار میں ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تم سب کی مغفرت کر دی ہے۔(نفحۃ العرب رص:۲۲۲)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا پڑوسی

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پڑوس میں ایک شرابی رہتا تھا۔ جب اس کا انتقال ہوا تو اُس وقت حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سو رہے تھے۔آپ نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ جاؤں تمھارے پڑوسی کا انتقال ہوا ہے اس کی جنازے کی نماز پڑھ کر اسے دفن کرو۔آپ کو بڑا تعجب ہوا آپ نے تحقیق کی اس کے گھر والوں سے پوچھا تو نے بتلایا کی بڑا شرابی اور فاسق تھا مگر اس نے مرنے سے پہلے اس طرح کے جملے کہے اے وہ ذات پاک! جو دنیا اور آخرت کی مالک ہے اس بندے کی مغفرت فرما جس کے پاس نہ دنیا ہے اور نہ آخرت۔(خطبات فقیر:۱۲/ ۱۴۴)

یحییٰ بن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا واقعہ

یحییٰ ابن اکثم رحمۃ اللہ علیہ کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حساب کی جگہ کھڑا کر کے دریافت کیا کہ تم نے فلاں فلاں کام کیے ہیں؟ مجھ پر خوف و ہراس طاری ہو گیا مگر میں نے عرض کیا اے باری تعالیٰ! مجھے آپ کے بارے میں ایسی کوئی خبر نہیں ملی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر کیسی خبر ملی تھی؟ میں نے عرض کیا مجھ سے محدث عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ نے، ان سے حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ نے اور ان سے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے، ان سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، ان سے حضرت جبریل علیہ السلام نے اور ان سے آپ نے فرمایا کہ میں بندے کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہوں جو وہ مجھ سے گمان رکھتا ہے اور میرا گمان تو یہ تھا کہ آپ میری مغفرت فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جبریل نے سچ کہا، میرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچ کہا، انس نے سچ کہا، زہری نے سچ کہا، معمر نے سچ کہا اور عبدالرزاق نے سچ کہا، جاؤ میں نے تم پر رحم کیا۔ حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پھر مجھے بہت ہی عمدہ قیمتی جوڑا پہنایا گیا، جنت کے فرشتے میرے آگے آگے چلتے تھے اور مجھے ایسی خوشبو ملی جیسی میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ (نفحۃ العرب رص:۲۰۸)

کفل کی مغفرت کا عجیب واقعہ

ترمذی شریف میں روایت ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے اگر میں نے اسے ایک یا دو بار سنا ہوتا یہاں تک کہ سات مرتبہ گنا تو میں اسے تم سے بیان نہ کرتا، لیکن میں نے اسے اس سے زیادہ مرتبہ سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمارہے تھے: بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا جو کسی گناہ کے کرنے سے پرہیز نہیں کرتا تھا، چنانچہ اس کے پاس ایک عورت آئی، اس نے اسے ساٹھ دینار اس لیے دیے کہ وہ اس سے بدکاری کرے گا، لیکن جب وہ اس کے آگے بیٹھا جیسا کہ مرد اپنی بیوی کے آگے بیٹھتا ہے تو وہ کانپ اٹھی اور رونے لگی، اس شخص نے پوچھا کہ تم کیوں روتی ہو؟ کیا میں نے تمھارے ساتھ زبردستی کی ہے؟ وہ بولی کہ نہیں لیکن آج میں وہ کام کررہی ہوں جو میں نے کبھی نہیں کیا اور اس کام کے کرنے پر مجھے سخت ضرورت نے مجبور کیا ہے، چنانچہ اس نے کہا کہ تم ایسا غلط کام کرنے جارہی ہے جسے تم نے کبھی نہیں کیا، اس لیے تم جاؤ، وہ سب دینار بھی

تمھارے لیے ہیں، پھراس شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم! اب اس کے بعد میں کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نھیں کروں گا، پھراسی رات میں اس کا انتقال ہوگیا، چنانچہ صبح کواس کے دروازے پر لکھا ہوا تھا بیشک اللہ تعالیٰ نے کفل کوبخش دیا۔(ترمذی: ابواب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ/رقم الحدیث: ۲۴۹۶)

چوتھی صفت

آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ کی چوتھی صفت یان ہوئی قابل التوب کہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

دونوں میں فرق

اس سے پہلے والی صفت بیان ہوئی کہ وہ گناہوں کو بہت بخشنے والا ہے اور یہاں صفت بیان ہوئی کہ وہ بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ دونوں صفتیں معنیٰ کے اعتبار سے قریب قریب ہے، البتہ تھوڑا سا فرق ہے۔ پہلی صفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے بھی بخشنے پر قادر ہے اور دوسری صفت کا مطلب یہ ہے کہ توبہ کرنے کے بعد توبہ قبول کرنے کی بھی شان وہ رکھتا ہے۔(معارف القرآن: ۷/ ۵۸۳)

ایک جنتی عورت کی توبہ

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت جہینہ قبیلہ کی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس حال میں کہ وہ زنا سے حاملہ تھی اس نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں حد کے جرم کو پہنچی ہوں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر حد قائم کریں تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا کہ اسے اچھی طرح رکھنا۔ جب حمل وضع ہوجائے تو

اسے میرے پاس لے آنا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے بارے میں حکم دیا تو اس پر اس کے کپڑے مضبوطی سے باندھ دیئے گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھایا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا جنازہ پڑھاتے ہیں حالانکہ اس نے زنا کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق! اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر مدینہ والوں میں ستر آدمیوں کے درمیان تقسیم کی جائے تو انھیں کافی ہو جائے اور کیا تم نے اس سے افضل توبہ پائی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے پیش کر دیا ہے۔ (مسلم: کتاب الحدود / باب من اعترف علی نفسہ بالزنا / رقم الحدیث: ۱۶۹۶)

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے گزرے ہیں۔ زاہدین اور عارفین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ نے عجیب و غریب مقبولیت سے نوازا تھا۔ کہتے کہ جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازہ صبح کے وقت اٹھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے قبرستان پہنچتے پہنچتے عشا ہو گئی۔ مجمع کی کثرت کو دیکھ کر وقت کے امام حضرت علی ابن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ آخرت کے اعزاز سے پہلے دنیا کا یہ اعزاز ہے تو آخرت کا اعزاز کیسا ہوگا۔ آپ کی وفات پر گھر کے جنات بھی رو رہے تھے۔

مگر آپ کی ابتدائی زندگی بڑی عجیب و غریب گزری۔ شراب و کباب کی مجلس میں مصروف رہتے تھے۔ ایک مرتبہ شراب و کباب کی مجلس چل رہی تھی کہ دروازہ پر کسی نے دستک دی۔ آپ کی باندی دروازے پر پہونچی تو آنے والے نے پوچھا کہ مکان مالک آزاد ہے یا

غلام؟ باندی نے جواب دیا کہ وہ آزاد ہے اس آنے والے نے کہا تبھی تو ایسا ہے غلام ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ بیشر حافی شراب کے نشے میں مست ہے، مگر انھوں نے یہ گفتگو سن لی تو دوڑے ہوئے آئے تو دیکھا وہ شخص جا چکا ہے۔ باندی سے پوچھا وہ شخص کس طرف گیا؟ باندی نے پتہ بتایا تو بشر حافی اس کی طرف گئے اور اس سے پوچھا تم نے کیا کہا؟ وہ شخص نے کہا کہ میں نے اتنا پوچھا کہ یہ مکان مالک آزاد ہے یا غلام؟ باندی نے جواب دیا تھا کہ آزاد ہے۔ میں نے کہا تب ہی ایسا ہے، غلام ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ اس کے یہ جملے سن کر بھی بشر حافی بے اختیار چیخ اٹھے اور فرمایا کہ نہیں میں غلام ہوں، میں غلام ہوں، میں اللہ کا غلام ہوں۔ اسی وقت اسے آپ نے توبہ کر لی۔

کہتے ہیں کہ جس وقت آپ نے توبہ کی اس وقت آپ نے پیر میں جوتیاں نہیں پہنی تھی کھلے پر تھے۔ آپ نے قسم کھائی تھی کہ اب میں کبھی پیر میں جوتیاں نہیں پہنوں گا، بلکہ کھلے پیر رہوں گا۔ عربی زبان میں کھلے پیر کو حافی کہا جاتا ہے، اس لیے آپ کو حافی کہا جاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس توبہ کی برکت پر وہ مقام عطا فرمایا کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب درس دیتے ہیں اور حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے ہیں تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند سے کھڑے ہو کر ان کو بٹھاتے ہیں۔ کچھ طلبہ نے حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حضرت! یہ تو عالم نہیں پھر آپ ان کا اتنا اعزاز کیوں کرتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور بشر تو عالم باللہ ہیں۔ (واقعات پڑھیے اور عبرت لیجیے، ص: ۳۲۷)

ایک گنہگار کی توبہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نوجوان شخص، بیس سال تک عبادت میں لگا رہا، پھر شیطان نے معاصی اس کے لیے مزین کر دیے اور وہ بیس سال تک گناہوں میں پڑا رہا، پھر ایک دن اس نے اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا، تو ڈاڑھی میں ایک بال سفید نظر آیا، یہ اس کو برا لگا اور اللہ سے عرض کیا کہ الٰہی! میں نے بیس سال تک آپ کی اطاعت کی اور بیس سال نافرمانی کی، اگر میں اب آپ کی جانب لوٹ آؤں، تو کیا آپ مجھے قبول کریں گے؟ اس کو غیب سے آواز آئی:

اَحْبَبْتَنَا أَحْبَبنَاکَ ، وَتَرَکْتَنَا فَأَمْهَلْنَاکَ ، فَإِنْ رَجَعْتَ إِلَيْنَا قَبِلْنَاکَ

تو نے ہم سے محبت کی، تو ہم نے بھی تجھ سے محبت کی اور جب تو نے ہمیں چھوڑ دیا، تو ہم نے تجھے مہلت دی اور اگر تو دوبارہ ہماری جانب رخ کرے گا، تو ہم بھی دوبارہ تجھے قبول کر لیں گے۔ (احیاء العلوم مترجم: ۴/ ۳۵)

معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ بندوں کی توبہ بہت زیادہ قبول کرنے والے ہیں، اور ویسے بھی اسے وہی بندے زیادہ پسند ہیں جو خوب توبہ کرنے والے ہوں۔ حدیث پاک کا مفہوم بھی یہی ہے کہ ہر ابن آدم گناہ کرنے والا ہے اور بہترین گناہ کرنے والے وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔ (ابن ماجة: کتاب الزهد / باب ذکر التوبة / رقم الحدیث: ۴۲۵۱)

پانچویں صفت

آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ کی پانچویں صفت بیان ہوئی شدید العقاب کہ وہ سخت عذاب اور پکڑ والا ہے۔ اگر بندے کی کوئی ادا اسے پسند نہ آئے تو وہ پکڑ کر سکتا ہے اور عذاب میں گرفتار بھی کر سکتا ہے۔ اجتماعی اور انفرادی ہر اعتبار سے وہ سزا اور پکڑ پر قادر ہے۔

قوم نوح کی تباہی

جب قوم نوح کو حضرت نوح علیہ السلام مسلسل ۹۵۰ سال تک سمجھاتے رہے اور انھوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا، اپنی ضد پر اڑے رہیں تو حق تعالیٰ نے پانی کا عالگیر طوفان بھیجا، آسمان کے دروازے بھی کھول دیے گئے، زمین سے بھی پانی جوش مارنے لگا، بالآخر سب غرق ہو گئے۔ (معارف القرآن: ۳/ ۵۹۵)

قوم عاد کی تباہی

اسی طرح جب قوم عاد نے سرکشی کی اور پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت کو قبول نھیں کیا تو حق تعالیٰ نے ان پر تیز ہوا اور آندھی کا عذاب بھیجا۔ سات راتیں اور آٹھ دن تل مسلسل ہوائیں چلتی رہی اور اسی میں یہ پوری قوم ہلاک ہوگئی۔ چونکہ یہ لوگ لمبے قد و مامت والے تھے تو جب ہلاک ہوئے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے کھجور کے ستون گرے ہوں۔ (معارف القرآن: ۳/ ۶۰۱)

قوم ثمود کی تباہی

اسی طرح قوم ثمود کو عرصۂ دراز تک ان کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام سمجھاتے رہے، لیکن وہ مانے نھیں اور اپنی حرکتوں سے باز نھیں آئے، بالآخر حق تعالیٰ نے جبرئیل امین کو بھیجا اور انھوں نے ایسی بھیانک آواز نکالی کہ ان کے کلیجے پھٹ گئے اور پوری قوم تباہ ہوگئی۔ (معارف القرآن: ۳/ ۶۱۲)

قوم لوط کی تباہی

اسی طرح قوم لوط اپنی گھٹیا حرکتوں سے باز نھیں آئے اور ان کے پیغمبر حضرت لوط

علیہ السلام نے ان کو دردِ دل سے سمجھایا، مگر وہ بدفعلی میں مبتلا رہے تو حق تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ فرمالیا۔ ان کے پانچ یا سات بڑے بڑے شہر تھے اور سب سرسبز و شاداب۔ ایک بڑا شہر ان کا تھا سدوم۔ کتنے ہی باغات، کھیت، جنگلات تھے۔ مگر جب اس قوم نے حد سے تجاوز کیا اور ایسی حرکتیں کی کہ جس سے تو درندے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ نر کے اوپر نر کبھی نہیں چڑھتا مگر وہ قوم اس فعل بد میں مبتلا تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام ان کو سمجھاتے رہے، مگر جب وہ باز نہیں آئے تو اللہ کا حکم نازل ہوا۔

اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنا چاہے اور وہ کتنی ہی سپر پاور کیوں نہ ہو، اسے لشکر کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ایک ہی فرشتہ کافی ہے۔ اس قوم کی تباہی کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا اور انھوں نے پوری بستی میں اپنے پر کی ذرا سی نوک ڈال دی اور پوری بستی کو ذرا سی نوک پر اٹھالیا اور اتنی آہستگی سے اٹھالیا کہ ان کے برتنوں میں جو پانی موجود تھا وہ بھی چھلکا نہیں۔ پورے علاقے کو انسان، حیوانات، جنگلات سمیت اٹھا کر اوپر لے گئے اتنی بلندی پر کہ ان کی بستیوں کے کتوں کے بھونکنے کی آواز آسمان والوں نے سنی۔ پھر وہاں سے انھیں اوندھے منہ پٹک دیا اور اوپر سے نشان لگے ہوئے پتھر برسائے گئے۔ ایسے پتھر کہ اس پر نام لکھا ہے کہ کس کو لگنا ہے۔ اب یہ علاقہ ایک جھیل کی شکل اختیار کر گیا جس کو بحر میت کہتے ہیں اور انگریزی میں dead sea کہا جاتا ہے۔ اس کا پانی تیزابی ہے۔ کوئی سمندری جانور اس میں نہیں ہے۔ اور وہ پانی کھیت میں ڈال دے تو کھیت خراب ہو جائے۔ یہ پورا علاقہ کیوں تباہ ہوا؟ عبرت کا نشان کیوں بنا؟ (معارف القرآن: ۳/ ۶۱۸)

قوم شعیب کی تباہی

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم یعنی مدین والوں میں جہاں شرک اور بت پرستی عام تھی، اسی طرح وہ قوم ناپ تول میں بھی کمی کیا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت کے لیے خطیب الانبیا حضرت شعیب علیہ السلام کا انتخاب فرمایا۔ انھوں نے ایک زمانے تک مختلف انداز میں اپنی قوم کو سمجھایا، لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئیں، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ہلاکت کا فیصلہ فرمالیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر اول تو ایسی سخت گرمی مسلط ہوئی جیسے جہنم کا دروازہ ان کی طرف کھول دیا گیا ہو جس سے ان کا دم گھٹنے لگا نہ کسی سایے میں چین آتا تھا نہ پانی میں۔ یہ لوگ گرمی سے گھبرا کر تہہ خانوں میں گھس گئے تو وہاں اوپر سے بھی زیادہ سخت گرمی پائی۔ پریشان ہو کر شہر سے جنگل کی طرف بھاگے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک گہرا بادل بھیج دیا جس کے نیچے ٹھنڈی ہوا تھی۔ یہ سب لوگ گرمی سے بدحواس تھے دوڑ دوڑ کر اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے۔ اس وقت یہ سارا بادل آگ ہو کر ان پر برسا اور زلزلہ بھی آیا جس سے یہ سب لوگ راکھ کا ڈھیر بن کر رہ گئے (معارف القرآن: ۳/ ۶۳۰)

تو یہ حق تعالیٰ کی پکڑ کے چند نمونے ہیں۔ اسی طرح قوم فرعون کو پکڑا، ابرہہ کی قوم کو تباہ کیا۔ انفرادی اعتبار سے حق تعالیٰ کی پکڑ دیکھی جائے تو فرعون کا واقعہ، نمرود کی موت، شداد کی موت وغیرہ کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔

چھٹی صفت

آیات مذکورہ حق تعالیٰ کی چھٹی صفت بیان ہوئی ذی الطول۔ مفسرین کرام نے اس کے تین مطلب بیان فرمائے ہیں۔

(۱) طول کے ایک معنیٰ وسعت و مالداری کے ہے۔اس صورت میں اس کا مطلب ہوگا وسعت والا اور بے نیاز۔

(۲) ذی الطول کا دوسرا مطلب قدرت والا۔

(۳) ذی الطول کا تیسرا مطلب فضل واحسان والا۔ (معارف القرآن: ۷/ ۵۸۳)

ساتویں صفت

آیات مذکورہ میں حق تعالیٰ کی ساتویں صفت بیان ہوئی لا الہ الا ھو۔اس کے سوا کوئی معبود نہیں، معبود حقیقی تنہا وہی ہے۔اس جملے میں ہمیں توحید کا درس دیا گیا۔

توحید انسان کا مزاج

توحید انسان کا مزاج ہے۔انسان چاہے یا نہ چاہے، لیکن توحید اس کے مزاج وخمیر میں رکھ دیا گیا۔آپ اس کی مثال لیجیے کہ ایک شخص نے دکان شروع کی اور وہ بہت سا سامان لے کر آیا تو اب وہ کیا کرے گا؟ کیسے رکھے گا؟ تو ظاہر ہے کہ جو ایک جیسی چیزیں ہیں وہ ایک جگہ رکھے گا؟ چاول کے پڑوس میں صابن نہیں رکھے گا، بلکہ اس جیسی چیزیں گیہوں یا دال وغیرہ رکھے گا۔یہی تو توحید ہے۔اور جب دکان بند کر کے اپنے گھر جائے گا تو سارا سامان لے کر نہیں جائے گا، بلکہ توحید کو لے کر یعنی چابی کو لے کر جائے گا۔معلوم ہوا توحید انسان کا مزاج ہے۔

تو اس جملے میں ہمیں حق تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کرنے کی اور اس پر جمنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

آٹھویں صفت

آیات مذکورہ میں آٹھویں صفت بیان ہوئی الیہ المصیر۔یعنی انسان کچھ بھی کر لے اور کیسی ہی من مانی چلا لے بالآخر اسے لوٹنا تو اللہ ہی کی طرف ہے۔گویا اس جملے میں ہمیں فکر آخرت کی تعلیم دی گئی ہے۔

ان تین آیتوں کے فضائل

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے شروع دن میں آیت الکرسی اور سورۂ مومن (کی پہلی تین آیتیں حم سے الیہ المصیر تک) پڑھ لی، وہ اس دن ہر برائی اور تکلیف سے محفوظ رہے گا۔(معارف القرآن : ۵۸۲/۷)

حضرت مہلب بن ابی صفرہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ مجھ سے ایسے شخص نے روایت کی کہ جس نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ کسی جہاد کے موقع پر رات میں حفاظت کے لیے فرما رہے تھے کہ اگر رات میں تم پر چھاپہ مارا جائے تو تم حٰم لا ینصرون پڑھ لینا جس کا حاصل لفظ حٰم کے ساتھ یہ دعا کرنا ہے کہ تمھارا دشمن کامیاب نہ ہو۔ اور بعض روایات میں حٰم لاینصروا بغیر نون کے آیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ جب تم حٰم کہوں گے تو دشمن کامیاب نہ ہوگا۔اس سے معلوم ہوا کہ حٰم دشمن سے حفاظت کا قلعہ ہے۔(معارف القرآن:۵۸۲/۷)

ایک عجیب واقعہ

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت مصعب بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کوفے کے علاقے میں تھا۔میں ایک باغ کے اندر چلا گیا کہ دو رکعت پڑھ لوں۔میں نے

نماز سے پہلے حٰم المومن کی آیتیں الیه المصیر تک پڑھی، اچانک دیکھا کہ ایک شخص میرے پیچھے ایک سفید خچر پر سوار کھڑا ہے جس کے بدن پر یمنی کپڑے ہیں۔ اس شخص نے مجھ سے کہا کہ جب تم غافر الذنب کہو تو اس کے ساتھ یہ دعا کرو:

یاغافر الذنب اغفرلی

یعنی اے گناہوں کے معاف کرنے والے مجھے معاف کردے اور جب تم پڑھو قابل التوب تو یہ دعا کرو:

یا قابل التوب اقبل توبتی

یعنی اے توبہ کے قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرما، پھر جب پڑھو شدید العقاب تو یہ دعا کرو:

یا شدید العقاب لا تعاقبنی

یعنی اے سخت عقاب والے مجھے عذاب نہ دیجیے اور جب ذی الطول پڑھو تو یہ دعا کرو:

یا ذا الطول طل علی بخیر

یعنی اے انعام واحسان کرنے والے مجھ پر انعام فرما۔

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ نصیحت اس سے سننے کے بعد جو ادھر دیکھا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اس کی تلاش میں باغ کے دروازے پر آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ ایک ایسا شخص یمنی لباس میں یہاں سے گزرا ہے، سب نے کہا کہ ہم نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا۔ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ حضرت الیاس علیہ السلام

تھے، دوسری روایت میں اس کا ذکر نہیں۔ (معارف القرآن: ۷/ ۵۸۲)

ایک شامی آدمی کا واقعہ

ایک اہل شام میں سے بڑا بارعب قوی آدمی تھا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا، کچھ عرصے تک وہ نہ آیا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ امیر المومنین اس کا حال نہ پوچھئے وہ تو شراب میں بدمست رہنے لگا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے منشی کو بلایا اور کہا کہ یہ خط لکھو۔

منجانب عمر بن خطاب بنام فلاں بن فلاں۔ سلام علیک، اس کے بعد میں تمھارے لیے اس اللہ کی حمد پیش کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ گناہوں کو معاف کرنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت عذاب والا، بڑی قدرت والا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

پھر حاضرین مجلس سے کہا کہ سب مل کر اس کے لیے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو پھیر دیں اور اس کی توبہ قبول فرمائیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جس قاصد کے یہاں یہ خط بھیجا تھا اس کو ہدایت کر دی تھی کہ یہ خط اس کو اس وقت تک نہ دے جب تک کہ وہ نشے سے ہوش میں نہ آئے اور کسی دوسرے کے حوالے نہ کرے۔ جب اس کے پاس حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ خط پہونچا اور اس نے پڑھا تو بار بار ان کلمات کو پڑھتا اور غور کرتا رہا کہ اس میں مجھے سزا سے ڈرایا بھی گیا ہے اور معاف کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ پھر رونے لگا اور شراب خوری سے باز آ گیا، تو ایسی توبہ کی کہ پھر اس کے پاس نہ گیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو جب اس اثر کی خبر ملی تو لوگوں سے فرمایا کہ ایسے

معاملات میں تم سب کو ایسا ہی کرنا چاہیے کہ جب کوئی بھائی کسی لغزش میں مبتلا ہو جائے تو اس کو درستی پر لانے کی فکر کرو اور اس کو اللہ کی رحمت کا بھروسہ دلاؤ اور اللہ سے اس کے لئے دعا کرو کہ وہ توبہ کر لے۔ اور تم اس کے مقابلہ پر شیطان کے مددگار نہ بنو۔ یعنی اس کو برا بھلا کہہ کر یا غصہ دلا کر اور دین سے دور کر دو گے تو یہ شیطان کی مدد ہوگی۔ (معارف القرآن: ۷/ ۵۸۲)

اصلاح خلق کا نسخہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شامی کے ساتھ جو سلوک فرمایا اس میں اصلاح خلق اور دعوت و تبلیغ کا ایک شاندار اصول بتلایا گیا ہے۔ وہ یہ کہ اگر واقعی کسی کی اصلاح مقصود ہو تو خود دعا بھی کرنی چاہیے اور نرم تدابیر سے کام لینا چاہیے، اشتعال انگیزی سے نفع کم اور نقصان زیادہ ہوگا۔ (معارف القرآن: ۷/ ۵۸۲)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۱)

اسباب مصائب اوران کا حل

تعارف

۲۱/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۲/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: جمعہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ۝﴾

[الشوریٰ:۳۰]

تمہید

یہ سورۂ شوریٰ کی ۳۰ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں حق تعالیٰ شانہ نے یہ بتلایا ہے کہ تم پر جو کچھ مصیبتیں اترتی ہیں، وہ تمھارے ہاتھوں کے سبب یعنی تمھارے برے اعمال کے نتیجے میں ہی ہوتی ہیں۔معلوم ہوا کہ مصائب کے آنے میں ہمارے برے اعمال وکرادر کا بڑا دخل ہے۔

اللہ رب العزت نے اس دنیا کو دارالامتحان بنایا ہے۔اس دارالامتحان میں انسان کو مختلف قسم کی پریشانیوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔انسان کی زندگی مشکلات سے لبریز ہے۔کبھی کبھار یہ پریشانیاں اور مصیبتیں اجتماعیت کا روپ اختیار کرلیتی ہیں۔اس وقت یہ کسی فرد واحد کے ساتھ خاص نہیں ہوتی، بلکہ پوری قوم، پوری امت مختلف قسم کی مصائب کا شکار ہوجاتی ہے۔

اسباب زوال امت

آج ہم پر حالات کیوں؟ ہم پریشان کیوں؟ یہ امت جس کے نام سے دنیا کی باطل طاقتیں تھر تھر کانپتی تھیں آج اتنی پست اور ذلیل کیوں ہوگئی؟ یعنی ہمارے زوال کے اسباب

کیا ہیں؟ ہماری پریشانیوں کی وجوہات کیا ہیں؟ ان سارے سوالوں کا جواب یہ ہے کہ ہم پر پریشانیاں اور بلائیں اور آفتیں ہمارے اپنے اعمال کے سبب آتی ہیں۔ ہمارے اعمال اس قدر بگڑ گئے کہ اب دوسری اقوام ہمیں دیکھ کر ہمارے دین اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعنہ دینے لگی ہیں۔

(۱) سورۂ رعد میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝﴾ [الرعد: ۱۱]

اللہ رب العزت کیسی قوم کو نہیں بدلتے جب تک وہ اپنے آپ کو نہ بدلے اور جب اللہ اور اب العزت کی قوم کے ساتھ برا ارادہ فرمادیں تو اسے کوئی روکنے والا نہیں۔

(۲) سورۂ روم میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝﴾ [الروم: ۴۱]

کہ خشکی اور تری میں جو کچھ بھی فتنہ اور فساد رونما ہوتا ہے وہ لوگوں کے اعمال کے سبب ہوتا ہے۔

(۳) سورۂ شوریٰ میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝﴾ [الشوری: ۳۰]

کہ تم پر جو کچھ مصیبتیں آتی ہیں وہ تمھارے ہاتھوں کے سبب ہوا کرتی ہیں۔ تو اب ہم

سمجھے کہ ہمارے زوال کے اور پستی کے اسباب کیا کیا ہیں؟ ہماری پریشانیوں کی وجوہات بنیادی طور پر چار ہیں۔ پھر ان میں قدرے تفصیل ہے، جن کو ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

پہلا سبب: قرآن اور تعلیم قرآن سے دوری

اس وقت امت مسلمہ کے زوال کا سب سے بڑا بنیادی اور پہلا سبب ہے قرآن اور تعلیم قرآن سے دوری۔ ایک دور وہ تھا کہ جب فجر کی نماز پڑھ کر باہر نکلے تو ہر گھر سے کلام اللہ شریف کی تلاوت کی آواز آیا کرتی تھی اور آج ہم نے کلام اللہ شریف کے ساتھ ایسا بے رخا پن اختیار کیا کہ وہ اس کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا۔ اب تو رمضان المبارک میں بھی قرآن کریم کھولنے کی ہمیں توفیق نہیں ہوتی۔ رات رات بھر ہر گھر سے گانے کی آواز آتی رہتی ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے کتنے بندے ایسے گزرے ہیں جنھوں نے قرآن کریم کو اپنا اوڑھنا اور بچھونا بنالیا، شب و روز قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول رہتے اور ہر دن و رات میں ملا کر ایک قرآن، دو قرآن، تین قرآن ختم کیا کرتے تھے حتیٰ کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابن الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول شب و روز آٹھ قرآن کریم ختم کرنے کا تھا۔ (فضائل اعمال رص: ۵۳۹)

جس طرح قرآن کریم سے ہم نے منہ موڑا اسی طرح ہم نے تعلیم قرآن سے بھی منہ موڑ لیا ہے اور یہی چیز ہماری پستی اور زوال کا سبب ہوگئی۔ ہم نے عصری تعلیم کو دینی تعلیم پر فوقیت دی ہے۔ دنیوی تعلیم کے لیے بچوں کو ایک گھنٹہ پہلے سے اٹھا کر اور وقت سے پہلے تیار کر دیا جاتا ہے۔ اور دینی تعلیم کا حال یہ ہے کہ مدرسہ اگر صبح ساڑھے سات بجے کا بھی ہو تو بچہ آٹھ بجے سوا آٹھ بجے آتا ہے۔ اگر استاذ ذرا تنبیہ کر دے تو والدین آستین چڑھاتے ہوئے استاذ سے لڑنے کے لیے آجاتے ہیں۔ دنیوی تعلیم کے لیے بچے کو صاف ستھرے کپڑے پہنا

کرنہلا دھلا کر تیل لگا کر بھیجا جاتا ہے، حالانکہ دنیوی تعلیم کوئی قبر کی تنہائی میں اور محشر کے ہولناک ترین منظر میں کچھ کام آنے والی نہیں ہے۔ برخلاف قرآن کریم کی تعلیم جو قبر کی تنہائی میں بھی ساتھ دے گی اور محشر کے ہولناک منظر میں بھی ساتھ دے گی اس کا حال یہ ہے کہ بچہ بغیر وضو ہی ازار کا ایک پائنچہ اوپر ایک نیچے بائیں ہاتھ میں پارا بکھرے ہوئے مدرسہ جاتا ہے نہ کپڑے کا ٹھکانہ نہ اس کی چال چلن کا ٹھکانہ۔ عجیب بات یہ ہے کہ بے غیرت باپ بڑا سور ہتا ہے اور ماں جس کو شریعت نے پردہ میں رہنے کا اور گھر کے اندر رہنے کا حکم دیا ہے وہ اپنے بچے کو مدرسہ چھوڑنے کے لیے آرہی ہے۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین ملفوظ

اس موقعہ پر حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تین ملفوظ بڑے قیمتی ہے جو یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر کوئی بچہ اغوا کرلیا جائے تو پوری بستی میں شور ہوتا ہے خصوصاً وہ اگر دوسری برادری کا ہوں تو دنگے اور فساد کا بھی اندیشہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ آج مسلمان ماں اور باپ کے گود سے ہمارے بچے بڑی آسانی سے چھینے جارہے ہیں اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہے۔ (تکبیر مسلسل رص: ۳۸۳)

(۲) ایک موقعہ پر حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کی اگر بچہ بیمار ہوجائے تو اس کا اچھے سے اچھا علاج کرانے سے بہتر، اس کو عید کے نئے کپڑے دلانے سے بہتر، اس کو پڑھا لکھا کر نوکری کے قابل بنانے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو سچا پکا دیندار مسلمان بنایا جائے۔ (تکبیر مسلسل رص: ۲۵۲)

(۳)ایک کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ بچے کا بچپن میں مرجانا بہتر ہے اس سے کہ بڑا ہو اور دینی تعلیم سے کورا ہو، خود بھی جہنم میں جائے اور ماں باپ کو بھی جہنم میں لے جانے کا سبب بنے۔ (گلدستۂ احادیث: ۳/ ۱۹۳)

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

مفکر ملت حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے دارالعلوم اشرفیہ راندیر میں سن ۲۰۰۶ء میں سالانہ جلسے میں تشریف لائے تھے تو آپ نے صدارتی خطاب میں بڑی عجیب بات فرمائی تھی۔ فرمایا کہ میں نے پہلی یا دوسری کلاس کی گجراتی کی کتاب ہاتھ میں لی اور جب میں نے اس کو کھول کر دیکھا تو اس کا جو پہلا سبق تھا جو اشعار کا مجموعہ ہوتا ہے جن کو گجراتی میں ''کوِیتا'' کہا جاتا ہے، تو اس کا عنوان دیکھ کر ہی میں حیران رہ گیا۔ سورج کی تصویر بنی ہے اور اس کے سامنے ایک لڑکی ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہے اور اس کویتا کا عنوان تھا کہ میں تیرے سامنے اپنے آپ کو جھکاتا ہوں۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تو اس کو دیکھ کر ہی دنگ رہ گیا کہ ہمارے معصوم بچوں کے ذہنوں میں کیسے ارتداد کا بیج بویا جارہا ہے۔

آج مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے اور ان کو دین سے بھٹکانے کے لیے جو ہتھیار آزمائے ہیں ان میں ان کا سب سے کامیاب ہتھیار یہی ہے کہ مسلمانوں کو دین سے دور رکھا جائے اور عصری تعلیم کا نصاب ایسا بنایا جائے کہ ان کے ذہنوں میں پیدائش سے ہی دین کی نفرت پیدا ہو۔ ایک بڑے حد تک وہ لوگ اس میں کامیاب ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج ہم ذہنی وفکری ارتداد کا شکار ہو گئے اور ہمارے بچے ہماری پکڑ سے باہر نکل گئے اور دین سے کوسوں

دور جا پہونچیں۔

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آنکھوں دیکھا واقعہ

ہمارے استاد محترم حضرت مولانا مفتی کلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ سنایا۔ انھوں نے یہ واقعہ براہ راست حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بنگلور کا سفر کر رہا تھا۔ جب میں کار میں بیٹھ کر جا رہا تھا تو میں نے راستے میں پتھر دیکھا کہ وہ بیچ راستے میں پڑا ہے۔ اسکول کا ایک بچہ دوسرے راستے سے گزر رہا تھا اس نے اس پتھر کو ہٹا کر الگ رکھ دیا۔ بچے کے اس کام کو دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی میں نے گاڑی رکوادی گاڑی سے اترا اور بچے سے اس کا نام پوچھا اس نے اپنا نام بتایا، جس سے معلوم ہوا کہ یہ بچہ مسلمان ہے۔ میں نے کہا کہ بچہ تو نے بڑا اچھا کام کیا کہ راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹا دیا۔ بچے نے جو جواب دیا اس کو سن کر میں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا اس کا جواب تھا کہ جی ہاں ہم کو ہمارے خدا عیسو نے یہی تعلیم دی ہے۔

دوسرا سبب: غیروں کی نقالی اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دوری

آج ہماری پستی اور زوال کا دوسرا بڑا سبب ہے کہ ہم نے ہر چیز میں ہر قول و فعل میں اہل باطل کی مشابہت اختیار کر لی ہے۔ جناب رسول کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع جس میں دارین کی کامیابی کا راز مضمر ہے ہم نے اس کو بالائے طاق رکھ دیا اور اغیار کی نقالی میں ہم ایسے گرفتار ہوئے کہ ہم نے اپنی حقیقت کو ہی بھلا دیا ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من تشبه بقوم فهو منهم

کہ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں سمجھا جائے گا۔ (ابوداود: کتاب

اللباس/باب فی لبس الشهرة/رقم الحدیث:۱۴۰۳)

ایک عبرتناک واقعہ

آپ بیتی میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا عبرتناک واقعہ بیان کیا ہے ایک بزرگ راستے سے جارہے تھے۔ ہولی کا دن تھا ایک مریل قسم کے گدھے کو دیکھا تو انھیں شرارت سجھی۔ گدھے کو خطاب کرکے کہا کہ تجھے کسی نے رنگا نہیں؟ لاؤ میں تجھ کو رنگ دوں۔ یہ کہہ کر پان کی پیک اس پر اڑادی۔ جب ان بزرگ کا انتقال ہوا تو خواب میں کسی نے دیکھا کہ بڑی اچھی حالت میں ہے، البتہ ان کے ہونٹ پر ایک چھوٹا سا سپولیا ٹہل رہا ہے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ بزرگ نے جواب دیا کہ میں نے ہولی کے دن ایک گدھے کو یہ کہہ کر پان کی پیک اڑائی تھی کہ تجھے کسی نے رنگا نہیں تو میں تجھ کو رنگ دوں۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ غیروں کی مشابہت اور نقالی کتنی خطرناک چیز ہے۔ (آپ بیتی:۲/۶۶)

شریعت کا مزاج

شریعت کا مزاج تو یہ ہے کہ وہ عبادات میں بھی غیروں کی مشابہت کو پسند نہیں کرتی، جیسے بغیر سحری کے روزہ رکھنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے اور یہود و نصاریٰ کے روزے میں فرق یہی ہے کہ ہم سحری کرکے روزہ رکھتے ہیں اور وہ لوگ بغیر سحری کے۔ (مسلم: کتاب الصیام/باب فضل السحور/رقم الحدیث:۱۰۹۶)

اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے، مگر یہودیوں کو بھی روزہ رکھتے دیکھا تو فرمایا کہ اگلے سال زندہ رہا تو ایک روزہ ملالوں گا۔ (مسلم: کتاب الصیام/باب ای یوم تصام فی عاشوراء/رقم الحدیث:۱۱۳۴)

اسی طرح تین اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت رکھی گئی، کیوں کہ ان تین اوقات میں مشرکین اور مجوس آفتاب کی عبادت کیا کرتے تھے، ان کے ساتھ مشابہت نہ ہو اس لیے تین اوقات (سورج طلوع ہوتے وقت، سورج کے درمیان میں آنے کے وقت اور سورج کے غروب کے وقت) ہمیں نماز سے روک دیا گیا۔

جس دین وشریعت کی شان یہ ہے کہ وہ عبادت میں غیروں کی مشابہت اور نقالی کو پسند نہیں کرتی تو پھر دوسرے امور میں ان کی مشابہت اور نکالنے کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟ مگر افسوس صد افسوس آج ہم نے اپنی حقیقت کھو دی ہے۔

ہم اپنی حقیقت بھلا بیٹھیں!

ہم غیروں کے بیچ میں پلے بڑے، ہم نے ان کے درمیان تربیت پائی اور ان کے اعمال وافعال ہم نے اختیار کر لیے تو ہم میں اور ان میں کوئی فرق باقی نہ رہا۔ جیسے ایک آدمی نے شیر کے بچے کو پالا اور اس کو بکریوں کے بیچ میں چھوڑ دیا۔ اب وہ شیر کا بچہ بکریوں میں رہ کر اپنی حقیقت سے بالکل غافل رہا اور وہ بھی بکریوں کی طرح مسکین بنا ہوا تھا۔ اتفاق سے ایک دن پانی پیتے ہوئے شیر کے بچے نے اپنا چہرہ دیکھ لیا تو اس کو اپنی شکل وصورت میں اور بکریوں کی شکل وصورت میں فرق نظر آیا اور اپنے حقیقت اس کے سامنے آشکار ہو گئی۔ جب شیر کا بچہ اپنی حقیقت سے واقف ہو کر گیا تو بکریوں کے ریوڑ میں کھلبلی مچ گئی۔

ٹھیک اسی طرح آج ہم بھی یہود ونصاریٰ جیسی بکریوں کے بیچ میں پل کر انہی کی طرح بزدل ہو چکے ہیں۔ اگر ہم سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آئینے میں اپنا عکس دیکھیں گے تو ہم پر اپنی حقیقت منکشف ہو گی اور اپنی ذمے داری کا احساس ہو گا کہ ہم کوئی بزدل بکریاں نہیں ہیں،

بلکہ ہماری حقیقت تو کچھ اور ہم وہ امت ہیں جن کو خیر امت کا خطاب ملا ہے۔

شکل وصورت میں اغیار کی نقالی

ہم نے چہرے میں غیروں کا طرز اپنایا نبی کا چہرہ ہمیں پسند نہیں آیا۔ کسریٰ کے دو قاصد جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے ہیں آپ نے دیکھا کے ان کی مونچھیں بڑی اور داڑھی منڈی ہوئی ہے آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہمیں ہمارے آقا کسریٰ نے یہی حکم دیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ مجھ کو میرے رب نے حکم دیا کہ داڑھی کو بڑھاؤ اور مجھ کو ترا شو۔ اسی طرح لباس میں ہم نے ان کا طرز بنایا۔ (البدایہ والنہایہ: ۲۶۹/۳)

لباس میں اغیار کی نقالی

ہماری ازاریں بھی ٹخنوں کی طرح ٹخنوں کے نیچے لٹکنے لگی جب کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو اپنی ازار کو ٹخنوں کے نیچے لٹکائے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ (بخاری: کتاب اللباس / باب ما اسفل من الکعبین ففی النار / رقم الحدیث: ۵۷۸۷)

یہی حال ہماری عورتوں کا ہے کہ جس دین وشریعت نے اس کو پردہ کی تعلیم دی تھی آج ہماری ماؤں اور بہنوں نے پردے کے جنازے نکالے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور صحابیات رضی اللہ عنہن کے یہاں پردے کا کس قدر اہتمام تھا چند واقعات سے اس کا اندازہ لگائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور پردہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے پر سخت غم کے آثار تھے۔میں حجرہ کے اندر دروازے کی شق سے یہ ماجرا دیکھ رہی تھی۔ پتہ چلا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وقت بھی اپنے مکان ہی میں رہی باہر نہیں آئی۔ یہ دلیل ہے کہ عورتوں کو حتی الامکان مکان ہی میں رہنا چاہیے۔(بخاری: کتاب المغازی/باب غزوۃ مؤتۃ من ارض الشام/رقم الحدیث: ۴۲۶۳)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور پردہ

غزوۂ طائف کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک برتن میں کلی فرمائی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے پی لیں۔ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خیمہ کے اندر سے یہ ماجرا دیکھا تو فرمایا دونوں صحابی سے کہ اپنی ماں کا بھی حصہ رکھنا۔ (بخاری: کتاب المغازی/باب غزوۃ الطائف فی شوال سنۃ ثمان/رقم الحدیث: ۴۲۳۸)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہم پیش گوئی

تعجب ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حال یہ تھا کہ اپنے جنازے پر بھی قبر پر بھی کپڑا ڈلوایا اور اس نبی کی امت کی عورتوں کا حال یہ ہے لباس کم۔مسلم شریف میں ایک روایت ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بعد کے زمانے میں ایسی عورتیں پیدا ہوں گی جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔(مسلم: کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمھا و اہلھا/باب النار یدخلون الجبارون/رقم الحدیث ۲۱۲۸)

محدثین نے تین مطلب اس کے بیان کیے ہیں۔

(۱) لباس کے باوجود برہنہ ہونے کا ایک مطلب یہ ہے کہ لباس ناقص ہوگا۔ آج یہ بات بالکل واضح ہے کہ جیسا لباس عورتوں نے شروع کر دیا کہ کپڑا جسم پر کم۔ پہننا نہ پہننا سب برابر۔ اکثر حصہ کھلا ہوا ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ کپڑا اتنا باریک ہوگا کہ جسم کا اندرونی حصہ نظر آئے گا۔

(۳) تیسرا مطلب یہ ہے کہ کپڑا اتنا تنگ اور چست ہوگا کہ جسم کی ساخت اور بناوٹ نظر آئے گی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسی عورتیں راستے میں مٹک مٹک کر چلیں گی اور اجنبی مرد انھیں نگاہ اٹھا اٹھا کر دیکھیں گے۔ یہ عورتیں اس طرح چلیں گی ان کے سر اونٹوں کی کوہان کی طرح ہلتے ہوں گے۔ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکیں گی اگرچہ جنت کی خوشبو پانچسو (۵۰۰) سال کی مسافت سے آرہی ہوگی۔ (انوار ہدایت، ص:۴۵۶)

تیسرا سبب: فرقہ بندی اور آپسی اختلاف

ہمارے زوال کی ایک بڑی نشانی ہیں کہ ہم آپسی اختلافات کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہماری جمعیت اور اس کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے۔ معمولی معمولی بات میں اختلاف اور لڑائی جو بسا اوقات قتل تک پہونچا دیتی ہے۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ ایسے ہی اختلافات اور عداوتوں کو مٹا کر اخوت و بھائی چارگی کا رشتہ قائم کرنے کی تعلیم دی تھی مگر ہم نے اسے ٹھکرا دیا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تم کو نفلی نماز، نفلی روزہ اور نفلی صدقے سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اندازہ

شوق اور رغبت پیدا کرنے کے لیے ہے کہ آخر ایسی تو کیا چیز ہوگی جس کو نفلی نماز سے نفلی روزے سے اور نفلی صدقے سے بھی افضل بتا رہے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ضرور بتا دیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں صلح قائم کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپسی اختلافات مونڈنے والے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ بالوں کو مونڈتے ہیں، بلکہ یہ دین کا صفایا کر دیتے ہیں۔ (ابو داود: کتاب الادب / باب فی اصلاح ذات البین / رقم الحدیث: ۴۹۱۹)

جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری سے پہلے انصار کے دو قبیلے اوس اور خزرج بھی آپسی اختلافات کا شکار تھے، مگر اللہ رب العزت نے اپنے محبوب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے ان کی عداوتوں کو محبت میں تبدیل کر دیا۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ نے مالٹا کی قید سے واپس آنے کے بعد ایک رات بعد عشا دار العلوم میں تشریف فرما تھے۔ علما کا بہت بڑا مجمع سامنے تھا، اس وقت فرمایا کہ ہم نے تو مالٹا کی زندگی میں دو سبق سیکھے ہیں۔ یہ الفاظ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس استاذ العلما درویش نے برسوں تک علما کو درس دینے کے بعد آخر عمر میں جو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف

کروں کہ قرآن کریم کو لفظاً ومعناً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر ہر بستی میں قائم کیے جائیں، بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے، اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔ (حضرت شیخ الہند شخصیت، خدمات وامتیازات: ۲۴)

چوتھا سبب: اخلاقی گراوٹ

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے زوال کا چوتھا سبب ہے کہ ہمارے اخلاق میں انتہائی درجے کی گراوٹ آچکی ہے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تو حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے ہوئی تھی۔ (مسند احمد: مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۸۹۵۲)

جس نبی نے ہمیں بلند وبالا اخلاق بتائیں اور سکھائیں اور اس کے اعلیٰ نمونے ہمارے سامنے پیش کیے آج انہی نبی کی امت نے اُن کے بتائے ہوئے اخلاق کو پس پشت ڈال دیا اور اغیار نے ان اخلاق کو ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آج جو معاشرے میں تہذیب یافتہ سمجھے جاتے ہیں اور ہم پستی اور ذلتی کی کھائی میں جا چکے ہیں۔

پانچواں سبب: گناہوں کا ارتکاب

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے زوال کا پانچواں سبب ہے گناہوں کا ارتکاب۔ ویسے تو ہر گناہ اور ہر نافرمانی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور مصائب وحوادث کا سبب ہے، مگر بعض گناہ کے ارتکاب سے بعض مخصوص نتائج برآمد ہوتے ہیں اور ان گناہوں کی وجہ سے بعض مخصوص مصائب نازل ہوتے ہیں۔

پانچ گناہ پر پانچ سزائیں

مشکوۃ شریف کی ایک روایت میں پانچ گناہوں پر پانچ طرح کی سزائیں سنائی گئی ہے۔

(۱) جب کوئی قوم مال غنیمت میں خیانت کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ دشمنوں کا رعب ان کے دلوں میں پیدا فرما دیتے ہیں۔

(۲) جس قوم میں زنا کی کثرت ہونے لگتی ہیں وہاں موت بھی بکثرت ہونے لگتی ہے۔

(۳) جو قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو اُس قوم سے رزق کی برکت اٹھالی جاتی ہے۔

(۴) جو قوم ناحق پر فیصلہ کرتی ہے تو وہ اس خونریزی عام ہوجاتی ہے۔

(۵) جو قوم عہد شکنی کرنے لگتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو دشمنوں کے حوالے فرما دیتے ہیں۔(مشکوۃ المصابیح/ص: ۴۵۹)

امت پر بلاو مصیبت کے نزول کی پندرہ علامتیں

ترمذی شریف کی ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت پر نزول بلاو مصائب کی پندرہ علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) جب مال غنیمت کو دولت سمجھنے لگیں۔

(۲) جب لوگ امانت کو غنیمت کا مال سمجھ کر ہضم کرنے لگیں۔

(۳) جب زکوٰۃ کو تاوان اور ٹیکس سمجھا جانے لگے۔

(۴)(۵) جب آدمی اپنے دوست کے ساتھ حسن سلوک کرنے لگے برخلاف اپنے والد کے ساتھ برا سلوک کرنے لگے۔

(۶)(۷)جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اپنی ماں کے ساتھ بدسلوکی کرے۔

(۸)جب مسجدوں میں آواز بلند ہونے لگے۔

(۹)جب قوم کا نمائندہ گھٹیا اور بے عقل آدمی کو بنایا جانے لگے۔

(۱۰)آدمی کا اعزاز واکرام اُس کی شرارتوں سے بچنے کے لیے کیا جانے لگے۔

(۱۱)لوگوں میں شراب کی کثرت ہونے لگے۔

(۱۲)مرد بھی ریشم لباس پہننے لگے۔

(۱۳)(۱۴)ناچنے والی عورتوں کا شوق ہونے لگے اور ناچ گانے کی چیزیں عام ہوجائے۔

(۱۵)قوم کے اخیر میں آنے والے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

اُس وقت تم سرخ آندھیوں کے چلنے، زمین میں دھسنے اور شکلوں وصورتوں کے تبدیل ہوجانے کا انتظار کرو۔ (ترمذی: ابواب الفتن عن رسول اللہ ﷺ/ باب علامة حلول المسخ والخسف/ رقم الحدیث: ۲۲۱۰)

چھٹا سبب: ترک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے زوال کا چھٹا سبب ہے اپنی ذمے داری میں کوتاہی کرنا یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی میں سستی کرنا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو خیر امت بنایا ہے اور اس امت کی ذمے داری بھلی باتوں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا ہے۔ لیکن جب امت اپنی اس ذمہ داری کو نبھانے میں سستی کرنے لگے گی تو انھیں ایسے وبال میں گرفتار کیا جائے گا کہ جو خاص لوگوں پر واقع نہ

ہوگا، بلکہ وہ عذاب عام ہوگا۔اسی کی جانب سورہ انفال کی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے:

﴿وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ [الانفال: ۲۵]

اوراس فتنے سے ڈرو جوخصوصیت کے ساتھ انھیں لوگوں پر واقع نہ ہوگا جوتم میں گنہگار ہیں۔اور جان لو کہ خداسخت عذاب دینے والا ہے۔

رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کواس کا حکم دیا ہے کہ کسی جرم وگناہ کواپنے ماحول میں قائم نہ رہنے دیں، کیونکہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا یعنی جرم وگناہ دیکھتے ہوئے باوجود قدرت کے اس کو منع نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب عام کردیں گے، جس سے نہ گناہ گار بچیں گے نہ بے گناہ۔(معارف القرآن: ۴/ ۲۱۲)

اسی طرح ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم ضرور بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو، ورنہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل کرے اور پھر تم خدا سے دعا کرو اور تمھاری دعا قبول نہ ہو۔(ترمذی: ابواب الفتن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم / باب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر / رقم الحدیث: ۲۱۶۹)

ساتواں سبب: نعمتوں کی ناقدری

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوات والتسلیمات کے زوال کا ساتواں سبب ہے نعمتوں کی ناقدری۔حق تعالیٰ کی ہم پر بے شمار نعمتیں ہیں۔شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی

صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہر نعمت کے بندہ پر تین حق ہیں۔ایک یہ کہ بندے اُس نعمت کی قدر پہچانیں۔دوسرا یہ کہ اس نعمت کا صحیح استعمال کریں۔تیسرا یہ کہ اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔(اصلاحی خطبات:۱۶/ ۳۲)

قرآن کریم میں بھی حق تعالیٰ نے صاف فرمادیا:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۝﴾

[ابراہیم:۷]

اگر تم شکر ادا کروں گے تو میں تمھیں مزید عطا کروں گا اور اگر تم ناشکری کروں گے تو میرا عذاب سخت ہے۔

آج ہمارا حال یہی ہے کہ دن ورات اللہ تعالیٰ کی انگنت نعمتیں استعمال کرتے ہیں مگر کبھی ان کا شکریہ ادا نھیں کرتے۔نعمتوں کی ناقدری وناشکری کی وجہ سے بھی ہم مختلف قسم کی پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

آٹھواں سبب: دنیا سے حد درجہ محبت

امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوات والتسلیمات کے زوال کا آٹھواں سبب ہے دنیا کی حد درجہ محبت۔دنیا تو فانی اور سراسر دھوکے کا سامان ہے۔اس کی محبت کو تو تمام خطاؤں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کو فراموش کر کے دنیا میں مست ہو جاتی ہے اور دنیا کی لذتوں میں مست ہو کر اپنے مقام وذمے داری سے غافل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس قوم کو مختلف قسم کی مصیبتوں اور آزمائشوں میں گرفتار کر کے ہلاک وبرباد کر دیتے ہیں۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ دیگر

قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں، تو ایک کہنے والے نے کہا کہ کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم اس وقت بہت ہوں گے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالیٰ تمھارے دشمن کے سینوں سے تمھارا خوف نکال دے گا، اور تمھارے دلوں میں وہن ڈال دے گا۔ تو ایک کہنے والے نے کہا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! وہن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے۔ (ابوداود: کتاب الملاحم/باب تداعی الامم علی الاسلام/رقم الحدیث: ۴۲۹۷)

آج ہمارا حال یہی ہے کہ ہم بھی اغیار کی طرح دنیا کی اندھی محبت میں گرفتار ہو گئے۔ آخرت اور قبر کو ہم نے فراموش کر دیا۔ دنیا کمانے کے چکر میں اپنی نمازوں کو ضائع کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم پر مختلف قسم کے حالات آئے۔

مصائب کے وقت ہم کیا کریں؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ امت جس کا زوال ہو چکا ہے اس کو عروج کیسے ملے گا؟ مصیبتوں کے وقت ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

صاحب فتاویٰ رحیمیہ حضرت اقدس مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہمیں دس کام کرنے ہوں گے۔

(۱) تمام مصائب اور پریشانیوں کا اصلی علاج یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع کیا جائے، صدق دل سے اپنے پچھلے گناہوں سے استغفار اور آئندہ ان سے پرہیز کرنے کا ارادہ کریں، اللہ تعالیٰ سے رفع مصائب کی دعا کریں، پنج وقتہ نمازوں کا اہتمام کریں، ہر شخص اس بات کی

کوشش کرے کہ اس کے گھر میں کوئی فرد بھی بے نمازی نہ رہے، مرد حضرات مساجد میں نماز باجماعت کا اہتمام کریں، اور عورتیں گھروں میں پورے اہتمام سے نماز ادا کریں، بچوں کو بھی نماز کی تاکید کی جائے۔

(۲) استغفار اور گناہوں سے توبہ کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے دو امان اتارے ہیں۔ ایک امان میرا وجود اور دوسرا امان استغفار ہے۔ (ترمذی: ابواب التفسیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ومن سورۃ الانفال / رقم الحدیث: ۳۰۸۲)

(۳) جن کو اللہ نے صاحب مال بنایا ہے وہ اپنے مال کی پوری پوری زکوۃ ادا کرنے کا اہتمام کریں۔ اس کے علاوہ صدقہ وخیرات کرنا بھی مصائب کے دور کرنے کا بہترین علاج ہے۔ مال کو اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھیں، گناہوں میں اور فضول کاموں میں خرچ کرنے سے پرہیز کریں۔ حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔ (شعب الایمان للبیہقی ۳/ ۲۸۲)

(۴) اپنے گھروں میں قرآن مجید کی تلاوت، اللہ کا ذکر، گریہ وزاری کے ساتھ دعاؤں کا اہتمام، درود شریف کی کثرت کا اہتمام کیا جائے۔ انفرادی طور پر بھی دعاؤں کا اہتمام کریں اور اجتماعی طور پر بھی اپنے گھر کی عورتیں اور بچوں کو جمع کر کے دعائیں کی جائیں۔ حدیث پاک میں فرمایا کی دعا نازل شدہ بلاؤں کو بھی دور کرتی ہیں اور ان بلاؤں کو بھی دور کرتی ہیں جو ابھی تک نازل نہیں ہوئی۔ (ترمذی: ابواب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / رقم الحدیث: ۳۵۴۹)

(۵) گناہوں سے بچنے کا بہت ہی اہتمام کریں۔ اپنے گھروں سے ناچ گانے (ٹی وی اور وی

سی آر) بالکل ختم کئے جائیں، زنا اور اسباب زنا سے اجتناب کریں، شراب اور تمام نشہ آور چیزوں سے پرہیز کیا جائیں۔ بے پردگی کو بالکل ختم کیا جائے۔ اپنے محلے اور اپنی بستی سے ہر طرح کی خرافات اور رسومات کو ختم کرنے کی انتھک کوشش کی جائے۔

(۶) اپنی اولاد کی دینی تعلیم وتربیت کا اہتمام کیا جائے۔ انھیں اسلامی عقائد، دینی فرائض اور اسلامی اخلاق سے واقف کیا جائے۔ جس طرح ان کی خوراک و پوشاک اور بیماری کے علاج کو اپنی ذمے داری سمجھا جاتا ہے اسی طرح ان کو اسلامی اخلاق سے آشنا کرایا جائے۔

(۷) آپسی نزاعات اور جھگڑوں کو ختم کر کے اتحاد واتفاق پیدا کیا جائے۔ آپسی جھگڑوں سے بڑے بھیانک نقصانات مرتب ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں آپسی اختلافات کو دین کو مونڈنے والا قرار دیا گیا ہے۔ (ترمذی: ابواب صفة القیامة والرقائق والورع عن رسول اللہ ﷺ/ رقم الحدیث: ۲۵۰۹)

(۸) ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر زور دیا جائے۔ انسانیت اور بھائی چارگی کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ دیگر اقوام کے ساتھ اسلامی اخلاق کا مظاہرہ کیا جائے اور ہر ایسے کام سے بچنے کی کوشش کی جائے جس سے فتنہ پیدا ہو۔

(۹) برادران وطن کو اسلامی تعلیمات سے واقف کرنے کی کوشش کی جائے۔ توحید اور رسالت کی حقیقت انھیں سمجھائی جائے۔ اس بات کی فکر کی جائے کہ وہ بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو جائے تاکہ ابدی عذاب سے نجات پائیں۔

(۱۰) اپنے تمام معاملات کو علمائے کرام سے حل کروائیں اور علمائے کرام جو ہدایت دیں اُس کے مطابق عمل کیا جائے۔ علمائے کرام کی عزت کی جائے اور ان کی صحبت سے فیض حاصل کیا

جائے، نیز ان کی شان میں گستاخی سے پرہیز کیا جائے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت پر عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ علما اور فقہا سے بھاگیں گے، پس اللہ تعالیٰ ان کو تین بلاؤں میں مبتلا کرے گا۔ ان کی کمائی سے برکت اٹھ جائے گی۔ ان پر ظالم بادشاہ مسلط کر دیا جائے گا۔ ایسے لوگ دنیا سے بے ایمان ہو جائیں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۲/۷۹ تا ۸۴)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ مصائب اور فتنوں کے دلدل سے ہمیں نجات دے کر پورا زامن و مسرت زندگی نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۲)

غیبت کی قباحت

تعارف

۲۲؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۳؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: سنیچر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾[الحجرات: ۱۲]

تمہید

یہ سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۱۲ کا ایک جزو ہے۔اس حصے میں حق تعالیٰ نے ایک سنگین گناہ ''غیبت'' کی مذمت اور برائی کو بیان فرمایا ہے۔

غیبت کی تعریف

غیبت کس کو کہتے ہے؟ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مطلب بتلایا ہے۔ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب جانتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کا برا تذکرہ کرنا غیبت ہے۔صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر وہ برائی واقعی اس میں موجود ہو تو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر وہ برائی اس میں نہ ہو تو وہ بہتان ہے۔(مسلم: کتاب البر والصلة ولآداب/باب تحريم الغيبة/رقم الحديث: ۲۵۸۹)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ غیبت کا مطلب بیان کرتے ہیں:

ذكر العيب بظهر الغيب

کسی کی عدم موجودگی میں اس کے عیوب کا تذکرہ کرنا۔(نضرۃ النعیم: ۱۱/۵۱۶۳)

غیبت کی برائی

قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں غیبت کی بہت زیادہ مذمت اور برائی بیان کی گئی ہیں۔

[۱] مردار بھائی کا گوشت کھانا

غیبت کرنا اپنے مردار بھائی کے گوشت کھانے کی طرح ہے۔ چنانچہ سورۂ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ ﴾[الحجرات: ۱۲]

تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اپنے جو اپنے مرادر بھائی کے گوشت کھانے کو پسند کرے؟ تم خود اس سے گھن محسوس کرتے ہو۔

غیبت کی خطرنا کی

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں غیبت کی خطرنا کی کو بہت مؤثر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) انسان کسی انسان کا گوشت کھائے یہ انتہائی کراہت والا عمل ہے۔

(۲) پھر وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے تو کراہت اور بڑھ جاتی ہے۔

(۳) مزید براں بھائی مردہ ہو اور اس کا گوشت کھایا جائے تو کراہت اور بڑھ جاتی ہے۔(فتح القدیر للشوکانی: ۵/۸۲)

اس طرح قرآن کریم نے غیبت کی برائی کو ہر صاحب ایمان کے رگ وریشے میں اتارنے کوکوشش کی ہے۔

آیت مذکورہ کا شان نزول

نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول مبارک یہ تھا کہ جب آپ سفر کرتے تو ایک محتاج آدمی کو دوخوشحال آدمیوں کے ساتھ ملادیتے، وہ ان کی خدمت کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کودوآدمیوں کے ساتھ ملایا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے پڑاؤ کی طرف نکلے اور نیند غالب آگئی وہ سو گئے اوران دونوں کے لیے کوئی چیز تیار نہ کی۔ وہ دونوں آئے تو کھانا اور سالن نہ پایا۔ دونوں نے کہا کہ جاؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے لیے کھانا اور سالن طلب کرو۔ وہ گئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں فرمایا کہ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اسے کہو کہ اگر تیرے پاس زائد کھانا ہے تو تجھے دے دے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خازن تھے، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ان کے پاس گئے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ واپس آئے اوران دونوں کو یہ سب صورتحال بتائی۔ دونوں نے کہا کہ اس کے پاس کھانا تو تھا، لیکن اس نے بخل کیا ہے۔ پھر دونوں نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کوصحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کی طرف بھیجا تو انھوں نے ان کے یہاں بھی کوئی کھانا نہ پایا۔ دونوں نے کہا اگر ہم اسے سمحیہ کے کنویں کی طرف بھیجیں گے تو اس کا پانی بھی خشک ہوجائے گا۔ پھر وہ چلے تا کہ دیکھیں کیا حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دیکھ لیا اور فرمایا کہ کیا وجہ ہے میں تمھارے مونہوں میں گوشت کی سبزی دیکھتا ہوں؟ دونوں میں عرض کیا کہ

اے اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ کی قسم آج ہم نے نہ گوشت کھایا ہے نہ کوئی اور چیز کھائی ہے۔فرمایا کہ لیکن تم دونوں نے ظلم کیا،تم سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور اسامہ رضی اللہ عنہ کا گوشت کھاتے ہو۔(تفسیر بغوی مترجم:۶/۱۰۱)

دورِ نبوت کی دوعورتوں کا قصہ

مسند امام احمد میں حضرت عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دوعورتوں نے روزہ رکھا۔اور ایک آدمی نے ان کے بارے میں یہ بتلایا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہاں دوعورتیں ہیں۔انھوں نے روزہ رکھا ہوا ہے،لیکن وہ پیاس کی شدت کی وجہ سے مرنے کے قریب ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آدمی سے منہ موڑ لیا یا خاموش رہے۔اس نے اپنی بات دہرائی،اور میرا خیال ہے کہ وہ دوپہر کی شدت کی گرمی کا وقت تھا۔اس نے کہا کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! اللہ کی قسم! وہ دونوں مرچکی ہیں یا مرنے کے قریب ہیں۔آپ نے فرمایا کہ انھیں بلاؤ۔وہ دونوں آگئیں اور ایک پیالہ بھی لایا گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خاتون سے فرمایا کہ اس میں قئے کرو۔اس نے خون، پیپ اور گوشت ملی قئے کی،آدھا پیالہ بھر گیا۔پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسری عورت سے فرمایا کہ تم بھی قئے کرو۔اس نے بھی پیپ،خون اور تازہ گوشت کے لوتھڑوں وغیرہ کی قئے کی تو پیالہ بھر گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال کیا ہے، انھوں نے اسے تو چھوڑ کر روزہ رکھ لیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو ان پر حرام کیا ہے،اس کے ساتھ انھوں نے روزہ کو ضائع کر دیا ہے۔اور وہ اس طرح کہ یہ دونوں بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں یعنی غیبت کرتی رہیں۔(مسند احمد:مسند الانصار/حدیث عبید مولی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/رقم الحدیث:۲۳۶۵۳)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک بار حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''مسجد شونیزیہ'' میں تشریف فرما تھے اور کسی جنازے کے منتظر تھے۔اسی دوران مسجد میں ایک فقیر داخل ہوا اور اس نے لوگوں سے مانگنا شروع کر دیا۔فقیر کا یہ رنگ دیکھ کر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں سوچا کہ کاش! یہ شخص کسی ایک کے سامنے اپنی حاجت بیان کرتا اور اس طرح تمام لوگوں کے آگے ہاتھ نہ پھیلاتا۔ابھی آپ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ میدان میں ایک جنازہ لایا گیا۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ ادا کی اور گھر تشریف لے آئے، پھر جب آپ رات کو سوئے تو ایک عجیب منظر دیکھا۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک کمرے میں تشریف فرما ہیں، اچانک ایک گوشے سے کچھ لوگ برآمد ہوئے، وہ ایک لاش کو اٹھائے ہوئے تھے، پھر وہ لاش حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھی گئی۔آپ بڑی حیرت اور خاموشی سے اجنبی انسانوں کا یہ عمل دیکھ رہے تھے۔وہ کہہ رہا ہے جنید! اس کا گوشت کھاؤ۔اجنبی لوگوں نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ میں نے تو اس کی غیبت نہیں کی تھی، بس ایک خیال تھا جو دل پر گزر گیا تھا۔اس پر مجھے کہا گیا کہ آپ جس مقام پر ہو اس مقام پر رہتے ہوئے ایسا خیال آنا بھی ناپسندیدہ ہے، جاؤ اس فقیر سے معافی مانگو۔چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس فقیر کے پاس گئے اور کچھ کہے اس سے پہلے ہی اس نے کہا دوبارہ ایسا نہیں کروں گے؟ آپ نے فرمایا نہیں۔اس نے کہا جاؤ میں نے معاف کیا۔(اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں ص:۱۹۸)

حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک مشہور تابعی حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ جو بلند پایے کے بزرگ تھے، ان کا واقعہ منقول ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے چند ایسے لوگوں کو دیکھا کہ مجلس بازی میں شریک ہیں، اور بات چیت میں مشغول ہیں، میں بھی اُن کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگا، لیکن تھوڑی دیر گذری تھی کہ اُن لوگوں نے غیبت شروع کردی، اس لیے میں اس مجلس سے اٹھ کر دور جا کر کھڑا ہوگیا۔ کافی دیر کے بعد یہ سمجھ کر کہ ان لوگوں نے غیبت چھوڑ دی ہوگی، اس مجلس میں دوبارہ شریک ہوکر انکے ساتھ گفتگو میں مشغول ہوگیا، لیکن اس مجلس میں حاضر لوگوں نے دوبارہ غیبت شروع کردی، مگر اس بار میں مجلس چھوڑنے کی ہمت نہ کرسکا، اور میں بھی اس غیبت کو سننے لگا، اور دو تین جملہ غیبت کے بھی بول دیے۔ جب مجلس ختم ہوگئی، اور رات کو جب سونے کے لیے بستر پر لیٹا اور ابھی نیند آئی ہی تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک انتہائی کالا بدشکل آدمی میرے سامنے کھڑا ہے، اور اسکے ہاتھ میں طشت ہے، اس میں خنزیر کا گوشت ہے، اس شخص نے مجھ اس گوشت کو کھانے کو کہا، میں نے اس کو جواب دیا میں مذہب اسلام کو ماننے والا ہوں، اسلام میں خنزیر کا گوشت کھانا حرام ہے، لیکن اس شخص نے کہا کہ تو نے مجلس میں ایک مسلمان کی آبروریزی کی ہے، اور غیبت کرکے اسکی عزت پر حملہ کیا ہے، اور یہ کہتے ہوئے کہ تجھے گوشت کھانا ہی پڑے گا جبراوہ گوشت میرے منہ میں ٹھونسنے لگا، جس سے مجھے بہت کوفت محسوس ہوئی۔ جب صبح کو بیدار ہوا تو میرے منہ میں خنزیر کے گوشت کا ذائقہ باقی تھا، اور میں نے جب دوپہر کا کھانا کھایا تو کھانے کے ساتھ گوشت کا ذائقہ بھی محسوس ہورہا تھا، اور میں بہت بڑی مصیبت میں مبتلا ہوگیا، اور یہ مصیبت پورے ایک ماہ کے بعد ختم ہوئی۔ (اصلاحی خطبات: ۴/۷۸)

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک دفعہ ضیافت میں مدعو کیا گیا۔آپ نے وہاں لوگوں سے کسی کی غیبت سنی تو فرمایا عجیب بات ہے کہ پہلے لوگ گوشت سے روٹی کھاتے تھے۔ مگر یہاں دیکھتے ہیں کہ لوگ اپنے بھائی کی غیبت کر کے روٹی سے پہلے اس کا گوشت کھا رہے ہیں۔پھر آپ وہاں سے اٹھ گئے اور کھانا نہ کھایا۔(مخزن اخلاق ص:۲۱۷)

مردار بھائی کا گوشت کھانے کی سزا

ایک روایت میں فرمایا کہ جو شخص دنیا میں اپنے مردار بھائی کا گوشت کھاتا تھا قیامت کے دن وہ گوشت اس کے قریب لایا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جس طرح دنیا میں کھاتا تھا یہاں بھی کھا، وہ انکار کرے گا، مگر اسے مجبور کیا جائے گا، چنانچہ بادل ناخواستہ ایسے منہ بنا بنا کر بھی کھانا پڑے گا۔(فتح الباری:۱۰/۴۸۵)

مردار بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ آیت پاک میں غیبت کرنے کو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے تو اس کی وجہ کیا ہے؟

علما نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں۔

(۱) جس طرح اس کے گوشت کھانے میں اس کو ذلیل کرنا ہے اسی طرح اس کی غیبت کرنے میں بھی اس کو ذلیل کرنا ہے۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ جس طرح مردار کا گوشت کھانے میں گھن اور کراہت محسوس ہوتی اس طرح غیبت کرنے میں بھی کراہت محسوس ہونی چاہیے۔

[۲] زنا سے زیادہ سخت

غیبت کی دوسری برائی یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو زنا سے زیادہ سخت بتلایا ہے۔(مشکوۃ المصابیح ۱/ص:۴۱۵)

زنا سے زیادہ سخت ہونے کی وجوہات

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے کہ آخر غیبت زنا سے زیادہ سخت کیوں؟ تو اس کی مختلف وجوہات ہیں۔

(۱) زنا میں صرف اللہ کی نافرمانی اور شیطان کی پیروی ہے، جب کہ غیبت میں اللہ کی مخالفت کے ساتھ ساتھ دوسرے کو تکلیف پہونچانے کا عنصر بھی شامل ہے۔

(۲) حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ زنا کا تعلق اپنی ذات سے ہے، اگر کبھی توبہ کی توفیق ہوگئی اور بندہ اللہ کے سامنے گڑگڑایا تو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے، لیکن غیبت کا تعلق حقوق العباد سے ہے، یعنی غیبت کرنے والے نے کسی کی عزت پر حملہ کیا ہے، جس کا گناہ کعبہ پر حملہ کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ حقوق العباد کا مسئلہ ایسا ہے کہ جب تک بندہ معاف نہیں کرے گا وہاں تک اللہ تعالیٰ بھی معاف نہیں فرمائیں گے۔ (اصلاحی خطبات: ۱۷/۷۰)

(۳) غیبت کی بنیاد تکبر ہے۔ غیبت کرنے والا اپنے آپ کو برتر سمجھتا ہے اور دوسرے کو کمتر اور تکبر میں شرک کا شائبہ ہوتا ہے، اس لیے یہ زنا سے زیادہ سخت ہے۔

(۴) غیبت کرنے والے کی نظر ہمیشہ دوسروں کے عیوب پر ہوتی ہے اور اپنے عیوب سے نظر غائب رہتی ہے، اس لیے اصلاح کی توفیق نہیں ہوتی۔

(۵) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیبت زنا سے زیادہ سخت اس وجہ سے ہے کہ زنا کے صدور کے بعد نفس میں عاجزی پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے توبہ کی توفیق بھی مل جاتی ہے۔ برخلاف غیبت کے بعد نفس کو ذرا بھی ندامت نہیں ہوتی، اس لیے توبہ سے محروم رہتا ہے۔ (معارف امدادیہ ص: ۱۴۱)

(۶) ایک وجہ یہ بھی ہے کہ زنا مخفی طور پر کیا جانے والا گناہ ہے اور غیبت علی الاعلان کیا جانے والا۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں ص: ۲۰۱، ۲۰۲)

[۳] عذاب قبر

غیبت کی تیسری برائی یہ ہے کہ بندہ عذاب قبر میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گزر دو قبر پر سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو اس وجہ سے کہ وہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرے کو اس وجہ سے کہ وہ غیبت کرتا تھا۔ بعض روایات میں غیبت کی جگہ چغلی کا ذکر ہے۔

(مسند احمد: اول مسند البصریین / حدیث ابی بکرۃ نفیع بن الحارث بن کلدۃ رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۲۰۴۱۱)

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں خبر دی گئی کہ عذاب قبر کی تین تہائیاں ہیں۔ ایک تہائی غیبت کی وجہ سے، ایک تہائی چغلی کی وجہ سے اور ایک تہائی پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے۔ (الغیبۃ والنمیمۃ / ص: ۶۹)

شب معراج میں آنکھوں دیکھا حال

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے جب مجھے معراج کے لیے لے جایا گیا تو میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ناخن تانبے کے ہیں جس سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے ہیں۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو انھوں نے بتایا وہ لوگ ہیں جو اپنے مردار بھائی کا گوشت کھانا کھایا کرتے تھے یعنی ان کی غیبت کیا کرتے تھے۔

(مسند احمد: مسند انس بن مالک رضی اللہ عنہ / رقم الحدیث: ۱۳۳۴۰)

[۴] عذاب جہنم

جس طرح غیبت کی سزا قبر میں عذاب کی شکل میں ملتی ہے اس طرح غیبت کی سزا جہنم کے عذاب کی شکل میں بھی ملے گی۔ چنانچہ ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جہنم میں چار لوگ ایسے ہوں گے ان سے تمام اہل جہنم کو بھی تکلیف ہوگی۔ ان میں سے ایک وہ ہوگا جو اپنا ہی گوشت کھا رہا ہوگا۔ اس سے پوچھا جائے گا کہ کیا ماجرا ہے؟ تو کہا جائے گا کہ اللہ کی رحمت سے دور یہ شخص غیبت کر کے دنیا میں لوگوں کا گوشت کھاتا تھا اب اسے یہ سزا مل رہی ہے۔ (الترغیب والترھیب: ۵۰۷/۳)

[۵] غیبت کی بدبو

غیبت کی ایک برائی اس کی بدبو بھی ہے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے تو اچانک بہت زیادہ بدبو اٹھنے لگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ بدبو کیسی ہے؟ یہ اہل ایمان کی غیبت کرنے والے مجرموں کے گناہ کی بدبو ہے۔ (الترغیب والترھیب: ۵۵۱/۳)

[۶] ایمان سے محرومی

غیبت کی ایک برائی ایمان سے محرومی بھی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ غیبت اور چغلی سے ایمان ایسے جھڑ جاتا ہے جیسے چرواہا درخت کو جھاڑتا ہے۔

[۷] نیکیوں کا مٹ جانا

حضرت ابوب امامہ رضی اللہ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انسان اپنے نامۂ اعمال میں بہت سی نیکیوں کو موجود نہیں پائے گا، تو وہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا کہ میری فاں فلاں نیکیاں کہاں گئیں؟ اُسے جواب دیا جائے گا کہ تم لوگوں کی غیبت کرتے تھے، اس لیے تمھاری نیکیاں مٹا دی گئیں۔ (الترغیب والترھیب: ۳/ ۵۱۵)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا ایک مخالف تھا اور وہ حضرت کی برائیاں کرتا رہتا تھا اور حضرت کو اس کی باتیں پہونچتی رہتی تھیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ کام شروع کیا کہ روزانہ ایک تھال میں اشرفیاں رکھ کر اس کو کپڑے سے ڈھک کر اس کی طرف بھیج دیتے۔ وہ حضرت کی طرف سے مخالفانہ باتیں کرتا اور حضرت اس کے ساتھ یہ سلوک کرتے جب دو چار مرتبہ اس طرح ہوا تو اس کو شرم آنے لگی کہ میں روزانہ حضرت کے خلاف برائیاں کرتا ہوں اور وہ جواب میں مجھ کو ہدیہ پیش فرماتے ہیں۔ اس کو بڑی شرم آئی اور اس نے آہستہ آہستہ اپنا طرز عمل بدلا۔

ایک وقت ایسا آیا کہ اس نے حضرت کی مخالفت چھوڑ دی تو حضرت نے تھال بھیجنا

بھی چھوڑ دیا۔اس کو بڑا تعجب ہوا کہ جب میں حضرت کی شان میں گستاخی کرتا تھا تو تھال میں ہدیہ رکھ کر مجھے پیش کیا کرتے تھے اور جب میں نے ان کی مخالفت سے کنارہ کشی اختیار کرلی تو وہ دینا بھی بند ہوگیا۔اس نے کہلا بھیجا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تو احسان کا بدلہ احسان تھا، کہ تم میری برائیاں کرکے اپنی نیکیاں مجھے دیا کرتے تھے، اور نیکیاں تو آخرت کی کرنسی ہے، اور دنیا کی کرنسی آخرت کی کرنسی کا مقابلہ کیسے کرسکتی ہے۔ میں نے سوچا کہ تم آخرت کی نیکیاں مجھ تک بھیج رہے ہو تو میں بھی دنیا میں کچھ نہ کچھ آپ کے لیے ہدیہ پیش کیا کروں۔ جب تک آپ کی جانب سے مجھے نیکیاں ملتی تھی میں آپ کو اس کا بدلا دیا کرتا تھا اور جب آپ کی جانب سے احسان آنا بند ہوگیا تو میں نے بھی اپنا سلسلہ بند کردیا۔(اصلاحی بیانات:۷/ص:۳۸تا۴۰)

اپنی ماں کی غیبت کروں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کسی نے کہ آپ کسی کی غیبت کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے جواب میں کہا میں کیوں کروں؟ اگر کروں گا تو اپنی ماں کی کروں گا۔ سننے والے نے کہا بھلا یہ کیا بات ہے کہ آپ غیبت کریں گے وہ بھی اپنی ماں کی؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ غیبت نیکیوں کو ضائع کردیتی ہے، اگر میں اپنی ماں کی غیبت کروں گا تو میری نیکیاں جائیں گی تو میری ماں کے پاس جائیں گی۔(اصلاحی بیانات:۷/۴۰)

[۸] دعاؤں کا قبول نہ ہونا

غیبت کا ایک نقصان یہ ہے کہ اس کی وجہ سے بندے کی دعائیں بارگاہِ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ تین لوگوں کی دعائیں قبول

نہیں ہوتی۔ایک تو حرام کھانے والا، دوسرا بکثرت غیبت کرنے والا اور تیسرا دوسروں سے حسد کرنے والا۔(اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں ص:۲۴۳)

[۹] نفاق پیدا ہونا

غیبت کی ایک برائی یہ ہے کہ اس کی وجہ سے دل میں نفاق پیدا ہوتا ہے۔حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ ملنے آئے اور آپس میں کسی کی غیبت شروع کر دی۔ آپ سامنے آئے تو وہ چپ ہو گئے۔آپ نے فرمایا کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایسا کرنا نفاق سمجھتے تھے کہ لوگوں کے سامنے تعریف کریں اور غائبانہ غیبت کریں۔(اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں ص:۲۵۰)

[۱۰] شیطان کا خوش ہونا

غیبت کی ایک برائی یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے شیطان کو بہت خوشی ہوتی ہے۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ شیطان اپنے ایک ہاتھ میں راکھ اور دوسرے میں شہد لے کر جا رہا ہے۔آپ نے پوچھا کیا کرے گا اس کا؟ اس نے کہا کہ راکھ تو یتیموں کے منہ پر ماروں گا تا کہ لوگ انھیں حقیر سمجھیں اور اُن کی مدد نہ کریں اور شہد تو غیبت کرنے والوں سے خوش ہو کر انھیں پلانے جا رہا ہوں۔(غیبت کیا ہے؟ ص:۱۴۷)

[۱۱] فتنہ پردازی

حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو آج تمھارے سامنے کسی کی غیبت کر رہا ہے وہ کل کسی اور کے سامنے تمھاری غیبت کرے گا۔اس طرح یہ شخص لوگوں کے درمیان فتنہ وفساد پھیلاتا ہے اور جب یہ حقیقت کھلتی ہے کہ سارا فساد اسی

نے لگایا ہے تو لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔(خطبات رشید:۷/۲۳۷)

[۱۲] دوسروں کی پردہ دری

غیبت کی ایک برائی یہ بھی ہے کہ غیبت کرنے والا غیبت کر کے دوسروں کے راز کو فاش کرتا ہے، تو اس طرح وہ خود اپنی رسوائی کا سامنا کرتا ہے۔ جو دوسروں کے عیوب کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اسی کے عیوب دوسروں کے سامنے کھول دیتے ہیں۔ (اتحاد امت سورۂ حجرات کی روشنی میں ص:۲۵۴)

غیبت کی اقسام

علما نے غیبت کی چند قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

[۱] بدن کی غیبت

بدن کی غیبت یہ ہے کہ کسی کو ذلیل کرنے کے لیے اس کے جسمانی عیوب کا ذکر کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا قدرے پست قد تھیں۔ میں نے ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کیا آپ کو صفیہ کا پستہ قد ہونا پسند ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگواری کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا تم نے ایسی کڑوی بات کہہ دی ہے کہ اگر اسے سمندر میں گھولا جائے تو سارا پانی کڑوا ہو جائے۔(ابوداود: اول کتاب الادب/باب فی الغیبة/رقم الحدیث:۴۸۷۵)

[۲] لباس کی غیبت

لباس کی غیبت یہ ہے کہ کسی پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کے لباس اور پوشاک کو

حقارت کے انداز میں بیان کرنا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ ایک دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ایک خاتون کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس کا دامن بہت لمبا ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم تھوکوں تم تھوکوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے تھوکا تو میرے منہ سے گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا، یہ غیبت کا اثر تھا۔ (الترغیب والترھیب: ۵۰۶/۳)

[۳] نسب کی غیبت

نسب کی غیبت یہ ہے کہ کسی کے حسب ونسب اور خاندان کو حقارت کے انداز میں بیان کیا جائے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اونٹ کی ضرورت تھی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھے۔ آپ نے فرمایا صفیہ کو ایک اونٹ دے دو، اس پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا میں اس یہودیہ کو اپنا اونٹ دوں گی؟ ان کے اس نامناسب جملے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگواری ہوئی اور آپ نے تقریبا تین مہینوں تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ملنا اور کلام کرنا ترک کر دیا۔ (الترغیب والترھیب: ۵۰۵/۳)

[۴] عادات واوصاف کی غیبت

عادات واوصاف کی غیبت یہ ہے کہ کسی کے اخلاق کو اس طور پر بیان کیا جائے کہ اس کی ذلت مقصود ہو۔ مثلاً فلاں تو متکبر ہے، ریاکار ہے، بخیل ہے، بے وقوف ہے، بیوی کا غلام ہے وغیرہ۔

[۵] عبادت کی غیبت

عبادت کی غیبت یہ ہے کہ کسی کی عبادت پر تبصرہ کیا جائے۔ مثلاً فلاں کی نماز تو خشوع وخضوع سے خالی ہے، فلاں کا وضو درست نہیں، فلاں تو رات بھر جاگتا ہے لیکن تہجد پڑھتا نہیں۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب گلستاں میں ایک جگہ لکھا ہے کہ میں بچپن میں بڑا عبادت گذار وشب بیدار تھا۔ ایک رات میں اپنے والد محترم کی خدمت میں حاضر تھا ساری رات مسلسل تلاوت قرآن اور عبادت خدا میں مشغول رہا۔ میرے ارد گرد کچھ لوگ بڑے آرام سے سو رہے تھے۔ مجھے ان لوگوں کا اس طرح بے فکرا سونا برا معلوم ہوا تو میں نے اپنے والد سے شکایت کی کہ یہ لوگ تو ایسے سو گئے جیسے مر گئے ہوں، کوئی بھی تہجد کے لیے بیدار نہیں ہوا۔ میرے والد نے جواب دیا کہ بیٹا! اچھا ہوتا کہ تو بھی سو جاتا تھا کہ دوسروں کی غیبت نہ کرتا۔

دور اندیش باپ نے بیٹے کو غلطی پر متنبہ کیا تا کہ آئندہ اس سے بچے اور اپنی نیکی برباد نہ کرے۔ (غیبت کیا ہے؟ ص: ۲۷)

[۶] معاصی کی غیبت

معاصی کی غیبت یہ ہے کہ کسی کے گناہ کو بیان کر کے اس کو شہرت دی جائے۔ مثلاً کسی کے زنا، چوری یا شراب نوشی کے عمل کو اس کی اصلاح کے بجائے حقارت کے ارادے سے بیان کیا جائے۔

حجاج بن یوسف کی غیبت

منقول ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے حجاج بن یوسف کی برائی شروع کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فوراً ٹوکا اور فرمایا یہ مت سمجھو کہ حجاج ظالم ہے تو اس کی غیبت حلال ہوگئی۔ یاد رکھو! جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حجاج سے اس کے ناحق قتل اور ظلم کا بدلہ لیں گے تو تم سے بھی اس کی غیبت کا بدلہ لیں گے۔ (اسلام اور ہماری زندگی: ۱۹۶/۴)

[۷] اعضا کی غیبت

اعضا کی غیبت یہ ہے کہ انسان اپنے اعضا سے کسی کی برائی بیان کرے۔ مثلاً ہاتھ کے اشارے سے کسی کے پستہ قد ہونے کو بتلائے، یا زبان سے کسی کی بارئی بیان کرے، یا غیبت کی مجلس میں بیٹھ کر اپنے کان سے غیبت کو سنے وغیرہ۔

[۸] قلم کی غیبت

قلم کی غیبت یہ ہے کہ انسان اُس قلم سے جس کو اللہ تعالیٰ نے عظیم نعمت کی شکل میں عطا فرمایا ہے اور جس کی حق تعالیٰ نے قسم بھی کھائی ہے کسی کی برائی لکھنا شروع کردے۔ گویا اس نے قلم کی نعمت کا غلط استعمال کیا۔

[۹] خواتین کی طرف سے غیبت

خواتین کا خاص اور دلچسپ مشغلہ ہے غیبت۔ فرصت اور فراغت کے اوقات میں ان کی نوے فیصد گفتگو غیبت پر مشتمل ہوتی ہے۔ جس طرح کپڑے کی ڈیزاین اُن کا دلچسپ موضوع ہے، اسی طرح غیبت بھی اُن کا دلچسپ مشغلہ ہے۔

ایک واقعہ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جگہ کھڑے تھے تو اچانک وہاں سے شیطان گزرا جس نے کئی گدھوں پر مال لادا ہوا تھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے تجارت شروع کی ہے تو یہ میرا مال تجارت ہے، بس اسی کو لے کر جا رہا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ پہلے گدھے پر کیا ہے؟ اس نے کہا جھوٹ ہے جس کو تاجر لوگ خریدیں گے، دوسرے پر حسد ہے جس کو علما خریدیں گے، تیسرے پر دشمنی ہے جس کو مالدار لوگ خریدیں گے اور چوتھے پر غیبت جس کو عورتیں خریدیں گی۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۱۸۷، ۱۸۸)

[۱۰] علما کی غیبت

غیبت کی ایک خطرناک قسم ہے علما کی غیبت۔ حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ علما کا گوشت زہر آلود ہوتا ہے اور علما کی حقارت کرنے والوں کو من جانب اللہ رسوائی مل کر رہتی ہے اور اللہ تعالیٰ موت سے پہلے اس کے دل وضمیر کو مردہ کر دیتا ہے۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۱۷۶)

ہمارے بزرگ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو علمائے ربانیین کی حقارت کرتا ہے اس کی قبر کھود کر دیکھو، اس کا منہ قبلے سے پھیر دیا جاتا ہے۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۱۷۷)

غیبت کی سنگینی اقوال سلف کی روشنی میں

غیبت کی سنگینی کو اسلاف کے ارشادات کی روشنی میں سمجھتے ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ کسی نے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کسی کی غیبت کی تو آپ نے فرمایا

خبردار! غیبت مت کرنا، یہ عمل ان لوگوں کی غذا ہے جو انسانوں کی صورت میں کتے ہیں۔ (احیاء العلوم مترجم: ۳/ ۲۲۵)

(۲) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واللہ! غیبت تو مؤمن کے دین کو جسم کی خطرناک بیماری کی بہ نسبت زیادہ نقصان پہونچاتی ہے۔ (احیاء العلوم مترجم: ۳/ ۲۲۵)

(۳) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی کسی کی غیبت کرتا تو فرماتے اے بھائی! اس وقت کو یاد کر جب تجھے کفن پہنایا جائے گا، روئی سے ناک بند کی جائے گی اور کافور ملا جائے گا۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۲۲۲)

(۴) حضرت ابو عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت نقصان پہونچاتی ہے، تب سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۲۲۸)

(۵) حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ اگر کسی کی غیبت کروں گا تو روزہ رکھوں گا، پھر بھی بچ نہ سکا تو یہ طے کیا کہ اگر کسی کی غیبت کروں گا تو ایک درہم صدقہ کروں گا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غیبت چھوٹ گئی۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۲۲۸)

(۶) حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی غیبت کرتا تو فرماتے تمھارا اپنے بھائی پر ظلم ہے کہ تم اس کی برائیوں کا تذکرہ کرو جو تمھارے علم میں ہے اور اس کی بھلائیوں کو چھوڑ دو۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۲۳۰)

(۷) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی کی غیبت نہیں کی۔ آپ فرماتے تھے کہ میں امید کرتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھ سے غیبت کے بارے میں سوال نہیں کرے گا۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں رص: ۲۳۶)

غیبت کی جائز شکلیں

غیبت کی قباحت اور برائی کے باوجود علما نے غیبت کی کچھ جائز شکلیں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) ظالم کی شکایت کے لیے غیبت کرنا اور اس کے ظلم کی برائی کو بیان کرنا۔

(۲) دینی ضرورت کے پیش نظر غیبت کرنا۔ جیسا کہ حضرات محدثین تحقیق کرتے تھے کہ فلاں راوی کیسا ہے، اس سے روایت لی جاسکتی ہے یا نہیں؟

امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے بہت بڑے امام ہیں۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کے والد کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ تو فرمایا کسی اور سے پوچھ لو۔ اس نے اصرار کیا تو سر جھکا کر فرمایا کہ یہ دین کی بات ہے اس لیے بتا رہا ہوں کہ حدیث کے معاملے میں وہ ضعیف ہیں۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں ص: ۲۹۲)

امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

اسی طرح حدیث کے بڑے امام حضرت امام ابوداود سجستانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند کا حال کسی نے آپ سے پوچھا تو صاف فرمایا کہ اس سے روایتیں لینا جائز نہیں ہے۔ (اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں ص: ۲۹۲)

(۳) کسی کی اصلاح کے لیے غیبت کرنا۔ مثلاً کوئی شخص کسی بزرگ کے پاس جائے اور کہے کہ میرا فلاں دوست شراب کا عادی ہو چکا ہے، آپ اس کے لیے دعا فرمائیں۔

(۴) شرعی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے غیبت کرنا۔

حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ

حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا جو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں انھوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے شوہر کے بارے میں سوال کیا کہ وہ خرچ کرنے کے بارے میں بخل کرتے ہیں، تو کیا میں ان کے علم میں لائے بغیر ان کی رقم استعمال کرسکتی ہوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقدر ضرورت ان کو رقم استعمال کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (بخاری: کتاب النفقات / باب اذا لم ینفق الرجل وللمرأۃ ان تأخذ بغیر علمہ / رقم الحدیث: ۵۳۶۴)

(۵) کسی کے شر سے بچانے کے لیے غیبت کرنا۔ مثلاً کسی کو جھوٹ بول کر مال وصول کرنے کی عادت ہو اور آپ اس کو اپنے دوست کے پاس دیکھیں تو چپکے سے کہے کہ چوکنا رہنا، اس کو جھوٹ بول کر مال ہڑپ کرنے کی عادت ہے۔

(۶) کسی کا تعارف کرانے کے لیے غیبت کرنا۔ مثلاً آپ اپنے کسی دوست سے کہے کہ آپ کو فلاں نے سلام کہا ہے اور وہ سمجھ نہ سکے کہ کس نے کہا تو آپ تعارف کروانے کے ارادے سے کہے کہ وہ کالیے نے سلام کہا ہے۔

(۷) کسی کو حیا دلانے کے لیے غیبت کرنا، تاکہ وہ اپنی حرکت سے باز آجائے۔ مثلاً کسی میں سودخوری کی عادت ہے، آپ اس کی برائی اس ارادے سے کرے کہ وہ رک جائے اور وہ یہ سوچے کہ میری سودخوری کا لوگوں کو علم ہوگیا تو وہ بھی رک جائے۔ (ملخصا از اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں ص: ۲۹۱ تا ۳۰۰)

بہرحال! یہ ایک مہلک مرض ہے، جس نے ہمارے معاشرے کا امن وسکون برباد کر دیا ہے۔ یہ بیماری ایسی راسخ ہوچکی ہے کہ اکثر مجالس کی زینت بن چکی ہے۔ یہ ایسی سماجی

بیماری ہے جس نے مسلمانوں کے درمیان اخوت ومحبت کے رشتے کو تار تار کر کے رکھ دیا ہے۔ دشمنی کی آگ بھڑکانے کا بڑا سبب ہے۔ یہ وہ کبیرہ گناہ ہے جو ایمان کی روشنی کو بجھا دیتا ہے اور احسان کے رتبے سے انسان کو گرا دیتا ہے اور عذابِ قبر کا بھی سبب بنتا ہے۔ اسلیے اس سنگین گناہ سے بچنا از حد ضروری ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے معاشرے کو غیبت کی برائی اور اس کے نجس اثرات سے پاک وصاف فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۳)

حسنِ خاتمہ کے اسباب

تعارف

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۴؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز:اتوار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿فَلَوۡلَاۤ اِذَا بَلَغَتِ الۡحُلۡقُوۡمَ ○ وَاَنۡتُمۡ حِیۡنَئِذٍ تَنۡظُرُوۡنَ ○ وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ ○﴾ [الواقعة: ۸۳، ۸۴، ۸۵]

تمہید

یہ سورۂ واقعہ کی تین آیتیں ہیں۔ان آیات میں حق تعالیٰ نے موت کے وقت کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔فرمایا کہ جب جان حلق تک پہونچتی ہے اور تم اس وقت اس کو دیکھ رہے ہوتے ہوں اور ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہوتے ہیں،لیکن تم ہمیں نھیں دیکھتے۔

موت کا منظر بڑا ڈراؤنا منظر ہے،جس کو الفاظ میں بیان نھیں کیا جا سکتا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا تبصرہ

حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ انتہائی ذکی اور عقلمند صحابہ میں سے ہیں۔آپ کے حالات میں لکھا ہے کہ جب آپ پر سکرات کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا کہ ابا جان آپ فرمایا کرتے تھے کاش! کوئی ایسا عقلمند ہوتا جو موت کے وقت کے حالات کو اور کیفیت کو بیان کرتا،اب آپ اس حالت میں پہونچ چکے ہیں،لہٰذا آپ ہی بتا دیجیے کہ آپ کس وقت کیا محسوس کر رہے ہیں؟ حضرت عمر بن العاص نے رضی اللہ عنہ جواب دیا کہ بیٹا حقیقت تو یہ ہے کہ موت کی کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنا دشوار ہے۔البتہ کچھ باتیں عرض کرتا ہوں کہ گویا ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ میری گردن پر رضوی نامی پہاڑ رکھ دیا گیا ہے، مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ

میرے پیٹ میں کانٹے کی شاخ ہے اور مجھے سانس لینے میں ایسی دقت ہو رہی ہے گویا جی میری جان سوئی کے سوراخ سے نکل رہی ہے۔(شرح الصدور فی احوال القبور مترجم رص:۸۱)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کا تبصرہ

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ موت کا منظر دنیا اور آخرت کا انتہائی ہولناک منظر ہے۔موت کی تکلیف آروں سے چیرے جانے قینچیوں سے کاٹے جانے اور دیگچیوں میں پکائے جانے سے زیادہ سخت ہے۔اگر کوئی مردہ قبر سے اٹھ کر زندہ لوگوں کو صرف موت کی شدت بیان کرے تو وہ لوگ سارے عیش و آرام کو بھول جائیں گے۔(شرح الصدور فی احوال القبور مترجم رص:۸۳)

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ موت کی شدت اور کیفیت کو بیان کیجیے۔حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا امیر المومنین! ایسے سمجھو کہ کوئی خاردار اور کانٹے دار ٹہنی حلق سے پیٹ کی جانب داری جائے اور اس کا کانٹا رگ میں اور آنت میں پیوست ہو جائے پھر اسے جھٹکا دے کر کھینچا جائے تو اس وقت جو تکلیف ہوتی ہے اس سے زیادہ تکلیف موت کے وقت محسوس ہوتی ہے۔(شرح الصدور فی احوال القبور مترجم رص:۸۲، ۸۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تبصرہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں موت کا فرشتہ جب جان کو نکالتا ہے تو اس کی تکلیف تلوار کے سو وار سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔(شرح الصدور فی احوال القبور مترجم رص:۸۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تبصرہ

منقول ہے کہ جب سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روح اللہ تعالیٰ کے دربار میں پہونچی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! آپ نے موت کو کیسا پایا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار ایسے جیسے زندہ بکری کی کھال اتاری جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ موت کو ایسے پایا جیسے زندہ چڑیا کو آگ پر بھونا جائے۔ (شرح الصدور فی احوال القبور مترجم رص: ۸۰۔۸۲)

حضرت سام بن نوح کا تبصرہ

تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چار مردوں کو زندہ کیا۔ ان چار میں سے ایک سام بن نوح بھی تھے۔ اُن کی قبر پر آپ خود گئے اور اللہ کا اسم اعظم لے کر صاحب قبر کو پکارا تو سام قبر سے نکل آئے۔ قیامت بپا ہونے کے اندیشے سے اس کا آدھا سر سفید ہو چکا تھا۔ اُس زمانے میں لوگوں کے بال سفید نہیں ہوتے تھے۔ سام نے کہا کیا قیامت برپا ہوگئی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ نہیں، میں نے تم کو اللہ کا اسم اعظم لے کر پکارا تھا، تاکہ اپنی قوم کو بتا سکوں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہیں۔ پھر آپ نے پھر آپ نے سام بن نوح سے فرمایا کہ دوبارہ قبر میں چلے جائیں، تو وہ جانے کو تیار نہیں تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے تو تمھیں اس لیے زندہ کیا کہ اپنی قوم کو معجزہ پیش کر سکوں۔ سام نے کہا اس شرط پر مرنے کو تیار ہوں کہ اللہ موت کی تلخی سے محفوظ رکھے، جب سے مرا ہوں موت کی تلخی اب تک محسوس ہو رہی ہے۔ آپ نے اللہ سے دعا کی اور دعا قبول ہوئی۔ (تفسیر مظہری اردو: ۲/ ۲۴۲)

دنیا میں ہر آنے والے کو موت کا ذائقہ چکھنا ضرور ہے، لیکن کامیاب وہ ہے جس کو حسنِ خاتمہ نصیب ہوجائے۔ تو سوال ہوگا کہ حسنِ خاتمہ کی علامتیں کیا کیا ہیں؟

علما نے حسنِ خاتمہ کی چند علامتیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی علامت: موت کے وقت کلمہ پڑھنا

حسنِ خاتمہ کی پہلی علامت ہے کسی کو مرتے وقت کلمۂ شہادت نصیب ہوجائے۔

حدیث شریف میں بھی یہی تعلیم دی گئی ہے:

لقنوا موتاکم لا الہ الا اللّٰہ

کہ اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللّٰہ کی تلقین کرو۔ (مسلم: کتاب الجنائز / باب تلقین الموتیٰ لا الہ الا اللہ / رقم الحدیث: ۹۱۶)

ایک حدیث میں ہے کہ جس کا آخری کلام لا الہ الا اللّٰہ ہوگا تو وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداود: کتاب الجنائز / باب فی التلقین / رقم الحدیث: ۳۱۱۶)

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ

جلیل القدر صحابی اور اسلام کے عظیم سپہ سالار حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت بارگاہ الٰہی میں دونوں ہاتھ اٹھا کر عاجزی کے ساتھ کہا پروردگار! آپ نے حکم دیا اور ہم نے حکم کی مخالفت کی، تو نے منع کیا اور ہم نے نافرمانی کی رب کریم میں بے قصور نہیں ہوں کہ معذرت کروں اور طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں، اگر تیری رحمت شامل حال نہ ہوگی تو ہلاک ہوجاؤں گا۔ پھر آپ نے تین مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللّٰہ پڑھا اور جان سپرد کر دی۔

ایک روایت میں ہے کہ انتقال کے وقت آپ نے اپنے لشکر کے کمانڈر اور محافظوں کو بلایا اور ان سے کہا کیا تم سب مل کر مجھے اللہ کے عذاب سے بچا سکتے ہو؟ سب نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ سب واپس چلے جاؤ۔ پھر آپ نے پانی ملا کر وضو فرمایا اور قبلہ رخ ہو کر یہ دعا کی جو اوپر مذکور ہوئی اور اس کے بعد آیت کریمہ:

﴿لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝﴾ [الانبیاء:۸۷]

پڑھتے پڑھتے وفات ہوگئی۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص:۲۶۲)

حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ

ایک بہت بڑے محدث ہیں حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کا آخری وقت ہے، محدثین جو وہاں موجود تھے سمجھ گئے کہ اب ان کو کلمہ کی تلقین کرنی چاہیے، لیکن سوچا خود بھی محدث ہے تو بغیر سند کے بات کیسے قبول کریں گے؟ ایک محدث نے اپنی سند بیان کرنا شروع کیا عن فلان عن فلان اور درمیان میں ایک راوی کا نام بھول گئے، اب آگے کیسے بڑھے؟ اٹک گئے۔ دوسرے محدث نے اپنی سند بیان کی وہ بھی درمیان میں اٹک گئے۔ تیسرے نے اپنی سند بیان کی وہ بھی درمیان میں اٹک گئے۔ حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ سب سن رہے ہیں کہ وہ فلاں مقام پر رک گیا، دوسرے نے فلاں جگہ غلطی کی، تیسرے نے فلاں جگہ تو اخیر میں خود حافظ ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو نزع کی حالت میں ہے اپنی سند بیان کرنا شروع کیا کہ میں نے محمد بندار رحمۃ اللہ علیہ سے، انھوں نے ابوعاصم رحمۃ اللہ علیہ سے، انھوں نے عبدالحمید بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے، انھوں نے صالح بن ابوعریب رحمۃ اللہ علیہ سے، انھوں نے کثیر بن مرۃ حضرمی رحمۃ اللہ علیہ سے، انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

من کان آخر کلامه لا اله الا اللّٰه

اتنا ہی کہا تھا کہ حافظ ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح پرواز ہوگئی، اگلا جملہ دخل الجنة نہیں کہہ سکے۔ علما لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب نے یہ روایت ناقص نہیں چھوڑی، بلکہ مکمل کی۔

من کان آخر کلامه لا اله الا اللّٰه اتنا جملہ زبان سے کہا اور دخل الجنة یہ جملہ عمل سے ثابت ہوگیا۔ تو ہماری ابتدا بھی کلمہ پر اور انتہا بھی کلمہ پر ہوتی ہے۔ یہ عقیدۂ توحید اسلام کے بنیادی عقیدوں میں سے ہے۔ (فکر آخرت رص:۲۶۷)

میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی کی وفات کا واقعہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دادا پیر میانجی نور محمد صاحب جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک پیر بھائی تھے۔ شیر خان ان کا نام تھا۔ جب اُن کا انتقال ہونے لگا تو وہ بالکل چپ تھے۔ لوگ اُن سے کلمہ پڑھوانے کی کوشش کرتے، لیکن وہ بالکل خاموش تھے۔

لوگوں کو گھبراہٹ ہوئی کہ ایسا ذاکر و شاغل آدمی ایسی حالت میں دنیا سے جارہا ہے کہ کلمہ بھی نہیں پڑھ پارہا ہے۔ لوگوں نے میانجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بتلایا۔ چنانچہ میانجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن کے پاس تشریف لائے اور پوچھا حضرت کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگے کہ آپ ان لوگوں کو منع کردے کہ وہ مجھے پریشان نہ کریں، وہ مجھے مسمیٰ سے اسم کی طرف لا رہے ہیں اور الحمدللہ میں غافل نہیں ہوں۔ (حسن خاتمہ رص:۱۷۰)

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ

بندے کے والد ماجد قدس سرہ کی وفات کا نقشہ ابھی بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔

ایک خاتون کی جنازے کی نماز پڑھانے کے بعد مکان پر تشریف لائے اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کی، کچھ دیر رات کی تفسیر کے لیے کچھ صفحات کا مطالعہ کیا۔ پھر جب آخری وقت قریب ہوا تو آسمان کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ اب مجھے لیٹ جانے دو، اس کے بعد قلب کی جس گہرائی سے لفظ اللہ کہا ہے وہ آواز گویا ابھی بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔ (حیات عارف رص: ۹۶)

دوسری علامت: طاعت ونیکی پر مرنا

حسنِ خاتمہ کی دوسری علامت ہے کہ موت آئے تو کسی نیک عمل کی حالت میں۔ مثلاً نماز پڑھتے ہوئے، روزے کی حالت میں، تلاوت کرتے ہوئے وغیرہ۔

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ مجھے مرتے وقت اس طرح کی شدت نہیں پیش آئے گی جیسے عام لوگوں کو پیش آتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ نے ان کی دعا قبول کی۔ وہ ایک دن درمیانی رات میں تہجد کی نماز پڑھنے میں مشغول تھے کہ نماز کے دوران ہی سجدے کی حالت میں آپ کی وفات ہوگئی۔ اسی وقت آپ کی ایک صاحبزادی نے خواب دیکھا کہ آپ وفات پا چکے ہیں وہ گھبرا کر اٹھی اور دوڑی ہوئی آپ کے مصلے تک آئی اور آپ کو آواز دی، لیکن جواب نہ ملا تو جا کر دیکھا کے سجدے کی حالت ہی میں آپ کے روح پرواز ہو چکی تھی۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص: ۲۶۱)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وفات کا واقعہ

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی وفات کے وقت ان کے قریب بیٹھا ہوا ایک

شاگرد رونے لگا۔آپ نے رونے سے منع فرمایا اور کہا کہ میں اللہ کے فیصلے پر دل وجان سے راضی ہوں۔پھر فرمایا کہ جتنی حدیثیں مجھے معلوم تھی سب بیان کردی،بس ایک رہ گئی ہے، چنانچہ وہ حدیث بھی بیان فرمادی جس کا مضمون یہ ہے کہ ہر کلمہ پڑھنے والا جنت میں جائے گا۔ اوراس کے بعد آپ کی روح پرواز کرگئی۔(اللہ سے شرم کیجیے،ص:۲۶۶)

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی وفات کا واقعہ

امام ربانی حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اس حال میں ہوا کہ آپ نے نزع کی حالت میں موذن کی آواز مغرب کے وقت سنی تو فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑو اور مجھے مسجد لے چلو۔احباب اوراہل خانہ نے عرض کیا کہ آپ تو علیل ہیں۔تو فرمایا کہ میں اللہ کے منادی کی آواز سنوں اور مسجد کو نہ جاؤں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ پس لوگوں نے ان کا ہاتھ پکڑا اوران کو مسجد لے گئے۔مسجد میں داخل ہوئے اور امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوئے،ایک رکعت ادا کی اوراسی حالت میں آپ کا انتقال ہوگیا۔(حسن خاتمہ،ص:۱۴۱)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ

عباسی خلیفہ منصور نے امام اعظم سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوفہ سے بغداد بلایا اور قاضی بننے کی پیش کش کی۔آپ نے انکار کردیا تو اس نے آپ کو قید میں ڈلوادیا۔ روزانہ آپ کو بڑی بے دردی سے کوڑے لگائے جاتے تھے۔کمزور بدن کوڑوں کی وجہ سے لہولہان ہوجاتا۔دس دن تک یہی عمل جاری رہا۔

پھر آپ کو زبردستی زہر پینے پر مجبور کیا گیا۔چنانچہ قید خانے میں رہتے ہوئے پندرہ دن ہی ہوئے تھے کہ آپ سختیوں کو برداشت نہ کرسکیں اور زہر کے سخت اثر سے متأثر ہوکر ۷۰

سال کی عمر میں مظلومانہ حالت میں بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہو گئے۔

ابو حسان زیادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا آخری وقت محسوس کیا تو سجدے میں چلے گئے اور اسی حال میں ان کی روح پرواز ہو گئی۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص: ۲۶۸، ۲۶۹)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ

جب خلق قرآن کا فتنہ اٹھا تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا۔ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے درمیان اور ان بدعتیوں کے درمیان فیصلہ ہمارے جنازے سے ہوگا۔ چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو جنازے میں اتنا مجمع تھا کہ سب دنگ رہ گئے۔ خلیفہ متوکل نے اس جگہ کو ناپنے کا حکم دیا جہاں آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی گئی تھی تو اندازہ ہوا تقریباً ۲۵ لاکھ لوگوں نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی تھی۔ تاریخ میں اس سے بڑے جنازے کا ثبوت نہیں ملتا۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص: ۲۷۰)

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو کسی نے ان کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ آپ نے حالت نزع کو کیسا پایا؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تو مکاتب غلام کا ایک مسئلہ تلاش کر رہا تھا، میری موت کب آئی مجھے پتہ بھی نہ چلا۔ (ظفر المحصلین رص: ۹۶)

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

ایک مجلس مذاکرہ میں حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا

گیا امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو فوری طور پر پوچھی گئی حدیث یاد نہ آئی تو گھر آ کر وہ حدیث تلاش کرنی شروع کرنے بیٹھ گئے کسی نے امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کھجوروں کا ایک ٹوکرہ رکھ دیا۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حدیث تلاش کرنے کے لیے ایسے منہمک ہوئے ساتھ ساتھ ایک ایک کر کے کھجوریں بھی کھاتے رہے وہ حدیث بھی تلاش کرتے رہے یہاں تک کہ ساری رات گزر گئی اور وہ حدیث بھی مل گئی اور وہ کھجوروں کا ٹوکرہ بھی کھاتے کھاتے ختم ہو گیا اور یہی ان کی وفات کا سبب بنا۔ (ظفر المحصلین رص:۱۴۱)

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال سے کچھ پہلے ہی قرآن پاک تلاوت کر کے ختم فرمایا۔ حاضرین نے کہا ایسی شدت کے وقت میں بھی آپ نے تلاوت موقوف نہیں کی؟ تو فرمایا اس وقت سے زیادہ میرے لیے پڑھنے کا کون سا وقت ہوگا؟ اس وقت میرے اعمال نامے لپیٹے جا رہے ہیں، پھر آپ نے تکبیر پڑھی اور جان سپرد کر دی۔ جب آپ کو وفات سے پہلے کلمہ طیبہ تلقین کی گئی تو فرمایا یہ کلمہ میں بھولا ہی کب ہو جو مجھے یاد دلایا جائے۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص:۲۷۲)

ہمارے حج کے ایک ساتھی کا واقعہ

ہمارے حج کے ساتھی تھے شاہپور احمد آباد کے رہنے والے تھے۔ رکشہ چلا کر رقم جمع کی تھی اور حج کے لیے اپنی اہلیہ کے ساتھ گئے پورے سفر میں بڑے مزے لے لے کر وہ لبیک پڑھتے تھے۔ ہم لوگوں نے مزاحاً ان کا نام لبیک چاچا رکھ دیا تھا۔ بیچارے اتنے موٹے تھے کہ چل بھی نہیں پاتے تھے۔ طوافِ وداع کیا دو پہر میں اور مکہ مکرمہ قیام کی آخری رات

گزارنے کے لیے حرم شریف گئے۔تہجد کی نماز ادا کی مطاف میں اور رکن یمانی کے سامنے کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی کعبہ شریف کو دیکھتے دیکھتے انتقال فرما گئے۔

تیسری علامت: پیشانی پر پسینا آنا

حسنِ خاتمہ کی تیسری علامت ہے کہ مرنے والے کی پیشانی پر پسینا آجائے۔ترمذی شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن پیشانی کے پسینے کے ساتھ مرتا ہے۔(ترمذی: ابواب الجنائز عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء ان المؤمن یموت بعرق الجبین / رقم الحدیث: ۹۸۲)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مریض کی عیادت کے لیے گئے جو موت وحیات کی کشمکش میں تھا۔آپ نے دیکھا کہ اس کی پیشانی سے پسینا نکل رہا ہے تو مسکرانے لگے۔یزید بن اوس نے پوچھا کہ آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن کی روح پسینا بہاتے ہوئے نکلتی ہے۔(المصنف لابن ابی شیبۃ / رقم الحدیث: ۶۷۷۲)

مؤمن کو موت کے وقت پسینا کیوں آتا ہے؟

اب ایک سوال ہوسکتا ہے کہ آخر مؤمن کو موت کے وقت پسینا کیوں آتا ہے؟

علما نے اس کے متعدد جوابات دیے ہیں۔

(۱) علامہ ابن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ مؤمن کو موت کی شدت اس لیے پیش آتی ہے کہ اگر اس کے گناہ ہوں تو اسے دھویا جائے اور اگر نہ ہو تو درجات بلند کیے جائیں۔

(۲) ایک جواب یہ بھی ہے کہ دراصل مؤمن کو موت کی شدت بہت کم ہوتی ہے اور وہ بس صرف اتنی ہوتی ہے کہ اس کی پیشانی پر پسینا آجاتا ہے۔

(۳) ایک عجیب بات اس سلسلے میں یہ بھی کہی گئی کہ دراصل مؤمن بندہ موت کے وقت شرمندہ ہوتا ہے اپنے گناہوں کی وجہ سے تو مارے شرم کے اس کو پسینا آجاتا ہے، برخلاف کافر بے شرم ہوتا ہے اس لیے اسے پسینا نہیں آتا۔ (حسن خاتمہ رص:۱۴۶)

چوتھی علامت جمعہ کی دن موت ہونا

حسنِ خاتمہ کی چوتھی علامت یہ ہے کہ کسی کا انتقال جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں ہو۔ ترمذی شریف کی روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو مسلمان جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات میں وفات پاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قبر کے فتنے سے بچا لیتے ہیں۔ (ترمذی: ابواب الجنائز عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / باب ماجاء فیمن مات یوم الجمعۃ / رقم الحدیث: ۱۰۷۴)

پانچویں علامت: رمضان المبارک میں موت ہونا

حسنِ خاتمہ کی پانچویں علامت یہ ہے کہ کسی کا انتقال رمضان المبارک میں ہو جائے۔ بعض رویات سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان المبارک میں اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو قبر کا عذاب ہٹا لیا جاتا ہے۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص:۲۹۷)

حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ جس کا نام ''احسن الفتاویٰ'' ہے، اس میں لکھا ہے ایک سوال کے جواب میں کہ اگر رمضان المبارک میں کسی کافر کا انتقال ہو جائے تو رمضان تک اس سے عذاب ہٹا لیا جاتا ہے اور مسلمان کا انتقال ہو تو قیامت تک لیے عذاب ہٹا لیا جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ: ۴/ ۱۹۷)

اسی طرح فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ''فتاویٰ محمودیہ'' میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مسلمان رمضان المبارک میں مرجائے تو امید ہے کہ اس سے قبر میں حساب نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ قدیم: ۱۳/ ۳۳)

چھٹی علامت: شہادت کی موت ہونا

حسنِ خاتمہ کی چھٹی علامت ہے کہ کسی کو شہادت نصیب ہوجائے۔ اللہ کے راستے میں شہادت کی بڑی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک شہید کے لیے چھ انعامات ہیں۔

(۱) خون کا پہلا قطرہ گرنے کے ساتھ ہی اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔

(۲) وہ جنت میں اپنی جگہ دیکھ لیتا ہے۔

(۳) عذاب قبر سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴) وہ عظیم گھبراہٹ والے دن سے مامون رہے گا۔

(۵) اس کے سر پر عزت کا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی ساری چیزوں سے بہتر ہے۔

(۶) بہتر جنتی حوروں سے اس کی شادی کی جائے گی اور اس کے ستر رشتہ داروں کے سلسلے میں اس کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ (ابن ماجہ: کتاب الجہاد/ باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ/ رقم الحدیث: ۲۷۹۹)

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، جولڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے، چچا کے پاس رہتے تھے، وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا، گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصے میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی، لیکن پھر ماں تھی، ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دے دی، جس کو انھوں نے دوٹکڑے کر کے ایک سے سَتر ڈھکا، دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینۂ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر پڑے رہا کرتے، اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ یہ اوابین میں سے ہے۔

غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا، صحابہ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جَل رہا ہے، قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ! اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا، دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے اللہ! میں اِس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔ (فضائل اعمال رص: ۳۵۷)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا شہادت کی تمنا کرنا

مشہور اسلامی سپہ سالار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو بڑی حسرت سے فرمایا کہ میں میدان جنگ میں بارہا شہادت تلاش کرتا رہا، شہادت کے ارادے سے میں صفوں میں گھس جاتا مگر میری آرزو پوری نہ ہوسکی، اور اب میں بستر پر سفر آخرت کے

لیے روانہ ہونے کو تیار ہوں۔ میرے پاس لا الہ الا اللہ کے بعد سب سے مقبول عمل اور پورا امید عمل خیر میدان جنگ کی وہ اندھیری رات ہے جب میں ہتھیار باندھ کر تیز بارش کے اندر صبح تک کھڑا رہا اور صبح کے وقت کفار پر اچانک حملہ کر دیا۔ پھر فرمایا کہ جب میری وفات ہو جائے تو میرے ہتھیار اور میرا گھوڑا سب اللہ کے راستے میں وقف کر دینا۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص:۲۶۰)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بستر پر موت کیوں آئی؟

یہاں ایک سوال ہو سکتا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ایسے بہادر تھے کہ جام شہادت نوش کرنے ہی کے ارادے سے دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے تھے تو پھر ان کو میدانِ جنگ کی موت کیوں نصیب نہیں ہوئی؟ بستر پر موت کیوں آئی؟

اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دراصل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا لقب عطا فرمایا تھا۔ اب اگر انھیں شہادت مل جائے تو مطلب یہ نکلے گا کہ اللہ کی تلوار ٹوٹ گئی اور ایک کافر نے اللہ کی تلوار کو توڑ دیا۔

ساتویں علامت: مرنے والے کے حق میں خیر کی گواہی دینا

حسنِ خاتمہ کی ساتویں علامت یہ ہے کہ مرنے والے کے بارے میں مسلمان تعریف کرے۔ مثلاً کہے کتنا اچھا آدمی تھا یا کیسا با اخلاق تھا وغیرہ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا گزر ایک جنازے پر ہوا، لوگ اس کی تعریف کرنے لگے کہ کیا اچھا آدمی تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ

واجب ہوگئی۔ پھر دوسرے جنازے کا گزر ہوا تو لوگ اس کی برائی کرنے لگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر فرمایا کہ واجب ہوگئی۔ اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا چیز واجب ہوگئی؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس میت کی تم لوگوں نے تعریف کی ہے اس کے لیے تو جنت واجب ہوگئی اور جس کی تم نے برائی کی ہے اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی۔ تم لوگ زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو۔ (بخاری: کتاب الجنائز/ باب ثناء الناس علی المیت/ رقم الحدیث: ۱۳۶۷)

اس لیے ہمیں چاہیے کہ مرنے والے پر تعریفی جملے کہنے کی عادت ڈالیں۔ اور اسی وجہ سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں یہ درس دیا کہ اپنے مردوں کی اچھائیاں بیان کرو۔ (ابوداود: اول کتاب الادب/ باب فی النھی عن سبب الموتیٰ/ رقم الحدیث: ۴۹۰۰)

آٹھویں علامت: خواب میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حسنِ خاتمہ کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ خواب میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو جائے۔ حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت جس کو خواب میں ہو جاتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا، پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مثالی علامت خاتمہ بالخیر کی ہے۔'' (ملفوظات حکیم الامت: ۲۲/ ۱۷۳)

اسی طرح مدینہ منورہ کی موت بھی حسنِ خاتمہ کی علامت ہے۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب بستوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا واقعہ

میرے والد ماجد نور اللہ مرقدہ کے ایک استاذ تھے حضرت مولانا عبداللہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ جونومسلم تھے۔اللہ تعالیٰ نے دولت اسلام سے نوازا پھر عالم دین بھی بنایا۔دار العلوم دیوبند میں علم دین حاصل کیا اور شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھی، انھیں سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور انھوں نے اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی۔

پھر ایک مدرسے کے مہتمم ہو گئے اور بعد میں دار العلوم دیوبند کے درجۂ حفظ میں داخل ہوئے اور صرف آٹھ مہینے میں قرآن مجید حفظ بھی کر لیا تھا۔پھر اللہ تعالیٰ کا کرم کچھ ایسا ہوا کہ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور زندگی کے آخری چوبیس سال تقریباً وہاں گزارے۔انتقال ہوا تو مدینے میں ہوا، نماز تو مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پڑھی گئی اور دفن تو جنت البقیع میں ہوئے۔(حیات عارف رص: ۲۳)

یہ ہے حسنِ خاتمہ، کاش! ہمیں بھی نصیب ہو جائے۔کسی نے خوب کہا ؎

غروب ہوگا کسی دن حیات کا سورج	خدا کرے وہ شام مدینے میں آئے

شیطان کی آخری وقت کوشش

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔موت کے وقت وہ پوری کوشش کرتا ہے اور اس میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا کہ کسی طرح بندے کو ایمان سے محروم کر کے دائمی عذاب کا مستحق بنا دے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو شیطان بھی وہاں آپہونچا۔اُس نے اِن سے پوچھا کہ تم نے عمر مناظروں میں گزاری، خدا کو بھی پہچانا؟ آپ نے فرمایا کہ بے شک خدا ایک ہے۔اس نے کہا کہ اس پر کیا دلیل؟ آپ نے ایک دلیل قائم فرمائی، وہ

مردود فرشتوں کا استاذ رہ چکا ہے، اس نے وہ دلیل توڑ دی۔ آپ نے دوسری دلیل قائم کی اس نے وہ بھی توڑ دی۔ یہاں تک کہ ۳۶۰ دلیلیں حضرت نے قائم کی اور اس نے سب توڑ دی۔

اب امام رازی رحمۃ اللہ علیہ سخت پریشانی میں اور نہایت مایوس، آپ کے پیر و مرشد حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کہیں دور دراز مقام پر اپنے علاقے میں تھے اور وضو فرما رہے تھے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ حقیقت منکشف فرما دی۔ چنانچہ انھوں نے آواز دی کہ کیوں نہیں کہہ دیتا کہ میں نے خدا کو بغیر دلیل کے ایک مانا۔ (آداب محبت از شاہ حکیم اختر صاحب رص: ۴۳، ۴۴)

امام ابوجعفر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت

امام ابوجعفر قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کا جب آخری وقت آیا تو ان کو کلمہ کی تلقین کی گئی۔ آپ جواب میں فرماتے نہیں نہیں۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو لوگوں نے پوچھا کہ ہم آپ کو کلمہ کی تلقین کر رہے تھے اور آپ نہیں نہیں فرما رہے تھے، ایسا کیوں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں تمھاری تلقین پر نہیں نہیں کہہ رہا تھا، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ دو شیطان میرے سامنے کھڑے تھے، ایک کہہ رہا تھا عیسائیت پر مرنا اور دوسرا کہہ رہا تھا یہودیت پر مرنا۔ (اللہ سے شرم کیجیے رص: ۲۲۸، ۲۲۹)

بہر حال! انسان کی زندگی کا سب سے کٹھن اور سخت وقت وہ ہوتا ہے جب وہ اِس دار فانی سے کوچ کر کے دار بقا کی جانب چلتا ہے۔ انسان کی پوری زندگی کا خلاصہ و نتیجہ اسی وقت ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے کہ انسان کہ جس پر اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور اُس کی اچھائی و برائی کے دونوں سلسلے اختتام پذیر ہو جاتے ہیں، اعمال کے سارے

دفاتر لپٹ دیے جاتے ہیں۔

دوسری طرف شیطان ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انسان کو بے ایمان بنانے کی پوری کوشش کرتا ہے، اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ اپنی ذریت کو ساتھ لے کر اس کام میں لگ جاتا ہے اور کوئی دقیقہ اس اس سلسلے میں فروگزاشت نہیں کرتا۔ لیکن! سعادت مند ہے وہ بندہ جو اُس کے داو پیچ سے بچ نکلے اور ایمان کو محفوظ رکھتے ہوئے دار فانی سے رخصت ہو، مگر یہ رب تعالیٰ کی نصرت کے بغیر کیسے ممکن ہے؟ اس لیے ہمیں ہمیشہ اپنے انجام کے بارے میں ڈرنا بھی چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے حسن خاتمہ کا سوال بھی کرتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے لطف و احسان سے حسنِ خاتمہ نصیب فرمائیں اور سوئے خاتمہ سے ہم سب کی حفاظت فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۴)

تربیت اولاد میں تین کردار

تعارف

۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۵؍اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: پیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ عَلَيۡهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعۡصُوۡنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا يُؤۡمَرُوۡنَ ۝﴾ [التحريم:٦]

تمہید

یہ سورۂ تحریم کی ۶ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہ حکیم دیا ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچانے کی فکر کریں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہے۔اس آیت سے اولاد کی تربیت کی طرف توجہ دینے کی بھی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔

اولاد کی نعمت

اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہوا انمول تحفہ ہے۔یہ ایک ایسی نعمت ہے جس کی حصول کی تمنا حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے بھی کی ہیں۔اگر یہ نعمت نہ ہو تو انسان کی زندگی مشکل بن جاتی ہے۔اسی لیے اس کے حصول کے لیے انسان جائز وناجائز ہر طرح کی کوشش کرتا ہے،آسمان وزمین کے قلابے ملا دیتا ہے،اللہ والوں سے مناجات کروائی جاتی ہے،کوئی صاحب حیثیت ہو تو مقدس مقامات کی زیارت سے بھی بندہ نہیں ہچکچاتا،لیکن کیا کبھی سوچا کہ یہ کیا نعمت ہے؟اور اگر اس کی قدر نہ کی تو انجام کیا ہے؟

یاد رکھیں!اولاد صرف کسی ماں باپ کے لیے اور خاندان کے لیے نہیں،بلکہ پوری

قوم کے لیے مستقبل کی حیثیت رکھتا ہے۔اس لیے ان کی تربیت پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔اولاد کے بننے اور بگڑنے میں تین طرح کے کردار ہوا کرتے ہیں۔

پہلا کردار

اولاد کی تربیت میں پہلا اہم کردار والدین کا ہوتا ہے۔ماں کی گود ہی اولاد کے لیے سب سے پہلی تربیت گاہ ہوتی ہے۔اسی پر بچوں کا مستقبل منحصر ہوتا ہے، اچھے اور برے ہونے کا فیصلہ ہوتا ہے۔اگر ماں دیندار ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے والی ہے تو اولاد پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں، اور اگر ماں دیندار نہیں ہے تو یقیناً ان کی اولاد ماں باپ کے لیے بوجھ اور دردسر بن جاتی ہیں۔

ادب بہترین تحفہ

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ والد کا اپنی اولاد کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہیں کہ اس کو اچھے آداب سکھائے۔(ترمذی: ابواب البر و الصلة عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/باب ماجاء فی ادب الولد/رقم الحدیث: ۱۹۵۲)

ایک اور روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آدمی کا اپنی اولاد کو ادب سیکھانا ایک صاع اناج صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔(فضائل اعمال رص:۲۲۶)

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کا واقعہ

امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں حضرت مثنیٰ ابن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ قادسیہ کی طرف روانہ ہوئے تو لشکر میں سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا بھی اپنے چار بیٹوں کے ساتھ شریک تھیں۔میدان جنگ میں لڑائی شروع ہونے سے ذرا پہلے سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنے چاروں

بیٹوں کو بلایا اوران کو جہاد وقتال کے لیے تیار کرنا شروع کیا۔انھوں نے اللہ کی راہ میں شہادت کا مقام ومرتبہ بیان کیا۔

آیئے اس عظیم عورت نے اس نازک اور مشکل وقت میں اپنے بیٹوں سے جو خطاب کیا، اورانھیں جو ایمان افروز نصیحت کی، اس کے ایک حصے کا مطالعہ کرتے ہیں۔

انھوں نے کہا کہ میرے پیارے بیٹو! تم مسلمان ہو اور اپنے پیارے رب کے اطاعت گزار ہو۔تم اپنی مرضی سے یہاں آئے ہو، زبردستی نھیں لائے گئے۔اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نھیں! تم سب جس طرح ایک ماں کی اولاد ہو ویسے ہی ایک باپ کے بیٹے ہو۔میں نے تمھارے باپ کی خیانت نھیں کی، نہ اپنے بھائیوں کو رسوا کیا۔میں نے تمہارے حسب ونسب کو عیب دار نھیں ہونے دیا، اور نہ اس میں کوئی تبدیلی کی ہے۔تمھیں خوب معلوم ہے کہ اللہ رب العزت نے کافروں کے ساتھ لڑائی کرنے میں کتنا اجر وثواب رکھا ہے۔سنو اور اچھی طرح سنو کہ آخرت کا گھر جو ہمیشہ رہنے کے لیے ہے اس فانی دنیا سے کہیں بہتر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اہل ایمان! کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور مورچوں پر جمے رہو اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

کل جب صبح کا سورج طلوع ہو تو تم دشمن کے ساتھ لڑائی کے لیے کمر بستہ ہو جاؤ اور دشمنان اسلام پر غلبہ حاصل کرو اور ان پر فتح پاؤ۔اور جب تم دیکھو کہ لڑائی میں خوب گرمی اور تیزی آ گئی ہے اور جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے ہیں تو پھر اس میں کود پڑو۔پھر سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کے چاروں بیٹے نہایت عزت ووقار اور ثابت قدمی کے ساتھ میدان جنگ میں کود پڑے اور تمام کے تمام شہید ہو گئے۔جب سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو فرمایا کہ اللہ ہی کا

شکر ہے جس نے مجھے شہیدوں کی ماں بنایا اور ان کو شہادت کا شرف حاصل ہوا۔ میں اپنے رب سے یہ اُمید رکھتی ہوں کہ وہ مجھے جنت میں ان کے ساتھ اکھٹا کرے گا۔ (سیر صحابیات مع اسوۂ صحابیات رص: ۱۵۳)

سات مجاہدوں کی ماں

حضرت عفراء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کے سات بیٹے تھے۔ ان کی پہلی شادی حارث بن رفاعہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی، ان سے تین بیٹے معاذ، معوذ، اور عوف پیدا ہوئے اور دوسری شادی بکیر اللیثی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان سے چار بیٹے ایاس، عاقل، خالد اور عامر پیدا ہوئے۔ پہلے تینوں بیٹے بنو عفراء ماں کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ آپ کے سات بیٹے تھے، سبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جنگ بدر میں شریک ہوئے۔

آپ کے ساتوں بیٹوں نے غزوہ بدر میں بہت عمدہ کردار ادا کیا۔ (الاصابة فی تمییز الصحابة ۷/ص: ۲۴۰)

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

بچپن میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بصارت جاتی رہی تھی۔ والدہ ماجدہ کے لیے اپنی بیوگی ہی کا صدمہ کم نہ تھا کہ اچانک یہ سانحہ پیش آیا۔ اطبا علاج سے عاجز آ گئے۔ والدہ ماجدہ اپنے یتیم بچہ کی اس حالت پر رات دن روتی اور دعا کرتی۔ آخر ایک رات بعد عشا مصلی ہی پر روتے اور دعا کرتے ہوئے آپ کو نیند آ گئی۔ خواب میں خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے اور بشارت دی کہ تمھارے رونے اور دعا کرنے سے اللہ پاک نے تمھارے بچے کی بینائی درست کر دی ہے۔ صبح ہوئی تو فی الواقع آپ کی آنکھیں درست تھیں۔ بعد میں

اللہ پاک نے آپ کو اس قدر روشنی عطا فرمائی کہ تاریخ کبیر کا پورا مسودہ آپ نے چاندنی راتوں میں تحریر فرمایا۔ (ماں کی عظمت رص: ۲۷۴)

حضرت حیوۃ بن شریح رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ نفحۃ العرب میں بیان کیا ہے کہ حضرت حیوہ بن شریح رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ کے قاضی تھے۔ قضا کے لیے بیٹھتے تھے اور ان کی والدہ آ کر کہتی کہ حیوہ! اٹھو اور مرغیوں کو دانہ ڈالو۔ یہ سن کر آپ فوراً اٹھ جاتے تھے۔ وہاں حاشیہ میں یہ بات لکھی ہے کہ ماں کی فرمابرداری پر ان کو یہ مقام ملا تھا کہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ کنکر اپنے ہاتھ میں لیتے تھے تو آپ کی دعا سے کھجور میں تبدیل ہو جاتے تھے۔ (نفحۃ العرب/ص: ۲۳۲)

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی دادی صاحبہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ''آپ بیتی'' میں لکھتے ہیں کہ میری دادی صاحبہ قرآن مجید کی حافظہ تھیں اور بہت اچھا یاد تھا۔ سال بھر خانگی امور کے ساتھ ایک منزل اور رمضان المبارک میں یومیہ چالیس پارے کا معمول تھا۔ موصوفہ اپنے فرزند حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (والد ماجد حضرت شیخ الحدیث) کو دودھ پلاتے وقت قرآن مجید سنایا کرتی تھیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا انھوں نے دودھ پینے کے زمانے میں ہی پاؤ پارا یاد کر لیا تھا اور سات سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے تھے۔ (آپ بیتی: ۲/۳۲)

پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا محمد طلحہ

صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیر طلحہ کے نام سے متعارف تھے۔ان کے اس لقب کے پیچھے ایک تاریخی واقعہ پنہاں ہے۔شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے مظاہر علوم سہارنپور وقتاً فوقتاً آتے رہتے۔ایک دفعہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ تانگہ سے اترے تو دیکھا کہ چھوٹے طلحہ اپنے ہمجولیوں کے ہمراہ پیری مریدی کھیل رہے ہیں۔خود پیر بن کر ساتھیوں کو بیعت کر رہے تھے کہ اچانک شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے از راہِ مزاح کہا پیر صاحب! مجھے بھی بیعت کر لیجیے۔انھوں نے بھی ان کی درخواست مسترد نہ کی اور بیعت کر کے چھوڑا۔اس کے بعد حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ انھیں پیر طلحہ کہہ کر پکارنے لگے۔(حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی اور ان کے خلفائے کرام ص:۱۰۸)

حضرت مولانا عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ

گجرات کا مشہور علاقہ گٹھامن جو پالن پور سے قریب ہے وہاں یوپی سے ایک عالم دین مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس بن کر تشریف لائے۔جناب وزیر الدین صاحب کا ایک یتیم بچہ جو اپنی والدہ کی تربیت میں رہتا تھا وہ مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پڑھنے لگا۔اس بچے کو اللہ تعالی نے غیر معمولی ذہانت وفطانت سے نوازا تھا۔مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور ایک ہی سال میں تقریباً پچاس کتابیں پڑھادی۔جب سالانہ امتحان کا موقع آیا تو پالن پور سے حضرت مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ امتحان لینے کے لیے تشریف لائے۔جب اس بچے کے امتحان کا موقع آیا تو پچاس کتابوں کا امتحان لیا اور اچھے نمبروں سے کامیاب ہوئے۔مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس بچے کی صلاحیتوں سے تعجب ہوا تو پوچھا یہ کس کا لڑکا ہے؟اس بچے کے والد ہی غیر معروف تھے اور وہ

انتقال کر گئے تھے تو دادا کے نام سے تعارف کروایا کہ یہ حاجی نصیر الدین صاحب کا پوتا ہے۔ حاجی صاحب کا نام سنا تو مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پھڑک اٹھے اور وجہ یہ تھی کہ جس زمانے میں اس علاقے کے حالات انتہائی خراب تھے کفر یہ اور جہالت کی طرف مائل تھے اور مولانا محمد نذیر صاحب نے وہاں اصلاح کا کام شروع کیا تھا تم گٹھامن کے چار لوگوں نے مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خوب مدد کی تھی ان میں سے ایک حاجی نصیر الدین صاحب بھی تھے۔ مولانا محمد نذیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حاجی صاحب کے قربانی یاد آ گئی اور وہ آج ان قربانیوں کا ثمرہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

کچھ عرصے تک مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں پڑھاتے رہے اور یہ بچہ ان کے پاس پڑھتا رہا۔ ایک مرتبہ اس بچے کی والدہ نے پانچ روپیہ بطور ہدیہ مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجے تو رونے لگے اور فرمایا کہ میں اس پر اپنی آخرت کے لیے محنت کر رہا ہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

جب مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن جانے لگے تو اس بچے کی والدہ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے بچے کو ہم اپنے ساتھ وطن لے جائیں تاکہ اس کی پڑھائی کا نقصان نہ ہو۔ والدہ کی تو تمنا پہلے سے عالم دین بنانے کی تھی، لہٰذا اس تنگی کے زمانے میں بھی پچاس روپے قرض لے کر مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیے اور اپنے بچے کو ان کے حوالے کیا۔

اس زمانے میں اس بچے کے کچھ رشتے دار بمبئی سے آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے اس کی والدہ کی ذہن سازی کی کہ اسکول کی تعلیم میں بھی اس کا نتیجہ اچھا ہے تو پھر ایسے مولوی ملا

بنا کر کیا کروگی۔ وہ خاتون سنتی رہی اور فرمایا تم لوگ دنیا دنیا کیا کرتے ہو دنیا تو اس کے قدموں میں آ کر گرے گی۔ والدہ کے یہ جملے جو دل کی گہرائی سے نکلے تھے اللہ کے یہاں قبول ہوئے۔ چنانچہ مولانا عبدالحفیظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پانچ چھ مہینے تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور اکابر علما شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کے پاس تعلیم حاصل کی۔ اور واقعی ایک وقت ایسا آیا اللہ رب العزت نے اس بچے کو ہر روز کے ایسے مقام پر پہنچایا کہ دنیا ان کے قدموں میں آ گری۔ یہی وہ بچہ جو آگے چل کر لسان التبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ (مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینے میں ص:۲۸۶)

والدین بگاڑ بھی سکتے ہیں

والدین جہاں اپنی اولاد کی دین و دنیا سنوارتے ہیں وہیں ان کی دین و دنیا تباہ بھی کر سکتے ہیں۔ اگر تربیت کا حق ادا نہیں کیا تو وہ نہ صرف اپنی اولاد کو جہنم کا مستحق بناتے ہیں بلکہ خود بھی مستحق بنتے ہیں۔

فطرت اسلام کھو دیتا ہے

ایک حدیث میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر جنم لیتا ہے مگر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ (بخاری: کتاب الجنائز / باب ما قیل فی اولاد المشرکین / رقم الحدیث: ۱۳۸۵)

اس لیے والدین کو چاہیے کہ اولاد پر کامل توجہ دیں اور بچہ جس فطرت کو لے کر دنیا میں آیا ہے اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں، ورنہ یہ فطرت خدانخواستہ فوت ہوگئی تو دنیا و

آخرت تباہ ہوجائے گی۔

ایک جھوٹ لکھا جاتا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابیہ کو دیکھا کہ اس نے اپنی مٹھی بند کی ہے اور بچے کو بلا رہی ہے کہ یہاں آ میرے پاس، میں کچھ دوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آخر تم کیا دینا چاہتی ہو؟ کیوں بلاتی ہو؟ عرض کیا میری مٹھی میں کھجور ہے، میں وہ دینا چاہتی ہوں۔ فرمایا کہ اگر تمھاری مٹھی میں کھجور نہ ہوتی، اور تم محض بلانے کے لیے کہتی کہ یہاں آ، میں کچھ دوں تو تمھارے نامۂ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ (ابوداود: کتاب الادب/باب فی التشدید فی الکذب/رقم الحدیث: ۴۹۹۱)

ایک چور کا واقعہ

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ واقعہ سناتے تھے کہ جب یہاں پر انگریزوں کا دور تھا، یہاں سخت قانون تھے، ایک چور نے چوری کے دوران دکان مالک کو مار ڈالا تھا، اسے قید کیا گیا، اور اخیر میں پھانسی کی سزا کا فیصلہ کیا گیا۔ انگریزوں کا دستور تھا کہ جب کسی کو پھانسی دی جاتی تو اُسے پوچھتے کہ تجھے کسی سے ملنا ہے؟ تیری آخری کوئی تمنا ہے؟ اس چور سے بھی یہی سوال کیا گیا کہ تیرا کوئی رشتے دار ہے؟ اس سے ملنا ہے؟ گفتگو کرنی ہے؟ اس نے کہا میرا کوئی رشتے دار نہیں ہے، البتہ بوڑھی ماں ہے، اس سے ملاقات کرنی ہے، میں اسے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اس کی ماں کو خبر کی گئی کہ تمھارے بیٹے کو کل پھانسی دی جانے والی ہے، اور وہ تم سے آخری ملاقات اور گفتگو کرنا چاہتا ہے، تو ماں ملاقات کے لیے پہونچ گئی۔ بیٹے نے قریب بلایا کہ مجھے تو کان میں کچھ کہنا ہے۔ ماں آگے بڑھی، اور اپنا کان قریب کیا، بیٹے نے ماں کے کان

کو کاٹ لیا۔لوگوں نے سخت مخالفت کی کہ مرتے مرتے بھی یہ گناہ کہ اپنی ماں کے کان کو کاٹ دیا۔اس نے کہا کہ میری ماں نے مجھ کو غلط تربیت دی کہ میں بچپن میں چوری کرتا تھا، ایک دو روپیہ چوری کر کے ماں کو لا کر دیتا تھا، ماں نے کبھی روکا نہیں اور بجائے تنبیہ کے وہ مجھے شاباشی دیتی۔رفتہ رفتہ میری ہمت بڑھتی چلی گئی، میں ایک معمولی چور تھا، اب میں ایک بڑا چور بن گیا، آج اسی کی سزا میں مجھے پھانسی ہو رہی ہے۔اگر میری ماں نے بچپن میں مجھ کو روکا ہوتا تو میں کیوں چور بنتا؟ (فیضان عارف:۱/ ۱۵۳)

تھوڑا سا بے دین ہو گیا

شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک جاننے والے اچھے خاصے پڑھے لکھے تھے، دیندار تھے، تہجد گزار تھے۔ان کے لڑکے نے جدید انگریزی تعلیم حاصل کی تھی، جس کے نتیجے میں اس کو کہیں اچھی ملازمت مل گئی تھی۔ ایک دن وہ بڑی خوشی کے ساتھ کہنے لگے کہ ماشاءاللہ! ہمارے بیٹے نے اتنا پڑھ لیا کہ اس کو اچھی ملازمت مل گئی اور معاشرے میں اس کو برا مقام حاصل ہو گیا، البتہ تھوڑا سا بے دین ہو گیا ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ:۲/ ۹۴)

اب اندازہ لگائیں کہ ان کے نزدیک معاشرے میں مقام ملنے کی تو قدر ہے، لیکن دین کی وکئی قدر و منزلت نہیں۔گویا تھوڑا سا بے دین ہونا اُن کے نزدیک معمولی بات تھی۔

دوسرا کردار

اولاد کی تربیت میں دوسرا اہم کردار اساتذہ کا ہوتا ہے۔اساتذہ نونہالانِ قوم کی تربیت کے ضامن ہوتے ہیں۔وہ اولاد کی تربیت میں ایسا مگن رہتے ہیں جیسے ایک باغبان اور

مالی ہمہ وقت باغ کی دیکھ بھال میں مصروف رہتا ہے، باغ کو عمدہ بنانے کی چیزیں اختیار کرتا ہے اور مضر چیزوں کی باغ کی حفاظت کرتا ہے۔ امت کے بچوں کو صحیح تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کر کے ایک صالح معاشرے کو تشکیل دیتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بچپن ہی میں یتیم ہو گئے تھے تو ان کی ماں نے انھیں ایک دھوبی کے حوالے کر دیا تھا، لیکن آپ راستے میں کہیں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ ایسا معاملہ کیا کہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ ان کے شاگرد بن گئے، حتیٰ کہ بعد میں علم میں بہت بڑا مقام حاصل کیا۔ ماں نے کہا کہ میں نے تجھے دھوبی کی طرف بھیجا تھا، تیرا باپ فوت ہو گیا تو کچھ کام کرتا، ہم کھاتے پکاتے۔ انھوں نے آ کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بات سنائی۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کو کہنا کہ میں ایک کام سیکھ رہا ہوں، جس پر مجھے بہت زیادہ آمدنی کی امید ہے۔ انھوں نے جا کر کہہ دیا۔ ان کی والدہ کو تشفی نہ ہوئی تو وہ خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہا کہ میں نے تو بیٹے کو دھوبی کے پاس بھیجا تھا کہ کوئی ہنر سیکھتا، آپ کے پاس کتابیں پڑھتا ہے؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں اس کو ایسا ہنر سکھا رہا ہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا۔ ان کی والدہ نے سوچا کہ حضرت ایسے ہی میری تسلی کے لیے بات کر رہے ہیں۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بات آئی گئی ہو گئی۔ والدہ صاحبہ مطمئن ہو گئی۔

ایک وقت آیا کہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کے چیف جسٹس بنے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ وقت کا بادشاہ ہارون رشید میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہنے

لگا کہ حضرت! میں نے آپ کے لیے ایک چیز بنوائی ہے، میں روز آپ کے لیے بھجوادیا کروں گا، میں نے چیز کھائی تو بڑی لذیذ تھی۔ میں نے پوچھا کہ یہ تھی کیا؟ کہنے لگا کہ حضرت! یہ میرے لئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے، لیکن آپ کو علمی مقام ایسا ملا کہ آپ کے لیے یہ روزانہ آیا کرے گی۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے کہ میں نے پوچھا بتائیے کہ ہے کیا؟ خلیفہ کہنے لگا کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بات مجھے یاد آئی کہ انھوں نے میری والدہ کو کہا تھا کہ میں ان کو ایسا ہنر سکھا رہوں کہ یہ پستے کا بنا ہوا فالودہ کھایا کرے گا، دیکھا! حق تعالیٰ یوں رزق دیتے ہیں۔ (نفحۃ العرب/ص: ۲۲۰، ۲۲۱)

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد تھے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری عمر میں جب ان کی ملاقات کے لیے آئے تو خود حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ شہر سے باہر ایک بڑی جماعت کو لے کر نکلے، ان کا اعزاز کے ساتھ استقبال کیا، طعام وقیام کا انتظام کیا۔ اور جب حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بچیوں نے اس کمرے میں جہاں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے قیام کا انتظام تھا رات میں پانی کو لوٹا بھر کر رکھ دیا تا کہ تہجد میں بیدار ہو تو دقت نہ ہو اور صبح جا کر دیکھا تو لوٹا جوں کا توں بھرا ہے۔ انھیں بڑا تعجب ہوا اور اپنے والد محترم سے کہا اور انھوں نے یہ بات پوچھی تو حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث میرے سامنے آ گئی تھی، پوری رات اسی میں غور کر کے سو مسائل کا استنباط کیا۔ (مجالس حکیم الاسلام/ص: ۵۲۵)

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا اثر

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی شمائل کی آخری روایت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا اثر ہے:

ان هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم

کہ یہ علم سراسر دین ہے، پس تم دیکھ لو کہ تم کن سے علم حاصل کر رہے ہو۔ (شمائل ترمذی / رقم الحدیث: ۳۹۰)

اس سے معلوم ہوا کہ علم حاصل کرنے سے پہلے دیکھ لینا چاہیے کہ استاذ کون ہے؟ صحیح العقائد ہے یا نہیں؟ خدانخواستہ وہ صحیح العقائد نہ ہوا تو اس کی بدنیتی کے اثرات پڑھنے والوں میں سرایت کریں گے کیوں کہ کہاوت مشہور ہے ؎

''خربوزہ خربوزے کو دیکھ کر رنگ پکڑتا ہے''۔

حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا واقعہ

حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جو حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفا میں سے تھے، جب وہ حضرت تھانوی کی خدمت میں بیعت ہونے گئے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت ہونے کے لیے تین شرطیں لگائی۔ ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ آپ نے فلان کتاب ایک غیر مقلد عالم سے پڑھی ہے، پہلے وہ کسی صحیح العقیدہ سے پڑھیے تو میں بیعت کروں گا۔ چنانچہ انھوں نے وہ کتاب دوبارہ کسی صحیح العقیدہ سے پڑھی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو بیعت فرمایا اور بعد میں خلافت سے نوازا۔ (احسن السوانح رص: ۱۳۰)

استاذ شاگرد کے حلقۂ ارادت میں

آپ کو تعجب ہوگا اس واقعہ سے کہ دار العلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین تھے حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ۔ علم کا پہاڑ تھے اور مولانا سالم صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ، مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ، مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ جیسے ہزاروں افراد کے استاذ تھے۔ لیکن بیعت ہوئے تو اپنے شاگرد حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے۔ ان کو خط لکھا اور بیعت ہونے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ چنانچہ انھوں نے بیعت کرلیا اور خلافت سے بھی نوازا۔ اور کمال تو یہ ہے کہ دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی حیثیتیں کما حقہ نبھائی۔ ایک طرف علامہ اپنے شاگرد کے سامنے ایک مرید کی حیثیت سے پیش آتے اور ان کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے تو دوسری طرف پیر بھی استاذ کے سامنے ایک باکمال شاگرد کی حیثیت سے بیٹھتے تھے۔ (حیات مصلح الامت رص: ۳۴۶)

آپ اندازہ لگائیں کہ آخر کوئی تو بات ہوگی کہ استاذ کو اپنے شاگرد پر ناز ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے تصوف کا اسے علم دیا ہے تو بلا جھجک اپنے آپ کو مرید ہونے کے لیے پیش کردیا۔

حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

۲۰۱۶ء میں محدث کبیر حضرت اقدس مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ دار العلوم اشرفیہ راندیر تشریف لائے تھے اور آپ نے ترمذی شریف کا آخری درس دیا تھا تو اس میں اپنا ایک واقعہ سنایا تھا۔

فرمایا کہ جب میں مظاہر علوم سہارنپور میں عربی سوم پڑھتا تھا اور اصول الشاشی کا گھنٹہ تھا حضرت مفتی یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس۔ حضرت کے آنے سے پہلے میں مودودی

صاحب کی کتاب ''پردہ'' پڑھ رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ مجھے اردو سیکھنے کا اور اردو ادب کا شوق تھا اور مودودی صاحب کی اردو اچھی تھی۔ حضرت مفتی یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو میں نے کتاب رکھ دی مگر حضرت نے دیکھ لیا۔ درس کے اختتام پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ مغرب بعد مجھ سے دارالافتاء میں آکر ملو۔ اس وقت حضرت مفتی یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مغرب سے عشاء دارالافتاء میں بیٹھ کر فتوے لکھا کرتے تھے۔

حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ میں مغرب کی نماز کے بعد دارالافتاء میں حاضر ہوا۔ حضرت مفتی یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فتوے لکھنے میں مشغول تھے تو میں ایک کتاب لے کر بیٹھ گیا۔ عشاء کا وقت ہوا تو میں نے کہا حضرت! آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کون سی کتاب پڑھ رہے تھے؟ حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنے کی میری عادت نہیں تھی، میں نے صاف کہا کہ مودودی صاحب کی ''پردہ''۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ابھی مت پڑھو۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد ایک لفظ بھی نہیں پڑھا۔

پھر میں کچھ عرصہ سہارنپور میں رہا، پھر دیوبند میں پانچ سال رہا، پھر مدرس ہو کر دار العلوم اشرفیہ آیا۔ میرا پڑھانے کا ساتواں سال تھا تو مجھے ایک خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا عزیزم سلمہ! میں نے تمہیں مودودی صاحب کی کتاب پڑھنے سے منع کیا تھا، اب تم پڑھ سکتے ہو۔ فقط یحییٰ غفرلہ۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ تقریباً چودہ سال تک حضرت نے اس کو یاد رکھا۔ (ذکر سعید ص:۱۰)

مشاعرے کا ذوق

ایک اور واقعہ اس پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سنایا کہ میری عادت شروع ہی سے جھوٹ بولنے کی نہیں تھی۔ میں جب مظاہر علوم سہارنپور میں تھا تو کسی محلے میں عورتوں کا مشاعرہ تھا۔ اس میں بڑے بچوں کو شرکت کی اجازت نہیں تھی البتہ چھوٹے بچے جا سکتے تھے۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ ہم تین بچے تھے جو اس مشاعرے میں چلے گئے۔ مجھے اشعار کا بڑا شوق تھا، میں باقاعدہ کاپی میں اشعار کو سبق کی طرح لکھتا تھا پھر یاد بھی کرتا تھا۔ اتفاقاً رات میں حاضری ہوگئی اور ہم تینوں کے نام آ گئے۔ صبح میں ناظم صاحب حضرت مولانا شاہ اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بلایا۔ ایک نے بہانہ کر دیا کہ رات کو فلاں مسجد میں دوست کو ملنے گیا تھا، آنے میں تاخیر ہوئی اور دروازہ بند ہو چکا تھا۔ حضرت نے فرمایا کھانا بند۔ دوسرے نے بھی جھوٹا بہانہ کیا، اس کا بھی کھانا بند ہو گیا۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ میں جب آگے بڑھا تو ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کل کہاں گیا تھا؟ جواب دیا کہ مشاعرے میں گیا تھا۔ ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہنستے ہنستے فرمایا خبیث! سچ کہتا ہے۔ حضرت مرحوم فرماتے ہیں کہ یہ جملہ اب بھی یاد ہے۔ پھر میرا بھی کھانا بند کر دیا۔ ہفتے کے بعد ان دونوں نے جا کر معافی مانگی تو ان کے ساتھ ساتھ میرا بھی کھانا جاری کر دیا۔ (ذکر سعید ص:۱۱)

تیسرا کردار

اولاد کی تربیت میں تیسرا اہم کردار معاشرے کا ہوتا ہے۔ اگر معاشرہ صالح ہوتا ہے اور اس میں نبوت کی کرنیں ہوتی ہیں تو وہاں اولاد کا مستقبل اچھا بنتا ہے۔ اور اگر معاشرہ نبوت کی کرنوں سے دور ہوتا ہے تو پھر اولاد بگڑتی ہیں۔ نبوت کی کرنیں مدارس و مکاتب ہیں۔

دورِ نبوی میں مکتب کا قیام

مکاتب کی اہمیت آپ اس سے سمجھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ مکرمہ میں قیام پذیر تھے اور وہاں بھی ایک طرح کا لاک ڈاؤن لگا ہوا تھا کہ قریش کی جانب سے مسجد حرام میں پابندی تھی، مسلمانوں کو ستایا جاتا تھا، لوگ چھپ چھپا کر عبادت کرتے تھے۔ ایسے ماحول میں بھی سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مکتب قائم کیا تھا دارِ ارقم کے نام سے۔ جو بھی مسلمان ہوتا اس کو اسی مکتب میں داخل کیا جاتا اور اسے دین کی بنیادی باتیں سکھائی جاتی تھیں۔ (سیرت مصطفیٰ: ۱۶۵)

پھر جب رفتہ رفتہ اسلام پھیلنے لگا اور مدینہ منورہ میں لوگ مسلمان ہونے لگیں، حتیٰ کہ بیعت عقبہ میں اہل مدینہ کی بڑی جماعت حج کے موسم میں حاضر ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر ایمان قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مدینہ جانے سے پہلے ہی وہاں مکتب قائم کر دیا، جس کا مدرس بنا کر حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ (سیرت مصطفیٰ: ۱/ ۳۲۱)

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ پہونچے اور مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی تو ایک ایسا مکتب قائم ہوا جس میں قیام کا بھی انتظام تھا اور صاحب ثروت لوگوں کی جانب سے کھجوروں کے خوشوں کی شکل میں طعام کا بھی انتظام تھا۔ یہ مکتب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

سن ہجری ۸ میں جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگیں تو پھر ایک مکتب کی بنیاد ڈالی گئی اور اس کا معلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔ (معارف الحدیث: ۸/ ۴۲۲)

دورِ فاروقی میں مکتب کا قیام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں سب سے پہلے بچوں کی تعلیم کے لیے مکاتب جاری کر کے اساتذہ مقرر کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو ماہانہ پندرہ درہم وظیفہ دیا کرتے تھے۔

ایک معلم حضرت عامر بن عبداللہ خزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر کیا اور ان کے لیے وظیفہ مقرر کیا۔ انھیں حکم دیا کہ کند ذہن بچوں کو تختی پر سمجھائیں اور ذہین بچوں کو بانی تعلیم دیں۔ چنانچہ وہ صبح سے شام تک بچوں کو پڑھاتے تھے۔ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ کچھ تخفیف کی جائے تو آپ نے حکم دیا کہ فجر سے چاشت تک اور ظہر سے عصر تک پڑھائیں، باقی وقت آرام کریں۔ (رہنمائے معلمین و منتظمین رص:۲۶)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی اولاد کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے چار بیٹے (خبیب، حمزہ، عباد اور ثابت) اپنے نانا منظور بن ربّان کے پاس رہتے تھے اور اونٹ چراتے تھے۔ جب ثابت کچھ بڑے ہوئے تو انھوں نے اپنے بھائیوں سے کہا کہ اب ہمیں اپنے والد کے پاس چلنا چاہیے، تو یہ سب نانا کو اطلاع کیے بغیر اپنے والد کے پاس آ گئے۔ جب نانا کو پتہ چلا تو داماد کے پاس پہونچے اور کہا بچی ؓ میرے حوالے کرو تو انھوں نے صاف کہا کہ اب یہ بڑے ہو چکے ہیں اور انھیں مکتب میں داخل کرنے کا وقت آ گیا ہے، چنانچہ سب کو مکتب میں داخل کر دیا اور ان چاروں میں سے ثابت نے سب سے پہلے صرف آٹھ مہینے میں حفظ کر لیا۔ (رہنمائے معلمین و منتظمین رص:۲۷)

حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلمی رحمۃ اللہ علیہ کا بچوں کو پڑھانا

حضرت ابوعبدالرحمٰن سُلمی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ مسجد حرام میں ان کا حلقۂ درس سب سے بڑا لگتا تھا۔ پھر انھوں نے پڑھانا چھوڑ دیا۔ لوگوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ اپنے گھر میں بچوں کو قرآن پاک پڑھا رہے ہیں اور انھوں نے مکان کی دیوار پر یہ حدیث آویزہ کروائی تھی:

خیرکم من تعلم القرآن و علمه

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن شریف سیکھے اور سکھلائے۔ (بخاری: کتاب فضائل القرآن / باب خیرکم من تعلم القرآن و علمه / رقم الحدیث: ۵۰۲۷)

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور سے حجاج بن یوسف کے دور تک بچوں کو پڑھایا۔ شارح بخاری علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عمدۃ القاری'' میں لکھا ہے کہ انھوں نے حجاج بن یوسف کے زمانے تک پڑھایا۔ (عمدة القاری: ۲۰/ ۴۳)

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب ملفوظ

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اپنے کسی عمل پر اعتماد نہیں، البتہ میں نے پورے ہندوستان میں مکاتب کی جو داغ بیل ڈالی ہے، حق تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو میری نجات کا ذریعہ بنادے گا۔ غور کیجیے کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے کارنامے انجام دئے ہوں گے، آخر کوئی تو وجہ ہوگی کہ آپ نے تمام حیرت انگیز کارناموں کو چھوڑ کر نجات کا ذریعہ صرف صرف مکاتب کو بتلایا؟ (رہنمائے معلمین و منتظمین، ص: ۲۸)

حضرت مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ

ہمارے بزرگ حضرت اقدس مفتی لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کارنامہ ''فتاویٰ رحیمیہ'' واقعی عظیم کارنامہ ہے، لیکن بندے کی نظر میں اس سے بڑا کارنامہ قرآن کریم کی خدمت ہے۔ حضرت اگر کسی دارالعلوم میں ہوتے تو کامیاب ومقبول شیخ الحدیث ہوتے، لیکن آپ نے اپنے مکان ہی پر بیٹھ کر فتاویٰ لکھنے کا کام کیا اور مکتب میں بچوں کو قرآن کریم پڑھایا، ہمارے نانا مرحوم نے بھی انھیں کے پاس ناظرہ پڑھا تھا۔ پھر اپنے مکان پر ''مدرسہ رحیمیہ'' قائم کیا جس میں سینکڑوں بچوں نے پڑھا، اس عاجز نے بھی پڑھا اور بڑی عمر کے لوگوں کے لیے بھی قرآن کریم سیکھنے کا نظام قائم کیا، یہ کارنامہ احقر کے نزدیک عظیم ہے۔ (حیات عبدالرحیم رص:۱۱۰)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۵)

اعمالِ صالحہ کے فوائد

تعارف

۲۵/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۶/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: منگل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ﴾ [الملک:۲]

سورۂ ملک کا تعارف

یہ سورۂ ملک کی ۲ نمبر کی آیت ہے۔اس سورت کا نام سورۂ تبارک بھی ہے۔اس سورت کا نام سورۂ ملک بھی ہے۔اس کی پہلی آیت میں لفظ ملک آیا ہے۔اسی لفظ سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ملک سے مراد اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور حکومت ہے۔حدیث میں اس سورت کے اور بھی نام آئے ہیں۔اس کا ایک نام سورۂ واقیہ ہے یعنی نجات دلانے والی سورت اور بچانے والی۔اور ایک نام سورۂ مانعہ یعنی اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے۔اس کا ایک نام سورۂ منجیہ ہے عذاب سے نجات دلانے والی۔(تفسیر قرطبی مترجم:۹/۵۱۷)

سورۂ ملک کی فضیلت

ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کسی سفر پر تھے۔انھوں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔اور خیمہ لگایا۔اور انھیں معلوم تھا کہ جس جگہ خیمہ لگا رہے ہیں،اس کے نیچے قبر ہے۔تو اس صحابی نے اس قبر والے کو اس سورت مبارکہ کی تلاوت کرتے ہوئے سنا۔صحابی کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔اس صحابی نے اس واقعہ کا ذکر جب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا۔تو آپ نے فرمایا۔یعنی یہ سورۂ انسان کو نجات دلانے والی ہے اور

عذاب قبر سے بچانے والی ہے۔تو اس واقعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ بتلا دیا۔کہ اس سورت کے پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا۔(ترمذی: ابواب فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ / باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک / رقم الحدیث: ۲۸۹۰)

ایک روایت کے مطابق حضور اقدس ﷺ سونے سے پہلے سورۂ تبارک الذی اور سورۃ السجدہ ضرور تلاوت فرماتے تھے۔(ترمذی: ابواب فضائل القرآن عن رسول اللہ ﷺ / باب ماجاء فی فضل سورۃ الملک / رقم الحدیث: ۲۸۹۲)

حق تعالیٰ نے موت کیوں رکھی؟

بہرحال! اس سورت کی اس آیت میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس نے موت و حیات کو پیدا کیا تا کہ تمھیں آزمائیں کہ کون اچھے عمل کرتا ہے؟ معلوم ہوا کہ ہماری تخلیق کا بنیادی مقصد اور دنیا میں آنے کا بنیادی سبب یہ ہے اللہ تعالیٰ ہیں جانچنا چاہتا ہے کہ کون رب مانی زندگی گزارتا ہے اور کون من مانی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جناب باری عزشانہ میں سوال

ایک مرتبہ جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ پروردگار! آپ نے کیسے کیسے حسین وجمیل انسان بنائیں اور پھر ان کو موت دے کر مار دیا، اگر پیدا کرنا مقصود تھا تو موت کیوں دی اور مارنا ہی تھا تو پیدا کیوں کیا؟ حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ پہلے آپ کھیتی کیجیے پھر ہم بتلائیں گے۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھیتی کرنے لگے اور زمین میں بیج بویا اور پھر جب کھیتی تیار ہوگئی تو انھوں نے درانتی کے ساتھ کھیتی کو کاٹ ڈالا۔غیب سے ارشادِ خداوندی ہوا، اے

موسیٰ! تم نے خود کھیتی بوئی اور پھر خود ہی اسے کاٹ دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے اللہ! کھیتی کے پکنے پر اس میں دانہ اور بھوسہ تھا اور دونوں کو مِلا جلا دینا مناسب نہ تھا۔ حکمت کا تقاضا یہی تھا کہ دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ یہ عقل تم نے کہاں سے حاصل کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یہ عقل و دانش آپ کی عطا کردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تمھارے سوال کا جواب یہ ہے کہ انسانوں کی روحیں دو قسم کی ہیں، ایک پاک اور ایک ناپاک، سب انسانی جسم ایک رتبے کے نہیں ہیں۔ چنانچہ ان روحوں کو بھی اسی طرح ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینا مناسب ہے جس طرح گندم کو بھوسے سے، تاکہ نیک روحیں جنت میں چلی جائیں اور بُری روحیں جہنم میں۔ پہلی حکمت تو موت کی تھی۔ پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ہماری صفات کا اظہار ہو جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میں پوشیدہ خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، لہٰذا میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ (انوار العلوم اردو ترجمہ مثنوی مولانا روم رص: ۵۷۶)

عمل صالح کی تعریف

خیر! اللہ تعالیٰ ہمیں آزمانا چاہتا ہے کہ کو عمل صالح کرتا ہے، تو سوال یہ ہے کہ عمل صالح کس کو کہتے ہیں؟

جلالین ثانی کے سبق میں حضرت اقدس والد مرحوم نے طلبہ سے پوچھا کہ بتاؤ عمل صالح کا کیا مطلب؟ پوری کلاس خاموش تھی۔ پھر فرمایا کہ عمل صالح کی جامع تعریف یہ ہے:

ما وافق السنة باخلاص النية

کہ جو کام سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موافق ہو اور اخلاص نیت کے ساتھ ہو۔

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے عمل صالح کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ عمل صالح چار چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔(۱) علم (۲) نیت (۳) صبر (۴) اخلاص۔ (تفسیر بغوی مترجم: ۶۰/۱)

نیک اعمال سے ہماری زندگی پر بہت اچھے اور گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں، دنیا و آخرت میں سعادت و کامیابی ملتی ہے، نیک انسان کی زندگی کے ہر پہلو پر نیکی کے اثرات پہونچتے ہیں اور نیک انسان بے شمار فوائد حاصل کرتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں۔

عمل صالح کا پہلا اثر

عمل صالح کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا ولی بنا لیتے ہیں۔ جو انسان نیکی کی راہ پر چلتا ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرتا ہے، نیکی سے محبت کرتا ہے، صالح انسان بن کر زندگی گزارتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو اپنا ولی بنا لیتے ہیں۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے اور میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے اور کوئی عبادت مجھ کو اس سے زیادہ پسند نہیں ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے (یعنی فرائض مجھ کو بہت پسند ہیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) اور میرا بندہ فرض ادا کرنے کے بعد نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگ جاتا ہوں۔ پھر جب میں بندہ کو محبوب بنا لیتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا

ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری: کتاب الرقاق/باب التواضع/رقم الحدیث: ۶۵۰۲)

عمل صالح کا دوسرا اثر

عمل صالح کا دوسرا اثر لوگوں میں محبوبیت اور مقبولیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت رکھو، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام اہل آسمان کو پکار دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت رکھتا ہے۔ اس لیے تم سب لوگ اس سے محبت رکھو، چنانچہ تمام آسمان والے اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں۔ اس کے بعد روئے زمین والے بھی اس کو مقبول سمجھتے ہیں۔ (بخاری: کتاب التوحید/باب کلام الرب مع جبریل و نداء اللہ الملائکۃ/رقم الحدیث: ۷۴۸۵)

حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولہ دامت برکاتہم کا واقعہ

۲۰۱۷ء میں جب بندہ سفرِ حج میں تھا۔ میدان عرفات میں وقوف عرفہ کے لیے اپنے خیمہ میں تھا۔ ہمارے خیمہ کے سامنے مصریوں کا ایک خیمہ تھا۔ ایک مصری خوبصورت با اخلاق میرے پاس آئے۔ وہ فصیح عربی بولنے والے تھے اور پکے حنفی تھے۔ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ حنفی ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! انھوں نے کہا آپ حنفی مذہب کے مطابق یہاں نماز پڑھیں گے؟ میں نے کہا جی ہاں! پھر وہ ہمارے پاس ٹھہر گئے اور بات چیت شروع کی۔ ابتدائی بات چیت میں ہی انھوں نے مجھے ایک انوکھا سوال کیا:

هل تعرف الشیخ ابراهیم الدیوله؟ (کیا تم شیخ ابراہیم دیولہ کو جانتے ہو؟)

میں نے کہا: نعم اعرفه (جی ہاں! میں انھیں جانتا ہوں۔)

پھر میں نے پوچھا: و کیف تعرفه؟ (آپ انھیں کیسے جانتے ہیں؟)

وہ کہنے لگے: هو شیخ کبیر و رجل صالح (وہ شیخِ کبیر ہیں اور صالح انسان ہیں)

وہ کہنے لگے کہ میں مرکز نظام الدین پر ان کی خدمت میں دو ماہ رہا ہوں اور میں نے ناگپور کے علاقہ میں چلہ لگایا ہے۔ (تذکرۃ القاضی رص:۱۱۹)

عمل صالح کا تیسرا اثر

عمل صالح کا تیسرا اثر یہ ہے کہ اس سے دنیا و آخرت کی سعادت اور پاکیزہ زندگی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ [النحل:۹۷]

جو شخص نیک عمل کرے گا چاہے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مؤمن ہو تو ہم اسے حیات طیبہ یعنی پاک اور آرام کی زندگی عطا کریں گے۔

حیات طیبہ کا مصداق

مذکورہ آیت میں حیات طیبہ کا لفظ وارد ہوا ہے۔ حضرات مفسرین نے اس کی مختلف تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) ایک قول یہ ہے کہ اس سے رزقِ حلال مراد ہے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے قناعت یعنی تھوڑے پر صبر کرنا ہے۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے عبادات کی توفیق مراد ہے۔

(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ اس سے جنت مراد ہے۔

(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی معرفت مراد ہے۔

(۶) چھٹا قول یہ ہے اس مراد مخلوق سے بے نیاز ہوکر خالق کی طرف متوجہ ہونا ہے۔

(۷) ساتواں قول اس سے رضا بر قضا ہے۔ (قرطبی مترجم: ۵/ ۵۸۸)

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی توبہ

کسی شخص نے سیدنا حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے توبہ کا سبب دریافت کیا، تو انھوں نے فرمایا کہ میں شراب پینے کا عادی تھا، میری چھوٹی سی بچّی تھی، جو میرے سامنے ہی شراب کی بوتلوں کو اُنڈیل دیتی تھی۔ جب وہ دو سال کی ہوئی تو وفات پا گئی۔ جس کی وجہ سے میرے دل پر بڑا صدمہ ہوا۔ جب شعبان کی پندرہویں رات آئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے اور ایک بڑا اژدھا اپنا منہ کھولے ہُوئے میرے پیچھے لگ گیا۔ میں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں مجھے ایک نیک بزرگ نظر آئے، میں نے اُن سے کہا کہ مجھے اس سانپ سے بچاؤ، خدا تمھیں بچائے۔ تو انھوں نے رو کر کہا کہ میں ضعیف و کمزور ہوں، تمھیں نہیں بچا سکتا، لیکن تم آگے جاؤ، شاید اللہ تعالیٰ تمھاری نجات کا کوئی ذریعہ بنا دیں۔ میں بھاگا اور ایک آگ کے پاس گیا تو آواز آئی، واپس جاؤ۔ میں پیچھے واپس ہوا، مگر سانپ مسلسل میرے پیچھے لگا ہوا تھا۔

میں پھر اُن بزرگ کے پاس سے گزرا اور اُن سے پناہ مانگی۔ انھوں نے کہا کہ میں

کمزور ہوں، تیری مدد نہیں کرسکتا البتہ تو اس پہاڑ کی طرف چلا جا، اس میں مسلمانوں کی امانتیں ہیں۔ اگر تیری بھی کوئی امانت ہوئی تو تیری مدد کی جائے گی۔ جب میں پہاڑ کے قریب پہنچا تو ایک فرشتے نے آواز دی کہ دروازہ کھول دو، شاید اس کی تمھارے پاس کوئی امانت ہو تو وہ اسے دشمن سے پناہ دے گی۔ جب دروازہ کُھل گیا تو اچانک مجھے اپنی بچّی نظر آئی، جس نے اپنے دائیں ہاتھ سے مجھے پکڑا اور بائیں ہاتھ سے اژدھے کو دور کیا تو وہ بھاگ گیا۔ پھر بچّی نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿اَلَمۡ یَاۡنِ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنۡ تَخۡشَعَ قُلُوۡبُہُمۡ لِذِکۡرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الۡحَقِّ﴾ [الحدید: ۱۶]

کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں، ان پر ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل اللہ کے ذکر سے اُس کا خوف اختیار کریں۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو قرآنِ کریم سمجھتی ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔ میں نے اس اژدھے کے متعلق پُوچھا تو بچّی نے کہا کہ وہ تمھارا عمل بد تھا اور وہ بزرگ تمھارے نیک عمل تھے۔ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں گھبراتے ہوئے بیدار ہوا تو میں نے سچی توبہ کی اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم کیا۔ (فضائل صدقات، ص: ۶۳۷)

عمل صالح کا چوتھا اثر

عمل صالح کا چوتھا اثر یہ ہوتا ہے کہ موت کے وقت فرشتے جنت میں داخلے اور رنج و غم سے نجات کی بشارت سناتے ہیں۔

مؤمن بندے کا آخر وقت اور انجام

حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جب کسی مؤمن بندے کا آخری وقت قریب ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرے والے فرشتے آتے ہیں۔ گویا کہ ان کے چہرے سورج جیسے ہیں، ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے، اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سرھانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاک روح! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی رضامندی کی طرف چل، وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آیا ہو۔

وہ فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو۔ وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے؟ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا، وہ بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہونچ کر دروازے کھلواتے ہیں، آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک اور دوسرے آسمان کے تیسرے آسمان تک۔ اسی طرح ساتویں آسمان پر وہ پہونچتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے میرے بندے کو کتاب علیین میں لکھ لو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔

پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اسے اٹھا بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے اللہ

تعالیٰ۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ یہ کہتا ہے وہ رسول اللہ تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے کتاب اللہ پڑھی اس پر ایمان لایا اسے سچا مانا۔

اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے، اس کے لیے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو پس جنت کی روح پرور خوشبودار ہواؤں کی لپٹیں اسے آنے لگتی ہیں اس کی قبر بقدر درازگی نظر کے وسیع کر دی جاتی ہے۔ اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرے والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ آپ خوش ہو جائیں اسی دن کا وعدہ آپ دئے جاتے تھے۔ یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرے سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے۔ کہ تیرا نیک عمل ہوں۔ اس وقت مسلمان آرزو کرتا ہے کہ یا اللہ قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل وعیال اور ملک و مال کی طرف لوٹ جاؤں۔ (بخاری: کتاب الجنائز / باب المیت یسمع خفق النعال / رقم الحدیث: ۱۳۳۸)

عمل صالح کا پانچواں اثر

عمل صالح کا پانچواں اثر یہ ہے کہ قبر کے عذاب سے نجات ملتی ہے۔ نیک انسان کو قبر میں آرام وسکون ملتا ہے، گھبراہٹ اور ڈر وخوف سے حفاظت کی جاتی ہے، اور تنہائی ومصیبت سے محفوظ رہتا ہے، اور یہ بہت بڑا انعام ہے جو صرف عمل صالح کی وجہ سے ایک نیک انسان کو ملتا ہے، پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مرنے والا قبر میں جاتا ہے، نیک آدمی تو اپنی قبر میں بیٹھ جاتا ہے، نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ دل پریشان ہوتا ہے۔ (ابن ماجۃ: کتاب

الزھد/باب ذکر القبر والبلی/رقم الحدیث: ۴۲۶۸)

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی قبر کا حال

حضرت ابو محمد عبداللہ البکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں صحابیٔ رسول حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی قبر پر حاضر ہوا تو اچانک میرے بدن پر گلاب کے عرق کا چھڑکاؤ ہوا، جس سے میرے کپڑے تر ہو گئے۔ (اللہ سے شرم کیجیے/ص: ۲۹۰)

حضرت عبداللہ بن غالب کی قبر کا حال

حضرت عبداللہ بن غالب رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی قبر پر جا کر مٹی اٹھا کر سونگھی تو وہ بالکل مشک کی طرح تھی۔ (اللہ سے شرم کیجیے/ص: ۲۹۰)

عمل صالح کا چھٹا اثر

عمل صالح کا چھٹا اثر یہ ہے کہ مال اور اہل وعیال کی حفاظت ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام ایک بستی سے گزر رہے تھے، انھیں ایک دیوار گرتی ہوئی محسوس ہوئی تو حضرت خضر علیہ السلام نے فوراً سیدھی کر دی اور بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ﴾ [الکھف: ۸۲]

اور رہ گئی دیوار تو وہ شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لیے ایک خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا تو تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہونچ

جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، تیرے رب کی طرف سے رحمت کے لیے۔

اس آیت کی تفسیر میں محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی حفاظت ان کے باپ کی نیکی کی وجہ سے کی گئی، اور ان بچوں کی نیکی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ نیک انسان کے مال واولاد کی حفاظت اس کی وفات کے بعد بھی کی جاتی ہے۔ (معارف القرآن: ۵/ ۶۲۲)

عمل صالح کا ساتواں اثر

مصائب ومشکلات سے نجات ملتی ہے۔ عمل صالح کی برکت سے مشکلات سے نجات کا ایک بہترین قصہ بخاری شریف میں ہے۔

تین غار والے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین آدمی چل رہے تھے کہ انھیں بارش نے گھیر لیا۔ انھوں نے پہاڑ میں ایک غار کی طرف پناہ لی، ان کے غار کے منہ پر پہاڑ سے ایک پتھر آ کر گر گیا، جس سے اس غار کا منہ بند ہو گیا۔ ان میں سے ایک نے کہا اپنے اپنے نیک اعمال کو دیکھو جو خالص اللہ کی رضا کے لیے کیے ہوں اور اس کے ذریعے اللہ سے دعا مانگو، شاید اللہ تم سے اس مصیبت کو ٹال دیں۔

تو ان میں سے ایک نے عرض کیا اے اللہ! میرے والدین بہت بوڑھے تھے اور میری بیوی بھی تھی اور چھوٹے چھوٹے بچے بھی تھے۔ میں (جنگل میں مویشی) چرایا کرتا تھا، جب میں ان کے پاس شام کو واپس آتا تو دودھ نکالتا اور اپنے والدین سے ابتدا کرتا اور انھیں اپنے بچوں سے قبل پلاتا۔ ایک دن جنگل کے دور ہونے کی وجہ سے مجھے تاخیر ہو گئی اور میں رات کو آیا تو میں نے اپنے والدین کو سویا ہوا پایا۔ میں نے پہلے کی طرح دودھ دوہا اور دودھ کا

برتن لے کر ان کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میں انھیں ان کی نیند سے اٹھانا ناپسند کرتا تھا اور مجھے ان سے پہلے اپنے بچوں کو پلانا بھی پسند نہ تھا اور بچے میرے قدموں کے پاس چلا رہے تھے، مگر میں نے انھیں دودھ نہیں دیا اور صبح ہونے تک میرا (اور میرے بچوں اور والدین) کا معاملہ یونہی رہا۔ پس تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل صرف اور صرف تیری رضا کے لیے کیا تھا، تو ہمارے لیے کچھ کشادگی فرما دیں جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ پس اللہ نے ان کی لیے اتنی کشادگی فرما دی کہ انھوں نے آسمان دیکھا۔

دوسرے نے عرض کیا اے اللہ! میری ایک چچازاد بہن تھی، جس سے میں محبت کرتا تھا جس طرح مردوں کو عورتوں سے سخت محبت ہوتی ہے۔ میں نے اس سے اس کی ذات کو طلب کیا یعنی بدکاری کا اظہار کیا تو اس نے ایک سو دینار لانے تک انکار کر دیا۔ میں نے بڑی محنت کر کے سو دینار جمع کیے اور اس کے پاس لایا۔ پس جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے کہا اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور مہر کو اس کے حق (نکاح) کے بغیر نہ کھول۔ میں اس سے کھڑا ہو گیا یا اللہ تجھے یقیناً علم ہے کہ میں نے یہ عمل صرف تیری رضا کے لیے کیا ہے، پس ہمارے لیے اس غار سے کچھ کشادگی فرما دیں۔ پس ان کے لیے (ذرا اور) کھول دیا گیا۔

تیسرے نے عرض کیا اے اللہ میں نے ایک مزدور کو فرق چاول مزدوری پر رکھا۔ جب اس نے اپنا کام پورا کر لیا تو کہا میرا حق مجھے دے دو۔ میں نے اسے فرق دینا چاہا تو وہ منہ پھیر کر چلا گیا۔ پس میں اس کے پیچھے زراعت کرتا رہا، یہاں تک کہ اس سے گائے اور ان کے چرواہے میرے پاس جمع ہو گئے۔ پس وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا اللہ سے ڈر اور

میرے حق میں مجھ پر ظلم نہ کر میں نے کہا وہ گائیں اور ان کے چرواہے لے جاؤ۔ اس نے کہا اللہ سے ڈر اور مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا میں تجھ سے مذاق نہیں کر رہا ہوں، وہ بیل اور ان کے چرواہے لے جاؤ۔ اس نے انھیں لیا اور چلا گیا۔ اگر تیرے علم میں (اے اللہ!) میرا یہ عمل تیری رضامندی کے لیے تھا تو ہمارے لیے باقی راستہ بھی کھول دیں، تو اللہ نے باقی راستہ بھی کھول دیا۔ (بخاری: کتاب الحرث والمزارعة/باب اذا زرع بمال قوم بغیر اذنهم/رقم الحدیث: ۲۳۳۳)

ایک پریشان حال کا واقعہ

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے گھٹنے میں ایک زخم ہے۔ سات برس ہو گئے ہر قسم کی دوا اور علاج کر چکا ہوں کسی سے فائدہ نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے طبیبوں سے بھی رجوع کر چکا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس جگہ پانی کی قلت ہو وہاں ایک کنواں بنوا دو، مجھے اللہ کی ذات سے یہ امید ہے کہ جب اس میں پانی نکل آئے گا تمھارے گھٹنے کا خون بند ہو جائے گا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور گھٹنے کا زخم اچھا ہو گیا۔ (فضائل صدقات، ص: ۱۱۳)

محدث حاکم ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

مشہور محدث ابوعبداللہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے چہرے پر ایک زخم ہو گیا تھا، ہر قسم کے علاج کیے کوئی بھی کارگر نہ ہوا۔ ایک سال اسی حال میں گزر گیا۔ ایک مرتبہ استاذ ابوعثمان صابونی رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی۔ جمعہ کا دن تھا۔ انھوں نے بڑی دیر تک دعا کی، مجمع نے آمین کہی۔ دوسرے جمعہ کو ایک عورت حاضر ہوئی اور ایک پرچہ مجلس میں پیش کیا جس میں یہ لکھا تھا

کہ میں گزشتہ جمعہ کو جب گھر واپس گئی تو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بہت اہتمام سے دعا کی۔ میں نے خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حاکم سے کہہ دو کہ مسلمانوں پر پانی کی وسعت کرے۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر اپنے گھر کے دروازہ پر ایک سبیل قائم کردی جس میں پانی کے بھرنے کا اور اس میں برف ڈالنے کا اہتمام کیا۔ ایک ہفتہ گزرا تھا کہ چہرہ کے سب زخم بالکل اچھے ہو گئے اور پہلے سے زیادہ خوش نما چہرہ ہو گیا۔ (فضائل صدقات، ص: ۱۱۳)

عمل صالح کا آٹھواں اثر

اللہ صالح انسان کے معاملات اور حالات کو بہترین بنا دیتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوۡا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ هُوَ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ۙ کَفَّرَ عَنۡهُمۡ سَیِّاٰتِهِمۡ وَ اَصۡلَحَ بَالَهُمۡ ○ ﴾ [محمد: ۲]

اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور اس پر بھی ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتاری گئی ہے اور دراصل ان کے رب کی طرف سے سچا دین بھی وہی ہے، اللہ نے ان کے گناہ دور کر دیئے اور ان کے حال کی اصلاح کر دی۔

عمل صالح کا نواں اثر

نیک اعمال کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے کو صالحین کے مبارک گروہ میں شامل کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدۡخِلَنَّهُمۡ فِی الصّٰلِحِیۡنَ ○ ﴾

[العنکبوت: ۹]

اور جولوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ہم ضرور بالضرور انھیں صالحین کے گروہ میں شامل فرمائیں گے۔

صالحین کا مصداق

صالحین کو اللہ تعالیٰ نے انبیا، شہدا اور صدیقین کے بعد کا اونچا مقام عطا فرمایا ہے۔ صالحین دراصل ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جن کے مزاج میں ایسی سلامتی کہ وہ اتباع سنت اور اتباع شریعت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی فکر میں رہتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ صالح صلاح سے مشتق ہے، یعنی جو گناہوں سے بچتا ہو اور نیکیوں سے آراستہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف انابت ورجوع رکھتا ہو۔ صالحین کے بہت سے مراتب ہیں۔ سب سے اونچے مرتبے پر حضرات انبیائے کرام علیہم السلام ہیں، کیونکہ وہ معصوم تھے۔ انبیائے کرام علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ سے اس زمرے داخل ہونے کی دعائیں کی تھیں۔ معلوم ہوا کہ صالحیت اہل خیر کی مرکزی صفت ہے۔

آج کل کوئی شخص بزرگی میں مشہور ہو اور اس کے مریدوں کے سامنے کوئی یہ کہہ دے کہ ان کے پیر صاحب صالح آدمی ہیں تو وہ برا مانے گا کہ بس ہمارے پیر صاحب صرف صالح ہیں، ارے وہ تو شمس العارفین ہیں، قطب الاقطاب ہیں، حالانکہ کسی کے بارے میں صالحین کی گواہی بہت بڑی گواہی ہے۔ (تفسیر انوار البیان: ۴۸/۲)

عمل صالح کا دسواں اثر

ہر مسلمان کی طرف سے سلامتی کی دعا ملتی ہے۔ جب ایک نمازی تشہد میں کہتا ہے:

السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِين

ہم پرسلام اوراللہ کے تمام صالح بندوں پرسلام۔

عمل صالح کومعمولی نہ سمجھیں

لہٰذاہمیں چاہیے کہ ہم عمل صالح کی قدر پہچانیں اوراس کا خوب ذخیرہ جمع کریں چاہے عمل چھوٹا ہو یا بڑا۔کسی چھوٹی نیکی کو چھوٹی اور معمولی سمجھ کہ چھوڑ نہ دیں، ہم اس کی طاقت کو نہیں جانتے، وہی نیک عمل بسا اوقات نجات اور مغفرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداءرضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر یہ بات یقینی طور پر طے ہوجائے کہ میری ایک نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہوگئی تو میرے لیے وہ ساری دنیا اوراس کی نعمتوں سے زیادہ ہے۔(معارف القرآن: ۳/ ۱۱۳)

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے، اور جو عمل مقبول ہوجائے وہ چھوٹا کیسے کہا جاسکتا ہے۔(معارف القرآن: ۳/ ۱۱۴)

عمل صالح پر ایک فاحشہ عورت کی مغفرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک کتا ایک کنویں کے چاروں طرف چکر کاٹ رہا تھا جیسے پیاس کی شدت سے اس کی جان نکل جانے والی ہو کہ بنی اسرائیل کی ایک زانیہ عورت نے اسے دیکھ لیا۔اس عورت نے اپنا موزہ اتار کر کتے کو پانی پلایا اور اس کی مغفرت اسی عمل کی وجہ سے ہوگئی۔(مسلم: کتاب السلام/ باب فضل ساقی البھائم المحترمۃ و اطعامھا/ رقم الحدیث: ۲۲۴۵)

کتے کو پانی پلانے پر مغفرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جا رہا تھا کہ اسے سخت پیاس لگی، اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ پھر باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا ہانپ رہا ہے اور پیاس کی وجہ سے کیچڑ چاٹ رہا ہے۔ اس نے اپنے دل میں کہا، یہ بھی اس وقت ایسی ہی پیاس میں مبتلا ہے جیسے ابھی مجھے لگی ہوئی تھی۔ چنانچہ وہ پھر کنویں میں اترا اور اپنے چمڑے کے موزے کو پانی سے بھر کر اسے اپنے منہ سے پکڑے ہوئے اوپر آیا، اور کتے کو پانی پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کام کو قبول کیا اور اس کی مغفرت فرمائی۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہمیں چوپاؤں پر بھی اجر ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر جاندار میں ثواب ہے۔ (بخاری: باب فی الشرب / باب فضل سقی الماء / رقم الحدیث: ۲۲۶۳)

کانٹے دار ٹہنی اٹھانے پر مغفرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص راستے پر چل رہا تھا کہ اس نے وہاں کانٹے دار ڈالی دیکھی۔ اس نے اسے اٹھالیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا یہ عمل قبول کیا اور اس کی مغفرت کردی۔ (مسلم: کتاب البر والصلة والآداب / باب فضل ازالة الاذی عن الطریق / رقم الحدیث: ۱۹۱۴)

ایک بزرگ کی مغفرت کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ جو بڑے محدث بھی تھے، جنھوں نے ساری عمر حدیث کی خدمت میں گزاری، جب ان کا انتقال ہوگیا تو کسی نے خواب میں ان کی زیارت کی، اور ان سے پوچھا کہ حضرت! اللہ تعالیٰ نے کیسا معاملہ فرمایا؟ جواب میں انھوں نے فرمایا کہ بڑا عجیب معاملہ

ہوا، وہ یہ کہ ہم نے تو ساری عمر علم کی خدمت میں اور حدیث کی خدمت میں گزار دی، اور درس و تدریس اور تصنیف اور وعظ وخطابت میں گزاری، تو ہمارا خیال یہ تھا کہ ان اعمال پر اجر ملے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے کچھ اور ہی معاملہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ ہمیں تمھارا ایک عمل بہت پسند آیا، وہ یہ کہ ایک دن تم حدیث شریف لکھ رہے تھے، جب تم نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا تو اس وقت ایک پیاسی مکھی آ کر اس قلم کی نوک پر بیٹھ گئی، اور سیاہی چوسنے لگی، تمھیں اس مکھی پر ترس آ گیا، تم نے سوچا کہ یہ مکھی اللہ کی مخلوق ہے، اور پیاسی ہے، یہ سیاہی پی لے تو پھر میں قلم سے کام کروں، چنانچہ اتنی دیر کے لیے تم نے اپنا قلم روک لیا اور اس وقت تک قلم سے کچھ نہیں لکھا جب تک وہ مکھی اس قلم پر بیٹھ کر سیاہی چوستی رہی، یہ عمل تم نے خالص میری رضامندی کی خاطر کیا، اس لیے اس عمل کی بدولت ہم نے تمھاری مغفرت فرما دی، اور جنت الفردوس عطا کر دی۔ (اصلاحی خطبات: ۸/ ۲۲۰)

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ آپ نے فرمایا کہ جب میں پیش کیا گیا تو پوچھا گیا کہ اے بایزید کیا لائے؟ میں نے سوچا کہ نماز روزہ وغیرہ سب اعمال تو اس قابل نہیں کہ پیش کروں، البتہ ایمان تو بفضلہٖ تعالیٰ ہے۔ اس لیے عرض کیا کہ توحید لایا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ دودھ والی رات کا قصہ بھول گئے؟ ہوا یوں تھا کہ رات میں دودھ پیا اور صبح پیٹ میں درد ہوا تو درد کی نسبت دودھ کی طرف کر دی کہ اس کو پینے کی وجہ سے درد ہوا، حالانکہ اچھا برا سب کچھ اللہ تعالیٰ

ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔

پھر ارشاد ہوا کہ اچھا! اب بتلاؤ کیا لائے؟ عرض کیا کہ اے اللہ! کچھ نہیں۔ فرمایا کہ ایک عمل تمھارا ہم کو پسند آیا ہے۔ ایک مرتبہ بلی کا بچہ سردی میں مر رہا تھا، تم نے اس کو لے کر اپنے پاس لٹالیا اور اسے گرمی پہونچا کر اس کی جان بچائی تھی، اس کی وجہ سے بخشتے ہیں۔ رہ گئی ساری کی ساری بزرگی اور تمام حقائق اور دقائق ومعارف، سب کالعدم ہو گئے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۱۱۷)

بلی کو بھوکا رکھنے پر جہنم کا فیصلہ

جہاں ایک نیک عمل نجات دلا سکتا ہے وہیں پر ایک برا عمل ہلاک بھی کر سکتا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز پڑھی پھر فرمایا کہ ابھی ابھی دوزخ مجھ سے اتنی قریب آ گئی تھی کہ میں نے چونک کر کہا۔ اے رب! کیا میں بھی انہی میں سے ہوں۔ اتنے میں دوزخ میں میری نظر ایک عورت پر پڑی۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ مجھے یاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اس عورت کو ایک بلی نوچ رہی تھی۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس پر اس عذاب کی کیا وجہ ہے؟ آپ کے ساتھ والے فرشتوں نے کہا کہ اس عورت نے اس بلی کو اتنی دیر تک باندھے رکھا کہ وہ بھوک کے مارے مر گئی۔ (بخاری: باب فی الشرب / باب فضل سقی الماء / رقم الحدیث: ۲۳۶۴)

بہر حال! عمل صالح کی بڑی اہمیت ہے۔ قرآن کریم میں جگہ جگہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن افسوس صد افسوس! جہالت، دنیا پرستی اور ہوس پرستی کی وجہ سے آج ہم عمل صالح

سے دور ہو گئے ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ عمل صالح کا توشہ جمع کریں،نیکیوں سے محبت کریں،اور نیکیوں سے بھرپور زندگی گزاریں۔اسی میں ہماری سلامتی اور نجات ہے اور یہی پاکیزہ زندگی اور حصول جنت کی راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل صالح کے زیور سے آراستہ فرمائیں اور اس کے ثمرات سے بھی نوازیں اور جملہ اعمال صالحہ اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں۔(آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۶)

تقسیم میراث میں کوتاہی نہ کیجیے

تعارف

۲۶/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۷/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: بدھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿وَتَأۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّمًّا ۝﴾ [الفجر: ۱۹]

تمہید

یہ سورۃ الفجر کی ۱۹ نمبر کی آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اور اس کے آگے پیچھے کی آیتوں میں ذلتی کے چار اسباب بیان فرمائے ہیں۔ ذلتی کا ایک سبب ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، انھیں ذلیل سمجھتے ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمھیں بھی ذلیل کر دیا۔ ذلتی کا دوسرا سبب ہے کہ تم مساکین کے لیے کھانا مہیا کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ تیسرا سبب ہے کہ تم میراث سمیٹ سمیٹ کر کھاتے ہوں۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ تم مال و دولت سے جی بھر کر محبت کرتے ہوں۔

ان چاروں میں ایک سبب میراث کو کھانا بھی ہے۔ اسی کو ہم قدرے تفصیل سے سمجھتے ہیں۔

خالی ہاتھ جانا ہے

انسان کو اللہ رب العزت نے اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ مگر انسان کی حالت کچھ اس طرح کی ہے کہ یہ اپنے وجود سے پہلے ناقابل ذکر تھا۔ حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو وجود بخشا اور یہ انسان عالم ارواح سے منتقل ہو کر عالم دنیا میں آیا۔ عالم ارواح سے عالم دنیا کا سفر خالی ہاتھ ہوا۔ پھر جب انسان اپنی مقررہ زندگی گزار کر اس عالم دنیا سے عالم آخرت

کی جانب سفر کرتا ہے تو وہ بھی خالی ہاتھ کرتا ہے۔ گویا جس شان کے ساتھ انسان اس دنیا میں آیا تھا اسی شان کے ساتھ اس دنیا سے واپس ہوا۔ نہ آتے ہوئے اپنے ساتھ کوئی چیز لایا تھا نہ یہاں سے جاتے وقت اس کو کوئی چیز ساتھ لے جانے کی اجازت ہے۔

اسکندر ذوالقرنین کا واقعہ

اسکندر ذوالقرنین کا واقعہ مشہور ہے کہ اس نے یہ وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں اور میرا جنازہ لے جایا جائے تو میرے دونوں ہاتھ جنازے سے باہر رکھے جائے۔ لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں؟ تو اس نے جواب دیا تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے پوری دنیا پر حکومت کرنے والا خالی ہاتھ دنیا سے جارہا ہے۔ (گلدستۂ احادیث: ۲/ ۴۶۷)

ایک باپ کی عجیب وصیت

اسی طرح ایک شخص نے اپنے مرنے سے پہلے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو مجھے پیروں میں یہ پھٹے پرانے موزے پہنا دینا۔ چنانچہ جب باپ کا انتقال ہوا اور بیٹے نے باپ کی وصیت پر عمل کرنا چاہا تو لوگوں نے منع کیا کہ شریعت نے ہمیں صرف مرنے کے بعد کفن پہنانے کی اجازت دی ہیں اور کسی چیز کی نہیں۔ مگر بیٹا اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرنے کے لئے اصرار کررہا تھا۔ بالآخر علما سے رجوع کیا گیا تو علما نے بھی یہی جواب دیا کہ شریعت اس طرح کی اجازت نہیں دیتی۔ اس دوران لفظی تکرار بڑھتی چلی گئی کہ اچانک ایک شخص آیا اور اس نے اس لڑکے کے ہاتھ میں اس کے باپ کا ایک خط تھما دیا۔ لڑکے نے جب خط پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ میرے بیٹے! تم دیکھ رہے ہو کہ دنیا کے تمام مال و دولت اور اسباب و وسائل مہیا ہونے کے باوجود شریعت مجھے اپنے ساتھ ایک پھٹے

پرانے اور بوسیدہ موزہ لے جانے کی اجازت نہیں دیتی۔ یاد رکھو! کہ موت ایک دن تمھیں بھی آئے گی اور تمھیں بھی صرف یہاں سے کفن میں جانا ہوگا۔ لہٰذا جو مال میں چھوڑ کر جارہا ہوں اس کو صحیح استعمال کرنا، کسی غریب بیوہ، اور بے سہارا کے کام میں اس مال کو لانا۔ یہی واحد چیز ہے جو تمھیں قبر میں ساتھ دے گی۔ (گلدستۂ احادیث: ۲/ ۴۶۷)

تین چیزیں ساتھ جائے گی

حدیث پاک میں ہے کہ جب انسان کا انتقال ہوتا ہے تو اس کو قبر میں پہونچانے کے لیے تین چیزیں ساتھ میں جاتی ہیں، دو چیزیں واپس آجاتی ہیں اور چیزوں ساتھ رہ جاتی ہے۔ انسان کے ساتھ اس کے اہل وعیال، اس کا مال اور اس کے اعمال جاتے ہیں۔ اہل وعیال اور مال واپس آجاتے ہیں اور اعمال ساتھ رہ جاتے ہیں۔ (بخاری: کتاب الرقاق/ باب سکرات الموت/ رقم الحدیث: ۶۵۱۴)

میراث کس کو کہتے ہیں؟

جب کسی انسان کا انتقال ہوتا ہے تو اس کے پیچھے چھوڑے ہوئے اس کے مال میں سے تجہیز وتکفین، ادائے دیون اور ادائیگیٔ وصیت کے بعد بچے ہوئے مال کو میراث کہا جاتا ہے۔ اس کو اپنی مرضی سے تقسیم کرنے کی شریعت کی جانب سے اجازت نہیں، بلکہ اس میراث کے سارے قوانین قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ اندازے سے تقسیم کرنے میں ناانصافی ہیں، اندازے سے تقسیم کرنے میں انسان نفع کو ضرر اور ضرر کو نفع سمجھنے لگتا ہے۔

تجہیز وتکفین

میت کے مال میں سب سے پہلے جو حق جاری ہوتا ہے وہ تجہیز وتکفین ہے یعنی میت

کے کفن اور دفن کا درمیانی اعتبار سے خرچ۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ کسی انسان کے انتقال کے بعد اس کا وہ لڑکا جس کے اپنے باپ کے ساتھ مدتوں سے ترک تعلقات تھے مگر باپ کا انتقال ہوتے ہی وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ابا کے کفن اور دفن کا خرچ میں دوں گا، حالانکہ ابا کو زندگی میں کبھی دوا اور کھانے پینے کا خرچ نہیں دیا۔ اس لیے شریعت نے قانون بنایا ہے کہ میت کے مال میں سب سے پہلا حق اس کے کفن دفن کا خرچ ہوگا اور وہ درمیانی اعتبار سے نکالا جائے گا۔

قرض

تجہیز و تکفین کے بعد میت کے مال میں جاری ہونے والا دوسرا حق کا قرض ہے۔ قرض اور دین کا مسئلہ بڑا نازک ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اس زمانے میں اس کو اہمیت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ذیل میں دو واقعے پیش کیے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ قرض کا مسئلہ کتنا نازک ہے۔

دو صحابی کا واقعہ

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ ان دونوں کے درمیان گہری دوستی تھی۔ ایک دن حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دوست حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عوف آؤ ہم ایک معاہدہ کریں۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کیا معاہدہ؟ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم میں سے جس کا انتقال پہلے ہوگا وہ خواب میں دوسرے کی ملاقات ضرور کرے گا۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں ہوسکتا ہے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ممکن ہے تو ٹھیک ہے۔ چنانچہ دونوں نے معاہدہ کرلیا۔ اتفاق کہ حضرت صعب رضی اللہ عنہ کا پہلے انتقال ہوا۔ معاہدہ کرنے والے حضرت

صعب رضی اللہ عنہ پہلی ہی رات میں اپنے دوست حضرت عوف رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے خواب میں تشریف لے آئے۔حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے پوچھا بتاؤ کیسی گزری؟ اللہ کے سامنے پیشی کیسے ہوئی؟ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بڑی مشکل اور بڑی دشواری کے بعد نجات ملی۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے دیکھا کے حضرت صعب رضی اللہ عنہ کی گردن پر دل جلنے کا سیاہ داغ ہے۔ پوچھا کہ صعب! یہ داغ کیسا؟ حضرت صعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بات اصل یہ ہے کہ میں نے ایک یہودی سے دس درہم بطور قرض لیے تھے اور میں وہ ادا نہیں کر پایا کہ میرا انتقال ہو گیا۔اور اس ادا نہ کرنے کی وجہ سے وہ درہم جلا کر مجھے داغ دیے گئے اس کا نشان ہے۔تم میرے گھر جاؤ اور میرے گھر والوں سے ترکش لو اس میں وہ دس دینار رکھے ہیں اور وہ دس دینار لے کر تم اس یہودی کو ادا کر دوں تا کہ میری تکلیف کم ہو۔اس سے اندازہ لگائیں کہ قرض کا معاملہ کتنا سنگین ہے۔(الاصابة فی تمییز الصحابة: ۱۴۰/۵)

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک عالم کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد نے اپنے استاذ کو خواب میں دیکھا۔دیکھا کہ وہ عالم سخت گرمی اور دھوپ میں ایک چٹیل میدان میں بالکل برہنہ حیران و پریشان گھوم رہے ہیں۔اس نے پوچھا کہ حضرت! آپ نے تو ساری زندگی اللہ کی اطاعت اور عبادت میں اور خلق کی اصلاح اور تربیت میں گزاری تو پھر آپ کا یہ حال کیوں ہے؟ کیا آپ کی عبادت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوئی؟ انھوں نے جواب دیا کہ جن اعمال صالحہ کی میرے رب نے مجھے توفیق دی وہ سارے اعمال اس نے قبول کر لیے،لیکن اس وقت تم میرا جو حال دیکھ رہے ہو وہ ایک سوئی کی وجہ سے ہے۔شاگرد نے پوچھا وہ کیسے؟ انھوں

نے جواب دیا کہ میں نے اپنا کپڑا سینے کے لیے ایک سوئی پڑوسی سے مانگ کر لی تھی۔ وہ سوئی میرے یہاں رہ گئی اور ادا کرنے سے پہلے میرا انتقال ہو گیا۔ ایک سوئی ادا نہ کرنے پر میرا یہ حال ہوا ہے۔ تم میرے گھر جاؤ اور گھر میں فلاں جگہ یہ سوئی رکھی ہے نکال کر میرے پڑوسی کو دے دو تا کہ میری تکلیف کم ہو۔ شاگرد صبح ہوتے ہی اپنے استاذ کے گھر گیا اور ان سے پوچھا کہ گھر کے فلاں حصے میں کوئی سوئی رکھی ہے؟ گھر والوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! رکھی ہے۔ شاگرد نے پوچھا تم جانتے ہو یہ کس کی سوئی ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ جی ہاں! یہ ہمارے پڑوسی کی سوئی ہے، ذرا آنے جانے والوں کا سلسلہ ختم ہو تو ہم یہ اپنے پڑوسی کو پہونچا دیں گے۔ شاگرد نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے استاذ کو حیران و پریشانی کے عالم میں دیکھا ہے۔ اپنے خواب کا ذکر کیا کہ اس سوئی کی وجہ سے ان کو عذاب میں گرفتار کیا گیا۔ شاگرد نے وہ سوئی لی اور پڑوسی کو پہونچا دی اور اپنے خواب کا ذکر کیا۔ پڑوسی بھی یہ سن کر رو پڑا اور کہا میں نے اللہ کے واسطے انھیں معاف کر دیا۔ اے اللہ! تو بھی اپنی رحمت سے معاف فرما۔ اگلی رات شاگرد نے اپنے استاذ کو دوبارہ خواب میں دیکھا تو وہ ہرے بھرے سرسبز و شاداب باغ میں مسہری پر بالکل آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ شاگرد نے سلام کیا اور حال چال دریافت کیا تو نے جواب دیا جس وقت تم نے پڑوسی کو سوئی پہونچائی اور اس نے کہا اللہ کے واسطے میں انھیں معاف کرتا ہوں تو اسی وقت میرا عذاب ٹل گیا اور مجھے نجات مل گئی۔ (تقسیم جائداد کے اسلامی اصول ر ص: ۱۸۴)

اندازہ لگائیں کہ ایک معمولی سوئی کی وجہ سے ایک عالم دین عذاب میں گرفتار ہو سکتے ہیں تو جو لوگ ہزاروں لاکھوں روپیہ بطور قرض لیتے ہیں اور پھر ادا نہیں کرتے ان کا انجام

کیا ہوگا؟

قرض کی اقسام

علمانے قرض کی دوقسمیں بیان کی ہے۔ایک اللہ کا قرض اور دوسرا بندہ کا قرض۔

اللہ کا قرض

اللہ کا قرض یعنی مرنے والے نے نماز، روزہ زکوۃ وغیرہ کو اپنی زندگی میں ادا نہیں کیا ہے۔اب اس کا حکم یہ ہے کہ میت کے مال میں سے اس کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دیا جائے گا بشرطیکہ اس نے وصیت کی ہو اور وہ بھی تہائی مال میں سے۔اس لیے کہ تہائی سے زیادہ میں وصیت معتبر نہیں۔(ردالمحتار: ۱۰/ ۳۳۹)

بندہ کا قرض

بندہ کا قرض دوطرح سے ہوگا۔ایک وہ جس کا میت نے اپنی صحت کے زمانے میں اقرار کیا ہو۔دوسرا وہ جس کا اس نے اپنے بیماری کے ایام میں اقرار کیا ہو۔اگر میت کی رقم سے قرض ادا ہو جائے تو ٹھیک اور اگر ادا نہ ہو تو جس قدر کا ادا ہوا ادا کرے باقی قرض دینے والے سے معاف کروائے یا معاملہ کو آخرت پر چھوڑ دے۔اور اگر چند لوگوں کا قرض ہے تو فقط ایک آدمی کا قرض ادا نہ کرے، بلکہ تمام لوگوں کا قرض اُن کے حصے کے اعتبار سے ادا کیا جائے گا۔ بیوی کا مہر ادا نہ کیا ہو تو وہ بھی قرض کے حکم میں ہے، لہٰذا اس کو بھی میت کی تجہیز وتکفین کے بعد قرض کے درجہ میں رکھ کر ادا کیا جائے گا اس کے بعد میراث کی تقسیم ہوگی۔(تقسیم جائداد کے اسلامی اصول رص:۱۸۸)

وصیت

تجہیز وتکفین اور قرض کی ادائیگی کے بعد میت کے مال میں جاری ہونے والا تیسرا حق وصیت ہے۔

وصیت کیوں رکھی گئی؟

انسان اپنی زندگی میں امیدوں کے بارے میں مغرور اور دھوکے میں رہتا ہے۔اور انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں، نہ معلوم یہ چراغ کب گل ہو جائے۔ جب انسان شباب کے دور میں ہوتا ہے تو اسے دنیا کی محبت اور مال و دولت کے حصول کی فکر ہوتی ہے، مگر جب انسان بڑھاپے کی دہلیز پر قدم رکھتا ہے اور دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب ہوتا ہے اب اسے احساس ہوتا ہے نیکیوں کے خزانے کے کم ہونے کا اور اعمال صالحہ کی قلت کا۔اب وہ ماقبل کی تلافی چاہتا ہے اور مابعد کے لیے کچھ ذخیرہ بھی چاہتا ہے۔اس لیے شریعت اسلامیہ نے وصیت کی اجازت دی تاکہ ماضی میں جو کچھ مالی کوتاہیاں ہوئی اس کی تلافی ہو جائے اور مابعد کی زندگی کے لیے بہترین ذخیرہ ہو جائے، مگر وصیت تہائی مال میں ہوگی، تہائی سے زیادہ میں وصیت معتبر نہیں۔(تقسیم جائداد کے اسلامی اصول رص:۵۵)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ

فتح مکہ کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بہت شدید بیمار ہوئے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے جمیع مال کی وصیت کا اظہار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔انھوں نے دو تہائی مال کی وصیت کی اجازت چاہی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت زیادہ ہے۔انھوں نے نصف مال کی وصیت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت زیادہ ہے۔انھوں نے

تہائی مال کی وصیت کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دی اور فرمایا کہ تہائی بھی زیادہ ہے۔(بخاری: کتاب الوصیة / باب الوصیة بالثلث / رقم الحدیث: ۲۷۴۴)

کسی کو محروم کرنے کی وصیت

وصیت کے ذریعہ کسی کو محروم نہ کریں۔ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے وارث کو میراث سے محروم کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کو جنت کی میراث سے محروم فرمائیں گے۔(ابن ماجة: کتاب الوصایا / باب الحیف فی الوصیة / رقم الحدیث: ۲۷۰۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ بہت سے لوگ پوری زندگی نیکی اور خیر کے کام میں مشغول رہتے ہیں اور اخیر وقت میں وصیت کر کے اپنے وارث کو نقصان پہونچاتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں فرمائیں گے۔(ابوداود: کتاب الوصایا / باب ماجاء فی کراهیة الاضرار فی الوصیة / رقم الحدیث: ۲۸۶۷)

وصیت لکھنے کی فضیلت

ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان کو یہ حق نہیں کہ کسی چیز کی وصیت اس پر ضروری ہو اور وہ دو راتیں گزارے کہ وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی نہ ہو۔(بخاری: کتاب الوصایا / باب الوصایا / رقم الحدیث: ۲۷۳۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو وصیت کے بعد موت آئی ہوں صراط مستقیم، پر سنت پر، تقویٰ پر اور شہید ہو کر مرا، اس کی مغفرت ہوگئی۔(ابن ماجة: کتاب الوصایا / باب الحث علی الوصیة / رقم الحدیث: ۲۷۰۱)

وصیت کا عجیب وغریب واقعہ

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ مشہور انصاری صحابی ہے۔ان کی وصیت کا واقعہ کتابوں میں بڑا عجیب ملتا ہے۔

حضرت عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ پہونچا تو مجھے کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو مجھے ان کی وصیت کا واقعہ بتائیں۔کسی نے مجھے ان کی صاحبزادی کے گھر کا پتہ دیا۔میں وہاں پہونچا اور ان سے ان کی وصیت کا واقعہ دریافت کیا۔ان کی صاحبزادی نے حضرت عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کو واقعہ بیان کیا۔حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو ان کی شہادت کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا کہ کل گزشتہ جب مجھ کو شہید کیا گیا تو ایک شخص میری نعش کے قریب سے گزرا میرے بدن پر ایک نفیس قسم کی زرہ تھی۔اس نے وہ زرہ میرے بدن سے اتار لی۔اس کا مکان لشکر کے آخری سرے پر فلاں جگہ واقع ہے،اس کے مکان کے آگے ایک لمبا تڑنگا گھوڑا بندھا ہوا ہے،اس نے میری زرہ کے اوپر ایک ہانڈی ڈھانک دی ہے اور اس ہانڈی پر اونٹ کا کجاوہ ڈال دیا ہے۔تم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میری زرہ اس کے پاس جا کر لے لے۔اور تم امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جانا اور ان سے کہنا کہ مجھ پر اتنا اتنا قرض ہے اور میں نے اتنا ترکہ چھوڑا ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہے۔حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھنے والے سے کہا کہ تم میری بات کو خواب سمجھ کر ٹال مت دینا، بلکہ اس پر عمل کرنا۔

وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہونچا اور ان کو اپنے خواب کا ذکر کیا۔چنانچہ انھوں نے زرہ کی تحقیق کروائی تو زرہ بعینہ اسی جگہ سے ملی جس کا پتہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ

نے خواب بتایا تھا۔ پھر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اپنے خواب کا ذکر کیا تو انھوں نے بھی آپ کی وصیت پر عمل کیا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی کا ایسا واقعہ نہیں ملتا جنھوں نے موت کے بعد وصیت کی ہو اور اس پر عمل کیا گیا ہو۔ (تقسیم جائداد کے اسلامی اصول، ص:۶۰)

حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی وصیت

اصل وصیت اتباع سنت اور دین وشریعت پر استقامت کی ہے۔ احد کی لڑائی کے موقعہ پر سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا تو ایک شخص کو ان کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد جب حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے ہوئے آیا تو دیکھا مقتولین کی نعشیں پڑی ہیں اور ان کے درمیان حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ موجود ہے جن میں تھوڑی سی جان باقی ہے۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضور کے قاصد سے کہا کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائے جو ایک نبی کو ان کی امت کی جانب سے دیا جاتا ہے۔ اور مسلمانوں کو میرا یہ پیغام پہونچانا کہ اگر کفار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہونچ گئے اور تمھاری ایک آنکھ بھی چمکتی رہی تو تمھارا کوئی عذر اللہ تعالیٰ کے یہاں قابل قبول نہ ہوگا۔ (سیرت مصطفیٰ:۲/۲۱۵)

آج ہماری وصیتیں مال ودولت اور جائیداد کے سلسلے میں ہوتی ہیں، جو کہ فنا ہونے والی اور ختم ہونے والی چیزیں ہیں۔ اور ان حضرات کا حال یہ تھا کہ وصیتیں ایسی ہوتی تھیں جو محبت الٰہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لبریز ہوتی تھیں۔

میراث

میت کے مال میں جاری ہونے والا چوتھا حکم میراث ہے۔ دنیا میں بسنے والی دیگر اقوام میں اور زمانہ جاہلیت میں میراث کی ادائیگی کے سلسلے میں بڑی کوتاہی پائی جاتی تھی۔ اٹکل سے تقسیم ہوتی تھی، عورتوں کو محروم کر دیا جاتا تھا، باپ کے مرنے پر کوئی ضعیف پر غالب آجاتا اور ضعیف کو محروم کر دیا جاتا تھا۔

دیگر اقوام میں میراث

یہود کے یہاں مال کی حرص پہلے ہی سے ہے۔ پوری کوشش اس بات کی ہے کہ مال خاندان کے باہر نہ جائے۔ ان کے یہاں لڑکیوں کا میراث میں کوئی حصہ نہیں۔ ان کے یہاں مال میں پوری آزادی ہے۔ ان کے یہاں میراث کے حقدار صرف چار لوگ ہیں۔ بیٹا، باپ، بھائی، چچا۔ بیوی کو حق نہیں دیا جاتا ہے، مگر اس کے مرنے پر اس کی پوری جائداد کا مالک شوہر ہو جایا کرتا ہے۔ (تقسیم جائداد کے اسلامی اصول رص:۱۶۶)

دیگر امتوں میں میراث کا حقدار صرف بڑا لڑکا کہلاتا ہے، لڑکیوں کا میراث میں کوئی حق نہیں۔ اگر لڑکا نہ ہو تو چچا یہاں تک کہ اگر سسرالی رشتے دار میں کوئی سمجھدار ہو تو وہ وارث ہوگا۔

مشرکین کے یہاں ان کی کتاب منوسمرتی کے مطابق میراث کا حقدار وہی ہے جو جنگ میں حصہ لے سکتا ہو اور ذمے دار ہو۔ لڑکیوں کا حق صرف کنیادان ہے۔ (تقسیم جائداد کے اسلامی اصول رص:۱۷۱)

عربوں کے یہاں میراث کا حقدار وہی ہے جو تلوار چلانا جانتا ہو۔ کمزوروں کو حق

نھیں دیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ عورت کو بھی میراث میں شامل کر کے تقسیم کر دیا جاتا تھا۔(تقسیم جائداد کے اسلامی اصول،ص:۱۷۰)

میراث اسلام کی نظر میں

مگر اسلام نے ان ساری رسومات اور جہالت پر مبنی تقسیم سے ہٹ کر ایک شاندار اور بہترین نظام میراث امت کے سامنے پیش کیا۔نظام میراث کی اہمیت کا دو باتوں سے اندازہ لگائیں۔

(۱) قرآن کریم نے نماز، روزہ، زکاۃ اور حج وغیرہ کے احکام کو اجمالاً اور مختصراً بیان کیا ہے، لیکن میراث کے احکام کو بڑی تفصیل کے ساتھ ایک رکوع میں بیان کیا۔

(۲) اسی طرح ابن ماجہ شریف کی روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علم فرائض کو سیکھو، اس لیے کہ یہ نصف علم ہے۔ نیز فرمایا کہ یہ بھلا دیا جائے گا اور سب سے پہلے میری امت سے یہی علم اٹھا لیا جائے گا۔(ابن ماجة: کتاب الفرائض/باب الحث علی تعلیم الفرائض/رقم الحدیث: ۲۷۱۹)

علم میراث نصف العلم کیوں ہے؟

اس علم کو نصف العلم اس لیے کہا گیا کہ انسان کو جو کچھ مسائل پیش آتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں کچھ وہ ہیں جن کا تعلق ایام زندگی سے ہے اور کچھ وہ ہیں جن کا تعلق مرنے کے بعد سے ہے۔جن مسائل کا تعلق زندگی کے ایام سے ہے وہ نصف العلم اور جن کا تعلق مرنے کے بعد کی زندگی سے ہے تو وہ بھی نصف العلم ہوئے۔

اسلام کے نظام میراث کی خوبیاں

اسلام کے نظام میراث میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ چند خوبیاں یہاں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) اسلام نے میراث کی تقسیم میں میت اور وارث دونوں کے جذبات کا خیال رکھا ہے۔ برخلاف دیگر اقوام میں میت اپنے مال میں تصرف کا پورے طور پر حق رکھتا ہے۔

(۲) میت کے مال میں قرابت داروں کا حق ہے اجنبیوں کا حق نہیں۔

(۳) قرابت داروں میں بھی قریبی رشتے داری معتبر ہے دور کی رشتے داری کا اعتبار نہیں۔

(۴) تقسیم میراث شرعی اصول کے مطابق ہوگی حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے نہیں ہوگی۔

(۵) میراث میں عورتوں کو بھی حصہ دیا جائے گا برخلاف دیگر اقوام میں عورتوں کو میراث سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

عورت کا حصہ کم ہونے کی وجہ

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ مذہب اسلام میں بھی عورتوں کے ساتھ ظلم کا معاملہ ہے۔ مردوں کو دوگنا حصہ دیا جاتا ہے اور عورتوں کو اس کا آدھا حصہ یہ کہاں کا انصاف ہوا؟ عورتوں کا حصہ مردوں کے مقابلے میں کم ہونے کی دو وجہ ہے۔

(۱) مرد پر مالی ذمے داری اور اس کا بوجھ زیادہ ہے۔

(۲) عورت کو دو طرف سے ملتا ہے میکہ سے باپ کے انتقال پر اور سسرال سے شوہر کے انتقال پر۔ برخلاف شوہر کو فقط ایک ہی جانب سے ملتا ہے، اس لیے شریعت نے عورتوں کو حق دیا مگر مرد کے مقابلے میں تنصیف کر دی۔ (گلدستۂ احادیث: ۲/ ۴۷۳)

آیت میراث کا شان نزول

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک صحابی جن کا نام حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ تھا ان کا انتقال ہوا۔ انھوں نے اپنے ورثا میں ایک بیوی اور تین لڑکیاں اور ایک روایت کے مطابق ایک بیوی اور دو لڑکیاں اور ایک نابالغ لڑکا چھوڑا۔ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے انتقال پر ان کی جائیداد پر ان کے چچازاد بھائیوں نے قبضہ کرلیا۔ عربوں کی جاہلیت کی تقسیم کے مطابق میں عورتیں میراث کی حقدار نہیں ہوتی تھیں اور نابالغ لڑکے کو بھی حق نہیں دیا جاتا تھا، اس لیے سب کو میراث سے محروم کردیا گیا۔ مرحوم کی بیوی نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی تو آپ نے بہت غم کا اظہار کیا۔ چونکہ اس وقت آیت میراث کا نزول نہیں ہوا تھا اس لیے آپ نے ان کو صبر کی تلقین کی اور وحی کے آنے پر فیصلہ موقوف رکھا۔ پھر آیت نازل ہوئی اس آیت میں صرف اتنا بتلایا گیا کہ میت کے مال میں مردوں کی طرح عورتوں کا بھی حق ہے، مگر کتنا حق ہے اس کی وضاحت نہیں تھی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے مال کو تقسیم کیے بغیر حفاظت سے رکھنے کا حکم فرمایا۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ان کے انتقال پر تقسیم میراث کا تنازع ہوا تو اس موقعہ پر آیت میراث نازل ہوئی جس میں مردوں اور عورتوں کے حصوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ (آیات قرآنی کے شان نزول ر ص:۱۵۶)

تقسیم میراث نہ کرنے کے نقصانات

میراث بروقت تقسیم نہ کرنے پر انسان کو کچھ نقصان اٹھانے پڑتے ہیں۔

(۱) میراث تقسیم نہ کرنا خیانت ہے۔ میراث کا مال اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام ہے۔ یہ ایسا تحفہ ہے جو مرنے والے کے پسماندگان کو بلا مشقت حاصل ہوتا ہے۔ اس انعام کا حق یہ تھا کہ

حقدار تک پہونچایا جائے، نہ پہونچانا خیانت ہے۔

(۲) تقسیم میراث نہ کرنا غصب کرنے کی طرح ہے۔جس نے حق دبایا ہے اور مارا ہے وہ غاصب ہے۔

(۳) تقسیم میراث نہ کرنے کی وجہ سے نسل در نسل عداوت چلتی ہے۔

(۴) تقسیم میراث نہ کرنے کی صورت میں بسا اوقات یتیم کے مال کھانے کا وبال بھی شامل ہو جاتا ہے۔(تقسیم جائداد کے اسلامی اصول،ص:۲۰۲)

تقسیم میراث کے فوائد

اگر شرعی قوانین کے مطابق میراث تقسیم کر دی جائے تو اس کے بہت سے فوائد و برکات حاصل ہوتے ہیں۔

(۱) شرعی احکام کے مطابق میراث تقسیم کرنے والا اللہ کی رضا پانے والا ہے۔

(۲) شرعی احکام کے مطابق میراث تقسیم کرنے والا جنت کا حقدار ہے۔

(۳) شرعی احکام کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے دوسروں کو ترغیب ملے گی، اور دوسرے اگر شرعی طور پر تقسیم کرنے لگے تو اُس کا ثواب اِس کو ملے گا۔

(۴) شرعی احکام کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے حلال مال نصیب ہوتا ہے جو عبادات کی قبولیت کا سبب ہے۔

(۵) شرعی احکام کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم ہوتی ہے، ورنہ عموماً جھگڑے ہی ہوتے ہیں۔

(۶) شرعی احکام کے مطابق میراث تقسیم کرنے سے آپسی محبت برقرار رہتی ہے۔

(۷) شرعی احکام کے مطابق میراث تقسیم کرنے والا برے لوگ یعنی خیانت کرنے والا، غاصب، ظال، ناحق مال دبانے والا، یتیم کا مال کھانے والا وغیرہ کی فہرست سے نکل جاتا ہے۔ (تقسیم جائداد کے اسلامی اصول رص: ۲۰۲)

تقسیم میراث میں کوتاہی نہ کیجیے

میراث کی تقسیم کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ ذیل کے تین واقعات سے اس مسئلہ کی اہمیت و نزاکت کا اندازہ لگا لیجئے۔

ایک بزرگ کی عیادت کا واقعہ

معارف القرآن میں حضرت مولانا مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ کچھ ہی دیر بیٹھے تھے کہ اس مریض کا انتقال ہوا تو بزرگ نے دیکھا گھر میں جو چراغ جل رہا تھا اٹھ کر فوراً اسے بجھا دیا اپنے جیب سے رقم دے کر تیل منگوا کر چراغ کو روشن کیا۔ کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب تک یہ میت زندہ تھا یہ چراغ اُس کی ملکیت میں تھا اور اس کی روشنی سے استفادہ کرنا ہمارے لیے درست تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا تو یہ چراغ اس کے ورثا کی ملکیت میں جا چکا اب ان کی اجازت کے بغیر ہمارے لیے اس سے استفادہ کرنا جائز نہیں۔ (معارف القرآن: ۲/۳۱۷)

تقسیم میراث کا عجیب نظام

حضرت مولانا مفتی عبدالروف صاحب سکھروی دامت برکاتہم اپنے دادا کا واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ان کے علاقے میں جب کسی صاحب کا انتقال ہوتا تو ان کے دادا تدفین کے بعد قبرستان سے سیدھے میت کے مکان پر تشریف لے جاتے اور ان کے گھر والوں سے کہتے

کہ ان کا مال میرے پاس لے آؤ۔غربت اور اعتماد کا دور تھا۔مال ان کے سامنے پیش کیا جاتا تو تھوڑی دیر میں شرعی اصول کے مطابق بٹوارہ کر کے اپنے گھر چلے جاتے۔(اصلاحی بیانات: ۱۸۶/۱)

ایک سوداگر کا واقعہ

بغداد میں ایک سوداگر بڑا ایماندار اور ہوشیار تھا۔اللہ تعالیٰ نے اس کو کاروبار میں خوب ترقی عطا کی تھی۔یہ سوداگر کاروبار کے سلسلہ میں سفر کیا کرتا تھا۔کچھ عرصے کے بعد یہ بہت جلدی جلدی سفر کرنے لگا اور سفر میں کافی روز تک باہر رہنے لگا۔اس کی بیوی کو شبہ ہوا کہ آخر اس کا شوہر بار بار بہت جلدی جلدی کیوں سفر کرتا ہے اور سفر میں اتنے ایام کہاں گزارتا ہے۔اس نے اپنی ایک بوڑھی قابل اعتماد خادمہ کو سوداگر کے پیچھے لگایا تاکہ تحقیق کرے۔ بوڑھی خادمہ جب تحقیق کی تو پتہ چلا کہ سوداگر نے خفیہ طور پر شادی کر لی ہے اور اپنی دوسری بیوی کے ساتھ سفر کے بہانے پر کچھ ایام گزارتا ہے۔بڑھیا نے جب اس کی بیوی کو دوسری شادی کی اطلاع دی تو اس کو بے حد افسوس ہوا،مگر اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور صبر سے کام لیتے ہوئے اپنے شوہر کے سامنے کبھی اس کا اظہار نہیں ہونے دیا۔شوہر بھی اس کے ساتھ ہنسی مذاق اور حقوق کی ادائیگی میں کمی ہونے نہیں دیتا۔

کچھ عرصے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا اور شوہر کے گھر والوں نے جب میراث کی تقسیم کی گھر والے بھی شوہر کی دوسری شادی سے بالکل ناواقف تھے،اور بیوی بھی نہیں چاہتی تھی کہ اپنے شوہر کے گھر والوں کے سامنے ان کے راز کو فاش کرے۔چنانچہ گھر والوں نے بیوی کو اس کا حصہ دیا،مگر بیوی جانتی ہے کہ میرے اس مال میں میری سوکن کا بھی حق ہے۔اس

نے اپنی خادمہ کے ذریعے سوکن کو اس کا حصہ بھیجا اور ساتھ میں ایک خط لکھا کہ مجھے اپنے شوہر کے بارے میں اس بات کا علم ہے کہ انھوں نے تم سے نکاح کیا تھا، اور اب ان کا انتقال ہو چکا ہے۔ ان کے مال میں یہ حصہ جو مجھے ملا ہے اس میں فقط میرا حق نہیں، بلکہ تمھارا بھی حق ہے، لہٰذا تم اپنا حق وصول کرلو۔ جب سوکن نے خط پڑھا تو بوڑھی خادمہ کے ساتھ وہ رقم واپس بھیجی اور ایک پرچی لکھی، جس میں یہ تھا کہ جی ہاں! آپ کے شوہر نے میرے ساتھ دوسرا نکاح کیا تھا، مگر کچھ عرصے پہلے ہم دونوں میں طلاق ہوگئی ہے، لہٰذا اس مال میں میرا حق نہیں رہا اب تمھارا ہی حق ہے۔ (مسنون معاشرت: ۱/ ۱۶۱)

کاش! حقوق کی ادائیگی کا اہتمام آج ہم میں پیدا ہوجائے تو سارے فساد اور جھگڑوں کا سدباب ہوجائے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ شریعت کے جمیع احکام پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور اسلام کے نظام میراث پر کماحقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ (آمین)

وصلی اللہ علی النبی الکریم

مضمون:(۲۷)

ناشکری

اسباب وانجام

تعارف

۲۷/رمضان المبارک ۱۴۴۳ھ

۲۸/اپریل ۲۰۲۲ء

بروز: جمعرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و الصلاة و السلام على سيد الأنبياء و المرسلين و على آله و أصحابه أجمعين أما بعد!

﴿اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوۡدٌ ۝﴾ [العادیات:۶]

تمہید

یہ سورۃ العادیات کی ۶ نمبر کی آیت ہے۔اس آیت میں حق تعالیٰ نے انسان کی ایک بری خصلت وعادت کو بیان فرمایا ہے، وہ یہ کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

حق تعالیٰ کے انعامات

حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں وہ انگنت ہیں۔خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ لَا تُحۡصُوۡھَا﴾ [ابراھیم:۳۴]

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔

اس نے ہمیں انسان بنایا، نہایت قیمتی اعضا مفت میں عطا فرمائے جن کا ہم بدلہ کبھی ادا نہیں کر سکتے۔دیکھنے کے لیے آنکھیں ایسی دی کہ پانچ سو سال کی اخلاص سے لبریز عبادت اس کی تلافی میں ختم ہو جائے گی۔سننے کے لیے کان دیے جس میں ایک ہزار ملین اعصابی خانے بنے ہیں۔دماغ دیا کہ جب وہاں سے بدن کے کسی حصے کو کوئی کام ملتا ہے ہر گھنٹہ میں ۷۰ مائل کی رفتار رکھتا ہے۔زبان دی جس میں تین ہزار ذائقوں کو چکھنے کی طاقت ہے۔دل دیا، ہاتھ پیر دیے کہ ہم نے ہزاروں چپلیں گھس کر پھینک دی، لیکن پیر کی کھال کبھی گھسی نہیں۔ہر

سانس میں اس کی دو دو نعمتیں ہیں۔

ان سب کے علاوہ مال دولت کی نعمت، اولاد کی نعمت، ایمان کی نعمت، صحت کی نعمت، جوانی کی نعمت، اوقات کی نعمت اسی نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

دو نعمتیں

بخاری شریف کی روایت ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں اکثر لوگ گھاٹے میں ہیں۔ صحت کی نعمت اور فراغت یعنی فرصت اور اوقات کی نعمت۔ (بخاری: کتاب الرقاق / الصحة والفراغ / ولا عیش الا عیش الآخرة / رقم الحدیث: ۶۴۱۲)

پانچ چیزوں کو غنیمت جانو

ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔

(۱) جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔

(۲) فراغت کو مشغولیت سے پہلے۔

(۳) صحت کو بیماری سے پہلے۔

(۴) مالداری کو فقیری سے پہلے۔

(۵) زندگی کو موت سے پہلے۔ (مشکوة المصابیح / ص: ۴۴۱)

ہر نعمت کے تین حق

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کے بیانات

''اصلاحی خطبات'' میں لکھا ہے کہ ہر نعمت کے تین حق ہیں۔ اول یہ کہ اس کی قدر پہچانی جائے، دوم یہ کہ اس کا صحیح استعمال کیا جائے، سوم یہ کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے۔ (اصلاحی خطبات: ۱۶/ ۳۲)

غرض! اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں، لیکن ہم نے اسی کی دی نعمتوں کو اسی کے نافرمانی میں لگایا ہے۔ سورۃ العادیات کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہی بتلانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے آغاز میں گھوڑوں سے متعلق پانچ قسمیں کھائی ہیں اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

گھوڑوں کی قسم کھانے کی وجہ

یہاں ایک سوال ہوسکتا ہے انسان کی ناشکری کو بتلانے کے لیے اللہ رب العالمین نے گھوڑوں کی قسم کیوں کھائی؟

مفسرین کرام اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گھوڑے کے عادات و خصائل میں انسان کے لیے بہت بڑا سبق ہے۔ گھوڑا اپنے مالک کے ساتھ کس قدر وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ حالانکہ اس کا مالک، نہ اس کا خالق ہے اور نہ حقیقی مالک بلکہ محض مجازی مالک ہے اور صرف اس کے گھاس دانہ کا ہی بندوبست کرتا ہے۔ برخلاف اس کے انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، وہی اس کا خالق اور حقیقی مالک ہے۔ اس کی تمام ضروریات پوری کی، انعامات سے نوازا، مگر انسان کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے رب کا بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔

گھوڑے کی مثال اس کے سامنے ہے جو معمولی خوراک دینے پر اپنے مالک کا اس قدر مطیع اور فرمانبردار ہے اور یہ انسان ہوکر اپنے حقیقی مالک کا شکر تک ادا نہیں کرتا۔ (معالم

العرفان:۲۰/۴۴۱)

کنود کی تفسیر

انسان کی ناشکری کو بتلانے کے لیے یہاں لفظ ''کنود'' لایا گیا ہے۔مفسرین کرام نے کنود کی مختلف تفسیریں بیان فرمائی ہیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ ہے کہ کنود کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کرنے والا۔

(۲) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ کنود اس آدمی کو کہتے ہیں جو مصائب کو یاد کرے اور نعمتوں کو بھول جائے۔

(۳) ایک قول یہ کہا گیا ہے کہ جو تھوڑے احسان پر ناشکری کرے اور زیادہ پر ناشکری نہ کرے۔

(۴) ایک قول یہ کہا گیا ہے کہ کنود وہ ہے جو حق کا انکار کرے۔

(۵) ابوبکر واسطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کنود اسے کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اس کی نافرمانیوں میں خرچ کرے۔

(۶) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کنود وہ ہے جو نعمت کو دیکھتا ہے منعم کو نہیں دیکھتا۔

اِن تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کنود کا لفظ ناشکری پر دلالت کرتا ہے۔(قرطبی مترجم: ۱۰/۴۵۹،۴۶۰)

ناشکری کی اقسام

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں ناشکری کی تین

قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

پہلی قسم

سب سے اعلیٰ قسم کی نافرمانی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں ساری نعمتیں عطا فرمائیں، ہم ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، لیکن ان نعمتوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنے کے بجائے دوسروں کی طرف کر دینا۔ مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ اولاد تو فلاں پیر صاحب دیتے ہیں یا فلاں بت عطا کرتا ہے۔ اسی طرح روزی تو فلان دیتا ہے، بلاؤں کو فلاں ٹالتا ہے وغیرہ۔

دوسری قسم

ناشکری کی دوسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں ہم ان نعمتوں کو اپنی ضرورتوں اور مصلحتوں میں تو استعمال کرتے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں بھی استعمال کرتے ہیں، تو یہ بھی ناشکری میں داخل ہے۔ مثلاً آنکھ کی نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں جائز چیزوں کے دیکھنے کے لیے دی تھی، لیکن ہم اپنی ضرورتوں میں استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ ناجائز چیزوں میں بھی استعمال کر رہے ہیں۔ اسی طرح دوسرے اعضا سمجھ لیجیے۔

تیسری قسم

ناشکری کی تیسری قسم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کی محبت ہم پر اس قدر غالب آجائے اور ہم ان نعمتوں میں ایسے گم ہو جائیں کہ ہم نعمت دینے والی ذات کو ہی بھول جائیں۔ اسی لیے کنود کی ایک تفسیر یہی بیان کی گئی کہ جو نعمت کو دیکھتا ہے منعم کو نہیں دیکھتا۔ (تفسیر

عزیزی مترجم: ۴/ ۵۲۴)

ناشکری کے اسباب

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے رب کی ناشکری کیوں کرتا ہے؟ ناشکری کے اسباب کیا کیا ہیں؟

علما نے ناشکری کے چند اسباب بیان فرمائے ہیں۔

پہلا سبب: اپنے سے برتر کو دیکھنا

ناشکری کا پہلا سبب ہے اپنے سے برتر کو دیکھنا۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ دینی امور میں اپنے سے برتر کو دیکھیں تا کہ اس کا مقابلہ کریں اور اس سے آگے نکلنے کی کوشش کریں اور دنیوی امور میں اپنے سے کمتر کو دیکھیں، لیکن ہم نے تو دنیوی امور ہی میں اپنے سے برتر کو دیکھنا شروع کیا جو ہمیں اپنے رب کی ناشکری پر لے گیا۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو دیکھو جو تم سے کمتر ہو، اس کو مت دیکھو جو تم سے برتر ہو، اس طرح زیادہ مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو حقیر نہ جانو گے۔ (مسلم: کتاب الزھد والرقاق/ رقم الحدیث: ۲۹۶۳)

حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مالداروں کے ساتھ رہا تو اپنے سے زیادہ کسی کو غمزدہ نہیں دیکھا، کیونکہ میں اپنے سے بہتر سواری اور اپنے سے بہتر کپڑا دیکھتا تھا اور جب میں غریبوں کے ساتھ رہا تو میں نے راحت محسوس کی، کیوں کہ اب میری سواری اور میرا کپڑا دوسروں سے اچھا تھا۔ (ترمذی: ابواب اللباس عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم/ باب ماجاء فی ترقیع

الثوب/رقم الحدیث: ۱۷۸۰)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

ایک دفعہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے تو اُن کے پاؤں میں جوتے نہیں تھے کیونکہ اُن کے پاس اتنی مالی استطاعت نہیں تھی کہ وہ اپنے لیے جوتا خرید سکے۔ ابھی یہ خیال اُن کے دل میں آیا ہی تھا اور یہ سوچ کر انھوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اُٹھایا اور رب سے شکوہ بھری نظروں سے آسمان کی طرف دیکھا ابھی یہ عمل پورا بھی ہوا نہیں تھا کہ اچانک اُن کے سامنے ایک ایسا شخص آ گیا کہ جس کے دونوں پاؤں نہیں تھے۔ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اُسی وقت اللہ سے معافی مانگی اُور مسجد میں دوبارہ شکرانے کی نفل ادا کی اور کہا کہ اے اللہ! میں بھٹک گیا تھا، تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے میرے پاؤں سلامت رکھے اگر جوتے نہیں تو کوئی بات نہیں، مگر میرے پاؤں تو ہیں اور اس بیچارے کے تو پاؤں ہی نہیں ہے۔ (بڑوں کا بچپن/ص: ۱۶)

دوسرا سبب: دنیا کو مقصد زندگی سمجھنا

ناشکری کا دوسرا سبب ہے دنیا کو مقصد زندگی سمجھ لینا۔ جو لوگ فکر آخرت سے بالکل غافل ہو کر دنیا کی لذتوں اور رنگینیوں میں گم ہو جاتے ہیں ایسے لوگ بھی بڑے ناشکرے ہوتے ہیں۔ ایک مؤمن کی شان یہ ہونی چاہیے کہ اس کے پیش نظر ہمیشہ آخرت رہے نہ کہ دنیا اور اس کی چمک دمک۔ یہ تو لہو ولعب ہے، کھیل اور تماشا ہے، قید خانہ ہے اور اس کی حیثیت عند اللہ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔

تیسرا سبب: نعمتوں پر اترانا

ناشکری کا تیسرا سبب ہے حق تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں پر اترانا۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ نعمتیں مجھے ملی ہیں سب میری کوششوں کا نتیجہ ہیں اس میں اللہ کا کوئی احسان نہیں ایسے لوگ کبھی اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے۔

قارون کی سرکشی

قارون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی برادری سے تھا، بلکہ بعضوں نے تو اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچازاد بھائی کہا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس پر مال و دولت کی ریل پیل فرمادی تھی، اس کے خزانے کی چابیوں کو کئی کئی لوگ بھی اٹھا نہیں پاتے تھے، لیکن جہاں اس نے بغاوت کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام تراشی کی اور نعمتوں کی ناقدری کی، تو حق تعالیٰ نے ایسا پکڑا کہ اس کو اس کے خزانوں سمیت زمین میں دھنسا دیا گیا۔

چوتھا سبب: نفس وشیطان کی پیروی کرنا

ناشکری کا چوتھا سبب ہے نفس وشیطان کی پیروی۔ نفس تو بہت زیادہ حریص اور لالچ ہوتا ہے اور شیطان تو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا ناشکرا ہے۔ اس لیے یہ دونوں انسان کو ناشکری پر ابھارتے ہیں۔

پانچواں سبب: بخیلی اور کنجوسی کرنا

ناشکری کا پانچواں سبب ہے بخیلی اور کنجوسی۔ بخیلی اور کنجوسی انتہائی مذموم صفت ہے۔ جب یہ صفت انسان میں پیدا ہوجاتی ہے اور انسان مال کی محبت میں کھو جاتا ہے تو عقل کے تقاضے اور شریعت کے کھلے حکم کے باوجود راہِ خدا میں خرچ کرنا اس کے لیے بوجھ بن جاتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کی سب سے پہلی صلاح یقین اور زہد کے اوصاف تھے اور اس امت کا پہلا بگاڑ بخیلی اور ہوس سے ہوگا۔ (مشکوۃ المصابیح / ص: ۴۵۰)

چھٹا سبب: نعمتوں سے غفلت برتنا

ناشکری کا چھٹا سبب ہے نعمتوں سے غفلت برتنا۔ جن لوگوں کے دل و نگاہ پر غفلت اور جہالت کے پردے پڑے رہتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو سمجھتے ہی نہیں، اور جب سمجھتے ہی نہیں تو شکر کیسے ادا کریں گے؟

ایک تنگ دست کی شکایت کا واقعہ

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احیاء العلوم'' میں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ایک مفلس نے کسی صاحب دل انسان کے سامنے اپنی تنگدستی اور کثیر العیالی کا شکوہ ظاہر کیا اور کہا کہ میں اپنی ناگفتہ بہ حالت کی بنا پر سخت پریشان ہوں۔ بزرگ نے کہا کیا تو دس ہزار درہم لے کر اندھا بننا پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ بزرگ نے کہا اچھا! دس ہزار درہم لے کر گونگا بننا پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ بزرگ نے کہا اچھا! دس ہزار درہم لے کر لنگڑا بننا پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ بزرگ نے کہا اچھا! دس ہزار درہم لے کر لونجا بننا پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ بزرگ نے کہا اچھا! دس ہزار درہم لے کر دیوانہ بننا پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو بزرگ نے فرمایا کہ تیرے آقا نے تجھے پچاس ہزار کی نعمت سے نوازا ہے اور تو مفلسی اور تنگدستی کا شکوہ کرتا ہے؟ (احیاء العلوم مترجم: ۲۰۱/۴)

حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بھی بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ کسی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ اُس وقت پانی کا گلاس ہاتھ میں لیے ہوئے تھا۔ اس نے کہا آپ مجھے کچھ نصیحت کیجیے۔ حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اچھا! فرض کیجیے کہ اگر تمھیں سخت پیاس لگی ہو اور تم سے یہ گلاس لیا جائے اور کہا جائے جب تک تم اپنے تمام اموال ہمیں نہیں دوں گے، ہم تمھیں پانی نہیں دیں گے، تو کیا گلاس بھر پانی کے بدلے ساری دولت دے ڈالوں گے؟ خلیفہ نے کہا بیشک، تمام دولت دے دوں گا۔ حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اچھا! اگر تمام ملک دینے کی شرط لگائی جائے تو؟ خلیفہ نے کہا پورا ملک بھی دے دوں گا۔ حضرت ابن السماک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس ملک کا یہ حال ہو کہ وہ ایک گھونٹ پانی کے بدلے دیا جا سکتا ہو تو اس پر اترانا نہیں چاہیے۔ (احیاء العلوم مترجم: ۴/ ۲۰۲)

ناشکری کا انجام

ناشکری کے اسباب تو ہم نے جان لیے، لیکن سوال یہ ہوتا ہے کہ ناشکری کا انجام کیا ہے؟ اس کی وجہ سے کون کون سی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

بنی اسرائیل کی ایک جماعت کی شکلوں کا مسخ ہو جانا

ناشکری کا ایک انجام ہے شکلوں اور صورتوں کا بگڑ جانا۔ اس کو ہم ایک واقعے سے سمجھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو جب روزہ رکھنے کی تلقین کی اور فرمایا کہ اگر تم ایک ماہ کے روزے رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تمھاری دعا کو قبول کریں گے۔ چنانچہ بنی

اسرائیل نے ایک ماہ مسلسل روزے رکھے اور جب تیس روزے مکمل ہو گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں رواج ہے کہ جب ہم ایک ماہ تک کسی کے ہاں مزدوری اور کام کرتے ہیں تو وہ ہمیں اپنی طرف سے کھانا کھلاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے تیار کھانوں کا خوان اتارے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے تو انھیں تنبیہ کی کہ خدا سے ڈرو، اس قسم کے سوالات مناسب نہیں، لیکن جب وہ اپنے سوال پر قائم رہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خوان اتارنے کی درخواست کر دی جس پر اللہ رب العزت نے خوان اتارنے کا وعدہ کر لیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ اگر اس کے بعد بھی ناشکری کی تو پھر میرا عذاب ایسا ہوگا کہ اس کی مثال پوری کائنات میں نہیں ہوگی۔ چنانچہ آسمان سے تیار کھانوں کا دستر خوان اترا، بلکہ مسلسل چالیس دن تک اترتا رہا اور بنی اسرائیل سب کے سب روزانہ اس سے کھاتے رہے۔

چالیس دن کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش شروع ہوئی اور حکم ہوا کہ آج کے بعد یہ خوان غریب اور مستحق لوگوں کے لیے ہوگا اور امیر اور صاحب استطاعت افراد کو اس سے کھانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس سے قبل یہ شرط بھی لگائی گئی تھی کہ دستر خوان پر بیٹھ کر جتنا کھا سکتے ہو کھاؤ، مگر ساتھ لے جانے اور ذخیرہ کرنے کی اجازت نہیں ہے اور دستر خوان سے کوئی چیز اٹھا کر لے جانے کو خیانت شمار کیا جائے گا۔ مگر امیر لوگ اور صاحب استطاعت افراد ان شرائط کی پابندی نہ کر سکے اور طرح طرح کے حیلے نکال کر خلاف ورزی شروع کر دی، جس کی وجہ سے یہ خوان اترنا بند ہو گیا اور خلاف ورزی کرنے والے سینکڑوں افراد کو یہ عذاب ہوا

کہ رات کو بے فکری کے ساتھ اپنے بستروں پر محو خواب تھے کہ ان کی شکلیں بدل گئیں اور انھیں خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا گیا۔ صبح اٹھے تو عجیب صورت حال تھی۔ دھڑ اور جسم انسانوں کے تھے مگر چہرے اور شکلیں خنزیروں کی بن چکی تھیں۔ بنی اسرائیل میں کہرام مچ گیا، سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گرد جمع ہو کر آہ وزاری کرنے لگے۔ وہ سینکڑوں خنزیر نما انسان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارد گرد گھومتے اور روتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے کسی کا نام لے کر پکارتے تو وہ سر ہلا کر ہاں کرتا، مگر گفتگو کی طاقت سلب ہو چکی تھی۔ ان کا رونا دھونا بعد از وقت تھا اس لیے کسی کام نہ آیا اور وہ خنزیر نما سینکڑوں انسان تین دن اس حال میں رہنے کے بعد موت کا شکار ہو گئے۔ ان میں سے کوئی زندہ نہ رہا اور نہ ہی کسی کی نسل آگے چلی۔ (الجواہر الزواہر ص: ۳۲۵، ۳۲۶)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی نصیحت

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک مجلس میں ''مائدہ'' والا یہ واقعہ بیان فرمایا اور پھر کہا کہ اے اہل عرب! تم پر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے عظیم پیغمبر تمھیں عطا فرمائے، حالانکہ ان سے پہلے تم صرف اونٹ اور بکریاں چرانے والے چرواہے تھے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے تمھیں عرب وعجم کی بادشاہت مل گئی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمھیں ہدایت کی کہ سونا چاندی ذخیرہ نہ کرنا یعنی دولت کو جمع کرنے کے بجائے اسے مستحقین پر خرچ کرتے رہنا، مگر تم نے دولت کو ذخیرہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس لیے یاد رکھو کہ تم بھی اسی طرح خدا کے عذاب کا شکار ہو گے جس طرح مائدہ والے بنی اسرائیل خدا کے عذاب میں مبتلا ہوئے تھے۔ (الجواہر الزواہر ص: ۳۲۶)

مکہ والوں پر قحط

ناشکری کا انجام یہ بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری بستی کو قحط کی زد میں مبتلا فرما دیتے ہیں۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ قریش کا اسلام سے اعراض بڑھتا گیا تو نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے حق میں بددعا کی۔ اس بددعا کے نتیجے میں ایسا قحط پڑا کہ کفار مرنے لگے اور مردار اور ہڈیاں کھانے لگے۔ آخر ابوسفیان آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، لیکن آپ کی قوم مر رہی ہے۔ اللہ عزوجل سے دعا کیجیے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس دن کا انتظار کر جب آسمان پر صاف کھلا ہوا دھواں نمودار ہوگا۔ خیر! آپ نے دعا کی بارش ہوئی قحط جاتا رہا، لیکن وہ پھر کفر کرنے لگے اس پر اللہ پاک کا یہ فرمان نازل ہوا کہ جس دن ہم انھیں سختی کے ساتھ پکڑ کریں گے اور یہ پکڑ بدر کی لڑائی میں ہوئی۔ (بخاری: کتاب التفسیر / سورۃ حم الدخان / باب یغشی الناس ھذا عذاب الیم / رقم الحدیث: ۴۸۲۱)

بستیوں کا اجڑنا

ناشکری کا یہ بھی انجام ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری بستی کو اجاڑ بھی دیتے ہیں۔

قوم سبا کی داستان

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق 'یمن' کے دارالحکومت ''صنعاء'' سے تین میل کے فاصلے پر ایک شہر ''مارب'' تھا جس میں یہ قوم سبا آباد تھی۔ دو پہاڑوں کے درمیان یہ

شہر آباد تھا، پہاڑوں سے بارش کا پانی آنے کی صورت میں یہ شہر ہمیشہ سیلابوں کی زد میں رہتا۔اس شہر کے بادشاہوں نے جس میں ملکہ بلقیس کا نام بھی قابل ذکر ہے، دونوں پہاڑوں کے درمیان مضبوط بند (ڈیم) تعمیر کیا، جس نے سیلابوں کو روک کر پانی کا ذخیرہ بنا دیا، بند کے اندر اوپر نیچے پانی نکالنے کے لیے تین دروازے رکھے گئے، پہلے اوپر کا دروازہ کھول کر اس کا پانی لیا جاتا، جب اوپر کا پانی ختم ہو جاتا تو اس سے نیچے کا اور اس کے بعد سب سے نیچے کا دروازہ کھولا جاتا، یہاں تک کہ دوسرے سال بارشوں سے پھر پانی بھر جاتا۔ بند کے نیچے ایک بڑا تالاب تھا جس میں بارہ نہریں نکال کر شہر کے مختلف اطراف میں پہونچائی گئیں تھیں۔ یہ شہر کی ضرورتوں میں کام آتا تھا۔

شہر کے دائیں بائیں جو پہاڑ تھے ان کے کناروں پر باغات لگائے گئے تھے، جن میں پانی کی نہریں جاری تھیں۔ان میں ہر طرح کے درخت اور ہر قسم کے پھل بہ کثرت پیدا ہوتے امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق اُن باغات میں ایک عورت سر پر ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے وہ ٹوکری خود بخود بھر جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے ذریعے اس قوم کو پیغام پہنچایا، نعمتوں کا شکر ادا کرو، اعمال صالحہ اور اطاعت احکام الٰہیہ کے ساتھ کرتے رہو اللہ تعالیٰ نے تمھارے شہر کو بلدۂ طیبہ بنا دیا ہے، جس میں سردی گرمی کا اعتدال ہے اور آب وہوا ایسی صحت بخشی کہ پورے شہر میں مچھر، مکھی، پسو، سانپ اور بچھو جیسے موذی جانور کا نام ونشان نہیں، بلکہ باہر سے آنے والے مسافروں کے کپڑوں میں جوئیں یا دوسرے موذی حشرات ہوتے تو وہ بھی مر جاتے۔

اللہ تعالیٰ نے اس قوم میں تیرہ انبیائے کرام بھیجے، مگر ان لوگوں نے انبیائے کرام کی

تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے سرکشی اور روگردانی اختیار کی۔

قوم سبا کی سرکشی کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو سزا دینے کے لیے سد مارب یعنی عرم کو توڑ کر سیلاب سے تباہ کرنے کا ارادہ کیا اور پانی کے عظیم الشان بند پر اندھے چوہے مسلط کر دیے، جنھوں نے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا اور کمزور کر دیا، جب بارش اور سیلاب کا پانی آیا تو پانی کے دباؤ نے اس کی کمزور بنیادوں کو توڑ کر رخنے پیدا کر دیے اور بالآخر اس بند کے پیچھے جمع شدہ پانی پوری وادی میں پھیل گیا، تمام مکانات منہدم اور درخت تباہ ہو گئے، پہاڑوں کے درمیان جو باغات تھے ان کا پانی بھی خشک ہو گیا۔

تاریخی واقعات میں ہے کہ کچھ ہوشیار و دور اندیش لوگوں نے چوہوں کو دیکھتے ہی دوسری جگہ منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ کچھ سیلاب کے شروع میں چلے گئے، چھ قبیلے ان کے یمن میں پھیلے، چار قبیلے شام میں، مدینہ طیبہ کی آبادی بھی ان ہی قبائل سے شروع ہوئی اور بہت سے سیلاب کی نذر ہو گئے غرضیکہ پورا شہر تباہ ہو گیا۔ (ملخصاً از معارف القرآن: ۷/ ۲۷۹ تا ۲۸۲)

کوڑھی، اندھے اور گنجے کا واقعہ

ناشکری کا انجام نعمتوں سے محرومی کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے، ایک کوڑھی، دوسرا اندھا، تیسرا گنجا، اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ان تینوں کا امتحان لے چنانچہ ان تینوں کے پاس ایک فرشتہ بھیجا۔

فرشتہ پہلے کوڑھی کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تمھیں سب سے زیادہ کون سی چیز پسند ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اچھا رنگ اور اچھی چمڑی، کیونکہ لوگ مجھ سے گھن کھاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ فرشتے نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اس کی بیماری دور ہوگئی اور اس کا رنگ بھی خوبصورت ہوگیا اور چمڑی بھی اچھی ہوگئی۔ فرشتے نے پوچھا کس طرح کا مال تم پسند کرتے ہو؟ اس نے جواب میں اونٹ کہا، چنانچہ اسے حاملہ اونٹنی دی گئی، اور کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تمھیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا کہ عمدہ بال، اور موجودہ عیب میرا ختم ہوجائے، کیونکہ اس کی وجہ سے لوگ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کا عیب جاتا رہا اور اس کے سر میں عمدہ بال آ گئے۔ فرشتے نے کہا تمھیں سب سے زیادہ کون سا مال پسند ہے؟ اس نے کہا کہ گائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ فرشتے نے اسے ایک حاملہ گائے دے دی، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔

پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور پوچھا کہ تمھیں کیا چیز پسند ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے آنکھوں کی بینائی عطا فرمادیں تاکہ میں لوگوں کو دیکھ سکوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیا کہ فرشتے نے اس کی (آنکھوں) پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی اسے واپس لوٹا دی، پھر پوچھا تمھیں سب سے زیادہ کس طرح کا مال پسند ہے؟ اس نے کہا کہ بکریاں، فرشتے نے اسے ایک حاملہ بکری دے دی، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے گا۔

پھر تینوں جانوروں کے بچے پیدا ہوئے یہاں تک کہ کوڑھی کے اونٹوں سے اس کی وادی بھر گئی، گائے بیل سے گنجے کی وادی بھر گئی، اور بکریوں سے اندھے کی وادی بھر گئی۔

پھر دوبارہ فرشتہ اپنی اسی شکل میں کوڑھی کے پاس آیا اور کہا کہ میں ایک نہایت

مسکین اور فقیر آدمی ہوں میرے سفر کے تمام سامان اور اسباب ختم ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے حاجت پوری ہونے کی امید نہیں، لیکن میں تم سے اسی ذات کا واسطہ دے کر، جس نے تمھیں اچھا رنگ، اچھا چمڑا اور اچھا مال عطا کیا ہے ایک اونٹ کا سوال کرتا ہوں جس سے سفر پورا کر سکوں، اس نے فرشتے سے کہا میرے ذمے اور بہت سے حقوق ہیں۔ فرشتے نے کہا غالباً میں تمھیں پہچانتا ہوں۔ کیا تمھیں کوڑھ کی بیماری نہیں تھی، جس کی وجہ سے لوگ تم سے گھن کھاتے تھے؟ تم ایک فقیر اور قلاش انسان تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ چیزیں عطا کی؟ اس نے کہا یہ ساری دولت تو میرے باپ دادا سے چلی آ رہی ہے۔ فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمھیں پہلی حالت پر لوٹا دیں۔

فرشتہ گنجے کے پاس اپنی اسی پہلی صورت میں آیا اور اس سے بھی وہی درخواست کی، اور اس نے بھی وہی کوڑھی والا ہی جواب دیا، فرشتے نے کہا کہ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمھیں اپنی پہلی حالت پر لوٹا دیں۔

اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اپنی اسی پہلی صورت میں، اور کہا کہ میں ایک مسکین آدمی ہوں، سفر کے تمام سامان ختم ہو چکے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی اور سے حاجت پوری ہونے کی توقع نہیں، میں تم سے اس ذات کا واسطہ دے کر، جس نے تمھیں تمھاری بینائی واپس دے دی، ایک بکری مانگتا ہوں جس سے اپنے سفر کی ضروریات پوری کر سکوں، اندھے نے جواب دیا کہا کہ واقعی میں اندھا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے بینائی عطا فرمائی، اور واقعی میں فقیر و محتاج تھا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے مالدار بنایا، تم جتنی بکریاں چاہو لے سکتے ہو، اللہ کی قسم جب تم نے اللہ کا واسطہ دے دیا تو جتنا بھی تمھارا جی چاہے لے جاؤ، میں تمھیں ہرگز

نھیں روک سکتا، فرشتے نے کہا تم اپنا مال اپنے پاس رکھو، یہ تو صرف امتحان تھا، اور اللہ تعالیٰ تم سے راضی اور خوش ہے، اور تمھارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہے۔ (بخاری : کتاب الایمان والنذور / باب لا یقول ماشاء اللہ وشئت / رقم الحدیث: ۶۶۵۳)

ناشکری سب سے خطرناک بیماری

ناشکرگزاری کی یہی وہ بیماری ہے، جس کا شکوہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر کیا ہے۔ اس کی بیماری کی وجہ سے انسان صحیح پروگرام پر عمل پیرا نھین ہوتے۔ اگر ان میں شکرگزاری کا مادہ ہوتو قرآن پاک کے پروگرام پر عمل کرنا مشکل نظر نہ آئے، مگر اسی بیماری کی وجہ سے انسان اس پروگرام کو بہت بڑا بوجھ سمجھتا ہے۔

انسان کی فطرت

انسان کی عجیب فطرت ہے کہ جب نعمتوں کی فروانی ہوتی ہے تو خدا کو فراموش کردیتا ہے اور جب مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہے تو خدا کو یاد کرنے لگتا ہے۔ حق تعالیٰ یہی بتلانا چاہتے ہیں:

﴿ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ○ ﴾ [حم السجدہ: ۵۱]

اور جب ہم انسانوں کو نعمتیں عطا فرماتے ہیں تو وہ اعراض کرتا ہے اور روگردانی کرتا ہے، اور جب اسے کوئی برائی پہونچتی ہے تو چوڑی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

قرآن مجید کا اسلوب بڑا پیارا ہے، یہ نھیں فرمایا کہ وہ لمبی لمبی دعائیں کرتا ہے، بلکہ فرمایا کہ وہ چوڑی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عموماً چوڑائی کم اور لمبائی زیادہ

ہوتی ہے،لیکن مصیبت کے وقت انسان کا حال جب بدلتا ہے تو اس کی دعائیں اتنی چوڑی ہوتی ہے تو لمبائی کی لمبائی کتنی ہوگی،اس کا آپ خود اندازہ لگا لیجیے۔(معارف القرآن:۷/۶۶۷)

بہرحال! ناشکری بہت بری عادت ہے۔قرآن وحدیث میں اس کے متعلق بہت وعیدیں آئی ہیں اور ساتھ ہی اِس کے بہت سے نقصانات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔انسانوں کی پریشانیوں کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ناشکری بھی ہے،اس لیے ہمیں اس کو چھوڑ کر شکرگزاری کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں نعمتوں کی ناقدری اور ناشکری اور غلط استعمال سے محفوظ رکھیں۔(آمین)

وصلی اللّٰہ علی النبی الکریم

❁❁❁ مصادر ومراجع ❁❁❁

کتب تفاسیر

۱	القرآن الکریم	.....
۲	جلالین	جلال الدین سیوطی رجلال الدین محلی
۳	تفسیر ابن کثیر مع بیان القرآن	علامہ عماد الدین ابن کثیر
۴	تفسیر بغوی مترجم	حسین بن مسعود بغوی
۵	تفسیر قرطبی مترجم	محمد بن احمد قرطبی
۶	تفسیر عزیزی مترجم	شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
۷	تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی
۸	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی
۹	معالم العرفان	صوفی عبد الحمید صاحب سواتی
۱۰	انوار البیان	مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی
۱۱	لطائف سورۂ یوسف	مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی
۱۲	درس بیضاوی	افادات مولانا حبیب الرحمٰن صاحب پالن پوری
۱۳	جامع تفاسیر الاحلام	ابوبکر بن محمد بن عمر الملا الحنفی
۱۴	خزائن القرآن	مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب
۱۵	آیات قرآنی کے شان نزول	مولانا خالد محمود صاحب

۱۶	اشرف التفاسیر	حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۱۷	نضرۃ النعیم	فریق کبیر من المتخصصین

کتب احادیث

۱۸	صحیح البخاری	محمد بن اسماعیل بخاری
۱۹	صحیح مسلم	مسلم بن حجاج قشیری
۲۰	سنن ترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذی
۲۱	سنن ابوداود	سلیمان بن اشعث سجستانی
۲۲	سنن نسائی	احمد بن شعیب نسائی
۲۳	سنن ابن ماجہ	محمد بن یزید القزوینی
۲۴	مشکوۃ المصابیح	محمد بن عبداللہ تبریزی
۲۵	المستدرک للحاکم علی الصحیحین	محمد بن عبداللہ نیسابوری
۲۶	الموطا	امام مالک بن انس مدنی
۲۷	مسند احمد	امام احمد بن محمد شیبانی
۲۸	سنن دارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی
۲۹	شعب الایمان للبیہقی	احمد بن حسین البیہقی
۳۰	السنن الکبریٰ للبیہقی	احمد بن حسین البیہقی
۳۱	المعجم الکبیر للطبرانی	سلیمان بن احمد الطبرانی

٣٢	المعجم الاوسط للطبرانی	سلیمان بن احمد الطبرانی
٣٣	مصنف ابن ابی شیبہ	عبداللہ بن محمد عبسی
٣٤	مصنف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی
٣٥	الترغیب والترہیب	عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری
٣٦	مجمع الزائد ومنبع الفوائد	علی بن ابی بکر الہیثمی المصری
٣٧	دارقطنی	علی بن عمر دارقطنی
٣٨	شمائل ترمذی	محمد بن عیسیٰ الترمذی
٣٩	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی
٤٠	مسند ابی یعلیٰ	احمد بن علی بن المثنیٰ التمیمی
٤١	مسند الفردوس للدیلمی	ابومنصور الدیلمی
٤٢	فتح الباری	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی
٤٣	عمدۃ القاری	بدرالدین ابومحمود بن احمد العینی
٤٤	فتح القدیر	محمد بن عبداللہ الشوکانی
٤٥	الفتن لابن نعیم	ابوعبداللہ نعیم بن حماد المروزی
٤٦	مقدمہ ابوداود	سلیمان بن اشعث سجستانی
٤٧	مرقاۃ المفاتیح	علی بن سلطان القاری
٤٨	مظاہر حق	نواب قطب الدین خان دہلوی

۴۹	کشف الباری	مولانا سلیم اللہ خان صاحب
۵۰	معارف الحدیث	مولانا محمد منظور صاحب نعمانی
۵۱	مراۃ الانوار فی شرح مشکوۃ الآثار	مولانا نسیم احمد صاحب غازی مظاہری
۵۲	الدر المنضود علی سنن ابی داود	مولانا عاقل صاحب مظاہری
۵۳	تحفۃ الالمعی	مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
۵۴	صحیح بخاری شریف کا آخری درس	مفتی عمر فاروق صاحب لوہاروی

کتب فقہ واحکام

۵۵	الاشباہ والنظائر	زین الدین بن ابراہیم المعروف بابن نجیم مصری
۵۶	ردالمحتار	محمد امین المعروف بابن عابدین شامی
۵۷	فضل ماء زمزم	سائد بکداش/حافظ ابن حجر عسقلانی
۵۸	فتاویٰ رحیمیہ	مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری
۵۹	فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی
۶۰	احسن الفتاویٰ	مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی
۶۱	کتاب المسائل	مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
۶۲	قاموس الفقہ	مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی
۶۳	مسائل حج	مفتی احمد صاحب بیمات
۶۴	مسائل سود	مفتی محمد تقی صاحب عثمانی

۶۵	تقسیم جائداد کے اسلامی اصول	مفتی ابوبکر جابر قاسمی رمفتی رفیع الدین حنیف قاسمی
۶۶	کیا مقتدی پر فاتحہ واجب ہے؟	مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
۶۷	طب نبوی	ابوعبداللہ شمس الدین ابن قیم الجوزی

تاریخ، تذکرہ، سوانح

۶۸	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی
۶۹	سیرت مصطفیٰ	مولانا ادریس صاحب کاندھلوی
۷۰	سیر صحابیات مع اسوۂ صحابیات	مولانا سعید انصاری ندوی رمولانا عبدالسلام ندوی
۷۱	سیرت التابعین	مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مظاہری
۷۲	بائیس جھوٹے نبی	نثار احمد فتحی
۷۳	تذکرۃ الاولیاء	شیخ فریدالدین عطار
۷۴	ظفر المحصلین	مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی
۷۵	حضرت شیخ الہند: شخصیات، خدمات وامتیازات	مولانا اسجد صاحب قاسمی ندوی
۷۶	آپ بیتی	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
۷۷	تصویر انور	مولانا انظر شاہ صاحب مسعودی کشمیری
۷۸	احسن السوانح	خدام جامعہ اشرفیہ لاہور
۷۹	حضرت شیخ اور اُن کے خلفائے کرام	مولانا محمد یوسف صاحب متالا
۸۰	حیات سعید	مفتی امین صاحب پالن پوری

۸۱	ذکرسعید	محمد عادل عثمانی
۸۲	حیات عبدالرحیم (لاجپوری)	مولانا مرغوب صاحب لاجپوری
۸۳	تذکرۃ القاضی	محمد عادل عثمانی
۸۴	مختصر حالات (مفتی ابوالقاسم نعمانی)	محمد عادل عثمانی
۸۵	حیات مصلح الامت	مولانا اعجاز احمد اعظمی
۸۶	بڑوں کا بچپن	مولانا محمد اسلم شیخوپوری
۸۷	حیات عارف	مفتی محمد عادل عثمانی رمفتی شاہد حسن عثمانی
۸۸	مومن قوم اپنی تاریخ کے آئینے میں	مفتی محمد صاحب ڈینڈرولوی

خطبات، مواعظ، ملفوظات، واقعات ومتفرقات

۸۹	الغیبۃ والنمیمۃ	ابوبکر عبداللہ بن محمد المعروف بابن ابی الدنیا
۹۰	ذم الھوی	عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی
۹۱	احیاء العلوم مترجم	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی
۹۲	عقد اللآلی شرح کتاب القلیوبی	ابوطاہر محمد عبداللہ
۹۳	شرح الصدور فی احوال القبور مترجم	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر السیوطی
۹۴	صفۃ الصفوۃ	عبدالرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی
۹۵	مقدمہ کامل التعبیر مترجم	ابوبکر محمد بن سیرین
۹۶	نفحۃ العرب	مولانا اعزاز علی امروہی

۹۷	حجۃ اللہ البالغہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۹۸	رحمۃ اللہ الواسعۃ	مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
۹۹	الجواہر الزواہر	مولانا عبدالحیی صاحب کفلیتوی
۱۰۰	فضائل اعمال	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
۱۰۱	فضائل صدقات	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
۱۰۲	فضائل حج	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
۱۰۳	علمائے دیوبند کا تقویٰ	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی
۱۰۴	وحدت امت	مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی
۱۰۵	اصلاحی خطبات	مفتی محمد تقی صاحب عثمانی
۱۰۶	اسلام اور ہماری زندگی	مفتی محمد تقی صاحب عثمانی
۱۰۷	مجالس حکیم الاسلام	حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب قاسمی
۱۰۸	قصص الاکابر	حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۱۰۹	معارف امدادیہ	حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۱۱۰	ملفوظات حکیم الامت	حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۱۱۱	بدنگاہی کا وبال اور اُس کا علاج	حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۱۱۲	بدنظری	مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی
۱۱۳	حیا اور پاک دامنی	مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی

۱۱۴	دوائے دل	مولانا پیرذوالفقاراحمد صاحب نقشبندی
۱۱۵	اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات	مولانا پیرذوالفقاراحمد صاحب نقشبندی
۱۱۶	خطبات فقیر	مولانا پیرذوالفقاراحمد صاحب نقشبندی
۱۱۷	محمود المواعظ	مفتی احمد صاحب خانپوری
۱۱۸	حدیث کے اصلاحی مضامین	مفتی احمد صاحب خانپوری
۱۱۹	نگاہ اور شرم گاہ کی حفاظت	مفتی احمد صاحب خانپوری
۱۲۰	معارف الابرار	مولانا ابرارالحق صاحب ہردوئی
۱۲۱	انوار ہدایت	مفتی شبیر صاحب قاسمی مرادآبادی
۱۲۲	اللہ سے شرم کیجیے	مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
۱۲۳	رحمٰن کے خاص بندے	مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
۱۲۴	مشعل راہ	مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
۱۲۵	ایک جامع قرآنی وعظ	مفتی سید محمد سلمان صاحب منصور پوری
۱۲۶	خطبات رشید	مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی
۱۲۷	غیبت کیا ہے؟	مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی
۱۲۸	خطبات متکلم اسلام	مولانا الیاس صاحب گھمن
۱۲۹	اسباق حدیث	مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی بنارسی
۱۳۰	تکبیر مسلسل	مولانا سید ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی

۱۳۱	گلدستۂ احادیث	مفتی شفیق احمد صاحب بروڈوی
۱۳۲	جہنم اور جہنم میں لے جانے والے اعمال	مولانا محمد ہارون معاویہ
۱۳۳	نایاب موتی	مولانا صفوان صاحب پالن پوری
۱۳۴	حضرت تھانوی کے پسندیدہ واقعات	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی
۱۳۵	دلچسپ حیرت انگیز واقعات	مولانا ارسلان بن اختر
۱۳۶	رزق حلال کی برکت اور حرام کی نحوست	مفتی فرید صاحب دیولوی
۱۳۷	فیضان عارف	مفتی عارف حسن صاحب عثمانی
۱۳۸	خطبات محمود بارڈولی	مفتی محمود صاحب بارڈولی
۱۳۹	مقالات دارالعلوم ماٹلی والا	مولانا اقبال صاحب فلاحی ٹنکاروی
۱۴۰	تجوید وقرائت کا پیغام خدام قرآن کے نام	قاری صدیق صاحب سانسرودی
۱۴۱	مخزن اخلاق	مولانا رحمت اللہ صاحب سبحانی لدھیانوی
۱۴۲	حسن خاتمہ	مفتی شعیب اللہ خان مفتاحی
۱۴۳	واقعات پڑھیے عبرت لیجیے	مفتی شعیب اللہ خان مفتاحی
۱۴۴	آداب محبت	مولانا حکیم اختر صاحب
۱۴۵	ماں کی عظمت	مولانا جمیل احمد صاحب بالاکوٹی
۱۴۶	رہنمائے معلمین ومنتظمین	مفتی زید صاحب احمد آبادی
۱۴۷	مسنون معاشرت	مفتی ابوبکر جابر قاسمی/مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

۱۴۸	حکایات صوفیہ	طالب الہاشمی
۱۴۹	اسلاف کا ذوق تلاوت	مولانا فیصل صاحب ندوی
۱۵۰	اتحاد امت سورۃ الحجرات کی روشنی میں	مولانا اسجد صاحب قاسمی ندوی